يكان بين هيئة حضرته ضياءه وسماءه ولما كان المولوي قطب الدين كذلك لما صرف مدة عمره في تا
لمسائل الرسالة المشهورة ولم تيسر له مطالعة كتاب كبير دقيق من كتب الاصول ومباحث فروع العلماء الما
لحديثين من لعدول حتى يطلع على مباحث عضال معركة اراء المحققين ليعصم نفسه عن اغواء المغوين اغتر
بقوله فاستجاب دعوته واخذ ما جمعه وكان في العبارة العربية فترجم بالهندية وسماه بتنوير الحق ولنبالغ
لاحق ولنا الشهود علي ما اوردناه في هذا التفصيل فمن ارتاب فليعتصم عندنا فليطلب منا الشواهد ما
طبع سليم وعقل مستقيم سيطمئن قلبه من مطالعة اخر تلك الرسالة لان في اخرها اقرارا من محمد شاه
ولما كانت الرسالة في العبارة الهندية ينبغي ان يكون جوابها ايضا في الهندية فالمامول من اربا
ب منظرها الى ما قيل لا الى من قال فان المحققين يعرفون الرجال بالحق لا الحق بالرجال والتوفيق م

بعد حمد ونعت کے بندۂ عاجز طالب حسنات دارین محمد نذیر حسین عرض کرتا ہے بیچ خدمت علماء ماہرین شریعت
بیضا کے کہ گذشتہ ۱۲ بارہ سے اثنی میں ایک رسالہ مسمےٰ بہ تنویر الحق نامزد بہ نسبت جناب مولوی محمد قطب
تعالیٰ کے جہکر جابجا مشہور ہوا چنانچہ ناگاہ اس عاجز کی نظر سے بہی گذرا تو معلوم ہوا کہ یہہ رسالہ حقیقت
رتیب دیا ہوا شیخ محمد شاہ ساکن موضع پیر سکندرہ ضلع پاک پٹن کا ہے لیکن نامبردہ نے بسبب غیرت
مدرفت اور رابطہ اخلاص کا جناب مولوی صاحب سلمہ ربہ سے پیدا کیا اور شیوہ عجز و انکسار اور بجا لوم
عرض معروض کرکے جناب مولوی صاحب ممدوح کو اسپر آمادہ و مستعد کیا کہ آپ بذات خود اس ر
ترجمہ اردو زبان مین فرماوین اور معرفت اپنی چہپوا دین کہ عوام الناس بنا بر شہرت فضیلت اور د
رکہکے لین اور دستور العمل اپنا ٹہراوین پس جناب مولوی صاحب نے بہ باعث حیا و کرم و مروت جبل
یان محمد شاہ مقرون باجابت فرما کر اچانک اس میدان جان فرسا مین پا انداز ہوئے اور د
ینی کو چہوڑکر ذات شریف اپنی حیص بیص مباحث دقیقہ معرکہ آراے اہل اصول مین ڈالی حالانکہ
س سے ایام شباب تا بغایت حال فارس تجربہ و حذاقت اس میدان لق و دق کے نتہے صر

راجح اور مرجوح احادیث اور مسایل متنازع فیہا کی جس میں شیخ محمد شاہ نے قدم ڈالا مطلع ہوئی کسی کہنے والے نے
خوب کہا ہے مصرعہ نہ ایں کار بازیچہ و سرسری است + اور یہ بھی کہ جناب مولوی صاحب معزی الیہ کو ہمیشہ درود وظائف اور
سرانجام امور ضروری روزمرہ اہل حاجات سے فرصت کہاں ملتی ہے کہ بدلجمعی تمام بہت سے عضال اور مسایل مشکلہ
میں نظر باریک فرماوین اور شیخ صاحب نے جس جس مقام میں نسبت خام طبعی اور ناتجربہ کاری کے اس رسالہ کی تو
تعریض کیا ہے یہ مولوی صاحب ممدوح سے اور اعتماد اونکے تعریض واقع ہوئی سچ ہے دیکھنے اور سننے میں بڑا
فرق ہے ؎ شنیدہ کی بود مانند دیدہ + اور کوئی نادان اس بیان سے یہ سمجھے کہ اہین مذمت اور
جناب مولوی صاحب کے پائی جاتی ہے حاشا کہ یون نہین کیونکہ مباحث دقیقہ اصولیہ لوازمات اور ضروریات دین نہین کہ
جاننا اونکا ہر اہل صلاح و یقین پر واجب ہو و معہذا الکل فن رجال موقع و ہر سخن ہی ؎ ہر کسی را بہر کارے ساختند
اور پوشیدہ نہ رہے کہ شیخ صاحب نے ظاہر بزعم اپنے اس رسالہ مین تائید مذہب حنفی کی کی ہے مگر بباعث کجفہمی اور
کی کہ ہوز نوآموز ہے بیان وجوب تقلید مذہب معین مین خلاف مسلک رائے امام صاحب اور صاحبین رح وغیرہم کے
چلا حصوصًا در پیچ رد کرنے رسالہ ایضاح الحق وغیرہ کہ جو بجملہ مصنفات مبارکات جناب فیضمآب قامع شرک و بدعت محی دین
مولانا و بالفضل اولنا محمد اسمعیل شہید کے ہے رح سے ہی بہت متوجہ ہوا چنانچہ ناظرین و تفقین رسالہ مذکورہ پر خفی
روشن اور ہویدا ہے ؎ ہر زنگی کرمی آید شناسم + مقام افسوس کا ہے کہ شارالیہ ہماری پاس کئی برس رہکر شب
مستفید ہوتا رہا ولیکن مذاق تحقیق علماء حقانی ربانی سے بے بہرہ رہا ؎ تہیدستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل
بنابراسکے اس عاجز نے واسطے اظہار حق اور خیرخواہی عوام مومنین کے کہ افراط و تفریط مین نہ پڑین درباب
اعتقاد رکھنے حقیقت تقلید مذاہب ائمہ اربعہ وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ کے مطابق تحقیق جناب شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
والد ماجد جناب مولانا شاہ عبدالعزیز اور موافق تقریر دلپذیر مولانا محمد اسمعیل شہید علیہ الرحمہ والرضوان اور حسب تصریح
کتب اصولیہ حنفیہ اور مالکیہ اور شافعیہ وغیرہ مین دلیل کے کی ساتھہ معمول بہ نزدیک علماء محققین منصفین کے
چلا آتا ہے بلے کم و کاست لکھدیا اور اپنے رائے کو اسمین دخل ندیا اور نام اس رسالہ کا معیار الحق رکھا خداوند کریم اپنے
فضل و کرم سے افراط و تفریط اور تعصب مذہب سے محفوظ رکھکر توفیق جوابدہی باصواب کی عطا فرما دے رب زدنی
علما آمین رب العلمین ثم آمین اب دانشمندان شرع شریف سے کہ حکمت و حقیقت کتاب و سنت اور تعامل آثار صحابہ اخیار اور
آداب و روش تابعین اور تبع تابعین اور مجتہدین نامدار و محدثین کبار و طریقہ علماء ثقات متاخرین منصفین رضی اللہ
عنہم سے بخوبی واقف ہین التماس کرتا ہے کہ رسالہ معیار الحق کو بنظر انصاف ملاحظہ فرماوین اور جبین بجبین نہ لاوین کیونکہ الحق
کلام متین سید المرسلین ہے پس اگر تائید حق مین تحقیق محقق پاوین تو بلا خوف لومۃ لائم اظہار حق مین اغماض نکرین
بلکہ صاف دل سے تا درحق گوئی کا سلسلہ ادا کرین ھذا کتابنا ینطق بالحق وماذا بعد الحق الا الضلال ولکن اکثرکم للحق کارھون

اور جو کہین اسمین خطا واقع ہوئی ہو تو مقتضا سے واعفوا واصفحوا اصلاح دیدین اور جو اصلاح نہ کرسکین تو خاموش رہین **قال المولف** باب اول بیچ فضایل الامام اعظم رحمہ کے **اقول** ہرچند کہ فضائل سے امام صاحب کی ہمکو بہت عزت اور قدر بہت ہے کیونکہ وے ہمارے پیشوا ہین اور ہم اونکے امر حق مین پیرو ہین لاکن ان فضائل سے جو فی الواقع ہی ہون سوا بہت سارے ہیچ کے ثابت ہوں نہین تو جہوٹی تعریف شعبہ رفض کا ہی کیونکہ وہ لوگ اسی مرض سے ہلاک ہو گئے ہین اور رافضی ٹہرائی گئی ہین اسلئے ہمپر ضرور ہوا کہ اس بات کی بہی تحقیق لکہین کیونکہ کچی کچی باتین کہ جو پایہ تحقیق سی نزدیک علماء محققین ثقات کی دور ہین باہر رہین ہین اور بعضے امام صاحب کے تابعی ہونیکا دعوے کیا ہے اور واسطے اثبات اس دعوے کے احادیث موضوعہ او معلقہ اور قصے واہیات وارد کئی گئی ہین اور نہین کچہ امام صاحب کی کسر شان اور مذمت نہین ہی اسلئے کہ اونکی فضیلت تابعی ہونی پر موقوف نہین اونکا مجتہد ہونا اور متبع سنت اور متقی اور پرہیزگار ہونا کافی ہے اونکی فضایل مین اور آیہ کریمہ ان اکرمکم عند اللہ اتقکم زینت بخش مراتب اونکی کی ہی اور اکثر ائمہ نقل امام صاحب کے تابعی ہونیکی قایل نہین چنانچہ آگی بیان اسکا آئیگا **قال** اور اعلام الاخیار وغیرہ مین لکہا ہے کہ امام صاحب نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سی تین حدیثین نقل کین اول حدیث طلب العلم فریضة علی کل مسلم حدیث دوم ان اللہ یحب اغاثة اللھفان تیسری حدیث لو توکل العبد باللہ تعالی ثقة الطیر لو رزقہ کما یرزق الطیر تغدو خماصا وتروح بطانا کما فی الطبقات ہے دوسرے عبد اللہ بن ابی اوفیٰ بن علقمہ کہ کوفہ مین سن چہیاسی یا ستاسی مین سب اصحاب کی بعد رحلت فرمائی اوسوقت امام چہہ یا سات برس کی تہے اور امام نے اونسے یہہ حدیث نقل کی ہے من بنی للہ مسجدا ولو کمفحص قطاة بنی اللہ لہ بیتا فی الجنة کذا فی الطبقات اور مختصر مین ابن حجر نے لکہا ہے کہ پانچ برس کی عمر سماع حدیث مین معتبر ہے چنانچہ محمد بن اسمٰعیل بخاری رحمہ نے محمود بن ربیع کی روایت پانچ برس کی عمر مین قبول کی ہے تیسرے سہل بن سعد ساعدی کہ مدینہ مین سن اکہاسی یا اکانوین مین بعد سب اصحاب کے داخل جنت ہوئے اوسوقت امام صاحب گیارہ برس کے تہے لاکن اونسے کچہ روایت نہین کی چوتہی ابو الطفیل عامر بن واثلہ مکہ مین بعد سن ایکسو دو کے سارے جہان کے اصحاب کے بعد رحلت فرمائی اور پہلا حج امام نے سولہ برس کے عمر مین سنہ ۹۶ ہجری مین کیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ امام نے بیشک ابو طفیل سے ملاقات کی ہوگی کیونکہ دنیا جہان مین ایک صحابی باقی رہے تہے اور لوگ تلاش کر کے اصحاب کو ملاقات کرتے تہے **اقول** وباللہ التوفیق ومنہ الوصول الے التحقیق یہہ چار دن صحابی امام کے زمانہ مین موجود تہے لاکن ملاقات امام صاحب کے اونمین سے کسے سے یا روایت کرنے اون سے نزدیک اکثر ائمہ نقل کے ثابت نہین ہوتے چنانچہ شیخ ابن طاہر حنفی صاحب مجمع البحار جنکے تحقیق سے فن حدیث واخبار مین علماء خوب واقف ہین تذکرہ موضوعات مین فرماتے ہین وکان فی ایام ابی حنیفة اربعة من الصحابة انس بن مالک بالبصرة وعبد اللہ بن

ابی اوفی بالکوفة وسهل بن سعد الساعدی بالمدینة وابو طفیل عامر بن واثلة بمکة ولم یلق واحدا منهم ولا
اخذ عنه واصحابه یقولون انه لقی جماعة من الصحابة وروی عنهم ولم یثبت ذلک عند اهل النقل انتهی
ترجمہ بطریق اختصار کے یہ چاروں صحابی امام کے زمانہ میں موجود تھے لیکن ملاقات امام کی ان میں سے ایک سے بھی ثابت نہیں
اہل نقل کے نزدیک انتہی آدمی اسی انداز پر آیندہ بھی بعض عبارتوں کا ترجمہ مختصر کیا جاویگا اور ملا علی قاری نے بیچ شرح شرح نخبة الفکر کے
علامہ سخاوی سے مقاصد الحسنة سے کہ قول معتمد اور صحیح یہی ہے کہ امام ابوحنیفہ رح کو کسی صحابی سے روایت کرنی ثابت نہیں اور ایسا ہی
کیا ملا محمد اکرم حنفی نے بیچ حاشیہ نخبة الفکر کے علامہ سخاوی سے نقل علی القاری رح فی شرح شرح النخبة عن السخاوی ان المعتمد انه لا
روایة للامام عن احد من الصحابة لصغره فی زمن ادراکه اياهم انتهی کلامه وذکر محمد اکرم الحنفی فی امعان النظر
وتوضیح نخبة الفکر فی ذکر قلة الوسائط فی الروایة منها الثلاثیات للبخاری والثنائیات فی موطا
والوحدان فی حدیث الامام ابی حنیفة قال العلامة السخاوی لکن الاخیر بسند غیر مقبول اذ المعتمد انه لا روایة
ابی حنیفة عن احد من الصحابة انتهی کلامه اور قاضی علامہ شمس الدین ابن خلکان نے بھی ایسا ہی افادہ فرمایا ہے چنانچہ
الاعیان میں فرماتے ہیں وادرک ابوحنیفة اربعة من الصحابة رضوان الله علیهم اجمعین وهم انس بن
وعبد الله بن ابی اوفی بالکوفة وسهل بن سعد الساعدی بالمدینة وابو طفیل عامر بن واثلة بمکة ولم یلق واحدا منهم
ولا اخذ عنه واصحابه یقولون لقی جماعة من الصحابة ولم یثبت ذلک عند اهل النقل انتهی اقول قوله ادرک ابوحنیفة اربعة من الصحابة معناه
ادرک زمانهم کما صرح به الشیخ ابن طاهر والا فلا معنی لما قال بعده ولم یلق واحدا منهم وهذا لا یخفی علی من له ادنی لب
اور امام نووی شارح صحیح مسلم تهذیب الاسماء میں فرماتے ہیں قال الشیخ ابو اسحق فی الطبقات هو النعمان بن ثابت بن زوطا بن
ماه مولی تیم الله بن ثعلبة ولد سنة ثمانین من الهجرة وتوفی ببغداد سنة خمسین ومائة وهو ابن سبعین سنة اخذ
الفقه من حماد بن ابی سلیمان وکان فی زمانه اربعة من الصحابة انس بن مالک وعبد الله بن ابی اوفی وسهل بن
سعد وابو الطفیل ولم یاخذ عن احد منهم انتهی اور شیخ ابن طاهر مجمع البحار میں فرماتے ہیں وابوحنیفة النعمان بن ثابت
بن زوطا بن ماه الامام الکوفی مولی تیم الله بن ثعلبة وهو من رهط حمزة الزیات وکان خزازا یبیع الخز وکان جده
من اهل کابل وبابل مملوکا لبنی تیم فاعتقه وقال اسمعیل بن حماد بن ابی حنیفة نحن من ابناء فارس من الاحرار ما وقع
علینا رق ولد جدی سنة ثمانین وذهب به الی علی وهو صغیر فدعا له بالبرکة فیه وفی ذریته ومات ببغداد سنة خمسین
ومائة علی الاصح وکان فی ایامه اربعة من الصحابة انس بن مالک وعبد الله بن ابی اوفی وسهل بن سعد وابو الطفیل
ولم یلق احدا منهم ولا اخذ عنه واصحابه یقولون انه لقی جماعة من الصحابة وروی عنهم ولا یثبت ذلک عند اهل النقل
انتهی اقول نقل الشیخ مقولة اسمعیل بن حماد بن ابی حنیفة تعریض علیه وتنبیه علی کذبه بناء علی التحقیق فانه متفق علیه منهم
علی حریته اصلا والمحقق الرق کما صرح به الشیخ آنفا والحافظ ابن حجر فی التقریب والامام النواوی فی التهذیب والعلامة

فلذا كان في وفيات الاعيان وغيرهم ومشتملا على ان الامام اباحنيفة جد اسمعيل ذهب به الى على رضى الله تعالى عنه فدعا له بالبركة
وهو هذا التحقيق عند هولاء الاربعة وغيرهم من كافة المسلمين بل هو لم يقل به احد من الجهلاء فاظنك بالعلماء لان عليا رضي
مات قبل ولادة الامام باربعين سنة كما صرح به العسقلاني في التقريب وغيرهم فافهم لا يتوهم ان مراد اسمعيل
من الجد الذي ذهب به الى على يحتمل ان يكون جدا على لان اسمعيل يعني بالجد الجد الذي مات ببغداد سنة خمسين
ومائة كما يدل عليه كلامه وهو ليس الا اباحنيفة رح اور اس مقام مزلة الاقدام مين حافظ دراز لشاوری ہی پہلے ورد
تحقیق سے بچے چنانچہ اول ترجمہ فارسی پارہ اول صحیح بخاری مین بیچ بیان مناقب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے لکھتے ہین کہ سمعیل پسر حماد
گفت که جد من امام ابوحنیفہ رح در سال ہشتاد متولد شد و از پدر او ثابت بخدمت علی شاہ ولایت برده بود و در ان حال او خورد سال بود
پس حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ درہمان حال بدرگاه ایزد متعال دعا بر نیستوال کرد که حق تعالی بلطف و رحمت بسیار خیر و برکت بنیاد
در وے و اولاد وے پایدار نماید انتہے بحرف عجب یہہ لوگ سات حُبُّكَ الشَّيْءَ يُعْمِي وَيُصِمُّ کے موصوف اور ممتاز ہین کہ ایسی بیخبری
اپنے کو موجب شرم وحیا کی بے خبرہین رکہتے کیونکہ سال وفات علی مرتضی کجا اور سال پیدائش امام صاحب کجا ع آنہا کہ چشم برگل
تحقیق وا کنند * از بہر چہ نیم رنگ نگیر و حیا کنند * در جہلے کہ غیر خموشی علاج نیست * پر ہر زہ بہت تکیہ بچون وچرا کنند * اور حافظ
الحدیث ابن حجر عسقلانی تقریب التہذیب مین فرماتے ہین النعمان بن ثابت الكوفی ابوحنیفة الامام يقال اصله من فارس
ويقال مولى بني تيم فقيه مشهور من السادسة انتہے اقول حافظ ابن حجر نے امام کو چہٹے طبقے مین شمار کیا ہے اور چہٹا طبقہ
اُن لوگونکا ہے جنکو کسی صحابی سے ملاقات نہین ہوئی چنانچہ خود ابن حجر مقدمۃ الکتاب مین فرماتے ہین السادسة طبقة عاصروا
الخامسة لكن لم يثبت لهم لقاء احد من الصحابة كابن جريج انتہے تو دیکہو کہ علماء محققین معتبرین کے کلام سے ظاہر ہوا کہ لقا
امام کا ان چارونین سے کسی صحابی سے ثابت نہین سو اس قدر سند منع کی کافی ہے اور مدعی کو اثبات دعوی کا ساتھ دلیل
قوی کے لازم ہے حالانکہ جناب مؤلف نے دعوے لقاء ان چارون صحابہ کو کسی دلیل اور بینہ سے ثابت نہین کیا یعنی کوئی قول ائمہ
نقل سے مثبت اس دعوی کا نقل نہین کیا سو نہ نقل کرنا جناب مؤلف کا قول کسی امام کا ائمہ نقل سے واسطے اثبات ملاقات امام کے سہل
بن سعد اور ابو طفیل سے تو ظاہر ہی ہے لاکن ملاقات انس اور عبداللہ کی جسپر قول طحطاوی کا نقل کیا ہے وہ بہی حقیقت مین مجرد ادعا
و بینہ ہے اسلئے کہ طحطاوی اور مثل اوسکی ائمہ نقل سے نہین ہین اور قول اونکا ایسے دعاوی کو مثبت نہین ہو سکتا جبتک کہ ائمہ
نقل سے روایت متصل نہو کیونکہ فقہاء مقلدین لینے ائمہ کی تعریف مین کیا کچہ نہین لکہہ گئے چنانچہ صاحب الدر نے درمختار مین امام
اعظم رح کی مدح مین کیا کچہ غلو کیا اور کہا کہ عیسے علیہ الصلوۃ والسلام بہی آخر زمانہ مین امام ہی کے مذہب پر عمل کرینگے حیث
قال الى ان يحكم بمذهبه عيسى عليه الصلوة والسلام انتہے اور اگرچہ اس قول کی حلبی نے تاویل کر دی ہے لاکن وہ تاویل
توجیہ القول بما لا یرضے بہ قائلہ ہے اسی واسطے طحطاوی نے بعد نقل کرنے تاویل حلبی کے کہا ہے والذي ينبغي للطائفة الحنفية
ان لا يتكلموا بهذه الالفاظ الموهمة فانها موجبة للتكلم فيهم بل ان بعض الحمقى يسبون الامام ويقولون عنه لاجلها فالاولى

بتمنہ انتہی اور بعضے حنفیون نے یہہ کہا ہے کہ امام صاحب خضر علیہ السلام کے استاد ہین خضر نے اون سے تیس برس علم حاصل کیا تہا پانچ برس مین حیات مین اور پچیس برس قبر سے چنانچہ طحطاوی نے نقل کیا ہی اعلم ان اللہ تعالی قد خص اباحنیفة بالشریعة والکرامة ومن کراماتہ ان الخضر علیہ السلام کان یجیٔ الیہ کل یوم وقت الصبح ویتعلم منہ احکام الشریعة الی خمس سنین فلما توفی ابوحنیفة ناجی الخضر ربہ الٰہی ان کان لی عندک منزلة فاذن لابی حنیفة حتی یعلمنی من القبر علی حسب عادتہ حتی اعلم شرع محمد صلی اللہ علیہ وسلم علی الکمال لتحصل لی الطریقة والحقیقة فنودی ان اذہب الی قبرہ وتعلم منہ ما شئت فجاء الخضر علیہ السلام وتعلم منہ ماشاء کذلک الی خمس وعشرین سنة حتی اتم الدلائل والاقاویل انتہی ما اللطحطاوی اور اس سی بڑہ کر ہے قصہ قشیری کا جسمین خوب تفصیل ہی خضر علیہ السلام کو امام صاحب کا مقلد بنایا ہے چنانچہ وہ بہی طحطاوی مین منقول ہے اور سوا اسکے بہت ایسی باتین فقہاء مقلدین مادحین سے اپنے ایمہ کی تعریف مین صادر ہو چکے ہین تو اگر مجرد قول مادحین کا کالوحی من السماء ہوتا اور ایسے موارم مین حاجت دلیل اور روایت کی آئمہ نقل سے ہوتی تو پہر قصہ قشیری اور قصہ خضر وامثالہا کو علماء حنفیہ نے کیون رد کر دیا ہے دیکہو طحطاوی مین اون قصون پر کیا کچہ لے دے ہوئے ہے تو خوب ثابت ہوا کہ طحطاوی وغیرہ من متاخرین کا قول امام صاحب کو تابعی نہین کر سکتا جب تک آئمہ نقل سے ثبوت نہو جیسے اور اسکا حال تم دیکہہ ہی چکی ہو اب اگر کوئی اعتراض کرے کہ بیشک امام کی ملاقات اون صحابہ سی بنقل آئمہ نقل تو ثابت نہین لاکن ہم عصر تو ہی اور روایت کرنا امام کا انس اور عبداللہ بن ابی اوفی سے طحطاوی وغیرہ نے یہہ نقل کیا ہے سو یہہ امر واسطی اثبات دعوے لقائے انس اور عبداللہ کی کافی ہے بنا بر مذہب امام مسلم صاحب صحیح کی تو جواب اسکا یہہ ہے کہ روایت کرنا امام کا انس اور عبداللہ سے طحطاوی وغیرہ نے بسند متصل الی الامام امام سے روایت نہین کیا اور علم حدیث مین بدون ملاحظہ حال راویوں کا درجہ بدرجہ آخر تک ہر ضرور ہی عبداللہ بن مبارک کہتی ہین بیان کرنا اسناد کا منجملہ دین سی ہے کیون کہ جو اعتبار اسناد کا نہوتا ہر کوئی جو چاہتا کہدیتا تو جہوٹ سچ مین امتیاز نہوتا عبداللہ بن المبارک یقول الاسناد من الدین ولولا الاسناد لقال من شاء ماشاء کذا فی مقدمة صحیح المسلم وغیرہ اور روایت معلق بلا سند بہی لائق حجت نہین ہوتی نزدیک جمہور علماء کے کما فی نخبة الفکر وشرحہ وغیرہما تو بنا بر مذہب مسلم کی بہی لقا ثابت نہوا علاوہ یہہ ہے کہ جو تین حدیثین مروی امام کین انس سی مولف نے طحطاوی سے نقل کین ہین وہ تینون موضوع ہین نزدیک اکثر کے خاص کر حدیث پہلی کہ اوسکو بہت سارے علماء نقاد نے موضوع کہا ہے پس کس طرح ہم عصر سے روایت کرنا ضم کر کے بنا بر مذہب مسلم کے ملاقات امام کی انس سی ثابت کہو گے اب موضوع ہونا اون احادیث کا سنو شیخ ابن طاہر حنفی صاحب مجمع البحار تذکرہ موضوعات مین فرماتے ہین

طلب العلم فريضة على كل مسلم روي عن انس بطرق كلها معلولة واهية وقال احمد لا يثبت في هذا الباب شيء وكذا قال ابن راهويه وابو علي النيشابوري والحاكم انتهى مختصراً ترجمہ یہہ حدیث مروی ہی انس سے کئی طریقوں سی جو سب کے سب واہیات ہین اور امام احمد نی فرمایا ہی کہ اس مضمون کی کوئی بہی حدیث ثابت نہین اور ایسا ہی کہا ہے ابن راہویہ اور ابو علی نیشاپوری نے اور حاکم نی اقول ایسا ہی کہا ہے نور الدین علی نی مختصر تنزیہ الشریعة المرفوعة عن الاخبار الشنیعة الموضوعة مین اور کہا ابن حبان نے کہ یہ حدیث باطل ہے اسکی کچھ اصل نہین اور لایا ہی اسکو ابن الجوزی اپنی موضوعات مین کذا فی الفوائد المجموعة فی الاحادیث الموضوعة للقاضی محمد بن الشوکانی اور سید محمد امین المشہور بابن العابدین نی رد المحتار حاشیة الدر المختار مین کہا ہے وجاء من طرق انه روى عنه احاديث ثلثة لكن قال ائمة المحدثين مدارها على من اتهمه الائمة بوضع الاحاديث انتهى ترجمہ واہیت کرنا امام کا ان تینون حدیثون کو انس سی منقول تو ہے لاکن مدار اونکا بقول ائمہ محدثین کی اون راویون پر ہے جو کہ متہم ہین ساتہ وضع کرنے احادیث کے

سلمنا قال محمد امین بعده قال بعض الفضلاء وقد اطال العلامة طاش كبرى في سرد النقول الصحيحة في اثبات سماعه منه والمثبت مقدم على النافي فعجيب من شانه ان لم يحمل على انه نقله لا على وجه التعويل عليه كيف وان المثبت انما يكون مقدما على النافي اذا كان النافي نافيا بالاصل واما اذا كان مما يعرف بالدليل فلا وصلوح المعارضة للمثبت في المسلم والمختار انه كان النفي بالاصل فيقدم الاثبات كتقديم الجرح على التعديل كحرية زوج بريرة حين اعتقت لان عبديته كانت معلقة ذا احتياطها بالاصل انه كان مما يعرف بدليل تعارضا وطلب الترجيح كالاحرام في تزويج ميمونة نفي الحل اللاحق انتهى وهكذا في سائر كتب الاصول فاقول متفرعا على هذا الاصل ان نفي سماع الامام عن انس ليس كحرية زوج بريرة لان عبديته كانت ثابتة مستمرة من حين النكاح الى ان الاعتاق وليس كذلك سماع الامام عن انس بان يكون ثابتا مستمرا من يوم ولادته الى وفات انس ولم يقل به احد من الجهلاء فكيف العلماء بل هو كالاحرام في تزويج ميمونة فكما ان الاحرام نفي للحل اللاحق كذلك نفي سماعه نفي لسماع اللاحق الحادث فيصلح لمعارضة المثبت ثم الترجيح عندنا فيما نحن فيه للنافي لان مدار السماع عن انس على الاحاديث المعلقة الموضوعة كما رجح الاحرام في تزويج ميمونة بان رواته كلهم ائمة فقهاء كما قال الطحاوي كذا في المسلم فافهم وتشكر

قال اور تہذیب الاسماء مین امام نواوی شافعی اور یافعی شافعی نے اپنی تاریخ مین لکہا ہی کہ جابر بن عبد اللہ اور عبد اللہ بن انیس اور عائشہ بنت عجرد اور واثلة بن الاسقع اور عبد اللہ بن جزء بہی امام کی وقت مین تہی اور روایت بہی کی ہی اور لحظات مین مندرج ہے کہ امام کی چودہ برس کی عمر مین عبد اللہ بن انیس سے کوفی مین سنہ ۹۴ جو آئے ہین یہ حدیث سنی حبك الشيء يعمي ويصم اور عائشہ بنت عجرد سے یہ حدیث روایت کی ہی اكثر جند الله في الارض الجراد لا اكله ولا احرمه اور واثلة بن الاسقع سے دو حدیثین نقل کی ہین ایک تو یہ دع ما يريبك الى ما لا يريبك اور دوسری حدیث یہ ہے لا تظهر الشماتة لاخيك فيعافيه الله ويبتليك اور عبد اللہ بن حارث بن جزء سے کعبہ کے پاس سن ۹۶ چھیانوین مین کہ امام حج کو اپنی باپ کے ساتھ گئی تہی یہہ حدیث سنی اعانة المسلم

فریضۃ علی کل مسلم اور مسند خوارزمی مین ابن حجر سے یہ حدیث نقل کی ہی من تفقہ فی دین اللہ کفاہ ہمہ ورزقہ اور جابر سے
یہ حدیث نقل کی ہی کہ ایک انصاری نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر پوچھا کہ میری ماں کبھی بیٹا نہین ہوا آپنے فرمایا فاین کنت من
کثرۃ الاستغفار وکثرۃ الصدقۃ یرزق بہا الولد پس اوسنے بہت استغفار پڑہنا اور بہت صدقہ دینا شروع کیا تب اوسکی نو بیٹے
ہوئے **اقول** عائذا باللہ من الکاذبین ہرچند کہ بعد منع کرنے ملاقات وروایات امام کے اون چارون صحابہ سے جنکی ہمعصر امام سے مسلم ہی
اور بعد ایراد سند منع کے کلام سے ابن طاہر اور ابن خلکان اور نواوی اور ابن حجر کی حاجت رد کرنے کی اس قول کو تو نہ تہی لیکن چونکہ
مؤلف سے اس قول مین غلطی فاحش واقع ہوئی بسبب عدم امتیاز کے درمیان نقل صحیح اور نقل غلط واہی کی افسوس کہ جناب مترجم بنا بر اعتماد اور
تقلید شیخ محمد شاہ نو آموز کے ایسی غلطی مین پڑے اسلئے اسکی بہی تحقیق لیجاتی ہے تو سنو یہ بات کہ امام کیوقت مین جابر بن عبد اللہ اور عبد اللہ
بن انیس غیرہما موجود تہی اور امام نے اونسے روایت بہی کی ہی امام نواوی کیطرف اسکو نسبت کرنی جیسا کہ مؤلف نے دعوی کیا ہی کذب صریح
اور بہتان قبیح ہی نعوذ باللہ منہ اسلئے کہ امام نواوی نے تہذیب الاسماء مین ہرگز نہین کہا کہ یہ لوگ امام کیوقت مین موجود تہی جسکسیکو
شک ہو وہ تہذیب الاسماء کو ملاحظہ کر لے بلکہ امام نواوی کی کلام سے جو عنقریب منقول ہوگا صاف معلوم ہوتا ہی کہ جابر بن عبد اللہ اور عبد اللہ
بن انیس امام سے پہلے کئی برس انتقال کر چکے تہے اور جبکہ جناب مؤلف نے بسبب جہالت کے طرف امام نواوی کے غلطی صریح کہا ہے تو اسی قیاس پر
امام یافعی کیطرف نسبت کرنا اس قول کا بہی محض غلط ہی حاشا کہ امام یافعی نے کہا ہو کہ یہ لوگ امام کے زمانہ مین تہی اور امام کو اونسے لقا ہوا ہے
اور روایت کی ہی اونسے اب عبارت مرآۃ الجنان تاریخ امام یافعی کی نقل کیجاتی ہی کہ جس سے صحیح معلوم ہو جاوے قال الیافعی فی تاریخ مرآۃ الجنان
فی حوادث سنۃ خمسین ومائۃ وفیہا توفی فقیہ العراق الامام ابوحنیفۃ النعمان بن ثابت الکوفی مولی بنی تیم اللہ
بن ثعلبۃ ومولدہ سنۃ ثمانین رای انسا وروی عن عطاء بن ابی رباح وطبقتہ وکان قد ادرک اربعۃ من الصحابۃ انس بن مالک
بالبصرۃ وعبد اللہ بن ابی اوفی بالکوفۃ وسہل ابن سعد الساعدی بالمدینۃ وابو الطفیل عامر بن واثلۃ بمکۃ قال بعض
اصحاب التاریخ ولم یر احدا منہم ولا اخذ عنہ واصحابہ یقولون لقی جماعۃ من الصحابۃ وروی عنہم فلم یثبت ذلک عند اہل
النقل انتہی کلام الیافعی مختصرا تو صاف معلوم ہوا اس تاریخ سے کہ ذکر جابر بن عبد اللہ وعبد اللہ بن انیس کا اور بیان لقاء امام کا انکے ساتھ
اسمین مذکور نہین تو بجز افترا پردازی کے کچہہ اور مقصود نہین ہوتا اور روایت قرطاسی پر عمل واعتماد کرنا موجب ندامت کا ہوتا ہے اور
اگر بالفرض والتقدیر امام یافعی نے یہ قول کہا بہی ہو تو یہ قول انکا نامقبول اور مخالف عقل اور نقل کے ہوگا اسلئے کہ لقاء بعض صحابہ کا
اون پانچ مین سے بہی امام سے محال ہے عقلا اور بعض سے عادۃً تو پہر کسطرح سے قول اونکا سنا جائیگا کیا امام یافعی اگر بالفرض یہ کہہ گئے
ہون کہ امام کو آدم علیہ السلام سے ملاقات ہی تو قول اونکا مقبول ہوگا حاشا وکلا ۔ اب تفصیل محال ہونے ملاقات کی سنو کہ جابر بن عبد اللہ
سنہ اناسی مین ایکسال ولادت امام کے پہلے انتقال کر چکے تہی کہ امام سنہ اسی مین پیدا ہوئے چنانچہ محقق ابن العابدین شامی
رد المحتار مین فرماتے ہین واعترض بانہ مات قبل ولادۃ الامام بسنۃ انتہی اور ابن شاہین فرماتے ہین ہذا وہم صریح فان
جابر بن عبد اللہ باتفاق الروایات مات فی بضع وسبعین ولم یعش الی ثمانین وہی التی ولد فیہا الامام ابوحنیفۃ رضی اللہ

تابعی عنه فکیف تصح روایته عنه انتهى تلخیص ما نقله العلامة اور بنابر تصریح امام نواوی کی جابر بن عبد اللہ تولد امام کے سے کئی
سال پہلے انتقال کر چکے تھے چنانچہ تہذیب الاسماء میں فرماتے ہیں توفی جابر بن عبد اللہ بالمدینة سنة ثلاث وسبعین وقیل
ثمان وسبعین وقیل ثمان وستین وهو ابن اربع وتسعین سنة رضی اللہ عنه وکان ذهب بصره آخر عمره انتهى اور
حدیث جو مؤلف نے اخیر میں اس قول کے نقل کرکے کہا ہے کہ یہہ حدیث امام نے جابر سے نقل کی ہے وہ موضوع ہے چنانچہ محقق شامی حنفی
رد المحتار میں فرماتے ہیں ومن ثم قالوا فی الحدیث المروی عن ابی حنیفة عن جابر رضی اللہ تعالی عنه انه صلی اللہ علیه وسلم
امر من لم یرزق ولدا بکثرة الاستغفار والصدقة ففعل فولد له تسعة ذکور انه حدیث موضوع ابن حجر انتهى اور اگر
کوئی یہہ اعتراض کرے کہ ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ امام سنہ ستر میں پیدا ہوئے تھے تو ملاقات جابر کے ممکن ہوئی تو جواب اسکا یہ ہے
کہ اگر مسلک تحقیق اور قول حق اختیار کرو تو اس ستر سنہ کی روایت کو مردود سمجھو کیونکہ جمہور کے نزدیک یہی حق ہے کہ امام سنہ اسی میں
پیدا ہوئے ہیں اور جناب مؤلف نے بھی کہا ہے کہ امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ امام سن اسی میں پیدا ہوئے تھے تو قول اسی کا برحق ہے
قول ستر کا محض باطل اور اگر تحقیق سے کچھ علاقہ نہو تو خصم کو بھی گنجایش ہے کہ وہ روایت منقولہ امام نواوی کی جس سے وفات جابر کے سنہ آٹھ
میں معلوم ہوتی ہے اختیار کرے اور اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ یہ حدیث تو بیچ مسند امام کے موجود ہے پہر کیونکر کہا جاوے کہ یہ موضوع ہے تو
جواب اسکا یہ ہے کہ اس حدیث موضوع کو امام نے بذات خود مسند نہیں کیا کیونکہ یہ تمام مسند ابو حنیفہ کی بذات خود جمع کئے ہوئی نہیں ہے
بلکہ سنہ چہہ سو چوہتر تک امام کے مسانید کو کسی شخص نے علیحدہ علیحدہ جمع کر رکھا تھا اور اوس سال میں خوارزمی نے سبکو جمع کر دیا اور ایک
مسند ابو حنیفہ کی مشہور ہوئی جیسا کہ کہا بستان المحدثین میں بر ہر عاقل پوشیدہ نمیماند کہ مرویات شخص از ہر رطب و یابس مجموع مخلوط
میباشد تا وقتیکہ خود آن شخص کہ معتقد بزرگی و فضیلت او داریم آن مخلوط را تمیز نکند و بارہا بنظر امعان و تعمق مطالعہ ننماید و شاگردان
خود را تعلیم نکند محل اعتماد چہ قسم تواند بود و تفصیل این اجمال آنکہ مسند حضرت امام اعظم رح کہ بالفعل مشہور است تالیف قاضی القضاة ابو المؤید
محمد بن محمود بن محمد الخوارزمی است کہ در سنہ ششصد و ہفتاد و چہار آنرا رائج ساختہ مسانید امام اعظم رح را کہ علماء سابق پرداختہ بودند درین جمع کردہ ہم
خود ہیچ چیزرا از مرویات امام اعظم رح ترک نکردہ پس این مسند را نسبت بحضرت امام اعظم رح کردن ازان باب است کہ مسند ابی بکر مثلا
از مسند امام احمد رح نسبت بحضرت ابوبکر صدیق رض نماییم و از تصانیف ایشان انگاریم و آن از مغالطہ بیش نیست خلاصہ تقریر مولانا شاہ
عبد العزیز قدس سرہ کی بستان المحدثین سے نقل کی گئی تو کیا جائے یہہ غلطی اور درج کرنا حدیث موضوع کا اوسمیں کس جا سے ہے
واقع ہوا فقط اور عبد اللہ بن انیس قبل تولد امام کے چھبیس برس سن چون میں انتقال کر چکے تھے کہ پیدایش امام کی چھبیس
برس کے بعد سنہ اسی میں ہوئی تھی اور بنابر بعضے روایات کی سنہ چوہتر میں انتقال کئی ہیں تو اسصورت میں تولد امام کا چہہ برس
پہلے ہوا چنانچہ حافظ الحدیث عسقلانی تقریب میں فرماتے ہیں عبد اللہ بن انیس الجهنی ابو یحیی المدنی حلیف الانصار صحابی شهد
العقبة واحدا ومات بالشام فی خلافة معاویة سنة اربع وخمسین ووهم من قال سنة ثمانین انتهى اور امام نواوی تہذیب
میں فرماتے ہیں قال ابن عبد البر توفی سنة اربع وسبعین وقیل توفی سنة اربع وخمسین انتهى تو جو اسی روایت وفات

بانس عبداللہ کے اختیار کر دیگے اور جسکی تقدیم وفات اونکی کی امام کی تولد پر ثابت ہوگی تو پہر کسطرح کہہ سکوگی کہ امام نے قبل تولد کے ملاقات
بانیس کے محال کی ہی اور ایک حدیث بہی سنی اور اگر کوئی اعتراض کرے کہ یہہ عبداللہ بن انیس جو قبل تولد امام کی وفات پاگئی
تہین تو یہہ سکتا ہی کہ امام کی ملاقات کوئی اور عبداللہ ہون تو جواب اسکا یہ ہے کہ جنہون نے دعوی امام کی ملاقات کا عبداللہ ابن انیس سے
کیا ہی تو مراد اونکی یہی عبداللہ ہین جو کوفی مین گئی تہی نہ کوئی اور عبداللہ چنانچہ مولف کی کلام مین بہی گذرا ہی کہ الخطا مین مندرج ہے
کہ امام جودہ برس کی عمر مین عبداللہ بن انیس سے کوفی مین سنہ چورانوے کی بعد حدیث سنی الخ اور رد المحتار وغیرہ مین بہی ایسا ہی منقول ہے
اور رجال میہی کہ وہ عبداللہ کوفی والی نہین ہین مگر جہنی کیونکہ سوائے اونکی اور کوئی عبداللہ بن انیس کوفی مین نہین گئے چنانچہ محقق ابن العابدین
رد المحتار مین فرماتی ہین واجیب بان ہذا الاسم لخمسة من الصحابة فلعل المراد غیر الجہنی ورد بان غیرہم لم یدخل الکوفة انتہی اور اوس
حدیث کو جسکو مولف فی الخطا سے نقل کرکے کہا ہی کہ امام نے چودہ برس کی عمر مین کوفہ مین سنہ چورانوے مین عبداللہ سی یہ حدیث سنی اسی نظر سے
کہ عبداللہ تو سنہ چون مین انتقال کر چکے تہی پہر سنہ چورانوے مین اونسی کسطرح ملاقات ہوئی اور اوس نظر سے کہ جس سند سے وہ حدیث امام
سے نقل کیگئی اوسمین دو راوی مجہول الحال ہین محققین نے رد کر دیا چنانچہ محقق ابن العابدین رد المحتار مین فرماتی ہین واخرج بعضہم بسند
الی الامام انہ قال ولدت سنة ثمانین وقدم عبداللہ ابن انیس صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الکوفة سنة اربع وتسعین
وسمعت منہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حبک للشئ یعمی ویصم واعترض بان فی سندہ مجہولین وبان ابن انیس مات سنة
اربع وخمسین انتہی تو دیکہو جابر بن عبداللہ عبداللہ بن انیس بالاتفاق قبل تولد امام کی وفات پاچکے تہے اور قطع نظر سے بغیر
کلام سی امام نووی ہی کی قول سی تقدیم وفات اون دونون کی تولد امام پر ثابت ہی ہے تو انصاف سی دیکہو کہ اون مرتبے سے ملاقات کا دعوی
کرنا کیا مخالف عقل اور نقل کے ہے اور نسبت اسکی طرف امام نووی کی کیسا بہتان عظیم ہی اور شیخ مولف کیسا شیر بہادر ہے کہ ایسا عقل اور نقل
دونون سی لڑتا ہے اور جناب مترجم صاحب نے دہر کہا کہا یا اوسکی حمایت پر اور عایشہ بنت عجرد کے ملاقات اگر بالفرض ثابت بہی ہو تو
اونکی ملاقات سی امام تابعی نہین ہوسکتے اسلیئے کہ عایشہ بنت عجرد صحابیہ تہی جیسکہ شیخ الاسلام حافظ الحدیث اسماء الرجال
محمد بن احمد ابو عبداللہ ذہبی ترکمانی کی کلام سی جنکی جلالت شان اور علو مکان سی سب علماء ادنی اور اعلی واقف ہین اور شیخ الاسلام
حافظ الحدیث ابن حجر عسقلانی کی کلام سی معلوم ہوتا ہے چنانچہ محقق ابن العابدین رد المحتار مین فرماتی ہین قولہ بنت عجرد اسمہا
عایشة واعترض بان حاصل کلام الذہبی وشیخ الاسلام ابن حجر العسقلانی ان ہذہ لا صحبة لہا وانہا لا تکاد
تعرف انتہی اور اسی نظر سے وہ حدیث جسکو مولف نے مروی امام کے عایشہ سی قرار دیا ہے وہ نا مقبول ہے چنانچہ محقق شامی
رد المحتار مین فرماتی ہین وبذلک رد ما روی ان ابا حنیفة روی عنہا ہذا الحدیث الصحیح اکثر جند اللہ فی
الارض الجراد لا آکلہ ولا احرمہ ابن حجر الہیتمی انتہی اور واثلہ بن الاسقع کے ملاقات عقلاً محال نہین تو
محال عادةً تہی ہے اور منقول نہونا اوسکا کے امام آئمہ نقل ہین سے مرجح دوسرا ہے اور وجہ استحالہ عادی کی یہہ ہے کہ واثلہ نے بقول
متفق علیہ کے سن پچاسی مین ملک شام مین بیچ شہر دمشق کے وفات پائی ہے اور امام صاحب اوس زمانہ مین پانچ برس کی لڑکے تہی اور نیز بات

امام صاحب پانچ برس کے لڑکے ہوکر دمشق مین جاکر ملاقات واثلہ کے تشریف لے گئے ہون ثابت نہین اور عقل سلیم کو بہی ہرگز
انکار ہے کہ پانچ برس کے لڑکے سے یہہ امر صادر ہوا اور سنہ وفات واثلہ کا اور محل انتقال کا تصریح سے حافظ ابن حجر اور
امام نواوی کی ظاہر ہوتا ہے حافظ ابن حجر تقریب مین فرماتے ہین واثلۃ بن الاسقع بالقاف ابن کعب اللیثی صحابی مشہور
نزل الشام وعاش الی سنۃ خمس وثمانین ولہ مائۃ وخمس سنین انتہی - اور امام نواوی تہذیب مین فرماتے ہین وتوفی
بدمشق سنۃ ست او خمس وثمانین وھو ابن ثمان وتسعین قالہ ابو مسھر - قال سعید بن خالد توفی سنۃ ثلث
وثمانین وھو ابن مائۃ وخمس سنین انتہی - ان روایات مین سے روایت متفق علیہا کو جسمین امام نواوی
اور حافظ عسقلانی کا اتفاق ہے ہمنے اختیار کیا اور باقی دو روایتین بہی ہمارے موافق ہین خاص کر تیسری روایت
جو کہ سعید بن خالد سے مروی ہے بہت مفید ہے اسلئے کہ بنا براسکی امام کے عمر وقت وفات واثلہ کے تین ہی برس کی
ہوتی ہے کما لا یخفی اب باقی رہے عبداللہ بن جزء سو انسے بہی ملاقات امام کی ۹۶ سنہ چہیانوین مین جیسا کہ مولفنا اور
اسکی اتباع کو دعوی ہے عقلاً محال ہے اسلئے کہ عبداللہ بن جزء نے ۸۶ سنہ چہیاسی مین مصر مین انتقال کیا ہے چنانچہ حافظ
ابن حجر تقریب مین فرماتے ہین عبداللہ بن الحارث بن جزء بفتح الجیم وسکون الزای بعدہا ھمزۃ الزبیدی بضم الزاء صحابی
ابو الحارث سکن مصر وھو اخر من مات بہا من الصحابۃ سنۃ خمس او ست او سبع وثمانین والثانی اصح انتہی اور یہی سن وفات
عبداللہ کی محقق شامی نے اور شیخ ابن طاہر نے نقل کیا ہے جیسا کہ عنقریب آویگا تو علی التحقیق امام صاحب نے کل چہہ سال
حیات سے عبداللہ بن جزء کی پائی اور امام چہٹے سال مین تہے کہ ابن جزء نے انتقال کیا پس کیونکر تسلیم کیا جاوے کہ
پہر سولہ برس کے ہوکر ۹۶ سنہ چہیانوین مین عبداللہ سے ملاقات کی اور دو حدیثین سنی تو دیکہو کہ یہہ کیسی غلطی فاحش اور خطا صریح
مولف مذکور سے واقع ہوئی بنا بر بے تمیزی اور عدم اطلاع اوپر کتب سیر محققین کے ۵ بنام کن امر کو نام حنیفہ چنانچہ
اس دعوے کو بنظر اسکی کذب بدیہی اور بطلان قطعی کے علماء محققین حنفیہ نے رد کر دیا ہے چنانچہ ابن العابدین حنفی
رد المحتار مین فرماتے ہین واما ما جاء عن ابی حنیفۃ من انہ حج مع ابیہ سنۃ ۹۶ ست وتسعین وانہ رای عبداللہ ھذا یدرس
بالمسجد الحرام وسمع منہ حدیثا فردہ جماعۃ منہم الشیخ قاسم الحنفی بان سند ذلک فیہ قلب وتحریف وفیہ کذاب بالاتفاق
وبان ابن جزء مات بمصر ولابی حنیفۃ ست سنین وبان ابن جزء لم یدخل الکوفۃ فی تلک المدۃ ابن حجر انتہی
اور شیخ ابن طاہر حنفی تذکرہ موضوعات مین فرماتے ہین فی الذیل حدثنی عبداللہ بن احمد ثنا محمد بن احمد بن اشعث
ثنی اسمعیل بن محمد ثنا احمد بن الصلت الحمانی ثنا محمد بن سماعۃ عن ابی یوسف عن ابی حنیفۃ قال حججت
مع ابی ولی ست عشر سنۃ فمررنا بحلقۃ فاذا ظھم فقلت من ھذا قالوا عبداللہ بن الحارث بن جزء
فتقدمت الیہ فسمعتہ یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من تفقہ فی دین اللہ کفاہ
اللہ ھمہ ورزقہ من حیث لا یحتسب فی المیزان ھذا کذب فابن جزء مات بمصر ولابی حنیفۃ ست سنین الخ

قال الدارقطنی کان یضع الحدیث وقد وضع لنا هذا الحدیث من جابر وهو باطل ایضاً واخرجه ابن الجوزی
فی الواهیات انتہی لطیفہ دعوی امام کی ملاقات کا جابر سے جو قبل تولد امام کے ایکسال یا دوسال انتقال کر چکے تھے
ویسا ہی عبداللہ بن انیس سے جو چوبیس برس پہلے تولد سے امام کے وفات پا چکے تھے اور ایسا ہی ابن جزء سے سنہ ۸۶
چھیاسی میں حالانکہ وہ سنہ چھیاسی میں رحلت فرما چکے تھے ایسے بے تمیزوں کی کچھ نئی بات نہیں ہے کیونکہ وہ شخص جسنے
یہ دعوے کیا تھا کہ خضر علیہ السلام نے تیس برس میں امام سے علم حاصل کیا تھا پانچ برس زندگی میں اور پچیس برس بعد
موت کی قبر سے وہ بھی تو انہیں کا بھائی بے تمیز تھا پھر اگر انہوں نے بھی دو تین مردوں سے امام کی ملاقات کا دعوی کیا تو کچھ
عجب نہیں کیونکہ تعصب بے تمیزی میں دونوں برابر ہیں فتدبر **قال** المحصل امام نے بمصداق آیہ کریمہ السّٰبِقُوْنَ
الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ
وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ علم مفاخرت اور فضیلت کا اوپر سب مجتہدین کی بلند کیا کہ باقی مجتہدین میں
یہ فضیلت نہیں پائی جاتی اس لئے کہ امام مالک تیرانوین یا چورانوین یا ستانوین سن میں پیدا ہوئے اور لڑکپن میں کہ
جن تشریف لیجانا انکا ثابت نہیں تا ابو الطفیل سے ملاقات کا احتمال ہو بلکہ ابن صلاح نے تصریح کی ہے کہ امام مالک تبع تابعین
ہیں کہ کسی صحابی سے ملاقات نہیں ہوئی اور امام شافعی رح کہ سن ڈیڑھ سو میں پیدا ہوئے شاگرد امام محمد رح کی اور امام احمد کے
ہیں اور امام احمد بن حنبل رح شاگرد امام شافعی رح کی ہیں کہ ایک سو چونسٹھ ۱۶۴ میں پیدا ہوئے پس ثابت ہوا کہ امام اعظم رح کا
رتبہ سب مجتہدین سے نہایت ہے بڑا **اقول** امام صاحب اس آیہ کی مصداق تو تب ہوتی جبکہ تابعی ہوتی اور اسکا حال خوب روشن
ہو گیا تو فضیلت امام کی باقی تینوں مجتہدوں پر اگر تابعی ہونے کی نظر سے تھی تو نری ہیچ ہے تابعی نہو تو ہیں چاروں برابر ہیں اور
وجود تابعی نہونے کے اتباع باحسان میں عموماً داخل ہیں جیسا کہ تفسیر بیضاوی وغیرہ سے مستفاد ہوتا ہے وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ
بِاِحْسَانٍ اللاحقون بالسابقین من القبیلتین او من اتبعوهم بالایمان والطاعة الی یوم القیمة انتہی اب اگر کہو کہ امام کی
فضیلت بعضے حدیثوں سے معلوم ہوتی ہے جیسا کہ جناب مؤلف نے کہا ہے کہ تبییض الصحیفہ میں سیوطی نے لکھا ہے کہ امام کی
فضیلت میں یہ حدیث صحیح بخاری کے کافی ہے لو کان الایمان عند الثریا لناله رجال من فارس تو بھی باقی اور اماموں پر
فضل نہیں ثابت ہوتا کیونکہ اور آئمہ بھی کئی احادیث صحیحہ کے مصداق ہو سکتے ہیں چنانچہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ حدیث
یوشک ان یضرب الناس اکباد الابل یطلبون العلم فلا یجدون احدا اعلم من عالم المدینة کی جو کہ ترمذی نے روایت کی ہے کے
مصداق ہو سکتے ہیں جیسا کہ عبدالرزاق اور سفیان بن عیینہ سے جو راوی ہیں اس حدیث کی ترمذی نے روایت کی ہے
اور امام شافعی رح تو کئی احادیث صحیحہ کے مصداق ہو سکتے ہیں جیسا کہ امام نووی نے ان احادیث کو تہذیب میں خوب
تفصیل سے وارد کیا ہے طالب تفصیل کو چاہیے کہ تہذیب کو ملاحظہ کرے اور اگر کہو کہ ان احادیث مذکورہ بالا میں تو نام
کسی کا بھی نہیں اور مصداق ہونا کسی امام کا مثلاً ابو حنیفہ رح کا یا شافعی رح کا ان احادیث میں تو تجویز اور فرض ہی اپنی عقیدہ کی ہے

لاکن ابو حنیفہ رحمہ کی فضیلت مین بعضی ایسی حدیثین ہین جو اون مین آنحضرت مبارک پیارے کی تفصیل سے تحریر ہوی ایک روایۃ مین یون آیا ہے
یکون فی امتی رجل یقال لہ ابو حنیفۃ وھو سراج امتی اور ایک مین یون آیا ہے سیاتی بعد رجل یقال لہ النعمان
بن ثابت الکوفی ویکنی بابی حنیفۃ لیحیین دین اللہ وسنتی علی یدہ اور ایک مین یون فرمایا ہے یخرج فی
امتی رجل یقال لہ ابو حنیفۃ بین کتفیہ خال یحیی اللہ تعالی علی یدہ سنتی اور حضرت علی سی روایت ہی الا انبئکم
برجل من کوفتکم ھذہ یکنی بابی حنیفۃ قد ملئ قلبہ علما وحکما وسیھلک بہ قوم فی اخر الزمان الغالب
علیھم التنافر یقال لھم البنانیۃ کما ھلکت الرفضۃ بابی بکر وعمر رضی اللہ عنھما اور یہ دو روایتین اخیر کین
مؤلف نی نقل کین ہین سو یہ بات کسی کو سوای امام حنفی کی میسر نہین تو اور ون پر فضل ثابت ہوا تو ہم اسکی جواب مین کہینگے کہ یہ
سب روایات اور مفتریات اور موضوعات ہین اور وضعین اسکی مصداق ہین اس حدیث کی من کذب علی متعمدا فلیتبوء
مقعدہ من النار۔ اور ناقلین اسکی اگر باوجود علم بالوضع کی اون کو نقل کئے ہین تو فاسق ہین بالاجماع کیونکہ روایت
کرنا حدیث موضوع کا حرام ہی اتفاقا اور اگر بسبب جہل کی اونکی موضوع ہونی سی نقل کئی ہین تو جاہل و مغرور ہین اور موضوع
ہونا اون واہیات کا اونکی الفاظ و درستی سی ظاہر ہے اور محدثین نی بہی تنبیہ کسم ہی چنانچہ نور الدین علی کتاب مختصر تنزیہ
الشریعۃ المرفوعۃ عن الاخبار الشنیعۃ الموضوعۃ مین فرماتی ہین حدیث سیاتی بعد رجل یقال لہ النعمان بن ثابت
ویکنی بابی حنیفۃ لیحیین دین اللہ وسنتی علی یدہ حط من حدیث انس من طریق ابان وعندہ ابو المعلی
بن المھاجر مجھول وعند سلیمان بن قیس کذلک وعند محمد بن یزید بن عبد اللہ السلمی متروک ووجد
من طریق الجویباری وناھیک بہ کذابا۔ اور قبل اس عبارت کی فرماتی ہین حدیث یکون فی امتی رجل یقال لہ محمد بن ادریس
اضر علی امتی من ابلیس یکون فی امتی رجل یقال لہ ابو حنیفۃ وھو سراج امتی فاما من حدیث انس ففیہ احمد جویباری وعنہ
امون السلمی واحدھما وضعہ ذکر الحاکم فی المدخل ان مامونا قیل لہ الا تری الی الشافعی ومن تبعہ بخراسان فقال حدثنا احمد
بان بھذا انہ الواضع لہ علیہ ما استحقہ وجعلوہ ایضا من حدیث ابی ھریرۃ اخرجہ الخطیب من طریق محمد بن سعید
المروزی البورقی وقال الحاکم والخطیب ھو من وضعہ انتہی اور قاضی محمد بن الشوکانی کتاب فوائد المجموعۃ فی الاحادیث
الموضوعہ مین فرماتی ہین ویکون فی امتی رجل یقال لہ ابو حنیفۃ ھو سراج امتی ھو موضوع وفی اسنادہ
وضاعان مامون السلمی واحمد بن عبد اللہ الجویباری والواضع لہ احدھما انتہی اور شیخ ابن طاہر
تذکرہ موضوعات مین فرماتی ہین قال الصغانی سراج امتی ابو حنیفۃ موضوع انتہی اور علامۃ الدہر رئیس محدثین عصر مجد الدین
صاحب قاموس سفر السعادۃ مین فرماتی ہین در فضایل امام ابی حنیفہ و امام شافعی رضی اللہ عنہما و ذم ایشان چیزے صحیح ثابت
نشدہ وہر چہ دران معنی مذکور است مجموع مفتری و موضوع است انتہی تو ایمہ اربعہ مین سے کسی حضرت کو دوسرے پر تفضیل کلی
مین سبب حضرات الصادرین اور مقتضائی شرع متین نہی اسلئے میزان شعرانی مین کہا ہی الائمۃ کلہم علی ھدی من ربھم

اور کسی صاحب مین کچہہ فضل تہا اور کسی مین کوئی فضیلت تہی مشرع ہر گز کسی بات کو مانع نہین ہوتی دیکہہ بہت دتنبیہ اس قول کی ایسی لغو
بیہودہ ہی کہ محتاج ردکی نہین ہی اس مین باقی بعضے اقوال سے بہی جواب ہوگیا ہے جو شخص ادنی بہی فہم رکہتا ہوگا اس رد کو دیکہہ کر باقی
کلام پر منطبق کریگا **قال** اور امام کا قول جبکہ فرمودہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اور صحابہ کا نہ ملے تو مثل قول
تابعین کا ہے جو قول کہ برابر ہی اونکا قول ہمپر حجت نہین ہی تو اس سے ہی تابعی ہونا ثابت ہی **اقول** اگر عدم تسلیم
امام کی قول کو تابعین کے امام صاحب کی تابعی ہونا ثابت ہو تو چاہئے کہ کرخی کو اور دبوسی کو اور شافعی رح کو اور ایک جماعت
علمائے کو علمائے اصول سی صحابی کہدین کیونکہ شافعی رح سی بنا بر قول عیسیٰ کی اور اون تمام سی جنکا نام گنایا یہہ مروی ہی کہ قول
صحابی کا جسمین رای کو دخل ہو ہمپر حجت نہین جیسا کہ منتخب وغیرہ مین لکہا ہے حالانکہ اون لوگون کو کوئی شخص صحابی
نہین کہتا تو چاہئے کہ امام کو بہی تابعی نہ کہو بسبب انکار اونکی کے تسلیم سی قول تابعی کے فافہم **قال** پہر ایک سردار کو ان
امام صاحب کو دیکہکر کہا کہ یہہ شخص ہزار رکعت ہر شب مین پڑہتا ہے اور تمام شب بیدار رہتا ہے اوس روز سی آپ ہزار رکعت
پڑہتے تہی اور تمام شب جاگتی طحطاوی مین نقل ہی کہ جس مقام پر امام نی وفات پائی ہی وہان ستر ہزار ختم کئے تہے اور تاریخ
بغداد مین خطیب نے لکہا ہے کہ تیس یا چالیس برس تک امام نے ایک وضو سی نماز عشا اور صبح کی پڑہی ہی **اقول** یہہ سب
واہیات ہے اور موجب ذم کا ہے نہ یہہ کہ مدح کا باعث ہو اور جناب حضرت امام کی تو یہہ شان نہین ہی کہ ایسی تکلیف ما لا یطاق
اور بدعتی اونکی طرف نسبت کیا جاوی اور دلیل بدعت ہونی اوس عبادت کی یہہ ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ
علیہ وسلم نی تمام عمر مین کبہی شب کو تیرہ رکعت سی زیادہ نوافل نہین پڑہے اور نہ کبہو تمام شب جاگے بلکہ ایک ثلث جاگتی اور روزہ
سوتی اور اس پر زیادتی کرنیوالی کو فرماتی کہ یہہ شخص میری سنت سی نفرت کرتا ہے اور یہہ ہم مین سی نہین اور ایسا ہی
ختم کرنا قرآن کا یہہ سات دن کی ورے درست نہ کہتی اور فرماتی کہ تین دن سی کم مدت مین پڑہنی والا تو قرآن کو سمجہتا نہین
چنانچہ روایت ہی عبد اللہ بن عمرو سی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احب الصلوۃ الی اللہ صلوۃ داؤد واحب الصیام
الی اللہ صیام داؤد کان ینام نصف اللیل ویقوم ثلثہ وینام سدسہ ویصوم یوما ویفطر یوما رواہ الشیخان اور روایت ہے
عائشہ صدیقہ رض سی قالت کان تعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینام اول اللیل ویحیی اخرہ ثم ان کانت لہ حاجۃ الی
اہلہ قضی حاجتہ ثم ینام وان کان عند النداء الاول جنبا وثب فافاض علیہ الماء وان لم یکن جنبا توضأ للصلوۃ
ثم صلی رکعتین رواہ ایضا الشیخان اور روایت ہے عائشہ صدیقہ رض سے کہ فرماتی تہین ولا اعلم ان نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرأ
القران کلہ فی لیلۃ ولا قام لیلۃ کاملۃ حتی الصباح ولا صام شہرا کاملا غیر رمضان اخرجہ مسلم اور روایت ہے عائشہ
صدیقہ رض سے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعث الی عثمان بن مظعون فجاءہ فقال یا عثمن ارغبت عن سنتی
قال لا واللہ یا رسول اللہ ولکن سنتک اطلب قال فانی انام واصلی واصوم وافطر وانکح النساء فاتق اللہ یا
عثمن فان لاہلک علیک حقا وان لضیفک علیک حقا وان لنفسک علیک حقا فصم وافطر وصل ونم رواہ ابو داؤد

اور روایت ہے عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے قال اخبر رسول اللہ علیہ السلام انی اقول واللہ لاصومن النہار ولاقومن
اللیل ما عشت فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انت الذی تقول ذلک فقلت لہ بابی وامی قد قلتہ یا رسول
اللہ قال فانک لا تستطیع ذلک فصم وافطر ونم وقم وصم من الشہر ثلثۃ ایام فان الحسنۃ بعشر امثالہا
وذلک مثل صیام الدہر قلت فانی اطیق افضل من ذلک قال فصم یوما وافطر یومین قلت فانی اطیق افضل من
ذلک قال علیہ السلام فصم یوما وافطر یوما فذلک صیام داؤد علیہ السلام وہو اعدل الصیام وفی روایۃ
افضل الصیام قال فانی اطیق افضل من ذلک فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا افضل من ذلک وزاد فی روایۃ
فان لجسدک علیک حقا وان لزوجک علیک حقا وان لزورک علیک حقا وفی اخری لہ الم اخبر انک تصوم الدہر
وتقرأ القران فی کل لیلۃ فقلت یا نبی اللہ وانی لم ارد بذلک الا خیرا وفیہا قال واقرأ القران فی کل شہر قال
قلت یا نبی اللہ انا اطیق افضل من ذلک قال فاقرءہ فی سبع لا تزد علی ذلک الحدیث رواہ الشیخان اور روایت ہے
عبداللہ بن عمرو سے قال یا رسول اللہ فی کم اقرء القران قال فی شہر قال فانی اقوی من ذلک ردد الکلام ابو موسی
وتناقصہ حتی قال اقرءہ فی سبع قال فانی اقوی من ذلک قال لا یفقہ من قرء القران فی اقل من ثلث رواہ ابوداؤد
اور روایت ہے انس سے قال جاء ثلثۃ رہط الی ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم یسئلون عن عبادۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم
فلما اخبروا بہا کانہم تقالوہا فقالوا این نحن من النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقد غفر اللہ ما تقدم من ذنبہ وما تاخر فقال
احدہم اما انا فاصلی اللیل ابدا وقال الاخر انا اصوم النہار ابدا ولا افطر وقال اخر انا اعتزل النساء فلا اتزوج
ابدا فجاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم الیہم فقال انتم الذین قلتم کذا وکذا واللہ انی لاخشاکم للہ واتقاکم لہ لکنی
اصوم وافطر واصلی وارقد واتزوج النساء فمن رغب عن سنتی فلیس منی رواہ الشیخان قال سلمان لابی
الدرداء نم فلما کان من اخر اللیل قال قم قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم صدق سلمان عن عائشۃ قالت کانت عندی
امرأۃ من بنی اسد فدخل علی رسول اللہ صلعم فقال من ہذہ قلت فلانۃ لا تنام باللیل فذکر من صلوتہا فقال
مہ علیکم بما تطیقون من الاعمال فان اللہ لا یمل حتی تملوا رواہ البخاری فی باب ما یکرہ من التشدید فی العبادۃ
مالک بن اسمعیل بن ابی حکیم انہ بلغہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمع امرأۃ من اللیل تصلی فقال من ہذہ
فقیل لہ ہذہ الحولاء بنت تویت لا تنام اللیل فکرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذلک حتی عرفت الکراہۃ فی
وجہہ ثم قال ان اللہ تبارک وتعالی لا یمل حتی تملوا اکلفوا من العمل ما لکم بہ طاقۃ رواہ مالک فی المؤطا پس
الہی پیشاور صاحبان ثقات پر بسبب ملاحظہ ان احادیث مذکورہ بالا کی بدعت ہونا مواظبت تمام شب کی جاگنی کا اور سال بھر
مداومت کی روزہ داری اور ہر رات ہزار رکعت پڑھنی کا اچھی طرح سے ظاہر ہے کہ مشقت اور تکلیف سخت پائی جاتی ہے اور ستر ہزار قرآن ختم کرنیکا
جو ستر برس کی عمر میں لبید منہا کرنے یا بہ خیال طفولیت کی تین ختم تخمینا ہر روز میں ہوتی ہیں اور ایک وضو سے عشاء اور فجر کی نماز

پڑہنی کہ ظاہر ہے تو ایسی بدعات کو جناب امام کیطرف ہرگز نسبت کرنی نچاہئے کیونکہ امام ممدوح تمام سنت کا بہت رکہتی تہی اور خلاف
سنت کی نہین کرتے تہے علاوہ بدعت ہونی اس عبادت کی سی یہہ عبادت تو عقلاً بہی دشوار ہی اسلئی کہ تمام رات کی اوسطاً
بارہ گہنٹی ہوتی ہین اور چار گہنٹی اوسمین سی منہا کرنی چاہئین تین گہنٹا اول شب کی کہ اوسمین کہانا پینا شب کا اور استنجا
طہارت اور وضو اور نماز عشا کی ادا ہوا اور ایک گہنٹا آخر شب کے کہ اوسمین وقت فجر کی آمد آمد ہوتی ہی اور نوافل نہین پڑہی
جاتی تو باقی رہے آٹہہ گہنٹی تو اوسمین اگر ہزار رکعت پڑہتی تہے تو فی گہنٹہ سوا سو رکعت پڑہیں اور ادا سوا سو رکعت کا مع ادای ارکان
یعنی رکوع و سجود و قیام و قعدہ و قومہ و جلسہ و قراءۃ کی اور سمیع و تسبیحات واجبات اور سنن و مستحبات ایک گہنٹہ کی میعاد مین عقل سلیم محال جانتی ہے
ہان اگر یہہ کہو کہ اس کیفیت سی پڑہتی تہے کہ بعد تحریمہ کی قراءۃ بقدر مدہامتان کر کی رکوع و سجود مین اشارۃ ذرا سا سر کو جہوکا کر رکعت
پوری کرتے تہے تو البتہ امکان ہے لاکن یہہ کیا عبادت ہوئی اوسمین کیا تقرب اور ثواب ہوا اور ایسا ہی ستر ہزار ختم جسکی تخمیناً
تین ختم ہر روز ہوتی ہین بہی دشوار ہے اسلئے کہ امام صاحب کاروبار تجارت بہی کرتے تہے جیسا کہ کلام مین ابن طاہر کی جو مجمع البحار سے
نقل کیا گیا ہے گذر چکا اور اجتہاد مسائل بہی کرتے تہے اور بعد اجتہاد کی مباحثہ اور مشورہ شاگردون سے کرتے تہا اور تعلیم و تعلم مین بہی
شامل رہتی تہی پس باینہمہ ہر روز تین ختم قرآن کی کسطرح کرتے ہونگی اور یہہ بہی نہین کہہ سکتی کہ کرامت سی تین ختم ہر روز کرتی تہے
اسلئے کہ کرامت تو ایک امر اتفاقی ہے کہ بخارق عادت کی ہوتی ہی نہ دوامی اور عادی حالانکہ یہہ شعار امام کا بقول خصم کی دوامی تہا
تو خوب ثابت ہوا کہ ایسی شاقہ عبادت شرعاً بدعت ہی اور عادۃً دشوار ہی اور نسبت کرنا اسکا طرف جناب امام کی اچہا نہین اور شان
حضرت امام کی اس سی بلند تر ہے اور ثواب کثیر اتباع سنت مین ملتا ہی نہ زیادہ مشقت اوٹہانی مین جیسیکہ قاضی ثناء اللہ مرحوم نے ارشاد
الطالبین وغیرہ مین ارشاد فرماتی ہین اور جناب شاہ ولی اللہ محدث والد احمد مولانا شاہ عبد العزیز قدس سرہما حجۃ اللہ البالغہ مین
فرماتی ہین ومنہا التشدد وحقیقتہ اختیار العبادۃ الشاقۃ لم یامر بہا الشارع کدوام الصیام والقیام والتبتل
وترک التزوج وان یلتزم السنن والآداب کالتزام الواجبات وھو حدیث نھی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عبد اللہ
بن عمرو وعثمان بن مظعون عما قصدا من العبادۃ الشاقۃ وھو قولہ صلی اللہ علیہ وسلم لن یشاد الدین احد الا غلبہ
فاذا صار ھذا المتعمق او المتشدد معلم قوم ورئیسہم ظنوا ان ھذا امر الشرع ورضاہ وھذا داء رھبان الیھود والنصاری
انتہی کلامہ وفی باب احکام الدین من الحرج عن عائشۃ رض قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا امرھم امرھم من الاعمال بما یطیقون
قالوا انا لسنا کھیئتک یا رسول اللہ ان اللہ قد غفر لک ما تقدم من ذنبک وما تاخر فیغضب حتی یعرف الغضب فی وجھہ
ثم یقول ان اتقاکم واعلمکم باللہ انا کما رواہ البخاری فی کتاب الایمان و صاحب فتح الباری نی اس حدیث کی فوائد لکہی ہین منجملہ کی تیسرا فایدہ یہہ ہے الثالث
الوقوف عند ما حد الشارع من عزیمۃ ورخصۃ واعتقاد ان الاخذ بالارفق الموافق للشرع اولی من الاشق المخالف لہ انتہی ما فی فتح الباری مختصراً پس جن حکایت کو
قدوائیہ بلا سند صحیح کی فضیلت مین امام صاحب کے نقل کرتے ہین امام صاحب تک ساتہہ سند صحیح متصل مسلسل کے نہین پہنچا اور نیز
مخالف سنت کے ہو اور شان امام کی بہی اسکو مقتضی نہو تو پایہ اعتبار سی ساقط ہی کیونکہ اخبار بے سند صحیح متصل لائق ہرگز قبول کی نہیں

ان کی نزدیک فقہا اور محدثین کے اور یہہ سند صحیح متصل الاسناد یہان پائی نہین جاتی پہر کیونکر قابل اعتماد کی ہو اب اہل انصاف
سر رشتہ عدل کا ہاتہ سے نہ دین اور خوب غور و فکر کری مطابق اس آیۂ کریمہ کے اعدلوا ہو اقرب للتقوی اظہار حق مین چشم پوشی
نفرماوین کہ حق اور باطل مین امتیاز ہو جاوے **قال باب دوسرا بیچ بیان تقلید ائمہ اربعہ کی** فرماتا ہی اللہ تعالی
فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون یعنی پس پوچہو ان سے جو ہین ذکر کی رکہتی مین اگر نہین جانتی ہو تم پس یہہ آیت
ساتہہ اجماع امت کی مخصوص اور ظنی ہی اسلیئے کہ ہرگز اہل سنت اجازت نہین دیتی ہین کہ پیروی کیجاوی روافض و خوارج کی اور
اسیطرح روافض وغیرہ نہین اجازت دیتی کہ پیروی کیجاوی اہل سنت کی پس اجماع ہوا امت کا اوپر تخصیص اس آیۃ کی پس ہوئی
یہہ آیۃ مخصوص اور ظنی الدلالۃ **اقول** اصل غرض مؤلف کی عقد باب ثانی سی اثبات وجوب تقلید مجتہد معین ہی لاکن دعوی تخصیص
مذاہب اربعہ کو محض اسطرح بنایا ہی تسنو کہ مقصود مؤلف کا اس دعوی سی کہ یہہ آیۃ مخصوص ہے بالاجماع اور ظنی الدلالۃ ہی یہہ ہی کہ جبکہ
ایکدفعہ ظنی ہو چکی تو اب جتنی تخصیص چاہینگی کیا کرینگی تو کہ تخصیص اسکا بہ مذہب خاص کی ثابت ہو جاوے تو سنو کہ دعوی تخصیص کا اور
ظنی الدلالۃ ہونے اس آیۃ کا غلط اور بے اصل ہے اسلیئے کہ لفظ اہل کا اس آیۃ مین اپنے عموم پر ہے اور اسکے تخصیص پر کوئی دلیل شرعی
نہین ہے نہ تو کتاب اللہ اور نہ حدیث متواتر یا مشہور یا خبر واحد اور نہ قیاس صحیح کسی مجتہد کا اور نہ کوئی قرینہ عقلی جس سے عموم آیۃ
مین استحالہ معلوم ہو تو پہر اگر تخصیص کیجاوی تو تخصیص اسکی بلا مخصص ہوگی اور تخصیص بلا مخصص نسخ کرنا ہی کتاب اللہ کو جیسا کہ
عبارت شرح **ابن الحاجب** کبہی معلوم ہوگا اور ممنوع ہے باتفاق امت محمدیہ کی کیونکہ رافع ہے امان کو لغت اور شرع سے
یعنی جو لفظ باعتبار لغت یا شرع کے عام ہونی پر دلالت کرتا ہوا اور کوئی دلیل شرعی اوسکی خاص ہونیکی پر قایم نہین پہر جو کوئی
اپنے فہم محض سی بلا دلیل اوسکو خاص کر ڈالی تو اعتبار لفظ عموم کا از روی لغت اور شرع کی جاتا رہی اور احکام شرعی درہم برہم
ہو جاوین اور یہہ بات مخالف اہل زبان اور اہل شرع کی ہے تو بلا قرینہ لفظ عام خاص نہین ہو سکتا اور مؤلف لفظ اہل کہ عام ہے
بلا دلیل خاص کرتا ہے تو اسمین مخالفت اہل لغت اور شرع کے لازم آویگی اور یہہ مخالفت ممنوع ہے چنانچہ صدر الشریعۃ توضیح مین
فرماتی ہین ولو جاز ارادۃ البعض بلا قرینۃ لارتفع الامان عن اللغۃ والشرع بالکلیۃ لان خطابات الشرع
عامۃ انتہی اور علامہ تفتازانی تلویح مین فرماتے ہین تقریرہ انہ لو جاز ارادۃ بعض مسمیات العام من غیر قرینۃ لارتفع
الامان عن اللغۃ لان کل ما وقع فی کلام العرب من الالفاظ العامۃ یحتمل الخصوص فلا
یستقیم ما یفہمہ السامعون من العموم وعن الشرع لان عامۃ خطابات الشرع عامۃ فلو جوزنا ارادۃ البعض من

اور اگر بغیر قرینہ کے بعضی معنونکا ارادہ کر لینا جایز ہوتا تو لغۃ اور شرع سی بالکل امن اوٹہہ جاتا کیونکہ خطابات شرع کے عام ہین ہو چکی
عبارت توضیح کی۔ تقریر اسکی یہہ ہی کہ اگر جایز ہوتا ارادہ رکہنا کچہہ افراد عام کا بغیر قرینہ کی تو اوٹہہ جاتا امن لغت سے کیونکہ جتنے
عام لفظ عربی زبان مین بولی جاتی ہین سب مین خاص ہو جانیکا احتمال ہے اسلیئے وہ معنی ٹہیک نہ رہینگی جو عام لفظ سے
سننے والون نے سمجہے ہین اور شرع سے بہی امن اوٹہہ جاتا کیونکہ خطابات شرع کے عام ہین تو اگر جایز رکہین ہم ارادہ بعضی معنونکا

بغیر قرینہ لما صح فہم الاحکام بصیغۃ العموم انتہی مگر یہہ تخصیص بالمخصص عادت یہود اور نصاریٰ کی ہے کیونکہ وہ لوگ عمومات توریت
اور انجیل کے بالمخصص شرعی تخصیص کر لیا کرتے تھے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین انما اہلک الذین قبلکم
انہم کانوا اذا سرق فیہم الشریف ترکوہ واذا سرق فیہم الضعیف اقاموا علیہ الحد رواہ البخاری
ومسلم عن عائشۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی عام قصۃ المرأۃ المخزومیۃ اور آجتک کسی ایک فرد نے بہی دعوے
نہین کیا کہ یہہ آیۃ مخصوص ہے پہر اجماع کی کیا معنے اور مؤلف کی دعوے اجماع کو جو محض بے بنیاد اور بے سند ہے کون سنتا ہے
اور جو کہ مؤلف نے کہا ہے کہ اہل سنت اجازت نہین دیتے کہ پیروی کی جاوے رفض کی اور ایسا ہی بالعکس اس سے
اجماع تخصیص پر لفظ اہل کے اوس آیۃ مین نہین نکلتا ہے اسلیئے کہ اجازت نہ دینا سنیون کا واسطے اتباع رفضا کے
اور اجازت نہ دینا رفضیونکا واسطے اتباع اہل سنت کی مبنی اس پر نہین ہے کہ ہر ایک فرقہ اپنے مقابل کو اہل ذکر کا
مصداق جانکر پہر اپنے تخصیص کرتا ہے بلکہ ہر ایک فرقہ اپنے مقابل کو اہل ذکر کا مصداق
ہے نہین جانتا اور اوسمین داخل ہی نہین رکہتا اور جبکہ اپنے مقابل کو
اہل ذکر مین داخل نہ مانا تو حاجت اوسکی خارج کرنے کی اور اپنی فرقہ کو خاص کرنے کی کہان ہوئی **تقریر مفصل** اسکی فرقہ
اہل سنت کیطرف سی کی جاتی ہے اہل سنت کہتے ہین کہ اہل ذکر ہم ہی ہین اور کسی پر فرقہ سوا ہمارے اہل ذکر صادق
نہین آتا اسلیئے کہ لفظ ذکر کا جو کہ مضاف الیہ لفظ اہل کا ہی فی نفسہ تو مطلق اور شامل تہا ذکر حق صریح کو بہی اور ذکر باطل محض کو
بہی اور ذکر مخلوط اور مشوب بہوای نفسانی کو بہی لاکن اس آیۃ مین مقید ہے ساتہہ قید حق ہے اور باعث اس تقیید پر
آیات قرانی اور احادیث صحیحہ بہی ہین اور عقل نیز تائید کرتی ہے قال اللہ تعالیٰ ذلک بان اللہ نزل الکتاب بالحق
الآیۃ نزل علیک الکتب بالحق الآیۃ ولا تلبسوا الحق بالباطل وتکتموا الحق وانتم تعلمون الآیۃ
ویکفرون بما وراءہ وھو الحق الآیۃ من بعد ما تبین لھم الحق فاعفوا واصفحوا الآیۃ وان فریقا منھم لیکتمون
الحق وھم یعلمون الحق من ربک فلا تکونن من الممترین الآیۃ وانہ للحق من ربک وما اللہ بغافل عما تعملون
الآیۃ وکذب بہ قومک وھو الحق الآیۃ قل الحق من ربکم فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر الآیۃ حتی
جاءھم الحق ورسول مبین الآیۃ ولما جاءھم الحق قالوا ھذا سحر مبین الآیۃ ولہذا قال فی التفسیر النیشاپوری العالم بالحق

یہہ بسبب اسکی ہے کہ اللہ نے یہہ کتاب حق پر اوتاری ہے آخر آیۃ تک اوتاری اوپر تیرے یہہ کتاب حق پر آخر آیۃ تک اور نہ ملاؤ
حق کو باطل کے ساتہہ اور چہپاتے تم حق کو جان بوجہکر آخر آیۃ جہٹلاتے ہین ماسوا توریۃ کی حالانکہ وہ حق ہے آخر آیۃ تک غرضیکہ بعد اسکی کہ
ظاہر ہوگیا اونہین حق پس معاف کرو اور در گذر کرو آخر آیۃ اور تحقیق ایک گروہ ان کا حق کو جان بوجہ کر چہپاتا ہی حق وہ ہی ہی
جو تیرے رب سے آیا پس تم شک کرنی والو نہین مت ہو آخر آیۃ تک اور بیشک یہہ حق ہے اللہ جانتا ہے اور اللہ غافل نہین تمہارے کاموں سی آخر آیۃ
اور جہٹلایا اوسکو تیری قوم نی حالانکہ وہ حق ہی آخر آیۃ تو کہدی حق محمد کا حق ہے جو چاہی ایمان لاوے اور جو چاہی کفر کری آخر آیۃ یہانتک

یجب علیہ اظہارہ ویحرم کتمانہ انتہی قال اللہ تعالیٰ فاتبعوا احسن ما انزل من ربکم وقال تعالیٰ اتبعوا ما
انزل الیکم من ربکم ولا تتبعوا من دونہ اولیاء وقال تعالیٰ فبشر عبادی الذین یستمعون القول
ویتبعون احسنہ وقال تعالیٰ ارایت من اتخذ الٰہہ ہواہ الآیۃ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیاتین
علی امتی کما اتی علی بنی اسرائیل حذو النعل بالنعل حتی ان کان منہم من اتی امہ علانیۃ لکان فی امتی من یصنع
ذلک وان بنی اسرائیل تفرقوا علی ثنتین وسبعین ملۃ وتفترق امتی علی ثلث وسبعین ملۃ کلہم فی
النار الا ملۃ واحدۃ قالوا من ھی یا رسول اللہ قال ما انا علیہ واصحابی رواہ الترمذی عن عبد اللہ بن عمرو
اور سوائے اسکے اور بہت حدیثیں جو کہ رد میں خارجیہ اور مرجیہ اور جہمیہ اور معتزلہ اور قدریہ اور جبریہ کی وارد ہیں اس تقریر پر
باعث ہوئی در باعث ہونا عقل کا تو ظاہر ہے کیونکہ اللہ جل شانہ نے بھیجنا رسولوں کا اور نازل کرنا وحی متلو اور غیر متلو کا نہیں کیا
مگر واسطے اتباع حق کے تو بالیقین معلوم ہوا کہ اس آیۃ میں مراد ذکر سے ذکر حق ہے سو جو کوئی اہل ایسے ذکر کا ہوگا عموماً خواہ
کوئی ہو اوسکا اتباع وقت لاعلمی کے واجب ہوگا اور نہیں ہے مگر ہمارا فرقہ سنیہ اور ما سوائے ہمارے سب فرقہ اہل ذکر میں
داخل ہے نہیں باعتبار عقاید کے کیونکہ ذکر اور مذہب انکا باطل ہے اکثر امور میں بنا بر عقیدہ اور اعمال کی چنانچہ
علامہ ابن نجیم صاحب بحر الرائق نے کتاب اشباہ والنظائر میں ناقلاً عن النسفی کہا ہے واذا سئلنا عن معتقدنا
ومعتقد خصومنا فی العقائد یجب علینا ان نقول الحق ما نحن علیہ والباطل ما
علیہ خصومنا ھکذا نقل عن المشائخ انتہی اور ایسا ہی طحطاوی نے دعوی کیا ہے اور کہا ہے فعلیکم
معاشر المؤمنین باتباع الفرقۃ الناجیۃ المسماۃ باہل السنۃ والجماعۃ فان نصرۃ ای نصر اللہ
وحفظہ وتوفیقہ فی موافقتہم وخذلانہ وسخطہ ومقتہ فی مخالفتہم انتہی

حق پر اظہار حق واجب ہی اور چھپانا اوسکا حرام ہے ہوچکی عبارت نیشاپوری کی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہی پیروی کرو بہتر وہ جو
اوتارا گیا تمہاری اللہ کی جانب سی اور فرمایا پیروی کرو اوسکی جو اوتارا گیا تمہاری اللہ کی جانب سی اور نہ پیروی کرو
سوا اوسکی رفیقوں کی اور فرمایا سو تو خوشی سنا میرے بندوں کو جو سنتی ہیں بات پھر چلتی ہیں اوسکی نیک پر فرمایا بھلا دیکھ تو جسنے پوجا
اپنا پیٹ اپنے چاؤ کا - تا آخر آیۃ - اور فرمایا رسول اللہ صلعم نے البتہ میری امت پر ہوبہو ایسا وقت آئیگا جیسا بنی اسرائیل پر
آیا تھا یہانتک کہ بنی اسرائیل میں سی اگر کسی نے کھلا کھلا اپنی ماں سی زنا کیا ہے تو میری امت میں سی بھی کوئی ایسا کریگا
اور بیشک بنی اسرائیل بہتر فرقے ہوگئی اور میری امت تہتر فرقوں پہ متفرق ہوگی سبکی سب آگ میں ہونگی مگر ایک فرقہ
لوگوں نے پوچھا وہ کونسا فرقہ ہے ای رسول اللہ فرمایا وہ وہ فرقہ ہے جسپر میں اور میری صحابہ ہیں روایۃ کی یہہ حدیث ترمذی نے
عبد اللہ ابن عمر سے اور جو وقت پوچھے جائیں ہم اپنے مسلک اور اپنے مقابل کی مسلک سے عقیدہ کی باب میں تو واجب ہی
ہمپر یہہ کہنا کہ جسپر ہم ہیں وہ حق ہے اور جسپر ہمارا مقابل ہے وہ ناحق ہے یوں ہیں بڑوں سی منقول ہی ہوچکی عبارت اشباہ کی

اور ایسا ہی سب اہل سنت کا دعوی ہی اور علی ہذا القیاس ہر ایک فرقہ اپنے حقیت کی تقریر کرتا ہے باقی رہی ترجیح اپنے
اپنے دعوی کی کہ فی الواقع کون اہل ذکر حق کا ہے فروع مین سو یہہ بحث دوسرا ہی ہے مقام مین اس سے بحث نہین
اس محل مین تو اتنا معلوم کر لینا چاہیے کہ ہر ایک فرقہ ذکر کو قید حق کی ضم کر کی اوسکو اپنی مذہب مین منحصر کرتا ہے
اور اپنے لوگون کو اہل اوس ذکر کا ٹھہراتا ہے باوجودیکہ اہل اپنے عموم پر ہے یعنی اس طرح کہتا ہے کہ ہماری ذکر کے جو کہ
حق ہے سب اہل عموما قابل اتباع کی ہین تو اجازت نہ دینا ہر فرقہ کا واسطی اتباع اپنے مخالف کی مستلزم تخصیص کو لفظ
اہل مین ہوا اور یہہ آیۃ ظنی الدلالۃ ہوئی **قال** پس بعد تخصیص اس آیۃ کی اور تقریر ہذا کے بمخصص صحیح ہی باجماع
اہل سنت وجماعۃ کی باینطور کہ مراد اہل ذکر سے ائمہ اربعہ ہین پس دلالت کی اس آیت نی کہ تقلید ایک کی ائمہ اربعہ سی
واجب لازم ہے اور وہ اجماع اہل سنت کا نقل کیا ہے طحطاوی وغیرہ نی کہا طحطاوی نے بیچ شرح در المختار کے کتاب الذبائح کی
قال بعض المفسرین فعلیکم یا معشر المؤمنین اتباع الفرقۃ الناجیۃ المسماۃ باہل السنۃ والجماعۃ
فان نصرۃ اللہ تعالی وحفظہ وتوفیقہ فی موافقتہم وخذلانہ وسخطہ ومقتہ فی مخالفتہم
وھذہ الطائفۃ الناجیۃ قد اجتمعت الیوم فی المذاھب الاربعۃ ھم الحنفیون والمالکیون
والشافعیون والحنبلیون ومن کان خارجا من ھذہ المذاھب الاربعۃ فھو من اھل البدعۃ والنار انتھی
اقول اس مین دو دعوے کئی ہین پہلا یہہ کہ اہل سنت کا اجماع ہوگیا ہی اسپر کہ اب اس آیت مین اہل ذکر سے
ائمہ اربعہ مراد ہین دوسرا یہہ کہ جبکہ ائمہ اربعہ بالاجماع مراد ہوئی تو تقلید ایک کی ائمہ اربعہ سی واجب ہوگئی سو دعوی دوسرا
تو اول درجہ غلط محض ہے جائی غور ہے کہ فرض کیا کہ مذاہب اربعہ کی تقلید چاہیے لاکن اس سی یہہ کہان لازم آتا ہے
کہ ایک مذہب کی خاص کر ہی تقلید واجب ہو جاوے یہہ تو آجتک کسی اہل عقل نی دعوی نہین کیا ہے کہ چار کی حقیت ہونی سی
ایک کے حقیت ہونیکا دعوی کسی نی نہین کیا اور دعوی اول اس سی زیادہ تر باطل ہے اسلئے کہ آجتک یہہ بھی کسی نے
نہین کہا کہ اس آیۃ مین ائمہ اربعہ مراد ہین پھر اجماع کا کیا نام لینا ہے اجماع کی تو تمام اصولیین یہہ معنی کرتی ہین

---

(۱) واجب ہی تم پر اے گروہ مومنونکی پیروی اوس فرقہ نجات یافتہ کی جسکا نام اہل سنت والجماعت ہی کیونکہ مدد اوسکی یعنی اللہ کی
مدد اور نگہبانی اور توفیق انہین کے موافقت مین ہی اور ذلت دینا اوسکا اور خفا ہونا اور بگاڑنا اونکی مخالفت مینا
ہے ہوچکی عبارت طحطاوی کی لکھا بعض مفسرین نی کہ واجب ہی تم پر اے گروہ مومنونکی پیروی کرنا اوس فرقہ نجات یافتہ کا
جسکا نام اہل سنت والجماعت ہے کیونکہ اللہ کی مدد اور حفاظت اور توفیق اونکی موافقت مین ہی اور ذلت دینا اوسکا
اور خفا ہونا اور بگاڑنا اونکی مخالفت مین ہے اور یہہ گروہ نجات یافتہ آجکی دن مجتمع ہوگیا ہے چار مذہب مین
گروہ حنفی اور مالکی اور شافعی اور حنبلی ہین اور جو کوئی نکلا ان چارون مذہبون مین سے تو وہ اہل بدعت اور
اہل نار سے ہی ہوچکی عبارت طحطاوی کی ۔

فی اتفاق المجتہدین من امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی عصر علی امر من الامور الشرعی اور جو عبارتین شواہد اس دعوی پر طحطاوی وغیرہ سے نقل کیا ہے اون عبارتون مین سی ایک سی بہی معلوم نہین ہوتا کہ اس آیۃ مین آئمہ اربعہ کی مراد ہونی پر اجماع اہل سنت کا ہوا ہے طحطاوی کی کلام کے تو معنی ظاہری یہہ ہین کہ اکہٹا ہوگیا ہے آجکی دن وہ فرقہ ناجیہ مذاہب اربعہ مین یعنے اگرچہ قبل اس سی سب صحابہ اور تابعین اور مجتہدین آخرین سوائی آئمہ اربعہ اور اتباع انکی کے فرقہ ناجیہ مین داخل تہے لاکن چونکہ زمانہ اونکا منقرض ہوگیا ہی اور کسی مذاہب کے سوائی ائمہ اربعہ کے اتباع اور مقلدین نہین رہی تو اب اہل سنت مین سے ائمہ اربعہ ہے کے لوگ باقی رہگئی ہین اور وہ فرقہ انہین مین اکہٹا ہوگیا ہے تو انصاف سی کہو کہ اس کلام سے اجماع مراد ہونی پر آئمہ اربعہ کی کہان نکلتا ہے شاید جناب مؤلف نے لفظ اجتمعت سی کہ جسمین اج م ع حروف اجماع کی موجود ہین اجماع کو سمجہا لیا ہے تو استشہاد مؤلف کا ساتہہ کلام طحطاوی کے باطل ہوا اور باقی اون عبارتون کو جن سی اجماع سمجہا ہے عنقریب نقل کر کے اونکی جواب دیا جاویگا انشاء اللہ تعالے اب طحطاوی کی اس دعوی کی کہ آجکی دن اہل سنت مذاہب اربعہ ہی مین منحصر ہین اور سوائی انکی جو ہو سو وہ اہل بدعت و اہل نار مین سے ہی تحقیق کی جاتی ہی تو سنو کہ اگر اس حصر کو عادی اور اکثری کہین تو مسلم الثبوت ہی جیسا کہ عقائد جلالیہ مین حصر ادعائی محض کیا ہے الفرقۃ الناجیۃ ہم الاشاعرۃ اجمع وہم السلف الصالحون من المحدثین العارفین باحادیث رسول اللہ صلعم وتمییز اقسامہا من الصحیح والحسن والضعیف وغیرہا ونقلہا من الموضوعات انتہی ما فی العقائد الجلالیۃ حالانکہ ماتریدیہ بہی فرقہ ناجیہ مین بلاریب داخل ہین پس مراد عبارت عقائد جلالیہ سی حصر عادی و اکثری ہے نہ حصر حقیقی تنزیلی کہ ماتریدیہ اسسے خارج ہوجاوین کما لا یخفی علی الماہر المتفطن اسی طور سی توجیہ عبارت طحطاوی کی کیجاوے کہ تمام اہل سلف ائمہ اربعہ اور محدثین اصحاب صحاح ستہ وغیرہم فرقہ ناجیہ مین داخل ہوجاوین اور جو بزعم اپنے ہر شخص اپنے کو فرقہ ناجیہ ہونے کا دعوی کرتا ہے اور دوسری کو خلاف اسکے جانتا ہے تو ہر طرح کا دعوی لغو محض ہے شرعاً و عقیدہ اہل تعصب کا ایسا ہی ہوتا ہی المشہور[سلہ] فی دیار الخراسان والعراق والشام واکثر الاقطار اہل السنۃ والجماعۃ ہم الاشاعرۃ وفی دیار ماوراء النہران اہل السنۃ والجماعۃ ہم الماتریدیۃ اصحاب ابی المنصور الماتریدی کا

[سلہ] وہ متفق ہونا امت محمدی کی مجتہدونکا ایک زمانہ مین ایک امر شرعی پر [سلہ] فرقہ نجات یافتہ سبکے سب اشاعرہ ہین اور وہ اگلی محدثون مین کی نیک لوگ ہین کہ اونکو احادیث رسول اللہ صلعم مین شناخت اور اقسام حدیث مین امتیاز اور موضوعات کی جانچ حاصل ہے [سلہ] مشہور شہر خراسان اور عراق اور شام مین اور اور اکثر اطراف مین یہہ ہے کہ اہل سنت والجماعت تو اشاعرہ ہین اور مشہور ماوراء النہر مین یہہ ہے کہ اہل سنت وجماعت تو ماتریدیہ یاراتی ابی منصور ماتریدی کی ہین جیسا کہ مذکور ہوا حاشیہ ؛

شرح العقائد الجلالية هذا هوس من هوساتهم ما انزل الله بها من سلطان بل كلهم من اهل السنة والجماعة
كما لا يخفى على اهل الخبرة بالشريعة واحوال القرون الثلثة وغيرها اور معنی عادی اکثری کی یہہ ہیں کہ فی الواقع تو بموجب
حکم خدا و رسول کی سب اہل سنت کی مقتدا ہیں صحابہ اور تابعین اور مجتہدین ائمہ اربعہ وسوای انکی اور مقلدین انکی فرقہ
ناجیہ میں داخل ہیں لاکن ایکے بعد عادت ایسی ہو گئی ہے کہ سوائی اہل مذاہب اربعہ کی کوئی نہیں رہا اور روایت بھی کسی
مذہب کی سوای مذاہب اربعہ کی اکثر کر نہیں ملتی تو اسطرح سے حصر کرنا حصر شرعی تو نہیں ہوا بلکہ عادی اور اکثری بسبب
وجود مانع کے ہوا اور ارتفاع اس مانع کی سی یہہ حصر نہ رہیگا یعنی جبکہ کوئی روایت صحیحہ بنقل متصل ثابت کسی مجتہد سی سوای
ائمہ اربعہ کی ہمکو ملیگی تو اسوقت ائمہ اربعہ اور وہ مجتہد آخر یکساں ہونگی جیسا کہ کلام بلاغت نظام سی مولنا بحر العلوم
عبد العلی حنفی کے معلوم ہوتا ہے چنانچہ شرح تحریر ابن الہمام میں فرماتی ہیں واما المجتهدون الذين اتبعوهم
باحسان فكلهم سواء في صلوح التقليد بهم فان وصل فتوى سفيان بن عيينة او مالك بن دينار يجوز الاخذ
كما يجوز الاخذ بفتوى الائمة الاربعة الا انه لم يبق عن الائمة الآخرين نقل صحيح الا قل القليل ولذا منع من
منع من التقليد اياهم فان وجد نقل صحيح منهم في مسئلة فالعمل به والعمل بفتوى الائمة الاربعة سواء انتهى
اور شرح مسلم میں فرماتے ہیں ثم في كلامه يعني ابن الصلاح خلل آخر اذ المجتهدون الآخرون ايضا بذلوا جهدهم
مثل الائمة الاربعة وانكار هذا مكابرة وسوء ادب بل الحق انه انما منع من تقليد غيرهم لانه لم يبق رواية مذهبهم محفوظة حتى لو
وجد رواية صحيحة من مجتهد آخر يجوز العمل بها الا ترى ان المتاخرين افتوا بتحليف الشهود اقامة له موقع التزكية على مذهب ابن ابي ليلى فافهم
اور اگر یہہ حصر اس نظر سی نہو جو مذکور ہوا بلکہ اس نظر سی ہو کہ اجتہاد مستقل ائمہ اربعہ پر ختم ہو گیا ہے بلکہ سوائی ائمہ اربعہ کی اہل سنت میں
کوئی مجتہد ہوا ہی نہیں نہ قبل انکی اور نہ بعد انکی یا اس نظر سے ہو کہ مجتہد تو سوائی ائمہ اربعہ کی بہت ہوئی ہیں لاکن
سوائے ان چار کے اتباع کسیکا درست نہیں خواہ وہ صحابی ہو خواہ تابعی خواہ بعد ائمہ اربعہ کے خواہ پہلی انکی

شرح عقاید جلالی میں یہہ ایک ہوس ہی لوگونکی ہوسون میں سی کچھ اسکی اصل اور دلیل نہیں ہے بلکہ اشاعرہ اور ماتریدی
سب کے سب اہل سنت و جماعت ہیں چنانچہ یہہ امر بحال قرون ثلثہ اور خبردار علم شریعت پر مخفی نہیں ہے سلہ ولیکن وہ
علمای مجتہد جو صحابہ کرام کی نیک پیروی ہیں سو وہ سبکی صلاحیت تقلید میں برابر ہیں سو اگر پہنچ جاوے فتوا سفیان ابن عیینہ یا مالک ابن
دینار کا تو روا ہی اوسپر عمل کرنا جیسا کہ روا ہی ائمہ اربعہ کی فتووں پر عمل کرنا مگر اتنی بات ہی کہ سوا ائمہ اربعہ کی اور اماموں کی اقوال نقل صحیح سے
نہیں پہونچی ہیں اوسلیئی منع کیا ہی انکی تقلید سی جس کسی کہ منع کیا ہے پھر اگر پائی جاوی نقل صحیح کسی مسئلہ میں تو عمل کرنا اوسپر اور عمل کرنا ائمہ اربعہ کے
قول پر برابر ہے یہہ تھی عبارت شرح تحریر کی سہ پھر اونکی کلام میں یعنی ابن صلاح کی کلام میں ایک اور خلل ہی کیونکہ سوا ائمہ اربعہ کی اور
مجتہدون نے بھی مثل ائمہ اربعہ کے کوششیں کی ہیں چنانچہ انکار کرنا اس بات کا ہٹ دھرمی اور بے ادبی ہی بلکہ حق الامر یہہ ہی کہ سوا ائمہ اربعہ کے
اور ونکی تقلید سی ممانعت ایسی ہے کہ اونکی مذہبونکی روایتیں محفوظ نہیں ہیں یا ان کسی اور مجتہد کی مذہب کی روایت صحیح ملجاوے

تو یہہ حصر ان دونو نظر دین سے باطل ہے اور نئی شریعت نکالنی ہی اپنے گہر سے مَا اَنْزَلَ اللّٰہُ بِہَا مِنْ سُلْطَانٍ اور قائل مبتدع ہوکا مخاطب اس آیہ کریمہ کا ہی وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُکُمُ الْکَذِبَ ہٰذَا حَلَالٌ وَّ ہٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ اسی لیے کہ اگر نظر اول ہی ہو تو ہوس محض اور رجم بالغیب ہے اسیواسطے مولنا نظام الدین لکہنوی جامع العلوم العقلیہ والنقلیہ نے کہا ہے کہ یہہ جو متعصبین نے مشہور کر رکہا ہے کہ اجتہاد ائمہ اربعہ پر ختم ہوچکا ہی یہہ بات غلط ہی اور رجم بالغیب ہے اگر ان متعصبون سے اسکی دلیل پوچہی جاوے تو ہرگز دلیل بیان نکر سکینگے معلوم نہین کہانسی یہہ غیب کی باتین کہتے ہین اور اللہ کی قدرت مین تحکم کرتے ہین سو بچو ایسی تعصبات سے چنانچہ شرح مسلّم مین فرمایا ہے اعلموا ان بعض المتعصبین قالوا اختتم الاجتهاد المطلق علی الائمة الاربعة ولم یوجد مجتہد مطلق بعدهم والاجتهاد فی المذهب اختتم علی العلامة النسفی صاحب الکنز ولم یوجد مجتهد فی المذهب بعده وهذا غلط ورجم بالغیب فان سئل من این علمتم هذا لا یقدرون علی ایراد دلیل اصلا ثم هو اخبار بالغیب وتحکم علی قدرة الله تعالی فمن این یحصل علم ان لا یوجد الی یوم القیمة احد یتفضل الله علیه بنیله مقام الاجتهاد فاجتنب عن مثل هذا التعصبات انتهی اور مولنا بحر العلوم عبد العلی نے یہی مضمون بعینہ فرمایا ہے بلکہ اس سے زیادہ یہہ کہ وہ لوگ مصداق ہین اس حدیث کی افتوا بغیر علم فضلوا واضلوا یعنی فتوی دیتے ہین بغیر علم کے پس آپ ہی گمراہ ہوتے ہین اور اورون کو بہی گمراہ کرتے ہین چنانچہ شرح مسلّم مین فرماتے ہین ثم ان من الناس من حکم بوجوب الخلو من بعد العلامة النسفی واختتم الاجتهاد به وعنوا الاجتهاد فی المذهب واما الاجتهاد المطلق فقالوا اختتم بالائمة الاربعة حتی اوجبوا تقلید واحد من هولاء علی الامة وهذا کله هوس من هوساتهم لم یاتوا بدلیل ولا یعباء بکلامهم وانما هم من الذین حکم الحدیث انهم افتوا بغیر علم فضلوا واضلوا ولم یفهموا ان هذا اخبار بالغیب فی خمس لا یعلمهن الا الله تعالی انتهی بلکہ یہہ انکا اجتہاد سے مجتہدین کی اور یہہ گمان کہ سوا ائمہ اربعہ کی کوئی بہی مجتہد نہین ہوا

بغیر علم فضلوا واضلوا لطحاوی ... الموا ... ص

تو اسپر عمل واہی ہو جہتا نہین کہ پہلی علمائی قائمقام ترکیہ کی کئے ہوئی قسم دلائی پر بموجب مذہب ابن ابی لیلی کی فتوا دیدیا ہی ذرا سمجہہ تو سہی ہوچکی عبارت شرح مسلّم کی ۵۱ نہین اوتاری اللہ نے اسپر کوئی دلیل ۵۲ اور کہو اپنی زبانونکی جہوٹ بتانی سی کہ یہہ حلال ہے اور یہہ حرام ہے کہ اللہ پر جہوٹ باندہو ۵۳ جان لی کہ بعضے ہٹ دہرم لوگ کہتی ہین کہ ائمہ اربعہ پر اجتہاد مطلق ختم ہوگیا اونکی بعد کوئی مجتہد مطلق نہین پایا گیا اور مذہب مین کا اجتہاد علامہ نسفی صاحب کنز پر ختم ہوگیا بعد اونکی کوئی مجتہد مذہبی نہین پایا گیا حالانکہ یہہ بات غلط اور انکل پچو سخن سازی ہی اگر پوچہا جاوے اونسی کہ یہہ بات تمنے کہانسی جان لی تو ہرگز دلیل نہ لاسکینگے پہر یہہ بات غیب گوئی اور اللہ کی قدرت پر سینہ زوری ہی کیونکہ کہان سے یہہ علم حاصل ہوگیا کہ قیامت تک کوئی ایسا نپایا جاویگا جسپر اللہ مقام اجتہاد تک پہونچانیکا فضل کری سو ہرکسیکو چاہئی کہ ایسی ہٹ دہرمیون سے بچی ہوچکی عبارت شرح مسلّم کی ۵۴ پہر بعضے لوگ وہ ہین کہ اونہون نی قطعی حکم لگا دیا ہی کہ بعد علامہ نسفی کے زمانہ مجتہد سے خالی ہی اور اجتہاد کو علامہ نسفی تک ختم ہونا بتاتی ہین اور مراد رکہتی ہین وہ لوگ اجتہاد سی اجتہاد مذہب کا اور اجتہاد مطلق کو کہتی ہین کہ ائمہ اربعہ پر ختم ہوچکا یہانتک

کذب ظاہر ہے اور انکار بدیہی کا ہے کیونکہ تمام اہل علم قائل ہین کہ سیکڑون مجتہد سوائی ائمہ اربعہ کی ہوئی ہین کچھ پہلی ائمہ
اربعہ کی صحابہ اور تابعین اور کچھ بعد انکی سو جو کہ قبل انکی ہوئی ہین وہ ظاہر ہی ہین پر اونکا انکار مکابرہ محض ہے
اسلیئے اون مجتہدونکو جو کہ بعد ائمہ اربعہ کی ہوئی ہین بطور مشت نمونہ خرواری ذکر کیا جاتا ہے تو سنو کہ ایک ازانجملہ
امام عالیمقام ابو ثور ہین کہ تھی وہ ابتدا مین حنفی المذہب پر شافعی مذہب کو مرجح دیکھکر اختیار کیا بعد اسکی جب خود
تبحر حاصل کر کے مجتہد مستقل متبوع المذہب ہوئی اور بہت لوگ انکی مقلد ہوئی چنانچہ جنید بغدادی ابتدا مین انہین کے
مقلد تھی اور قرن خامس تک مقلدین انکی کثرت سی منتشر ہوئی کذا فی اسما الفقہا اور کہا حافظ الحدیث ذہبی نے
کہ ابو ثور تھے امام مجتہد مستقل اور کہا نسائی صاحب سنن نی تھی ابو ثور ثقہ مامون احد الفقہا اور کہا ابن حبان نی کہ تھی
ابو ثور ایک امام ائمہ دنیا سی علم مین اور فضل مین اور فقہ مین اور ورع مین اور کہا امام نووی نی تہذیب مین کہ ابو ثور صاحب
مذہب مستقل تھی اور کہا امام یافعی نے مرآۃ الجنان مین کہ ابو ثور احد الاعلام تھی اور بارع فی العلم تھے اور کسی کی تقلید نہین
کرتے تھی بلکہ خود مجتہد مستقل تھے اور ایک انہین امام المحدثین حامل رایت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم محمد بن اسمٰعیل
بخاری ہین اجتہاد مستقل اونکا ناظر صحیح اونکی پر مخفی نہین ہے اور محتاج طرف اثبات کی ساتھہ تصریحات سلف کی نہین
لاکن چونکہ یہہ مقولہ ہے کہ ہم حدیث کچھہ نہین سمجھتے اونکی سوائی نقل اقاویل کی اطمینان نہوگی اسلئے کچھہ اقاویل نقل کیے
جاتے ہین تو سنو کہ علامہ ملی نے امام بخاری کو مجتہد مستقل لکھا ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے ابو مصعب سے نقل کیا ہے
کہ کہا اونہون نی کہ محمد بن اسمٰعیل بخاری ہماری دانست مین زیادہ تر ہین علم فقہ اور حدیث مین امام احمد بن حنبل سے
اور کہا کہ اگر دیکھا مین امام مالک اور دیکھتا طرف اونکی اور طرف محمد بن اسمٰعیل بخاری کے تو بیشک کہتا مین کہ دونو برابر ہین فقہ
اور حدیث مین اور کہا قتیبہ بن سعید نی نشست کی مین بہت سی فقہا اور زہاد اور عباد سی لاکن نہ دیکھا مین جب سے کہ ہوش سنبھالا ہے
مثل محمد بن اسمٰعیل کے اور سوال کیا کسی نی قتادہ سی مسئلہ طلاق سکران سی اتنے مین ایہ پہنچے پاس انکے بخاری تو کہا قتادہ نی
سائل کو کہ یہ محمد بن اسمٰعیل کہ امام احمد سمجھیے اور اسحق بن راہویہ سمجھہ لی اور علی بن المدینی سمجھہ لے بیشک لی آیا ہے اللہ تعالی
ان سبکو طرف تیرے انتہی اور ایک مجتہد انہین سی داؤد ظاہری ہی کہ تہا وہ مجتہد مستقل صاحب اتباع کثیرہ کہا امام یافعی نے
مرآۃ الجنان مین کہ تھی داؤد ظاہری فقیہ اور امام اصبہانی صاحب مذہب مستقل اور بہت لوگ انکی مقلد ہوئی جو کہ
ظاہری کر مشہور ہوتے اور کہا شیخ ابو اسحق شیرازی نے طبقات مین کہ داؤد ظاہری مجتہد تھی اور ائمہ
متبوعین مین سی تھی اور کہا قاضی ابن خلکان نے وفیات الاعیان مین کہ ابو سلیمان داؤد

کہ چپ ہو رہی سے ہے انہین ہرگز ان کی تقلید ایک کی اوس جانب مین جیسے بہت بار دیر سبب انکی جو سو ان مین ایک ہو جسے نہین الا سکی
ایسہ دلیل اونکی کلام کا کچھ اعتبار نہین کیونکہ یہہ دون ووگون مین سی ہین جنکی حق مین حدیث آئی ہی کہ اونہون نی جان بوجھہ کر
اپنا سو دیکھی کہ ملا ہے خود و دوسرا کو بھی گمراہ کیا اور یہہ لوگ یہہ نہین سمجھتے کہ اس قسم کی متین اون پانچ ائمہ تقلید جنکی ہی جنہین سوا اللہ کے کوئی نہین

بن علی بن خلف الاصبہانی امام مشہور ہین اور ظاہری کر معروف ہین اور بڑی زاہد اور متقی گذار ہین علم حاصل کیا تہا اسحق
بن راہویہ اور امام ابو ثور سے اور امام شافعی کی طرف بہت میلان رکہتی ہین اور اونکی بیچ مین کچہہ تصنیف بہی کی ہین اور تہے
صاحب مذہب مستقل کی تابع ہوئی اونکی بہت لوگ جو ظاہری کہلاتی ہین اور تہا بیٹا اونکا ابوبکر محمد اونہین کی مذہب پر اور
منتہی ہوئی طرف داود کی ریاست علم کی شہر بغداد مین اور کہا گیا ہے کہ اونکی مجلس مین چارسو سبز چادر پوش حاضر ہوا کرتی تہی اور
اور تہی بڑی عقلمند کہا ابو العباس احمد بن یحیی کی جو معروف ہین ثعلب کر بیچ حق داود کی کہ تہی داود ایسے کہ عقل اونکی زیادہ تہی
علم سی اونکی اور پیدایش اونکی کوفی مین ہوئی ہے سنہ ٢٠٢ دوسو دو مین اور بعض روایت مین دوسو ایک مین اور نشو و نما پائی بغداد مین
اور فوت ہوئی سنہ ۲۷۰ ستر ذیقعدہ مین یا رمضان مین انتہے اور کہا علامہ محلی نی شرح جمع الجوامع مین کہ داود ایک پہاڑ تہے
پہاڑون علم اور دین کیسی اور اونکو محکمی نظر کی اور فراخی علم کی اور فوز بصیرۃ کا اور احاطہ اقوال پر صحابہ اور تابعین کی اور
قدرت اوپر استنباط مسائل کی اسقدر تہی کہ اب متعذر اور عظیم ہے وقوع اوسکا اور بیشک مدون ہوئین کتابین اونکی اور
بہت ہوئی تباع اونکی اور ذکر کیا ہے اونکو شیخ ابو اسحق شیرازی نی اپنے طبقات مین اون اماموں مین جو تباع کئی گئی ہین
بیچ فروع کی اور تہی وہ مشہور زمانہ مین شیخ کے اور بعد اونکی بہت جگہ خاص کر بلاد فارس مین مثل شیراز کی اور متصل اوسکی
جانب عراق تک اور بیچ بلاد مغرب کی انتہی اور شیخ **بلقانی** نے بہی شرح جوہرہ مین داود ظاہری کو مجتہد مستقل کہا ہے
اور **عینی** حنفی نی بہی شرح **بخاری** مین مجتہد مستقل قرار دیا ہے اور ایک اونہین سی امام ابوجعفر محمد بن جریر
طبری ہین کہ تہی وہ مجتہد مستقل بڑے زبردست عالم اور بڑی مفسر چنانچہ ایک تفسیر اونکی بہت بڑی حجم و ضخامت مین
موجود ہی کہا امام یافعی نی مرآۃ الجنان مین کہ ابوجعفر طبری ایک عالم تہی بڑی علما مین سی اور تہی صاحب تفسیر کبیر اور
تاریخ شہیر کے اور صاحب مصنفات عدیدہ اور صاحب حمیدہ کی اور تہے مجتہد اور کسی کی تقلید نہین کرتے تہے انتہی اور کہا **قاضی**
ابن خلکان نی وفیات الاعیان مین ابوجعفر محمد بن جریر بن یزید بن خالد اور کہا بعض نے یزید
بن کثیر بن غالب تہی صاحب تفسیر کبیر اور تاریخ شہیر کی اور تہی امام کئی فنون مین یعنی تفسیر اور حدیث اور فقہ اور تاریخ
وغیرہ مین اور اونکی تصنیف مین کئی ایسے کتابین ہین کہ اونکی وسعت قدر اور طبیعی فضل پر دال ہین اور تہی ائمہ مجتہدین مین سی
کسی کے مقلد نہ تہی اور ابن الفرج معافی بن زکریا نہروانی جو کہ ابن طرار کر مشہور تہی اونہین کی مذہب پر تہی اور پیدایش
اون کی ۲۲۴ سنہ دوسو چوبیس مین ہوئی تہی آمل طبرستان مین اور وفات پائی ہین آخر وقت دن کی اور مدفون ہوئی اپنے گہر
کے اندر شہر بغداد مین ۳۱۰ میسوین شوال کو سنہ تین سو دس مین انتہی اور کہا حافظ **ابو محمد ابن حزم** نی کہ مین نہین دیکہتا ہون
بعد زمین پر محمد بن جریر سی بڑا عالم اور بیشک ظلم کیا حنبلیوں نے اوس سے اور کہا **شیخ جلال الدین السیوطی** نی
کہ محمد بن جریر پہنچ گئے تہے مرتبہ اجتہاد مطلق کو اور مدون کیا اونہون نی اپنا مذہب مستقل اور بہت لوگ اونکی مقلد
ہوئی اور تہا اونہین کی مذہب پر اون مقلدین نی قضا اور فتوی جاری کئی اور وہی لوگ جریریہ کہلاتے تہے اور کہا **خطیب**

بغدادی نے کہ محمد بن جریر ایک امام تہی ان ائمہ مین سی جنکی طرف رجوع کیا جاتا تہا اور اونکی حکم پر چلا جاتا تہا انتہی اور ذکر کیا ہے شیخ ابو اسحق شیرازی نے اونکو طبقات فقہا اور محدثین مین اور ایک اونمین سی شیخ عزالدین بن عبد السلام ہین اور ایک ابن دقیق العید ہین کہ یہہ دونون صاحب بہی مرتبہ اجتہاد مطلق کو پہونچ گئی تہی چنانچہ فاضل حبیب اللہ قندہاری مغتنم الحصول مین فرماتی ہین عـ[٩١] وقال بعضہم لا یختلف اثنان ان ابن عبد السلام وابن دقیق العید بلغا رتبۃ الاجتہاد انتہی پس تو نشت نمونہ خرواری ذکر بعض مجتہدون کا جو کہ ائمہ اربعہ کی بعد ہوئی ہین کیا گیا اب طالب شایق کو لازم ہے کہ کتب تواریخ اور طبقات فقہا کو ملاحظہ کری ہماری غرض یعنی ابطال حصر مذاہب اربعہ بنظر اول اسیقدر مین حاصل ہو گئی ہے اور اگر یہہ حصر بنظر ثانی ہو یعنی اس نظر سی ہو کہ مجتہد تو ائمہ اربعہ کی سوای کتنی ہی ہوئی ہین قبل انکی صحابہ اور تابعین اور بعد انکے مجتہدین آخرین لاکن اتباع کسی کا سوای ان چارون کی درست نہین تو بہی باطل ہونا اس حصر کا ظاہر ہے اسلئے کہ یہہ حصر منسوخ کرتا ہے حکم کتاب اللہ کو اور رد کرتا ہی حدیث خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم الحدیث کو اور رد کرتا ہے حدیث ابن مسعود کو مَن کان مستنا فلیستن بمن قد مات فان الحی لا یؤمن علیہ الفتنۃ اولئک اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کانوا افضل ہذہ الامۃ ابرہا قلوبا واعمقہا علما واقلہا تکلفا اختارہم اللہ بصحبۃ نبیہ واقامۃ دینہ فاعرفوا لہم فضلہم واتبعوہم علی اثرہم وتمسکوا بما استطعتم من اخلاقہم وسیرہم فانہم کانوا علی الہدی المستقیم رواہ رزین اور مخالف ہی اجماع صحابہ کی اور اجماع تمام مسلمین کی جو کہ علامہ قرافی نی نقل کیا ہے اور مخالف ہی قیاس کے اور برخلاف ہے تصریحا سلف اور خلف کی چنانچہ مبحث مین تقلید شخصی کی بوجہ بسط معلوم ہوگا اسیواسطی علامہ ابن حزم کتاب ابطال التقلید مین فرماتی ہین عـ[٩٢] فما الذی خص ابا حنیفۃ ومالکا والشافعی بان یقلدوا دون ابی بکر وعمر وعثمان وعلی وابن مسعود وابن عباس وعائشۃ ودون سعید بن المسیب والزہری والنخعی والشعبی وعطاء وطاؤس والحسن البصری رضی اللہ عنہم انتہی اور مولانا بحر العلوم شرح مسلم مین فرماتی ہین عـ[٩٣] فان المقلد ان فہم مراد الصحابی عمل والا سأل عن مجتہد اخر فافہما الی آخرہ

؎٩١ اور بعضون نی کہا ہی کہ کوئی دو آدمی آپس مین خلاف نکرینگی کہ ابن عبد السلام اور ابن دقیق العید دونون مرتبہ اجتہاد کو پہونچی ہوئی تہی یہانتک عبارت مغتنم کی ؎٩٢ جو شخص طریقہ اختیار کری تو چاہیے کہ اوسکا طریقہ اختیار کری جو مر گیا کیونکہ زندہ آدمی بدگوئی سی امون نہین ہوتا اور وہی ہوئی لوگ آنحضرت کی صحابہ ہین کہ اس امت کی افضل اور نیک طینت اور بڑی عالم اور بلا تکلف تہی اللہ تعالی نی اونکو اپنی نبی کی صحبت کی لئی اور دین کی قایم کرنی کی لئی اونکو پسند فرمایا تہا سو تم اونکا رتبہ جانو اور انکی پیروی کرو قدم بقدم اور تا مقدور اونکی عادتین مضبوط پکڑو کیونکہ وہی سیدہی رستہ پر تہی روایت کی یہہ حدیث رزین نی ؎٩٣ سو نہین معلوم وہ کیا چیز ہی جسنی خاص کر دیا ابو حنیفہ اور مالک اور شافعی کو تقلید کئی جانی مین سوا تقلید ابو بکر اور عمر اور عثمان اور علی اور ابن مسعود اور ابن عباس اور عائشہ اور سعید بن المسیب اور زہری اور نخعی اور شعبی اور عطا اور طاؤس اور حسن البصری رضی اللہ عنہم کی یہانتک عبارت ابن حزم کی ؎٩٤ سو اگر مقلد سمجہا مراد صحابی کی تو عمل کریگا ورنہ پوچہ لیگا اور مجتہد سے سمجہ تا آخر عبارت

اور شرح تحریر مین فرماتی ہین الصحابۃ احق باالتقلید فانھم اقرب الی اخذ الاحکام من صاحب الوحی الی اخرہ اور چونکہ تحقیق مذاہب اربعہ کی
منظر ثانی مثل تخصیص مذہب معین کی ہی اور وجہ بطلان اون دونو کی تحقیق ہی آئیگی اس مقام مین قدر قلیل بیان کیا گیا
اور تفصیل بحث مین ابطال تخصیص مذہب معین کی آویگی انشاء اللہ تعالی تنبیہ کلام محققان کا جس سی مولف اجماع ادہر
مراد ہوتی ائمہ اربعہ کی فاسئلوا اھل الذکر سے سمجھا تہا خوب منقح ہوا اور یہہ بہی خوب ثابت ہوا کہ اس سی وہ اجماع نہین نکلتا
اب اور عبارتون کو جنسے وہ اجماع سمجہا ہے نقل کرکے اون سی جواب دیا جاتا ہی قال اور کہا شیخ محقق ابن ہمام کمال الدین
صاحب فتح القدیر نی بیچ کتاب تحریر کی کہ علم اصول مین ہی انعقد الاجماع علی عدم العمل بالمذاھب المخالفۃ للائمۃ
الاربعۃ انتھی اور کہا صاحب بحر الرائق نے بیچ کتاب اشباہ والنظایر کے فن اول میں ان من خالف الائمۃ الاربعۃ فھو
مخالف للاجماع یعنی جو کوئی مخالف ہی چارون اماموں کی پس وہ مخالف ہی اجماع کی اور کہا قاضی ثناء اللہ
پانی پتی نی تفسیر مظہری مین بیچ تفسیر اس آیۃ کے ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان اھل السنۃ والجماعۃ
قد افترق بعد القرون الثلثۃ او الاربعۃ علی اربعۃ مذاھب ولم یبق فی فروع المسائل سوی ھذہ المذاھب الاربعۃ
فقد انعقد الاجماع المرکب علی بطلان قول یخالف کلھم وقد قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یجتمع امتی علی الضلالۃ
وقال اللہ تعالی ومن یتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولی ونصلہ جھنم وساءت مصیرا انتھی ترجمہ لہندیہ قال ا وسکی اجماع مرکب
چارون اماموں کا اسپر ہوا ہی کہ جو بات خلاف ان چارون کی ہی وہ باطل ہے اور ہونا اجماع مرکب ائمہ اربعہ کا اوپر باطل ہونے
عمل کے کہ وہ مخالف ہوان سب کی پوشیدہ نہین کسی شخص پر خواہ عوام ہون خواہ خواص پس دلیل نقل کرنی اقوال کی اسپر
ضرور نہین بعض کا قول ہمین کافی ہی کہا فخر الدین رازی صاحب تفسیر کبیر نے بیچ کتاب المحصول کی کہ وہ علم اصول مین ہی
ان الامۃ اذا اختلفت فی مسئلۃ علی اقوال کان اجماعھم علی ان ماعداھا باطل پہر کہا آگی المراد من الامۃ الائمۃ
الاربعۃ انتھی یعنی جب امت مختلف ہوا ایک مسئلہ مین کئی اقوال پر تو ہوتا ہی اجماع اس امت کا اسپر کہ سوائی ان کی اقوال کی باطل ہے اور مراد

ف۱ صحابہ بہت مستحق ہین تقلید کئی جانی مین کیونکہ وہ صاحب حی سی احکام لینی مین اوروں سی زیادہ قریب ہین آخر عبارت تک ۱۲
ف۲ پوچہو اہل ذکر سی اگر تم نہین جانتی ف۳ منعقد ہوگیا ہی اجماع کہ جو مذہب اربعہ کی مخالف ہوا وسپر عمل نکیا جاوی
ف۴ جسنی خلاف کیا ائمہ اربعہ کا تو مخالف ہوا اجماع کا ف۵ اور نہ پکڑین بعضی ہماری بعضوں کو پروردگار سوای اللہ کے
بے شک اہل سنت وجماعت پہیل گئی قرون ثلثہ یا قرن چہارم کی بعد چار مذہبوں پر اور جزئی مسائل مین سوا ان چار
مذہبوں کی روایۃ باقی نہین رہی تو اجماع مرکب منعقد ہوگیا اسپر کہ ان چاروں کا مخالف قول ٹہیک نہین ہی اور بلاشک آنحضرت نے
فرمایا ہی کہ میری امت گمراہے پر کبہی نہین ہوگی اور اللہ نی فرمایا ہی - اور پیروی کری خلاف راہ مسلمانون کی متوجہ کرینگے ہم
اوسکو جدہر متوجہ ہوا ہے اور داخل کرینگے ہم اوسکو دوزخ مین اور بری ہی جگہہ پہر جانیکی ف۶ بی شک امت
جب وقت کسی مسئلہ مین کئی قول اوپر خلاف کرین تو اسپر اجماع ہوجاتا ہی کہ ماسوا ان قولونکی اور قول ٹہیک نہین ف۷ مراد امت سے ائمہ اربعہ ہین ۱۲

است سی عبارت امام ہین ابن سیسا س اجماع کی کر نقل کیا گیا ہے جنہوں سی کہا محدث ابن صلاح نی کروہ مشہور ہے
درمیان اہل حدیث اور اصول کی انّ تقلید غیر الاربعۃ ممنوع کہا یہہ مسلم الثبوت مین اور مسلم الثبوت مین جو کہا ہے
و قید ما فیہ مینے اسمین شبہ ہی لیبن وہ اٹہہ گیا شبہ اوسکا ساتہہ نقل کرنی ان ثقات مذکورین کے ہس اجماع کو **اقول** اہر
قول ثالث سی معلوم ہوتا ہی کہ مولف نی پہلی تین عبارتوں سی یا تو اجماع بسیط سمجہا اسلئی اب کہتا ہی کہ اسطرح اجماع
مرکب ہی ہوا ہی اور یا اوسنی یہی اجماع مرکب ہے سمجہا کا کہ کسی اور کا سوای آئمہ اربعہ کی اسلئی اب کہتا ہے کہ اسطرح اجماع
آئمہ اربعہ کا بہی ہوا ہے تو سمو کر سمجہا اوسکا اول معنی کو ان تین عبارتوں سی غلطی فاحش ہی کیونکہ غلطی سمجہنی معنی اول کی
یعنی اجماع بسیط کی عبارت قاضی صاحب کیسی تو ظاہر ہی اسلئے کہ اوسمین ساتہہ لفظ اجماع کی لفظ مرکب کا بہی منضم ہے
اسطرح عبارت تحریر کی اور اشباہ کی اگر تسلیم کیا جاے با وجود اوسکا تو اوسمین بہی لفظ اجماع کی سوای اجماع مرکب کی معنی نہیں
کر سکتی کیونکہ منعقد ہونا اجماع بسیط کا اور بطلان حکم مخالف کی واسطی آئمہ اربعہ کی کسیطرح متصور نہیں اور آجتک کسی عاقل نے
یہہ دعوی نہین کیا پہر ایسے معنی باطل الیسی مخصوص کے کلام کے کسطرح کئے جاوین اور وجہ نہ متصور ہونے اوس
اجماع کے یہہ ہے کہ اجماع بسیط مین دو امر ضروری ہین ایک تو مجتہد ہونا اہل اجماع کا اور دوسرا ہم عصر ہونا اور ایک
عصر مین اتفاق کرنا اونکا جیسا کہ صدر الشریعۃ تنقیح مین فرماتی ہین الرکن الثانی فی الاجماع وھو اتفاق المجتھدین من امۃ محمد
صلے اللہ علیہ وسلم فی عصر علی حکم شرعی انتہے یعنی اتفاق کرنا تمام مجتہدین ایک عصر کا کسی امر شرعی پر اور علامہ سعد الدین
تفتازانی نی کہا ہے کہ قید ایک زمانہ مین اتفاق کرنیکی بہت ضروری ہی ورنہ قیامت تک اجماع نہین پایا جاویگا اگر
کہ اتفاق سب مجتہدین ہر زمانہ کا تو اسیوقت ہوگا جبکہ قیامت برپا ہوگی اور اجتہاد ختم ہوگا چنانچہ تلویح مین فرماتی ہین قولہ
فی عصر حال من المجتھدین معناہ زمان ما قل او کثر و فائدتہ الاحتراز عما یرد علی من ترک ھذا القید من لزوم
عدم انعقاد الاجماع الی اخر الزمان اذ لا یتحقق اتفاق المجتھدین الا حینئذ و لا یخفی ان من ترکہ انما ترکہ لوضوحہ لکن التصریح
بہ انسب بالتعریفات انتہے و ہکذا فی الحسامی و شرح الحسامی وغیرہ اور جبتک ان دو امر کا لحاظ کرینگے انعقاد اجماع
بسیط کا اور بطلان قول مخالف کی واسطی آئمہ اربعہ کی ممکن نہو گا اسلئی کہ الاجماع اگر خود آئمہ اربعہ کو ٹہیراوین تو ملحوظ امر ثانی
یعنی اتحاد زمانہ کی نہین کہہ سکتی کیونکہ زمانہ آئمہ اربعہ کا ایک نہین کما لا یخفی اور اگر مقلدین کو آئمہ اربعہ کی اہل اجماع کہین
تو ملحوظ امر اول یعنی مجتہد ہونا اہل اجماع کی نہین کہہ سکتی اور یہہ متصور ہی نہین کہ اور مجتہدین فی سوای آئمہ اربعہ کے

سلہ بی شک تقلید سوا ائمہ اربعہ کی منع ہے ثلہ اور یہین مراد ہے تلہ رکن تیسرا اجماع مین متفق ہونا مجتہدوں
امت محمد صلعم کا ایک زمانہ مین حکم شرعی پر کلہ لفظ فی عصر کا حال ہی مجتہدین سی معنی اوسکی کچہہ زمانہ تہوڑا یا بہت اور فائدہ
اس قید کا یہہ ہی کہ بچاؤ ہو جاوے اوس سی کہ جس کسینی اس قید کو چہوڑ دیا ہی اوسپر یہہ اعتراض لازم آتا ہی کہ قیامت تک اجماع
نہین ہوسکتا اسلئی کہ سارے مجتہدوں کا تو جب ہی متفق ہونا پایا جاویگا اور یہہ امر کہا جاتا ہی کہ جس کسینے اس قید کو چہوڑا اسلئی چہوڑا کہ معنی

بطلان براوس قول کے جو مخالف ہوا ئمہ اربعہ کی اجماع کیا ہے اسلئے کر اس سے بطلان اونکی اقاویل مخالفہ کا بہی لازم آتا ہی اور اسکا کوئی قائل نہین کہ مجتہدین اپنے قولونکو باطل کہین اور دوسرے مجتہدین کی تقلید جو کہ حرام ہی اونکی حق مین اختیار کر کی اونکی اقاویل کا اتباع واجب کہین تو ثابت ہوا کہ فہم معنی اول کا یعنے اجماع بسیط کا اون تین عبارتونسی غلط ہی تو اب سنو کہ فہم معنی ثانی کا یعنی اجماع مرکب غیر ائمہ اربعہ کا اون تین عبارتون سی بوجہ اظہر باطل ہے اسلئے کہ اجماع مرکب نام ہی اختلاف کا چنانچہ مؤلف ہی کی قول مین ضمن عبارت محصول کی لایا ہی موجود ہے اور جبکہ اختلاف ائمہ اربعہ کا مبطل قول مخالف کا ٹہرایا گیا تو اس اختلاف کو اجماع اور مجتہدین کا کس طرح کہا جائیگا کما لا یخفے علی من لہ ادنی فطانۃ اور جبکہ مؤلف کا فہم دونو معنونکو باطل ہوا تو سنو کہ ان چارون عبارتونکی معنی یہی ہین کہ اجماع مرکب ائمہ اربعہ کا ہے اوپر بطلان اوس قول کے جو مخالف ہو ائمہ اربعہ کی تو ان عبارتون سی بہی معلوم ہوا کہ ائمہ اربعہ کی مراد ہونی پر بیچ آیۃ اہل الذکر اجماع ہوگیا ہے لاکن ان عبارتون سی انحصار بشبیک سمجہا جاتا ہے اسلئی جواب دینا انکے ضرور ہوا تو سنو کہ ان عبارتونسی جواب یہہ ہے کہ یہہ عبارتین مخالف ہین تصریح سب علما سلف و خلف کی اور نسبت پہلی عبارت کی طرف شیخ ابن الہمام کی اور نسبت چوتہی عبارت کی طرف امام رازی کی معرض منع مین ہے حاشا کہ شیخ نی یا رازی نی یہہ دعوی جو کہ ان عبارتونسی مستفاد ہوتا ہے کیا ہو تو جیسا کہ سابق مین امام نواوی پر بہتان مولف کا معلوم ہوا ایسا ہی یہہ بہی کذب معلوم ہوتا ہے اور اگر جناب مولف تقییم نقل کر ہی دین اور شیخ نی اور رازی نی یہہ دعوی کیا ہو جیسا کہ قاضی حسامی نی کیا ہے تو دعوی اونکا مخالف دلیل اجماعی کی اور نا مقبول عند ارباب العقول اور وجہ مخالف ہونی اوس دعوی کی دلیل اجماعی سی یہہ ہی کہ ہر اجماع مرکب ہو خواہ بسیط اوسمین اتحاد زمانہ اہل اجماع کا شرط ہی ورنہ تقیا کبہی اجماع منعقد ہی نہو چنانچہ ایسی کلام علامہ تفتازانی کا متضمن ان معنی کا گذرا بلکہ خاصکر اجماع مرکب کی تعریف مین ہی یہہ امر ملحوظ ہی حیثی کہ اجماع مرکب عبارت ہی اختلاف سی تو چاہیئے کہ زمانہ اختلاف کرنی والون کا ایک ہو ورنہ اجماع مرکب قیامت تک منعقد نہوگا کیونکہ اختلاف مجتہدین مختلفین ہر زمانہ کا تو اوسی دن ہو چکیگا جبکہ قیامت برپا ہوگی اور امید اختلاف کرنی مجتہدین کی منقطع ہوگی چنانچہ عنقریب تفسیر احمدی سی معلوم ہوگا اسیواسطی کتب اصول فقہ کشف بزدوی اور مسلم اور نور الانوار وغیرہ مین اتحاد زمانہ پر تصریح کی ہی کہا مسلم مین اذا لم یتجاوز اہل العصر علی قولین فی مسئلۃ لم یجز احداث ثالث عند الاکثر وخص بعض الحنفیۃ بالصحابۃ وجاز عند طائفۃ مطلقا و مختار الآمدی و الرازی ان رفع ما اتفقا علیہ ممنوع انتہی وہکذا فی الکشف وغیرہ اور ائمہ اربعہ کا اختلاف ایک زمانہ مین

ظاہر جانکہ جو ہوا ہی لیکن مقام تعریف مین اس قید کی تصریح کر دینا بہت مناسب ہے اسطرح سامی شرح حسامی وغیرہ مین ہے

سله چنانچہ پوشیدہ نہین ہی اوسپر جسمین کچہہ سمجہہ ہے ٤ه جو وقت کی ایک زمانہ کی لوگ کسی مسئلہ مین دو قولون تجاوز نکرین تو تیسرا قول نکالنا روا نہین ہی اکثر علما کی نزدیک اے بعضی حنفیون نے اس امر کو صحابہ کی ساتہہ خاص کیا ہی اور ایک جماعت کی نزدیک

نہیں ہوا اسلیے کہ امام اعظم کے سال وفات مین پیدایش امام شافعی کی ہی اور امام احمد اونسے بہی بعد پیدا ہوئی پہر اونکی اختلاف کو
کسطرح اجماع مرکب قرار دیا جاوے اور اگر بطور تنزل کے اجماع مرکب مین اتحاد زمانہ شرط نکہین تو بہی لازم آتاہی کہ فقط ائمہ اربعہ
خلاف کو اجماع مرکب نکہین بلکہ یہہ کہین کہ اونکا خلاف اور امام ابو ثور کا اور امام بخاری کا اور داؤد ظاہری کا اور امام
محمد بن جریر طبری کا کسی مسئلہ مین اجماع مرکب ہی اوپر بطلان قول آخر کی تو عدم اعتبار اتحاد زمانہ سی تمہاری ہی بنا پر
خلاف مذاہب اربعہ کا درست ہوا اور انحصار باطل ہوا اور یہہ دلیل اولٰی تمہر حجت ہوی بلکہ اس عدم اعتبار اتحاد زمانہ سے
لازم آتاہی کہ قیامت تک اجماع مرکب پایا نہ جاوے کیونکہ خلاف سب مجتہدین کا اوسیدن ہوچکیگا تو دوری اوسکی ہر جزیہ
کا خلاف درست ہوگا تو منجر اسی عضال اشکال کی اور بے دلیل ہوئی بلکہ مخالف دلیل ہوئی دعوی اجماع مرکب
آئمہ اربعہ کی حسب منشا تفسیر احمدی ان اثبات سی اس دعوی کی عاجز ہوکر اعتراف کیاہے کہ اس اعتراض سی جواب دینا سخت
امرہے چنانچہ نور الانوار مین بعد بیان اجماع مرکب کے فرماتی ہین علیہ الرحمہ ان هذا الاصل هو المنشاء لانحصار المذاهب فی الاربع
وبطلان الخامس المستحدث ولکن یرد علیه انه ان ارید بالاختلاف الاختلاف فی زمان واحد فینبغی ان یکون مذهب الشافعی واحمد بن حنبل
باطلا لانه اختلف ابو حنیفة ومالک ع فی زمان واحد وان ارید بالاختلاف اعم من ان یکون فی زمان واحد
او لا فکیف لا یعتبر اختلافنا کما اعتبر اختلاف الشافعی واحمد بن حنبل والجواب عنه صعب وقد بالغت فی تحقیقه فی التفسیر الاحمدی
انتہی کاتب الحروف التماس کرتاہی کہ حضرات مدعین اجماع کو حسرت نہو کہ ملا احمد نے منشا جانی تفسیر احمدی مین کیا کچہہ
تحقیق کی ہے کیونکہ یہہ عاجز اوس کلام کو اونکی بہی نقل کرتاہے اور بعد نقل کے اوسکی جوابدہی سی بہی مشرف ہوگا ؛
۵۲ قال فی التفسیر الاحمدی ولیت شعری ما معنی الاختلاف فی الاقوال اهو فی زمان واحد بالمشافهة ام مطلقا فان کان مطلقا
فالاختلاف باق الی یوم القیمة فلم تنحصر المذاهب فی الاربع وان کان فی زمان واحد فمن المعلوم ان زمان الشافعی وزمان احمد بن حنبل غیر زمان ابی حنیفة
ومالک فاذا اختلف ابو حنیفة ومالک ینبغی ان یکون اجماعا علی بطلان قول الشافعی واحمد بن حنبل الا ان یقال الاختلاف المعتبر هو الذی فی زمان
واحد والشافعی وغیره اذا قالوا قولا انما یقولون اذا جری برای ابی یوسف ومحمد مع ابی حنیفة او کان الخلاف بین الصحابة فاخذ ابو حنیفة بقول

بر صورتین انکا اپنا قول ثالث کا روا ہی اور پسندیدہ آمدی اور رازیکا یہہ ہے کہ متقدمین کی دونو قولونکی اور اتفاق کو متاخرین کا اوٹہا دینا
ممنوع ہے ۵۱ میرے نزدیک یہہ ہے کہ یہی قاعدہ منشا ہے مذہبون کا چار مین منحصر ہونی اور پانچوین کی باطل ہونیکا لیکن اسپر یہہ
اعتراض پڑتاہے کہ اگر خلاف سے مراد یہہ ہو کہ خلاف ایک زمانہ کا ارادہ کیا جاوے تو چاہیے کہ جب ابو حنیفہ اور مالک رحمہما اللہ ایک زمانہ مین خلاف
کر چکے تو مذہب امام شافعی و احمد بن حنبل کا باطل ٹہرے اور اگر خلاف عام ارادہ کیا جاوے کہ ایک زمانہ کا ہو یا نہو تو ہمارا اختلاف کیونکر معتبر نہین
ہوسکتا جسطرح کہ امام شافعی اور احمد بن حنبل کا خلاف معتبر ہوا اور جواب اس اعتراض کا دشوار ہی اور اسکی تحقیق تفسیر احمدی مین مینے خوب
کیاہے ۵۲ تفسیر احمدی مین کہا میرے سمجہہ مین نہین آتا کہ کیا معنی ہے خلاف کی قولون مین آیا وہ ایک زمانہ کا مونہہ در مونہہ ہے
یا مطلق ہے سو اگر مطلق لو تو خلاف قیامت تک چلا جاویگا اور چار مین مذہب منحصر نہونگے اور اگر ایک زمانہ کا خلاف لو تو یہہ بات ظاہر ہے

اس کلام مین اعتراض تو وہی ہے جو کہ نورالانوار کی عبارت مین گذرا ہی اور جواب اوس سی یہہ دیا ہے کہ جنہنے شق اول کو لیکے باعتبار اتحاد زمانہ کو اختیار کیا اور دفع اوس ایراد کا جو اس شق پر ہوتا تہا دو وجہ سی ہی وجہ اول یہہ کہ امام شافعی اور امام احمد نی امام اعظم سے اوسی قول مین اختلاف کیا ہو گا جسمین ابو یوسف اور امام محمد کی رائی ابو حنیفہ سے متحد ہوگی تو خلاف شافعی اور احمد کا ابو یوسف اور محمد سے بعینہ خلاف ہوا ابو حنیفہ سی نظرا الی الاتحاد اور اختلاف اونکا ابو یوسف اور محمد سی تو ایک ہی زمانہ مین ہوا ہی تو لازم آیا کہ ابو حنیفہ سی بہی ایک ہی زمانہ مین ہوا اور وجہ دوسری یہہ کہ بیشک بسبب اختلاف اتحاد زمانہ کی آیمہ اربعہ کا اپنا خاص اختلاف تو اجماع مرکب نہین ہو سکتا لاکن جو نکہ خلاف انکا راجع کرتا ہے طرف اختلاف صحابہ کی اسلئے یہہ اختلاف اجماع مرکب ہو سکتا ہے اسلئے کہ اختلاف صحابہ کا بلا خلاف اجماع مرکب ہونا مسلم ہے **اقول فی الجواب عن جوابہ** یہہ جواب دونو وجہ سی باطل ہے وجہ اول تو قابل مضحکہ کی ہی کیونکہ جب ایکدفعہ خلاف امام مالک اور امام اعظم کا مثلاً مقدار مسح سر مین ایک زمانہ مین واقع ہوا اور اوسکو اجماع مرکب فرض کیا گیا تو بعد انعقاد اجماع کے وقت احداث شافعی کی قول ثالث کو مسح سر مین جو متحقق ہے اون دونو کی موافقت رائی ابو یوسف اور محمد کی ابو حنیفہ سے کیا فائدہ کریگی بلکہ اگر ابو یوسف کو خود ابو حنیفہ ہی فرض کیا جاوے تو بہی کچہہ فائدہ نہین اسلئے کہ اجماع مرکب ایکدفعہ منعقد ہوگیا اور احداث قول ثالث کا باطل ٹہیرایا گیا اور اگر کہو کہ وقت اختلاف امام مالک اور امام اعظم کے فی الفور اجماع نہوا تہا بلکہ امام شافعی کے انتظاری ہی اور جبکہ اونکا خلاف ہمعصر ابو یوسف اور امام محمد کے ہو گیا تو اجماع مرکب منعقد ہوا تو ہم کہینگی کہ ایسا ہی امام بخاری اور طبری اور داؤد ظاہری اور سوا انکے اور مجتہدونکی قیامت تک انتظاری کرنی چاہیئے اور اگر انتظار سے شافعی کی اور ونکی انتظاری سی کوئی مرجح شرعی ہو تو بیان کرو علاوہ یہہ کہ اس وجہ سے اختلاف مجتہدین اونکا قیامت تک ایک زمانہ مین جانا جائیگا کیونکہ جسطرح ابو یوسف کی ہمعصری امام شافعی سی بوسیلہ اتحاد رائی ابو یوسف کے امام اعظم سی موجب ہوئی ہمعصر ہونی امام شافعی کو امام اعظم سے اسیطرح ہمعصری کسی اور موافق فی الرائے اونکی کے مثلاً امام ابو ثور یا امام بخاری سے یا کسی اور مجتہد سی قیامت تک موجب ہوگی ہمعصری ابو ثور وغیرہ کی امام اعظم سے کیونکہ وقت اختلاف ابو ثور یا بخاری کے یا کسی اور مجتہد کی قیامت تک کوئی شخص موافق فی الرائے امام اعظم یا امام شافعی اور احمد کا ہو گا **علاوہ** یہہ کہ یہہ وجہ اوسی صورت اور اوسی مسئلہ مین جاری ہوگی جسمین امام ابو یوسف وغیرہ امام اعظم سے متفق ہونگی اور بہت سی مسائل مین جنمین امام ابو یوسف اور امام محمد امام کے مخالف ہین اونمین اس وجہ سی اجماع مرکب منعقد نہوگا حالانکہ مدعا یہہ تہا کہ ہر مسئلہ مذاہب اربعہ کی کا خلاف درست نہین اور جمیع اجزاء مذاہب اربعہ پر

اور زمانہ شافعی رح اور زمانہ احمد بن حنبل رح کا الگ ہے زمانہ ابی حنیفہ رح اور مالک رح سے سو جب اختلاف کیا ابو حنیفہ اور مالک نے تو چاہیئے کہ یہہ اجماع ہو جاوے اور امام شافعی اور احمد بن حنبل کے قولونکی باطل ہونی پر ہان مگر یہہ کہا جا سکتا ہے کہ معتبر اختلاف ایک ہی زمانہ کا اور امام شافعی وغیرہ نے جب کوئی قول کہا ہے تو بسبب اسکے نہین کہ وہ اوس طرح سے پر کہا جیسے امام ابو یوسف اور امام محمد نے امام ابو حنیفہ کے مقابلہ مین برتا تہا یا یہہ کہ خلاف صحابہ مین تہا سو ابو حنیفہ نے ایک صحابی کا قول اپنا عمل در آمد ٹہرایا اور امام شافعی نے دوسرے صحابی کا قول

اجماع مرکب منعقد ہے اور وجہ ثانی کا لغو ہونا بھی ظاہر ہے کیونکہ وجہ ثانی سے اسیقدر لازم آتا ہی کہ جس مسئلہ میں اختلاف ائمہ اربعہ
مولیوے خلاف صحابہ کی ہوگا اوسمین احداث قول آخر کا ممنوع ہے نہ سب مسائل مین اور بہت سی مسائل قیاسیہ مختلف فیہا
ائمہ اربعہ کی ایسی ہین جو اونمین خلاف اونکا طرف خلاف صحابہ کی راجع نہیں ہی پر اونمین احداث قول آخر کا کہ دست
ہوگا تو جواب ملا احمد جیون صاحب کا دو وجہ سے مخدوش اور باطل ہوا اور دعوے انحصار مذاہب کا بزعم اجماع مرکب کی بربنا منع منقوض ہوا
فالحمد لله علی توفیقہ والہامہ الحق تحقیقہ بین ناظرین اہل انصاف اور علماء اصول بے اعتساف سی امید غور اور انصاف کی ہی
اور یہہ جو مولف نی اخیر مین قول ثالث کی دعوے کیا ہے کہ ابن صلاح نی اس نظر سی کہ مذاہب اربعہ پر اجماع مرکب منعقد
ہوگیا ہے تقلید غیر الاربعہ کو ممنوع کہا ہے اور مولف نی اس دعوے کو کتاب مسلم الثبوت کی طرف مسند کیا ہی یہہ نرا مجعل
اور کذب بحت ہی اصل یہ کہ خود مسلم الثبوت ہی مین لکھا ہی کہ ابن صلاح نی تقلید غیر الاربعہ کو اس نظر سی منع کیا ہے
کہ یہہ مذاہب اربعہ خوب مدوّن اور منفصل ہوگئی ہین اور باب باب اور فصل فصل کئی گئی ہین اور خوب مہذب اور منقح اور
معلل ہوگئی ہین اور سوا اسے ان مذاہب کے یہہ تحقیق اور تفصیل اور تعلیل اور تبویب اور تنقیح کسیمین پائی نہیں جاتی اور خصوصاً مسلم
ابن صلاح کی اس نظر کو جو در اصل مبنی اسکا قول امام الحرمین کا ہے بہی باطل کر دیا ہے بدلیل اجماع صحابہ اور اجماع تمام
مسلمین کے اور مسلم کی شرح مین مولانا بحر العلوم لکہنوی حنفی نے خوب تفصیل دلائل سے قول ابن صلاح کو اور اوسکی
مبنی کو باطل کیا ہے اور اچھے طرح سے تخصیص اور تعیین مذاہب اربعہ کو اوٹھایا ہے چنانچہ کہا ہے مسلم اور شرح بحر العلوم مین
قال الامام اجمع المحققون علی منع العوام من تقلید اعیان الصحابۃ رضوان الله تعالیٰ علیہم فان اقوالہم قد
تحتاج من استخراج الحکم منہا الی تنقیۃ کما فی السنۃ ولا یقدر العوام علیہ بل یجب علیہم اتباع الذین
سبروا ای تعمقوا وبوبوا ای اوردوا ابوابا لکل مسئلۃ علی حدۃ فہذبوا مسئلۃ کل باب فی نقحوا
کل مسئلۃ عن غیرہا وجمعوا بجامع وفرقوا بفارق وعللوا ای اوردوا لکل مسئلۃ مسئلۃ علۃ وفصلوا
تفصیلا یعنی یجب علی العوام تقلید من تصدی لعلم الفقہ لا لاعیان الصحابۃ وعلیہ ابتنی ابن الصلاح منع
تقلید غیر الائمۃ الاربعۃ ہم الامام الہمام امام الائمۃ ابو حنیفۃ الکوفی والامام مالک والشافعی والامام
احمد رحمہم الله تعالیٰ وجزاہم عنا احسن الجزاء لان ذلک المذکور لم یدر فی غیرہم

سلہ امام نے کہا ہے محقق لوگ کہہ گئی ہین یہہ کہ عام لوگون کو صحابہ کے بڑے بڑے کی تقلید سے منع ہے کیونکہ صحابہ کے قول مدیث کیطرح حکم کی برآمد کرنی مین تجسُّس
تفتیش کے محتاج ہین اور عام لوگ اوسپر قادر نہیں بلکہ عام لوگونپر ضرور ہے کہ اون لوگون کی پیروی کرین جو ہر مسئلہ کے باب جداجدا مقرر کردئی ہین اور
ہر مسئلہ کے وجوہات بیان کردئی ہین اور تفصیل کردی ہے حاصل کلام یہہ ہے کہ عام لوگونپر ضرور ہے انکی پیروی جو متصدی علم فقہ کی ہوئے ہین صحابہ کی پیروی انکو نہین چاہیے
اور اسیپر بنا رکھکر اور انکی پیروی کے ممنوع ہونیکی بنا ابن صلاح نی رکہی ہے اور وہ ائمہ اربعہ امام عالی ہمت امامونکے امام ابو حنیفہ کوفی اور امام مالک اور
شافعی اور امام احمد ہین اللہ اون پر رحمت کری اور ہماری طرف سے اچھا بدلا دے اور انہین کے سیر وسے اسلئے ہے کہ وہ باب اور فصلین وغیرہ

وفیہ ما فیہ فی الحاشیۃ قال القرافی انعقد الاجماع علی ان من اسلم فلہ ان یقلد من شاء من العلماء من غیر
حجر واجمع الصحابۃ علی ان من استفتی ابا بکر وعمر امیری المؤمنین فلہ ان یستفتی ابا ہریرۃ ومعاذ بن جبل
وغیرہما ویعمل بقولہم من غیر نکیر فمن ادعی برفع ہذین الاجماعین فعلیہ البیان انتہی فقد بطل بہذین الاجماعین
قول الامام وقولہ اجمع المحققون لا یفہم منہ الاجماع الذی ہو حجۃ حتی یقال یلزم تعارض الاجماعین بل الذی
یکون مختارا عند احد ویکون الجماعۃ متفقین علیہ یقال اجمع المحققون علی کذا ثم فی کلامہ خلل اخر وہو ان
التبویب لا دخل لہ فی التقلید وکذا التفصیل فان المقلد ان فہم مراد الصحابی عمل والا سأل عن مجتہد اخر
فافہم وبطل بہذا قول ابن الصلاح ایضا ثم فی کلامہ خلل اخر اذ المجتہدون الاخرون ایضا دونوا مذاہبہم مثل
الائمۃ الاربعۃ وانکار ہذا مکابرۃ وسوء ادب فالحق انہ انما منع من منع تقلید غیرہم لانہ لم یبق روایۃ مذہبہم
محفوظۃ حتی لو وصل روایۃ صحیحۃ من مجتہد اخر یجوز العمل بہا الا تری ان المتاخرین افتوا بتحلیف الشہود واقاموا
لہ مقام التزکیۃ علی مذہب ابن ابی لیلی فافہم انتہی ما فی المسلم وشرحہ لبحر العلوم

اور ایسا ہی فاضل قندہاری نے مغتنم الحصول میں فرمایا ہے تو اس عبارت مسلم کی اور شرح کی سے جناب مولف کی کیسی
تکذیب ہوئی اور معلوم ہوا کہ منع کرنا ابن صلاح کا تقلید سے غیر ائمہ اربعہ کی اجماع مرکب پر مبنی نہیں بلکہ قول امام الحرمین
کے اور وہ پھر بھی غلط اور مخالف اجماع صحابہ اور اجماع تمام مسلمین کے ہے اور اسی جگہ سے باطل ہوا جو کہ مولف نے اعتراض وفیہ
ما فیہ کا جواب نا صواب پایا تھا اور کہا تھا کہ اوٹھ گیا شبہ اور اسکا ساتھ نقل کرنے ان ثقات مذکورین کی اس اجماع کو

اور انکی کلاموں میں نہیں سمجھے جاتیں اور اس قول میں بڑا اعتراض ہے حاشیہ حسینیہ میں کہ قرافی نے کہا ہے کہ اجماع ہو چکا ہے اس پر کہ جو مسلمان ہے
اوسے چاہیے کہ علماء وقت کے علما میں سے جسکے پیرو چاہے ہو اور متفق ہوگئی صحابہ اس پر کہ جو فتوی پوچھے دونوں مومنوں کی سردار ابوبکر اور عمر سے تو
اوسکو لائق ہے کہ فتوی پوچھے ابوہریرہ اور معاذ بن جبل وغیرہ سے اور بلا کھٹکے انکی فتوے پر عمل کرے اور جب کسیوں ان دونوں اجماعوں کی مرتفع ہونیکا دعوی کرے
تو دلیل اسکی اوسکی ذمہ پر ہے ہو چکی عبارت حاشیہ کی سو بلاشک ان دونوں اجماعوں سے امام الحرمین کا قول جھوٹا پڑ گیا اور امام کے اس قول سے
کہ محقق لوگ اکھٹے ہوگئی ہیں وہ اجماع نہیں سمجھا جاتا جو حجت ہے تاکہ یہ کہدیا جاوے کہ دو اجماعوں کا باہم مخالف ہونا لازم آتا ہے بلکہ جب
کسی شخص کے مختار کو جب ایک گروہ متفق ہو جاوے کہدیتے ہیں کہ محقق لوگ اس پر اکھٹے ہو گئے ہیں پھر اوسکی کلام میں اور خرابی ہے کہ باب بنانیکا
اور ایسا ہی تفصیل کو بیچ تقلید کے دخل نہیں ہے کیونکہ اگر مقلد نے مراد صحابی کو سمجھ لیا تو عمل کریگا اور نہیں تو اور مجتہد سے پوچھ لیگا سمجھ لو
اس کلام کو اور اس سے ابن صلاح کا قول بھی باطل ہوگیا پھر اس کلام میں اور خلل ہے اسلئے کہ اور مجتہدوں نے بھی مثل ائمہ اربعہ کے صرف توجہ کیا ہے
چنانچہ نا ماننا اسکا ہٹ دھرمی ہے اور بے ادبی سو سچ تو یہ ہے کہ جس نے سوا ائمہ اربعہ کے اوروں کی پیروی کو منع کیا ہے سو اسی واسطے منع کیا ہے کہ صحیح روایتیں اونکی
مذہبوں کی باقی نہیں رہیں یہانتک کہ اگر کسی اور مجتہد کے مذہب کی روایت صحیح ملجاوے تو اوسپر عمل کرنا روا ہی کیا تو نے دیکھا نہیں کہ قائم مقام تزکیہ کے
متاخرین نے گواہوں کی قسم دلانے پر موافق مذہب ابن ابی لیلی کی فتوی دیا ہے سمجھ لے تو پوری ہو چکی عبارت مسلم اور اوسکی شرح بحر العلوم کی جو تصنیف ہے

ہیں اور وجہ باطل ہونے اس جواب کی یہہ ہی کہ مبنی اعتراض مسلم کا اجماع صحابہ کا ہے جسکے بعد کوئی اجماع مخالف اوسکا اور ناسخ اوسکا باجماع اہل اصول کے مقبول نہیں ہے اور اجماع تمام مسلمین کا ہے جو کہ قرافی نے نقل کیا ہے اور مبنی مولف کی جواب کا اختلاف ائمہ اربعہ کا ہے جسکو بے دلیل وحجت اجماع مرکب نام رکھہ لیا اور جسکے قرار واقعی تغلیط کی گئی ہے فتذکّروا ولا تکن من المغترین تنبیہ بعد ذکر دینے دعوے اجماع مرکب کی حقیت خار دکرنیکی باقی کلام کو مولف کی نہیں رہی کیونکہ وہ تمام اسی سے مستند اور اسی پر مبنی ہے اور جبکہ مبنی اور اصل باطل ہوگیا تو جو کہ اسپر بنا کیا گیا ہے اور اوسپر متفرع کیا ہے بطریق اولیٰ باطل ہوگیا لاکن چونکہ کلام باقی مولف کا قطع نظر بطلان دعوے اجماع مرکب کے سے اور دلائل اور وجوہ سے سے بہی باطل تہا اسلئے اوسکی ردکی درپے ہوتے ہیں **قال** بس ثابت ہوئیں اس سے کتنی باتیں اول تو یہہ کہ باطل ہو قول اون جہلا کا کہ کہا اونہوں نے تقلید شرک ہے بسبب قول اللہ تعالیٰ کے قل یا اہل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم ان لا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ اور بسبب قول اللہ تعالیٰ کے اتخذوا احبارہم ورہبانہم اربابا من دون اللہ پس حاصل یہہ کہ یہہ قول باطل ہے بسبب اس اجماع کی کہ منقول ہے بڑے علما سے اور بسبب قول اللہ تعالیٰ کے یا ایہا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم اور بسبب اس قول اللہ تعالیٰ کے فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون الخ **اقول** یہہ جو ثابت ہی مولوی اسمٰعیل حنفی پر تو ثابت ہوا جو کہ ہمنے خطبہ میں کہا تہا کہ رسالہ مولف کا مقابلہ مولوی اسمٰعیل کے تالیف ہوا ہی سو بیان اسکا یہہ ہوگا کہ پہلی ایک مقدمہ سن لینا چاہیے وہ مقدمہ یہہ ہے کہ معنے تقلید کی اصطلاح میں اہل اصول کی یہہ ہیں کہ مان لینا اور عمل کرلینا ساتہہ قول بلا دلیل اوس شخص کے جسکا قول حجت شرعی نہو تو بنا بر اس اصطلاح کی رجوع کرنا عامی کا طرف مجتہدون کی اور تقلید کرنی اونکی کسی مسئلہ میں تقلید نہوگی بلکہ اسکو اتباع اور سوال کہینگے اور معنی تقلید کے عرف میں یہہ ہیں کہ وقت لاعلمی کے اہل علم کا قول مان لینا اور اوسپر عمل کرنا اور اسی معنی عرفی سے مجتہدون کی اتباع کو تقلید بولا جاتا ہے چنانچہ ملا حسن شرنبلالی حنفی عقد الفرید میں فرماتے ہیں حقیقۃ التقلید العمل بقول من لیس قولہ احدی الحجج الاربعۃ الشرعیۃ بلا حجۃ منہا فلیس الرجوع الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم والاجماع من التقلید لان کلا منہا حجۃ شرعیۃ من الحجج الشرعیۃ وعلی ہذا اقتصر الکمال فی تحریرہ وقال ابن امیر الحاج وعلی ہذا عمل العا

ـه[illegible] سو سمجہو تو اور نہ ہو گمراہی مانو ہن ـه[illegible] کہہ اے اہل کتاب آؤ طرف ایک بات کی کہ برابر ہے درمیان ہماری اور درمیان تمہاری یہہ کہ نہ عبادت کرین ہم مگر اللہ کو اور نہ شریک لاوین ساتہہ اوسکی کچہہ اور نہ پکڑین بعضے ہمارے بعض کو پروردگار سوا اللہ کے ـه[illegible] پکڑا اونہوں نے عالموں اپنے کو اور درویشوں اپنے کو پروردگار سوا اللہ کے ـه[illegible] اے لوگو جو ایمان لائے ہو فرمان برداری کرو اللہ کی اور کہا مانو رسول کا اور صاحبوں حکم کی کا تم میں سی ـه[illegible] سو پوچہو تم ذکر والوں سے اگر ہو تم نہیں جانتے ـه[illegible] اصل تقلید کی ایسی شخص کی قول پر عمل کرنا کہ جسکا قول چاروں حجتوں شرعیہ میں سے نہو اور نہ اوسکی قول پر عمل کرنیکی کوئی حجت شرعی ہو سو رجوع کرنا آنحضرت اور اجماع کیطرف تقلید نہیں ہے اسلئے کہ یہہ دونو حجتوں شرعیہ میں سے ہیں اور اسی پر لکہا ہی کمال الدین نے تحریر میں اور ابن امیر الحاج نے کہا ہے کہ اسی پر ہے عمل کرنا امتحان کا

بقول المفتی وعمل القاضی بقول العدول لان کلا منہما وان لم یکن احدی الحجج فلیس العمل بہ بلا حجۃ شرعیۃ لایجاب النص اخذ العامی
بقول المفتی واخذ القاضی بقول العدول نحو ما فی العقد الفرید لبیان الراجح من الاختلاف فی جواز التقلید اور فاضل قندہاری نے معتمد الصدور
میں لکھا ہے التقلید العمل بقول من لیس قولہ من الحجج الشرعیۃ بلا حجۃ فالرجوع الی النبی علیہ الصلوۃ والسلام او الی الاجماع
لیس منہ وکذا رجوع العامی الی المفتی والقاضی الی العدول لوجوبہ بالنص بل رجوع المجتہد والعامی الی مثلہ لکن العرف
علی ان العامی مقلد للمجتہد قال امام الحرمین وعلیہ معظم الاصولیین وقال الغزالی والآمدی وابن الحاجب ان سمی الرجوع الی الرسول والی
الاجماع والی المفتی والی الشہود تقلیدا فلا مشاحۃ انتہی پس ثابت ہوا کہ آنحضرت کی پیروی کو اور مجتہدین کی اتباع کو تقلید کہنا جائز
ہے اور جبکہ معنے مجتہد ہوا تو اب معلوم کرنا چاہیے کہ تقلید مجتہد کی عالم بالحدیث والقرآن کو وقت جاننے ایک مسئلہ
کے قرآن مجید سے یا حدیث سے اوس مسئلہ معلومہ میں نہ چاہیے مثلاً جبکہ عالم بالحدیث والقرآن کو معلوم ہو کہ پانچ وقت کی نماز
فرض ہے ہر مکلف پر تو پھر اوسکو اس مسئلہ میں تقلید کسی مجتہد کی نہ چاہیے بلکہ اوس وقت تقلید رسول مقبول صلعم کی پر ضرور
چاہیے اسلئے کہ جس آیت کی حکم سے کہ تقلید ثابت ہے تو وہ اوسی صورت میں ہی جبکہ لاعلمی ہو قال اللہ تعالی فاسئلوا اھل الذکر ان
کنتم لا تعلمون یعنے پس سوال کرو اہل ذکر سے اگر نہ جانتے ہو تم اور یہی آیۃ دلیل ہے وجوب تقلید پر کما اشار
الیہ المحقق ابن الہمام فی التحریر وغیرہ اور ظاہر ہی کہ امر بالسوال اس آیہ میں مقید بالشرط ہے اور اصول فقہ میں محقق ہے
کہ حکم مقید بالشرط متعدی نہیں ہوتا ہے اوس فرد میں جو کہ مجرد ہو اوس شرط سے چنانچہ مسلم الثبوت میں لکھا ہی
الظاہر ان التخصیص بمعنی القصر اتفاق وانما الخلاف فی اثبات النقیض انتہی اور توضیح میں کہا ہے وعندنا الثابت
ابتداء بالتعلیق بل یبقی الحکم علی العدم الاصلی حتی یکون ھذا العدم حکما شرعیا بل عدما اصلیا انتہی اور ایسی کوئی دلیل قرآن سی یا حدیث سی
یا اجماع سی یا قیاس سی جو کہ باوجود علم کی تقلید کو واجب یا جائز کردی اور اوسکو عدم اصلی نکالی نہیں ہے بلکہ کئی آیات صریحہ دلالت کرتی ہیں
اسپر کہ بعد علم کسی مسئلہ کے قرآن یا حدیث سی بدون کسیکی تقلید کے پیروی قرآن اور حدیث کی لازم ہے قال اللہ
تعالی ولئن اتبعت اھواءھم بعد الذی جاءک من العلم مالک من اللہ من ولی ولا نصیر اور جب سائل کے آگے سی عنقریب شاہ عبد العزیز قدس سرہ

مفتی کے قول پر اور عمل کرنا قاضی کا فقہ کی قول پر کیونکہ یہہ دونو اگرچہ خود حجت شرعی نہیں ولیکن عمل انپر بے حجت شرعی نہیں اسلئے کہ حکم
کہا ہوا انجان کے لئے مفتی کی قول پر عمل کرنیکا اور قاضی کی لئے ثقہ کے ثقہ کی قول پر عمل درآمد کرنیکا شرع میں وارد ہوا ہے مثلاً جیسا کہ عبارت عقد الفرید میں
ہے وہ عقد الفرید جسمیں اختلاف جواز تقلید کے امر غالب کا بیان ہے ۱ے تقلید اوس شخص کی قول پر بلا دلیل عمل کرنا ہے جسکا قول حجتون
شرعیہ میں سی نہو سو رجوع کرنا آنحضرت اور اجماع کیطرف تقلید نہیں ہے اور اسیطرح رجوع کرنا انجان کا مفتی کی قول کیطرف اور رجوع کرنا قاضی کا
ثقہ آدمی کے قول کیطرف تقلید نہیں ہوگی کیونکہ یہہ رجوع بحکم شرع واجب ہے بلکہ رجوع کرنا مجتہد یا انجان کا اپنے جیسے اوسکی طرف تقلید نہیں لیکن مشہور یون
ہو گیا ہے کہ انجان مجتہد کا مقلد ہے امام الحرمین نے کہا ہے کہ یہ قول مشہور ہے بڑی بڑی اصولیوں کا اور غزالی اور آمدی اور ابن حاجب نے کہا ہی
رجوع کرنا آنحضرت اور اجماع اور مفتی اور گواہون کی طرف اگر تقلید قرار دیا جاوے تو کچھہ حرج نہیں ہے ۲ے جیساکہ اشارہ کیا ہے اسطرف محقق ابن ہمام نے اپنی تحریر

ہوئی ہیں جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے فبشر عبادی الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ اولئک الذین ھداھم اللہ
واولئک ھم اولوا الالباب یعنی بشارت دے میرے بندوں کو جو سنتے ہیں بات اور اتباع کرتے ہیں اچھی کی اور حضرت شیخ جلال الدین سیوطی کتاب الرد علی
من اخلد الی الارض میں فرماتے ہیں حضرت امام مالک وابو حنیفۃ والشافعی رضی اللہ عنہم نے منع کیا تقلید سے رضی اللہ عنہم
[illegible] شیخ عبد الوہاب شعرانی الیواقیت والجواہر میں فرماتے ہیں وکان الامام
احمد یقول لیس لاحد مع اللہ ورسولہ کلام لا تقلدنی ولا تقلدن مالکا ولا الاوزاعی ولا النخعی ولا غیرہم وخذ الاحکام
من حیث اخذوا من الکتاب والسنۃ انتہی اور فاضل بہاری مسلم الثبوت میں فرماتے ہیں العدول
من الدلیل الی التقلید خلاف المعقول کیف وفیہ ریب وقد امرنا بترکہ فی الحدیث المنقول انتہی اور تاج الدین عثمان
جامع الفوائد میں فرماتے ہیں من یعمل بقول المجتہدین فی مسائل الدنیا والآخرۃ ویترک الحدیث الصحیح المتصل
الاسناد ولا یعمل بالحدیث انتہی اور علامہ مجد الدین صاحب قاموس سفر السعادۃ میں فرماتے ہیں [illegible]
[illegible] از حدیث ثابت است [illegible] انتہی اور قاضی عضد شارح مختصر الاصول فرماتے ہیں
المستفتی المقلد والمفتی المجتہد والمستفتی فیہ ہو المسائل الاجتہادیۃ انتہی یعنی وہ مسئلے جن کی تقلید چاہیے
وہ مسائل اجتہادیہ ہیں نہ منصوصہ اور مولانا شاہ عبد العزیز قدس سرہ فتح العزیز میں تحت اس آیہ کی ولئن اتبعت اہواءہم
بعد الذی جاءک من العلم الآیۃ فرماتے ہیں یعنی آیہ معلوم شد کہ بعد از [illegible] دلائل [illegible] تقلید باطل است [illegible]
[illegible] اور مولانا اسمٰعیل شہید صراط مستقیم میں فرماتے ہیں پس ہر مسئلہ کہ حدیث صحیح غیر منسوخ [illegible]
[illegible] اگر عالم بالحدیث کو وقت عمل کسی مسئلہ کے معلوم ہے تقلید کسی مجتہد کے نہ چاہیے اگرچہ قول اوس مجتہد کا موافق ہے
اوس حدیث کی ہو لیکن جو لوگ کہ حدیث پر عمل کرنے سے منع کرتے ہیں اور باوجود معلوم ہونے کے حق نہیں سوجھتا [illegible]
عذر پیش کرتے ہیں کہ آجکے دن حدیث پر عمل کرنا بہت دشوار ہے کیونکہ حدیث وقرآن ایک دریا ہے ناپیدا کنار اوسکو سمجھنا اور اوس پر عمل کرنا

[illegible] ہے بلکہ نہیں کر خلاف [illegible] ثابت کرتے ہیں [illegible] اور [illegible] تقلید سے حکم ثابت نہیں ہوتا بلکہ حکم اپنے [illegible]
[illegible] حکم شرعی نہیں [illegible] فرمایا اللہ تعالیٰ [illegible]
[illegible] علم نہیں [illegible] کوئی مدد گار [illegible] خوشخبری دی [illegible]
[illegible] ہرگز نہیں [illegible] مالک اور ابو حنیفہ اور شافعی [illegible]
[illegible] اور امام احمد کہتے [illegible]
[illegible] قرآن اور حدیث [illegible] حکم شرعی [illegible]
[illegible] تقلید [illegible]
[illegible] حدیث صحیح متصل الاسناد [illegible]

مجتہد مطلق ہی کا کام ہے اور ہماری شان ایسی نہین ہے کہ حدیث و قران کو سمجھین اور اگر کچھ ترجمہ ظاہری سمجھتے بھی ہین تو پھر ہمکو یہہ معلوم نہین ہوتا کہ فلانی حدیث منسوخ ہے یا نہین یا معنے ظاہر پر محمول ہے یا مئول ہے یا کوئی اور حدیث اسکی معارض موجود ہے یا نہین تو اس عذر کا دو وجہ جواب ہے وجہ اول یہہ کہ قران اور حدیث ایسے مشکل نہین ہین کہ سوائے مجتہد مطلق کے کسی کی سمجھ مین نہ اوین بلکہ ایسے آسان ہین کہ جسکو لغت عرب سے معرفت ہو خاص کر علما تو وہ بخوبی بشرط قصد سمجھنے کی معنی سے قرآن اور حدیث کے واقف ہوجاتا ہی قولہ تعالی ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر وقال تعالی ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیھم آیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتب والحکمة وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین الآیة وقال تعالی ولقد انزلنا الیک آیت بینت وما یکفر بھا الا الفسقون تو جو کوئی اہل علم ہوکر کہے کہ ہم قران و حدیث نہین سمجھتے تو گویا وعید مین آیہ کریمہ مذکورہ بالا کی داخل ہوا جیسا کہ مولنا اسمعیل شہید رسالہ تقویة الایمان مین فرما گئی ہین اسیطرح سب محققین نے تصریح کی ہی کہ حکم منصوص کو ہر ایک عالم سمجھتا ہے اور جو کہ ساتھ مجتہد کے مختص ہے وہ قیاس ہے چنانچہ شرح شاشی مین کہا ہی کل عالم لہ اصابة الحکم المنصوص علیہ مطلقا سواء کان قطعیا او ظنیا بحسب الدلالة والاثبات وما کان ظنی الثبوت اعنی القیاس فھو المختص بالمجتھد انتہے اور قاضی عضد نے کہا ہے اذا دخل الفاء فی لفظ الراوی مثل زنی ماعز فرجم فالفقیہ وغیرہ فی ذلک سواء انتہی بلکہ شیخ ابن الہمام نے لکھا ہے کہ دلالة النص کو جو کہ عبارت النص اور اشارة النص سے مرتبہ خفا مین ہے عوام بھی سمجھتے ہین چنانچہ تحریر مین فرماتے ہین ان دلالة النص یخالف القیاس فی ان القیاس یختص بالمجتھد و دلالة النص یفھمھا العوام انتہے تو سب کتب فقہ مین تصریح ہے کہ جو عامی ظاہر معنی پر حدیث افطر الحاجم و المحجوم کے مطلع ہوکر بعد حجامت کے جانکر کچھ کہا لے تو اوسپر کفارہ نہین آتا چنانچہ بحر الرائق مین کہا ہے وان لم یستفت ولکن بلغہ الخبر وھو قولہ علیہ السلام افطر الحاجم والمحجوم وقولہ علیہ السلام الغیبة تفطر الصائم ولم یعرف النسخ ولا تاویلہ فلا کفارة علیہ عندھما لان ظاہر الحدیث واجب العمل بہ خلافا لابی یوسف لانہ لیس للعامی العمل بالحدیث لعدم علمہ بالناسخ والمنسوخ انتہی اور ہدایہ مین کہا ہے ولو بلغہ الحدیث فاعتمدہ فکذٰلک عند محمد لان قول الرسول صلی اللہ علیہ وسلم لاینزل عن قول المفتی انتہی

ف فتوا پوچھنی والیکا مقلد ہونا اور مفتی کا مجتہد ہونا اور اجتہاد کے طور پر فتوا دینا یہہ سب مسائل اجتہادیہ مین ہوتا ہے۔ ف اور البتہ آسان کیا ہمنے قران کو واسطے نصیحت کے پھر کیا ہے کوئی نصیحت پکڑنیوالا ف وہی ہے جسنے بھیجا ان پڑھون مین پیغمبر اونہین مین کا پڑھتا ہی اونپر قرآن اوسکی اور پاک کرتا ہے اونکو اور سکھاتا ہے اونکو کتاب اور حکمت اور بلاشک تھے آگے اسکے البتہ گمراہی مین صریح ف اور البتہ اتارے ہمنے تیری طرف کھلی نشانیاں اور انکار نہین کرتے سوا بدکار لوگ ف اگر فتوا نہین پوچھا لیکن پہنچی اوسکو حدیث اور وہ حدیث آنحضرت کا یہہ فرمانا کہ پچھنی لگانیوالا اور لگوانیوالا دونون کا روزہ نہین اور یہہ فرمانا آنحضرت کا کہ غیبت روزہ توڑدیتی ہی اور یہ شخص حدیث کا منسوخ ہونا اور اوسکی تاویل نہین جانتا تو اوسپر کفارہ نہین شیخین کے نزدیک کیونکہ ظاہر حدیث پر عمل کرنا واجب ہے لیکن امام ابو یوسف نے اسمین خلاف کیا اور اونکی دلیل خلاف کی یہہ ہے کہ عامی کو بسبب اوسکی ناواقفی ناسخ اور منسوخ کی حدیث پر عمل کرنا نہین پہونچتا یہہ تھی عبارت بحر الرائق کی۔

اقول حاصله ان ابی یوسف انما هو فی العامی الصرف الجاهل الذی لا یعرف معنی الاحادیث وتاویلها واما العارف بمعانی النصوص وتاویلاتها ونسخها وترجیحها وصحتها وسلامتها عن معارضتها قوی منها فلا خلاف فی صحة عمله بها کما قال فی خزانة الروایات نقلا عن دستور السالکین واما الجواب عن قول ابی یوسف ان للعامی الاقتداء بالفقهاء فمحمول علی العامی الصرف الجاهل الذی لا یعرف معنی الاحادیث وتاویلها لانه اشار الیه بعدم الاهتداء فی حقه الی معرفة الاحادیث وکذا قوله وان عرف العامی تاویله یجب الکفارة الا ان المراد من العامی غیر العالم وفی المحیط العامی منسوب الی العوام وهم الجهال فعلم من هذه الاشارات ان مراد ابی یوسف ایضا من العامی الجاهل الذی لا یعرف معنی النص وتاویله فبما ذکر من قول ابی حنیفة والشافعی ومحمد یندفع قول القائل بوجوب العمل بالروایة بخلاف النص انتهی ما نقله الشیخ الاجل فی عقد الجید

اور تلویح اور حاشیہ شیخ الاسلام علی التلویح اور شرح عقائد اور فتاوی فضلیہ اور نقود وغیرہ سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ سمجھنا النصوص کا مجتہدون پر خاص نہین بلکہ غیر مجتہد بھی سمجھتے ہین تو بہر حال سمجھنا علما کا معانی نصوص کو بلا خلاف ثابت ہوا اور جبکہ یہہ ثابت ہوا کہ اہل علم بعض معانی احادیث اور قرآن کو خوب سمجھ سکتے ہین تو اب معلوم کرنا چاہیے کہ اسیطرح عالم متبع طالب حق کو دیکھنے سے کتب احادیث اور شروح انکی کی اور کتب اسماء الرجال کی غالب ظن سے یہہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ فلانی فہم ومستعد اوسکے کہ فلانی حدیث صحیح ہے یا ضعیف ہے اور معمول بہ ہے یا منسوخ ہے اور اسکی معارض کوئی حدیث صحیح موجود ہے یا نہین اگرچہ دو چار مسئلہ پر واقف ہو جاوے گو کہ تمام کل مسائل کے دلائل پر نہ پہنچے یعنی اوس مسئلہ کی دلیل مثلاً جانتا ہے اور مسائل مین مقلد ہی تو یہہ عیب کی بات نہین درستا درحق ہی ایسی کہ تجزی اجتہاد مین جایز ہے بنا بر قول حق کی جیسا کہ ملا عبد العلی وغیرہ شرح مسلم مین فرماتی ہین اور مسلم الثبوت سی بھی واضح ہوتا ہی غیر المجتہد المطلق ولو کان عالما یلزمه تقلید المجتهد فیما لا یقدر علیه من الاجتهاد ای تحصیله بالاجتهاد بناء علی التجزی فی الاجتهاد ویلزم التقلید القاصر فیما یقدر علیه وفیما لا یقدر

مین کہتا ہون کہ خلاف ابو یوسف کا بیچ ایسے کی نہین کہ وہ ایسی نادان ہے کہ جو معنی حدیثون کی اور انکی تاویلین نہین جانتا اور کہلی کہ تحقیق پہنچانے اور حدیثون کے معنے اور تاویلین اور ناسخ منسوخ اور صحیح ضعیف پہنچانے والا سو اوسکی عمل کی صحیح ہونی مین کسیکے کا خلاف نہین جیسا کہ دستور السالکین سے خزانة الروایات مین کہا ہے اور امام ابو یوسف کے قول کا جواب کہ انجان کو فقہا کی پیروی ہی سو یہہ اوس انجان پر محمول ہی جو ایسا جاہل ہو کہ حدیث کی معنی اور انکی تاویلین نہین جانتا اسواسطی کہ یہہ اشارہ کر دیا کہ اوسکی حق مین معرفت حدیث کی راہ پانی نہین ہے اور اسیطرح ابو یوسف کا یہہ کہنا کہ اگر انجان حدیث کی معنی جانتا ہے تو اوسپر کفارہ ہے اشارہ ہی کہ انجان سی مراد جاہل ہے اور محیط کی کہ عامی عوام کیطرف منسوب ہوتا ہے اور وہ جاہل لوگ ہوتی ہین سو ان اشارات سی معلوم ہوا کہ ابو یوسف کے مراد بھی انجان سی وہ جاہل ہے جو نص کے معنے اور تاویل نہین جانتا سو ابو حنیفہ اور شافعی اور محمد کے قول مذکور سے کہنی والیکا یہہ کہنا کہ نص کے خلاف روایت پر عمل واجب ہی دفع ہو گیا ہو چکی وہ عبارت جسکی نقل کیا شیخ بزرگ نے عقد الجید مین سلہ نا غیر مجتہد اگرچہ کچھ عالم ہو اوسکے اوسی پیروی مجتہد کے اون مسئلون مین جنمین اوسی اجتہاد کی قدرت نہین ہے اور یہہ بات اقسام اجتہاد پر مبنی ہے اور یہہ بات

لیبنا علی نقیہ بالتحری وقد عرفت ان الحق ہو الاول انتہی ما قال مولانا عبد العلی فی شرح مسلم الثبوت اور اگر کہو کہ اطلاع اس
امر کی یقیناً آجکل دن دشوار ہے تو کہا جاویگا کہ علم الیقین تو ان امور کا مجتہدین کو بھی نہیں ہوتا چنانچہ مولانا شاہ ولی اللہ نے
عقد الجید میں فرمایا ہے ورد بانہ ان اراد عدم التیقن ینفی ہذہ الاضافۃ فالمجتہد ایضا لا یحصل لہ فی زماننا التیقن لان اثمامہ
مبنی اکثرہ علی غالب الظن وان اراد انہ لا یدرک ذلک بغالب الظن منعناہ فی صورۃ النزاع لان المتبحر فی المذہب المتتبع لکتب القوم
الحافظ من الحدیث والفقہ جملۃ صالحۃ کثیرا ما یحصل غالب الظن بان الحدیث غیر منسوخ ولا مؤول بل یجب القول بہ انتہی بلکہ آجکل ان پہلی سے
زیادہ غلبہ ظن حاصل ہوتا ہی کیونکہ ابتدا زمانہ مین علم حدیث زبانی سیکھا جاتا تھا۔ اور کتب مدون نہ تھی اور قواعد
ممہد نہ تھے اور کتب اسماء الرجال کا نام ونشان نہ تھا اور اب بحمد اللہ سب کچھ بالا بدیہ للعمل موجود ہے چنانچہ عنقریب کلام شیخ
عبد الرحمن بن اسمٰعیل **ابو شامہ** کے آویگا اور **وجہ ثانی** یہہ کہ اگر کوئی شخص اہل علم حسب سعت اپنی کی ایک حدیث کی
تحقیق کر سکے اوسپر عمل کرلے تو نہایت یہی ہوگا کہ وہ حدیث منسوخ ہوگی تو ہم کہتے ہین کہ وہ شخص عمل کرنیمین ساتھہ اوس
حدیث کی گنہگار نہوگا اور وہ عمل اوسکا باطل اور قابل اعادہ کی نہوگا جیسا کہ مروی ہے کہ بعد نسخ قبلہ ٹہرانی بیت المقدس
کی بعض لوگ بدستور قدیم طرف بیت المقدس کے نماز پڑہتے رہے اور جب آنحضرت سی اونکو خبر پہونچی تو متوجہ مکہ کی طرف
ہوئی اور آنحضرت علیہ السلام نی اونکو یہہ نہکہا کہ جو نماز طرف بیت المقدس کے باوجود منسوخ ہونی استقبال بیت المقدس کے
پڑہہ چکی تھی اونکو اعادہ کرین چنانچہ **فاضل قندہاری** نے **مغتنم** مین کہا ہی انہ علیہ الصلوۃ والسلام
لم یامر الذین صلوا الی بیت المقدس بعد التحویل جاہلین بہ ان یعیدوا صلوتہم انتہی تو عذر اون لوگون کا جو کہ حدیث پر عمل
کرنے سی بالکل منع کرتے ہین بجمیع وجوہ باطل ہوا اور ثابت ہوا کہ عالم بالحدیث کو وقت جاننی ایک مسئلہ کی حدیث کے
تقلید کسی مجتہد کی نہ چاہیئے اوس مسئلہ خاص مین باقی رہی تقلید وقت لاعلمی سو یہہ چار قسم ہے **قسم اول** واجب ہے اور وہ
مطلق تقلید ہے کسی مجتہد کی مجتہد اہل سنت کی سی لا علی التعیین جسکو **مولانا شاہ ولی اللہ** نی عقد الجید مین
لکہا ہے کہ یہہ تقلید واجب ہے اور صحیح ہے باتفاق امت اور اسکے یہہ علامت لکھی ہے کہ عمل مقلد کا ساتھہ قول مجتہد کی اسطرح پر
جیسے شرط کی ہوتی ہے کہ اگر وہ قول موافق سنت کی ہو تو عمل کیا جاویگا اور جبکہ معلوم ہوگا کہ مخالف ہے سنت کی تو اوسکو چھوڑ دیگا

کہ اوسی بالکل سب مسئلونمین پیروی لازم ہے نفی انقسام اجتہاد پر مبنی ہے اور یہہ تو تجھے معلوم ہے کہ حق پہلے ہی ثابت
ہو چکے وہ عبارت جسے مولانا عبد العلی نے شرح مسلم مین کہا ہے **ف** اور یہہ قول اسطور رد کیا گیا ہے کہ اگر ان
احتمالات کی نفی کا عدم یقین مراد ہے تو اسکا یقین تو مجتہد کو بھی حاصل نہین ہوتا وہ تو اپنے اکثر مسائل غالب ظن پر مبنی کرتا ہے اور اگر
یہ مراد ہے کہ وہ شخص اسکو بغالب ظن نہین جانتا تو اسکو نزاع کی صورت مین نہین مانتی کیونکہ متبحر فی المذہب کہ قوم کی کتابونکو دیکھتا
بھالتا ہے حدیث اور فقہ مین سی مقدار شائستہ کا حافظ ہو اکثر اوقات یہہ بات اوسے بالظن غالب حاصل ہوجاتی ہے کہ حدیث منسوخ نہین
ورنہ ایسا قول جسکی تاویل کا قائل ہو واجب ہو **ف** آنحضرت صلعم نے اون لوگونکو جنہون نے بعد تبدیل جہت قبلہ کی نماز بیت المقدس کی طرف

چنانچہ فرماتی ہیں اعلم ان تقلید مجتہد علی وجہان واجب وحرام فاحدہما ان یکون من اتباع الروایۃ ولولا الاتصالہ از الجاہل بالکتاب والسنۃ لایستطیع التتبع ولا الاستنباط لما کان وجہتہ ان یسال فقیہا ما حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مسئلۃ کذا وکذا بلا تعین فاذا اخبر اتبعہ سواء کان ماخوذا من صریح نص او مستنبطا منہ او مقیسا علی النص فکل ذالک راجع الی الروایۃ عنہ صلی اللہ علیہ وسلم ولو دلالۃ وہذا مما اتفقت الامۃ علی صحتہ قرنا بعد قرن وامارۃ ہذا التقلید ان یکون عملہ بقول المجتہد کالمشروط بکونہ موافقا للسنۃ فلا یزال متفحصا من السنۃ بقدر الامکان فمتے ظہر حدیث یخالف قولہ نبذہ ولحق بالحدیث **قسم ثانی** مباح اور وہ تقلید مذہب معین کی ہے بشرطیکہ مقلد اس تعین کو امر شرعی نہ سمجھی بلکہ اس نظر سی تعین کرلی کہ جبکہ امر اللہ تعالی کا واسطی اتباع اہل ذکر کے عموماً صادر ہوا ہے تو ہر ایک مجتہد کا اتباع کرینگی اوسی کی اتباع سی عہدہ تکلیف کیسی فارغ ہوجا ئینگی اور اسمین سہولت بھی پائی جاتی ہے اور علامت اس تقلید کی یہہ ہے کہ اگر دوسرے مذہب کے کسی مسئلہ پر عمل کریگے تو اوس سے انکار نہ کری اور کسی شخص عمل کرنی والیکو برا نجانی اور ملامت اور نکیر نکری مثلاً حنفی المذہب کو مسئلہ رفع یدین اگر معلوم ہو تو اوسکی استعمال سی نفرت اور انکار نکرے بلکہ کبھی کر بھی لے اور حنفی ہوکر کسی کرنیوالی پر طعن نکرے **قسم ثالث حرام وبدعت ہے** اور وہ تقلید ہے بطور تعیین کے بزعم وجوب کے برخلاف قسم ثانی کے **قسم رابع** کشرک ہی اور وہ ایسی تقلید ہے کہ قوت علمی کے مقلد نے ایک مجتہد کا اتباع کیا پہر اوسکو حدیث صحیح غیر منسوخ غیر معارض مخالف مذہب اوس مجتہد کے مسئلہ معلوم ہوئی تو اب وہ مقلد بدستاویز اون عذرات کی جنسے سابقاً بخوبی جواب دیا گیا ہے یا تو حدیث کو قبول ہی نہین کرتا اور یا اوسمین بدون سبب کے تاویل و تحریف کرکی اوس حدیث کو طرف قول امام کی لیجاتا ہی غرضکہ وہ مقلد مذہب کے امام کا ہی نہین چہوڑتا سو ان قسمون مین سی قسم اول اور ثانی تو محتاج اثبات کی نہین کیونکہ اون دونو کو فریقین مسلم کرتے ہین لاکن قسم ثالث اور رابع البتہ معرکۃ الآرا اور محط انظار ہے سو دلائل قسم ثالث کی تو مبحث مین تقلید شخصی کے آویگے **فانتظر** اور قسم رابع کو اس مقام پر مدلل کیا جاتا ہے تو واضح ہو جاوے کہ شرک ہونی پر ایسی تقلید کے آیات قرآنی اور احادیث نبوی بہت سی دال ہین اور بہت علمائے اون آیات اور احادیث سی شرک ہونا ایسی تقلید کا

سلہ سمجہے کہ مجتہد کی پیروی دو قسم کی ہے واجب اور حرام سو ایک تو یہہ ہے کہ باعتبار دلالت کے روایت کا اتباع ہو اوسکی تفصیل یہہ ہے کہ جو شخص قرآن اور حدیث کو نہین جانتا تو وہ بذات خود جستجوی مسائل اور استنباط کی طاقت نہین رکہتا سو اوسکا یہہ ہی وظیفہ ہے کسی فقیہ سی پوچہے کہ آنحضرت صلعم نے فلانی فلانی مسئلہ مین کیا حکم فرمایا ہے جب فقیہ بتا دی تو اوسکی پیروی کرے برابر ہے کہ صریح نص سے لیا ہو یا اوس سے استنباط کیا ہو یا منصوص پر قیاس کیا ہو یہہ سب طور تین حضرت صلعم کے روایت کیطرف رجوع کرتے ہین اگرچہ بطور دلالت کے ہے ہون اور ایسے تقلید کے صحت پر تمام امت کا ہر طبقہ مین اتفاق ہے بلکہ اور تمام امتین اپنی اپنی شریعتون مین ایسے صورت پر متفق ہین اور ایسی تقلید کا نشان یہہ ہے کہ اوسکا عمل مجتہد کے قول پر بشرط اسکے ہے کہ سنت کی موافق ہو سو ہمیشہ جہانتک ہو سکی سنت کے تلاش مین رہے پہر جب ایسی حدیث ملجاوی کہ اوس قول کی مخالف ہو تو اوسکو چہوڑ

ثابت کیا ہے بس نقل کردینا اقاویل اون علما کا جنہین وہ آیات اور احادیث موجود ہین مستغنی ہے ذکر کرنی آیات
کیسی علیحدہ تو سنو کہ تفسیر نیشاپوری مین ضمن اس آیہ اتخذوا احبارہم ورہبانہم اربابا من دون اللہ کی مذکور ہے
کہ یہہ مراد نہین کہ یہود اور نصاری نی اپنے علماء اور درویشون کو خدا ٹہیرا لیا تہا بلکہ مراد یہہ ہے کہ اطاعت اونہون نی
اپنے علماء اور درویشون کی برخلاف حکم خدا اور رسول کے کی تہی عبارت تفسیر مذکور کی بعینہ لکہی جاتی ہے اختلفوا فی معنے
اتخاذہم ایاہم اربابا بعد الاتفاق علی انہ لیس المراد انہ جعلوہم آلہۃ فقال اکثر المفسرین المراد انہم اطاعوہم فی اوامرہم ونواہیہم ونقل
عن عدی بن حاتم کان نصرانیا فانتہی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وہو یقرء سورۃ براءۃ فلما وصل الی ہذہ الآیۃ قال عدی انا لسنا نعبدہم فقال
الیس تحرمون ما احل اللہ وتحلون ما حرم فقلت بلی فقال تلک عبادتہم قال الربیع قلت لابی العالیۃ کیف کانت الربوبیۃ فی بنی اسرائیل
فقال انہم ربما وجدوا فی کتاب اللہ ما یخالف قول الاحبار والرہبان فکانوا یاخذون باقوالہم وما کانوا یقبلون حکم اللہ تعالی قال العلماء انما
یلزم تکفیر الفاسق بطاعۃ الشیطان علی ما ذہب الیہ الخوارج لان الفاسق وان کان یقبل دعوۃ الشیطان الا انہ یلعنہ ویستخف بہ بخلاف اولئک
الاتباع المطیعین قال الامام فخر الدین الرازی رح قد شاہدت جماعۃ من مقلدۃ الفقہاء قرأت علیہم آیات کثیرۃ من کتاب اللہ فی مسائل کانت تلک الآیات
مخالفۃ لمذہبہم فیہا فلم یقبلوا تلک الآیات ولم یلتفتوا الیہا کانوا ینظرون الی کالمتعجب یعنی کیف یمکن العمل بظواہر تلک الآیات مع ان الروایۃ عن
سلفنا وردت بخلافہا ولو تاملت حق التامل وجدت ہذا الداء ساریا فی عروق الاکثرین انتہی ای التفسیر النیشاپوری وہکذا فی التفسیر الکبیر بس امام
فخر الدین رازی کی تقریر سی صاف و صریح ہوا کہ اکثر مقلدین متعصبین مخالفت قرآن و حدیث کی کرتے رہے ہین بسبب غلبہ تقلید کے
اور نیز ظاہر ہوا اونکی کلام سی کہ ایسی تقلید کہ مخالف قرآن و حدیث کی ہو وہ مذموم اور داء سب الرداء ہے اور متعصبین سات اوسکے ہمیشہ سے گرفتار
چلے آتے ہین کہ باعث تعصب ہی کی ظاہر قرآن و حدیث پر عمل کرنا دشوار ہوتا ہے اونپر اور ایسے ہی مقلدین مصداق
اتخذوا احبارہم ورہبانہم اربابا من دون اللہ کے ہین اور جناب مولانا شاہ ولی اللہ نی فرمایا کہ جس کسی نے کہ اپنے امام کو
ایسا سمجہ لیا کہ اسکے شان سی خطا بعید ہے تو اس نظر سے اگرچہ کوئی دلیل خلاف قول اوس امام کی ملی تو بہی اوسکی تقلید کو نہ چہوڑے

له علماء مختلف ہین یہود و نصارا کی اپنی علما کو پروردگار ٹہرانی کے معنون مین بعد اتفاق اسبات کی کہ وہ اپنی علما کو خدا نہین کہتی تہی سو اکثر مفسرون نی
کہا ہے کہ وہ امر و نہی مین اپنے علما ہی کا کہنا کرتے تہے عدی بن حاتم سے منقول ہے کہ وہ حالت نصرانیت مین آنحضرت صلعم کی پاس آئے اور
آنحضرت صلعم سورہ براۃ پڑہ رہے تہے جب اس آیۃ تک پہونچی تو اونہون نے کہا ہم تو اپنے علما کی بندگی نہین کرتے آپنے فرمایا کیا تم حرام نہین
ٹہراتے جسی اللہ نے حلال کیا اور حلال نہین ٹہراتے جسی حرام کیا اونہو نے کہا یہہ تو ٹہیک ہے آپنے فرمایا یہی تو اونکی بندگی ہے ربیع نی کہا میں نے
ابو العالیہ سے پوچہا کہ بنی اسرائیل کا علما کو پروردگار ٹہرانا کیونکر تہا اونہون نے کہا اکثر وہ کتاب اللہ مین وہ مسئلے جو اونکی علما کی مخالف ہوں پاکر اپنے
علما کی قول اونکو لیتے تہے اور حکم خدا چہوڑ دیتے تہے علما نے کہا ہے کہ سوا اسکی نہین جو فاسق کی تکفیر اطاعت شیطان مین لازم نہین آتی بخلاف فرقہ
خوارج کے کہ فاسق اگرچہ شیطان کا کہنا مانتا ہے مگر اوسکو برا کہتا ہے بخلاف ان اطاعت کرنے والون کے کہ اپنے مقتدا اون سی بہ سر تعظیم ہین
امام فخر الدین رازی نے کہا ہے کہ مین ایک گروہ مقلدون سے ملا اور اونکی مذہب کے مخالف کچہ آیتین اونکی روبرو پڑہین تو اونہون نے اون آیتون کیطرف

تو وہ شخص فرمل ہے اتخذوا احبارہم ورہبانہم اربابا من دون اللہ میں چنانچہ عقد الجید میں ارشاد فرماتے ہیں فمن یکون
عامیا یقلد رجلا من الفقہاء بعینہ یرے انہ یمنع من مثلہ الخطأ وان ما قالہ ہو الصواب البتۃ واضمر فی قلبہ ان لا یترک تقلیدہ
وان ظہر الدلیل علی خلافہ وذلک ما رواہ الترمذی عن عدی بن حاتم انہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرء اتخذوا احبارہم
ورہبانہم اربابا من دون اللہ قال انہم لم یکونوا یعبدونہم ولکنہم کانوا اذا احلوا لہم شیئا
استحلوہ واذا حرموا علیہم شیئا حرموہ انتہی اور شاہ صاحب ممدوح قدس سرہ حجۃ
اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں ومنہا التقلید لغیر المعصوم ای غیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم الذی ثبت عصمتہ وحقیقتہ ان یجتہد واحد
من علماء الامۃ فی مسئلۃ فیظن متبعوہ انہ علی الاصابۃ قطعا او غالبا فیردوا بہ حدیثا صحیحا وہذا التقلید غیر ما اتفق علیہ الامۃ
المرحومۃ فانہم اتفقوا علی جواز التقلید للمجتہدین مع العلم بان المجتہد یخطی ویصیب مع الاستشراف لنص النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المسئلۃ
والعزم علی انہ اذا ظہر حدیث صحیح خلاف ما قلد ترک التقلید واتبع الحدیث قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی قولہ تعالی اتخذوا احبارہم ورہبانہم اربابا من دون
اللہ انہم لم یکونوا یعبدونہم ولکنہم کانوا اذا احلوا لہم شیئا استحلوہ واذا حرموا علیہم شیئا حرموہ انتہی کلامہ اور مولانا جناب شاہ
عبد العزیز نے فرمایا ہے کہ جو کوئی کسی کی تقلید اپنے اوپر لازم سمجھ لیوے اور باوجود مخالف معلوم ہو جانے حکم اوسکی کی ساتھ
حکم خدا کی اوسکا اتباع نچھوڑے تو اوسنے بحکم آیۃ اتخذوا احبارہم ورہبانہم اربابا من دون اللہ کے خدا کا شریک
ٹھیرایا چنانچہ فتح العزیز میں تحت آیۃ فلا تجعلوا للہ اندادا وانتم تعلمون کے فرماتے ہیں در ینجا باید دانست کہ چنانچہ
عبادت غیر خدا مطلقا شرک وکفر است اطاعت غیر او تعالی نیز بالاستقلال کفر است ومعنی اطاعت غیر بالاستقلال آنست کہ اورا

توجہ کی اور یہ طریقہ ان تک رہ گئی اور یہ چیز لگی یوں بہی کہ ان آیات مخالف مذہب پر پہلا کیا کہ تمیل ہو سکتا ہے اگر خوب غور کیا جاوے تو یہہ مرض اکثر لوگوں میں
پہیل گیا ہے جو حکی ابتدا نشیا ہو رہی اور سیطرح تفسیر کبیر میں ہے ۵۱ اور جو شخص انجان ہو اور فقہا میں سے کسی ایک کی تقلید کرے یہہ سمجھ کر کہ ایسے
شخص سے خطا مشکل ہے اور یہہ جو کہتا ہے یہی ٹھیک ہے اور دلمیں یہہ بات ٹھیرا رکھی کہ اوسکی تقلید نچھوڑونگا اگرچہ اوسکی خلاف پر دلیل قایم ہو
مصداق ہوگا وہ حدیث جو ترمذی نے عدی بن حاتم سے روایت کی ہے کہ عدی بن حاتم نے کہا کہ میں نے آنحضرت صلعم سے سنا کہ یہہ آیت پڑہتے تھے
کہ ٹھیرایا یہود اور نصاری نے اپنے عالموں اور درویشوں کو پروردگار اللہ کو چھوڑ کر فرمایا کہ وہ لوگ انکی بندگی نہیں کرتے تھے پر اونکا یہہ حال تہا کہ جب
چیز کو وہ لوگ حلال بتا دیتے اوسکو حلال جانتے اور جب انکو کوئی چیز حرام بتا دیتے تو اوسی حرام جانتے ۵۲ اور انہیں سے پیروی غیر معصوم یعنی پیغمبر
کے ہے جنکی عصمت ثابت ہو چکی اور صورت اس تقلید کی یہہ ہے کہ کسی مسئلہ میں کسی عالم کی پیروی کرے اور یہہ گمان کرے کہ وہ یقینی حق پر ہے
یا بالظن غالب اور اس تقلید کی وجہ سے حدیث صحیح کو رد کرے سو یہہ تقلید سوا اوسکی ہے جسپر امت مرحومہ نے اتفاق کیا کیونکہ اونہوں نے اتفاق کیا جواز تقلید
مجتہدوں پر بہ یقین ہیں کہ مجتہد سے خطا اور صواب دونوں ہیں اور مع شمول حدیث آنحضرت صلعم کے اور قصد ایسا کہ جس وقت حدیث خلاف مذہب کے
ظاہر ہووے تو تقلید کو چھوڑ کر حدیث کو لیگا آنحضرت صلعم نے اس آیت کی معنی میں فرمایا کہ ٹھیرایا یہود اور نصاری نے اپنے علما اور درویشوں کو پروردگار اللہ کو چھوڑ کر
اونکی بندگی نہیں کرتے تہے پر اونکا یہہ حال تہا کہ جب انکو کوئی چیز حلال بتاتے تو حلال جان لیتے اور جسکو حرام بتا دیتے تو حرام جانتے تہے ہم جنکے عبادت سمجھ [illegible]

ہم زہبت رابتہ تقلید او در کردن انداختہ و تقلید او را لازم شمارد و با وجود ظہور مخالفت حکم او با حکم او تعالی دست از اتباع او بر ندارد

ہم نصیبت از اتخاذ نماید کہ در آیۂ کریمہ اتخذوا احبارہم ورہبانہم اربابا من دون اللہ والمسیح ابن مریم مذکور شدہ آن غیر

سے پتہ اور مولانا اسمٰعیل صاحب نے بوجہ بسبب شرک ہونا ایسی تقلید کا بدلیل آیہ اتخذوا احبارہم ورھبانہم الآیۃ

اور بدلیل حدیث نبوی کے جو کہ ترمذی نے عدی بن حاتم سے نقل کی ہے ثابت کیا ہے اور یہی وجہ ہے جو شاکر نے جناب مولانا

مولوی اسمٰعیل صاحب پر تو سنو کہ مولانا اسمٰعیل تنویر العینین میں فرماتے ہیں ولیت شعری کیف یجوز التزام تقلید شخص معین

مع تمکن الرجوع الی الروایات المنقولة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم الصریحة الدالة علی خلاف قول الامام المقلد فان لم یترک قول امامہ ففیہ شائبة

من الشرک کما یدل علیہ حدیث الترمذی عن عدی بن حاتم انہ سأل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن قولہ اتخذوا احبارہم ورہبانہم

اربابا من دون اللہ فقال انکم حللتم ما احلوا وحرمتم ما حرموا ولیس المراد بالتقلید التقلید فی العقائد علی ما ینطق بہ لفظ حللتم

وحرمتم فان التحلیل والتحریم انما یستعملان فی الافعال ولیس المراد بہ التقلید مطلقا والا لزم تکلیف کل عامی بالاجتہاد ولیس

المراد بہ رد النصوص وانکارہا فی مقابلة قول ائمتہم والا لم یکونوا نصاری بل المراد ہو تاویل الدلائل الشرعیة الی قول ائمتہم فعلم

من ہذا ان اتباع شخص معین بحیث یتمسک بقولہ وان ثبت علی خلافہ دلائل من السنة والکتاب یأول الی قولہ تشوب من النصرانیة

وحظ من الشرک والعجب من القوم لا یخافون من مثل ہذا الاتباع لا یحیفون تارکہ فاقرء ہذہ الآیة فی وجوہہم کیف اخاف ما اشرکتم ولا تخافون انکم اشرکتم

باللہ ما لم ینزل بہ علیکم سلطانا فای الفریقین احق بالامن ان کنتم تعلمون فتدبر وانصف ولا تکن من المتعصبین نعوذ باللہ ان نکون من المتعصبین

انتہی اور جناب قاضی ثناء اللہ نے بھی ایسی تقلید کو شرک کہا ہے اور اثبات اسکا آیۃ قل یا اہل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا وبینکم

الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ سے اور آیۃ اتخذوا احبارہم الآیہ سے اور حدیث عدی بن حاتم سے

ف۱ مجھی نہیں معلوم کہ کیونکر روا ہو گیا التزام پیروی کرنے ایک شخص معین کے کا باوجود قدرت رجوع کرنے طرف ان روایات کی جو آنحضرت صلعم سے منقول ہیں اور صریح دلالت کرتے ہیں اوپر خلاف قول امام کے پھر اگر مقلد قول امام کو نہیں چھوڑتا تو اوسمیں آمیزش شرک کی ہے چنانچہ دلالت کرتی ہے اوپر اس کے وہ حدیث جسکو ترمذی نے عدی بن حاتم سے روایت کیا ہے کہ اونہوں نے آنحضرت صلعم سے اس آیت کی معنی میں کہ ٹھہرائیو اونہوں نے اپنے علما اور درویشوں کو پروردگار اللہ کو چھوڑ کر پوچھا تو فرمایا کہ حلال ٹھہرایا تھیں اونکی حلال ٹھہرائی ہوئی چیز اور حرام ٹھہرایا تھی اونکی حرام ٹھہرائی ہوئی کو اور نہیں مراد ہے تقلید سے تقلید عقیدہ جیسا کہ دلالت کرتا ہے اوپر لفظ حلال اور حرام کا کیونکہ حلال ٹھہرانا اور حرام ٹھہرانا دونو افعال میں مستعمل ہوتے ہیں اور تقلید مطلق بھی مراد نہیں ہے والا لازم آئیگا اور ہر کسی پر ایجاب اجتہاد و پیر مکلف ہو اور نصوص کا رد کرنا بھی مراد نہیں ہے اماموں کی قول کی مقابلہ میں نہیں تو نصارا نہ ہونگے بلکہ مراد تاویل کرنا ہی دلائل شرعیہ کا اماموں کی قول کی طرف سو اس سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ پیروی کرنی ایک شخص معین کی اسطرح کہ جم جاوے اوسکی قول پر اگرچہ اوسکا خلاف بھی ثابت ہو جاوے قرآن حدیث سے تو اوسی تاویل کرتے چلے جاویں کیف یہہ ایک آمیزش ہے نصرانیت کی اور حصہ ہے شرک کا اور لوگوں پر تعجب ہے کہ ایسے پیروی سے خود تو ڈرتے نہیں بلکہ جو ایسے تقلید کو چھوڑے اوسپر زیادہ تشدد کرتے ہیں سو کیا ٹھیک پڑتی ہے یہہ آیت اونکی جواب میں اور کیونکر ڈروں میں اوس سے کہ شریک لاتے ہو تم اور نہیں ڈرتے ہو تم یہہ کہ شریک مقرر کرتے ہو تم اللہ کے ساتھ اوس چیز کو کہ نہیں اوتاری اللہ نے پیر تمہارے اوپر دلیل سو کون سے دو فرقوں میں بہت لائق ہے امن کے ساتھ کہو اگر تم جانتے ہو

کیا ہے چنانچہ تفسیر مظہری مین تحت آیۃ قل یا اہل الکتاب الخ کی بعد نقل کرنی حدیث عدی بن حاتم کے فرماتی ہین ومن

فہہنا یظہر انہ اذا صح عند احد حدیث مرفوع من النبی صلی اللہ علیہ وسلم سالما عن المعارضۃ ولم یظہر لہ ناسخ وکان فتوی

ابی حنیفۃ رحمہ اللہ مثلا خلافہ وقد ذہب علی وفق الحدیث احد من الائمۃ الاربعۃ یجب علیہ اتباع الحدیث الثابت ولا یمنعہ الجمود

علی مذہبہ من ذلک لئلا یلزم اتخاذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ انتہی اسلئے ائمہ اربعہ نے ایسے ہی تقلید سے منع کیا ہے اور انکی

اتباع نے اور صوفیا اور محدثین نے اس تقلید کو گمراہی اور باعث غضب الہی قرار دیا امام ابوحنیفہ نے فرمایا ہے کہ جب کوئی آیت قرآنی

یا کوئی حدیث یا قول کسی صحابہ کا میرے قول کے مخالف تمکو معلوم ہو تو میرے قول کو چھوڑ دو یعنی میری تقلید مت کرو چنانچہ امام

زندویسی نے روضۃ العلماء مین بروایت صاحب ہدایہ کے امام ابوحنیفہ سے نقل کیا ہے انہ یعنی ابا حنیفۃ سئل اذا قلت قولا وکتاب اللہ

قال اترکوا قولی بکتاب اللہ فقیل اذا کان خبر الرسول صلی اللہ علیہ وسلم یخالفہ قال اترکوا قولی بخبر الرسول صلی اللہ علیہ وسلم فقیل اذا کان قول

الصحابۃ یخالفہ قال اترکوا قولی بقول الصحابۃ انتہی اور مدخل مین شیخ عبد الحق دہلوی نقل کرتی ہین قال یعنی عبد اللہ بن المبارک سمعت ابا حنیفۃ یقول

اذا جاء عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فعلی الراس والعین واذا جاء عن اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم نختار قولہم واذا جاء من التابعین زاحمناہم

انتہی کذا فی التفسیر المظہری امام مالک فرماتی ہین کہ کوئی شخص ایسا نہین کہ اپنے قول سی ماخوذ ہو اور وہ کلام اوسکا اوسپر مردود نہو

سوا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے یعنے قول غیر صحیح سبکا رد کر دیا جایگا چنانچہ یواقیت والجواہر مین شیخ عبد الوہاب شعرانی

فرماتی ہین وکان الامام مالک یقول ما من احد الا وماخوذ من کلامہ مردود علیہ الا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتہی اور امام شافعی

فرماتی ہین کہ جب تمکو حدیث صحیح مخالف میری مذہب کے معلوم ہو تو اوس حدیث ہی کو میرا مذہب سمجھنا یعنے میرا مذہب اول چھوڑ دینا چنانچہ انہی نہایہ

مین امام سحر مین فرماتی ہین انہ یعنی الشافعی قال اذا بلغکم خبر صحیح یخالف مذہبی فاتبعوہ واعلموا انہ مذہبی نقلہ

تا اول اور انضا ف سکر تو اور شک نکر اور اللہ کی پناہ کرہون مین ہٹ دہرمی سے ف۱ کہہ کر اے اہل کتاب آؤ طرف ایک بات کی کہ برابر ہے

درمیان ہمارے اور درمیان تمہارے یہہ کہ عبادت کرین ہم مگر اللہ کی اور نہ شریک لاوین اوسکی ساتھہ کچہ اور نہ پکڑین بعضی ہمار بعضے کو پروردگار

سوای اللہ کے ف۲ یہین سے کہل گیا کہ جبوقت کسی کے نزدیک حدیث مرفوع آنحضرت کی صحیح ہو جاوے اور معارضہ سی سالم ہووے اور نہ ظاہر ہوی

واسطی اوسکی نسخ اور مثلا امام ابوحنیفہ کا فتوا اوسکی خلاف ہووے اور موافق اوس حدیث کی ائمہ اربعہ مین سے کوئی امام گیا ہو تو واجب ہے کہ اوس

حدیث کی پیروی کرے اور اٹکنا اوسی اوسکا مذہب جمنا مانع نہ ہووے نہین تو بعضے کو بعض کا پروردگار پکڑنا لازم آجاویگا ہو چکی عبارت

تفسیر مظہری کی ف۳ امام ابوحنیفہ سے پوچہا گیا کہ جب آپ کوئی مسئلہ کہین اور قرآن اوسکی مخالف ہووے جواب دیا کہ میرا قول قرآن کی مقابلہ

چھوڑ دو پہر پوچہا گیا کہ اگر حدیث مخالف ہووے جواب دیا کہ حدیث کی مقابلہ مین بہی میرا قول چھوڑ دو پہر پوچہا گیا کہ اگر آثار صحابہ مخالف

ہووین جواب دیا کہ میرا قول صحابہ کے آثار کے مقابلہ مین بہی چھوڑ دو ف۴ عبد اللہ بن مبارک نے کہا کہ سنا مین نے امام ابوحنیفہ کو کہتی سنا کہ جب

آنحضرت صلعم سے روایت آوی تو سر آنکہون پر اور جب صحابہ سی روایت آوی تو اوسمین اختیار کرینگے ہم اور جب تابعین سے آوی تو ہم مزاحمت کرینگے

ف۵ اور امام مالک کہتی تھے کہ سوا آنحضرت صلعم کے سب لوگ اپنے کلام مین ماخوذ ہونگے اور وہ کلام اونکا اونپر مردود ہوگا ف۶ اور امام شافعی نے فرمایا کہ جب تمہین میرے مذہب کی

مولٰنا شاہ ولی اللہ فی عقد الجید ثم قال وقد صح منصوصا انہ قال اذا بلغکم عنی مذہب وصح
عندکم خبر علی مخالفتہ فاعلموا ان مذہبی موجب الخبر انتہی امام احمد بن محمد بن حنبل فرماتے تھے کہ کسیکا کلام سوائے
کلام کے معارض نہین ہوسکتا یعنے حدیث کی مقابل کسیکا قول پیش کرنا چاہیے چنانچہ **یواقیت والجواہر** مین شعرانی فرماتے
ہین وکان الامام احمد یقول لیس لاحد مع اللہ ورسولہ کلام لا تقلدنی ولا تقلدن مالکا ولا الاوزاعی ولا النخعی
ولا غیرہم وخذ الاحکام من حیث اخذوا من الکتاب والسنۃ انتہی خیر المحدثین طیبی شرح مشکوٰۃ مین اس حدیث کی الا انی اوتیت القرآن
ومثلہ معہ الا یوشک رجل شبعان علی اریکتہ یقول علیکم بہذا القرآن فما وجدتم فیہ من حلال فاحلوہ وما وجدتم
فیہ من حرام فحرموہ الی اخرہ رواہ ابوداؤد **والدارمی** عن المقدام بن معدیکرب عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین
کہ اس حدیث مین بڑی جھڑکی اور خفگی ہے جو کہ پیدا ہوئی ہے غضب عظیم سے اوس شخص پر جو حدیث کو ترک کرے اس نظر پر کہ
قرآن ہمکو کافی ہے اب حدیث کی کچھ حاجت نہین پھر کیا حال اوس شخص کا جو کہ حدیث کو اپنے مذہب کے تعصب سے ترک کرے
چنانچہ شرح مشکوٰۃ مین فرماتے ہین فی ہذا الحدیث توبیخ وتقریع ینشاء من غضب عظیم علی من ترک السنۃ والعمل بالحدیث استغناء
عنہا بالکتب فکیف بمن رجح الرأی علی الحدیث واذا سمع حدیثا من الاحادیث الصحیحۃ قال لا علی ان اعمل بہا فان لی مذہبا اتبعہ
انتہی شیخ الصوفیہ محی الدین **ابن العربی** فرماتے ہین کہ جسنے حدیث کی مقابل مین قول کسی امام مجتہد کا یا کسی پیر پیشوا کا
پکڑ رکہا اور حدیث کو ترک کیا تو وہ شخص گمراہ ہوگیا اور نکل گیا اللہ کے دین سے چنانچہ فتوحات مکیہ مین ارشاد کرتے ہین اذا
صح الحدیث وعارضہ قول صاحب او امام فلا سبیل الی العدول عن الحدیث ویترک قول ذلک الامام والصاحب للخبر ثم قال
ولا یجوز ترک آیۃ او خبر بقول صاحب او امام ومن یفعل ذلک فقد ضل ضلالا وخرج عن دین اللہ انتہی شیخ المشائخ محبوب سبحانی قطب ربانی

مخالف حدیث صحیح کے پہنچ جاوے تو اوسکی پیروی کرو اور جان لو کہ وہی میرا مذہب ہے اس قول کو شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ نے عقد الجید مین نقل
کرکے کہا ہے کہ اچھی طرح یہہ بات صحت کو پہنچ گئی ہے کہ امام شافعی رح کہتے تھے کہ جب تمہین میرے مذہب کا کوئی مسئلہ پہونچے اور حدیث اوسکی مخالف
تو موافق حدیث کی ہے میرا مذہب جان رکہو ۵ اور امام احمد رح کہتے تھے کہ اللہ اور رسول کی مقابل مین کسیکو مجال بات کی نہین
تو میرے پیروی کر اور نہ مالک اور نہ اوزاعی اور نہ نخعی وغیرہ کی اور وہان سے احکام شریعت لی جہان سے اونہون نے لئے ہین یعنے کتاب و سنت
۵ خبردار ہو رہے لوگو مین قرآن دیا گیا ہون اور اوسکی ساتھ اوسکی مثل جیسے اور عنقریب خبردار رہو تہوڑی دن جاتے ہین کہ سیر پیٹ ہوکر لوگ تخت پر بیٹھکر
کہینگے کہ قرآن کو مضبوط پکڑو اور جو اوسمین حلال پاؤ حلال جانو اور جو حرام پاؤ سو حرام جانو آخر اون لفظون تک جنہین روایت کیا
ابوداؤد اور دارمی نے مقدام بن معدیکرب سے ۵ اس حدیث مین نہایت جھڑکی ہے تارک سنت پر جو قرآن کو کافی جانکر حدیث کو خیال مین
نہ لاوے سو کیا حال اوسکا جو علاوہ دیکر رائی کو حدیث پر اور جب کوئی حدیث سنے تو کہدے کہ مجھی حدیث سے کیا کام مین تو اپنے مذہب کا پابند ہون ۵
جس وقت حدیث صحیح ہو جاوے اور کسی صحابی یا امام کا قول اوسکی معارض پڑے تو حدیث سے پہرنا نہ چاہیے بلکہ وہ رفیق اور امام کا قول چھوڑدی پہر کہا
اونہین ابن عربی نے نہین جائز ہے چھوڑنا آیۃ اور حدیث کا کسی رفیق یا امام کے قول کے مقابلہ مین اور جسنے ایسا کیا وہ بڑا گمراہ ہوا اور اللہ کے دین سے نکل گیا

محی الدین عبدالقادر جیلانی نے فتوح الغیب میں فرمایا ہے کہ فکر کرو کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ میں اور قریب مت جاؤ
کسی قول ضعیف یا قوی سے یعنی حدیث کی مقابل اور مخالف کسیکا قول مت مانو دارکی شافعی سے مروی ہے جب کوئی انکی
سامنے حدیث کی مقابل کسیکا قول پیش کرتا تو فرماتے کہ تجھے ہلاکت یہہ حدیث ہے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی چنانچہ خطیب
بغدادی نے سند صحیح سے نقل کیا ہے ان الدارکی ابن الشافعیہ کان یستفتی وربما یفتی بغیر مذهب الشافعی و ابی حنیفة فیقال
له هذا يخالف قولهما فيقول ويلكم حدث فلان عن فلان عن النبي صلى الله عليه وسلم هكذا انتهى نقلا في عقد الجيد
قاضی شمس الدین ابن خلکان نے یوں نقل کیا ہے وكان (۱) اى الدارکی اذا جاءته مسئلة تفكر طويلا ثم يفتي فيها
وربما افتى على خلاف مذهب الامامين الشافعي وابي حنيفة رضي الله عنهما فيقال له في ذلك فيقول ويحكم
حدث فلان عن فلان عن رسول الله صلى الله عليه وسلم بكذا وكذا انتهى (۲) ـ امام مجتہد العصر شیخ عزالدین ابن عبدالسلام کہا کرتے کہ
بڑا تعجب ہے کہ فقہا مقلدین اپنے اماموں کی ضعیف بات پر واقف ہو کر پھر ایسے جم جاتے ہیں کہ اگر کسی دوسرے امام کا قول موافق
کتاب اللہ اور حدیث کی انکی آگے پیش کیا جاتا ہے تو ہرگز قبول نہیں کرتے بلکہ کتاب اللہ اور حدیث کی دفع کرنیکی لئے
حیلہ سازیاں کرتی ہیں اور تاویلیں ٹھلہ پیش لاتی ہیں جیسا کہ کلام انکا مولانا شاہ ولی اللہ عقد الجید میں نقل کرتے ہیں
قال (۳) الشيخ ابن عبد السلام ومن العجب العجاب ان الفقهاء المقلدين يقف احدهم على ضعف ماخذ امامه بحيث لا
يجد لضعفه مدفعا وهو مع ذلك يقلده فيه ويترك من شهد له الكتاب والسنة ويتاولهما بالتاويلات البعيدة الباطلة
انتہی حافظ الفقہ والحدیث عبدالرحمن بن اسمعیل ابو شامہ نے فقہا مقلدین کی طرف سے جو احادیث سے مستغنی ہو کر
جزئیات پر منیہ اور قنیہ کے اکتفا کر رہے تھے اور حدیث کو بہت مشکل جان کر وہی عبارات جو سابق میں نقل کر کے ... ہو
دیا گیا ہے بیان کرتے تھے افسوس اور تحسر کیا کرتے اور انکی حال پر واویلا کرتے چنانچہ کتاب اصول میں فرماتے ہیں
(۴) وقد حرم الفقهاء في زماننا النظر في كتب الحديث والآثار والبحث عن فقهها ومعانيها ومطالعة الكتب النفيسة المتقدمة

---

(۱) دارکی شافعی اکثر امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کی مذہب کے مخالف فتوا دیتی اور کوئی کہتا کہ تم ان دونوں کی قول کی مخالفت کرتی ہو تو کہتے تیرا
برا ہو ہاں باب میں فلاں نے آنحضرت صلعم سے حدیث نقل کی ہے (۲) دارکی کا یہہ حال تھا کہ جب انکی پاس کوئی مسئلہ آتا تو خوب فکر کر
اور پھر فتوا دیتے اور اکثر امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کے مخالف فتوا پڑتا جو اون سے اس باب میں کہا جاتا تو کہتے یہ خرابی اس مسئلہ میں
فلاں فلاں راوی نے حدیث روایت کی ہے (۳) ابن عبدالسلام نے کہا کہ بڑا تعجب ہے کہ مقلد فقیہہ لوگ اپنے امام کی
ایسی ضعیف اخذ پر واقف ہو جاتے ہیں کہ جسکے کوئی توجیہہ نہیں کر سکتے اور پھر اوس میں اپنے امام کی پیروی کرتے جاتے ہیں اور جسکے
مذہب کے کتاب اور سنت اور صحیح قیاس شہادت دیتی ہیں اوسکو اپنے امام کی تقلید پر جم کر چھوڑ دیتے ہیں اور قرآن اور حدیث
ملا وجہ تاویلیں گھڑ لیتے ہیں (۵) بالتحقیق ہمارے زمانہ میں فقہا نے حدیث اور آثار کے کتابوں کو دیکھنا اور
اونکی شرحوں کا مطالعہ کرنا اور معانی سمجھنے حرام ٹھہرا رکھا ہے

فی شرحها وغیرها بل افنوا اعمارهم وعمرهم فی النظر فی اقوال من سبقهم من متاخری الفقهاء وترکوا النظر فی نصوص
نبیهم المعصوم من الخطاء صلی الله علیه وسلم وآثار الصحابة الذین شهدوا الوحی وعاینوا المصطفی صلی الله علیه وسلم وفهموا نفائس
الشریعة فلاجرم حرم هؤلاء رتبة الاجتهاد وبقوا مقلدین علی الآباء وقد کانت العلماء فی الصدر الاول معذورین فی ترک
مالم یقفوا علیه من الحدیث لکون الاحادیث لم تکن حینئذ فیما بینهم مدونة انما کانت تتلقی من افواه العلماء وهم یتفرقون فی البلدان وقد
زال ذلک العذر ولله الحمد بجمع الاحادیث المحتج بها فی کتب بوبوها وقسموها وسهلوا الطریق الیها وبینوا ضعف کثیر منها وصحته وتکلموا فی علل
الرجال جرحًا وتجریحًا منهم وفی علل الاحادیث ولم یدعوا للمستعمل ما یتعلل به وفسروا القرآن وتکلموا فی غریبهما وفقههما کل ما یتعلق بهما مصنفات
عدیدة جلیلة والآلات متهیئات لذی طلب صادق وذکاء وفطانة وکذا اللغة وصناعة العربیة کل ذلک فقد حرره اهله وحققوه
فالتوصل الی الاجتهاد بعد الجمع والنظر فی الکتب المعتمدة اذا رزق الانسان الحفظ والفهم ومعرفة اللسان اسهل منه قبل ذلک
انتہے ملخصاً ایک خفیۃ کو کہتے ہے کہ اے بیٹے بچیو اس بات سی کہ حدیث کی مخالف ہو کر راے پر عمل کریں اور پہر کہیں
تو کہ یہہ میرے امام کا مذہب ہے امامون نے تو صاف کہدیا ہے کہ جبکہ ہمارے اقوال مخالف ہوں احادیث کی تو ہمارے
قولونکو چہوڑدو تو اگر تجکو امام ہی کی تقلید منظور ہے تو اس قول کو کیوں نہیں مانتا اور دلیل یعنی اوس حدیث کو
جو تیض ہے عمل کیوں نہیں کرتا جیسا کہ امام کی قول پر اس احتمال سی کہ امام کو کوئی دلیل معلوم ہوگی تجکو اوسپر اطلاع
نہیں عمل کرتا ہے چنانچہ شیخ شعرانی مشارق الانوار القدسیہ میں فرماتی ہیں سمعت سیدی علی النبتیتی یقول للفقیه ایاک یا ولدی ان تعمل
برای ائمتک مخالفا للصحیح فی الاحادیث وتقول هذا مذهب امامی فان الائمة کلهم تبرؤا من اقوالهم اذا خالفت صریح السنة وانت مقلد لاحدهم بلا شک
فمالک لا تقلدهم فی هذا القول وتعمل بالدلیل کما تعمل بقول امامک لاحتمال ان یکون له دلیل لم تطلع انت علیه
انتہے علامہ اکمل حسنا عنایہ نا قلاً امام علائی سی فرماتی ہیں کہ جبکہ کسی مقلد کو دوسرا مذہب موافق حدیث کی معلوم ہو اور
اپنا مذہب مخالف حدیث کی تو اوس مقلد کو چاہیے کہ اپنے مذہب سی انتقال کرے طرف اوس مذہب کے جو موافق

بلکہ اپنے ساری عمر متاخر فقہا کی قولونکی دیکہنی میں کہوتی ہیں اور نبی معصوم کی اقوال اور وہ صحابہ کرام جنہوں نے آنحضرت کو دیکہا
کما حقہ شریعت کو سمجہا اونکی آثار کو چہوڑ رکہا ہی ضرور یہہ لوگ رتبہ اجتہاد سی محروم رہکر اپنی بزرگوں کی مقلد رہی اور اگلی علما محققین حدیثوں کے
عمل نکرنی میں معذور ہیں کہ اوس زمانہ میں حدیثیں مجتمع نہ تہیں بلکہ حدیثیں تو لوگوں کی موہنہ سی سنی جاتیں تہیں اور وہ لوگ جا بجا رہتی
اللہ کا شکر ہے کہ اب یہہ عذر جاتا رہا بسبب اسکے کہ اب حدیثیں جمع ہوگئیں اور مسائل کی باب مقرر ہوگئی اور قوی ضعیف حدیث
اور جرح تعدیل راویکا حال بیان ہوگیا اور قرآن کی تفسیریں ہوگئیں اور قرآن و حدیث دونوں کی مشکلات اکثر کتابوں میں بیان
ہوگئی اور سمجہہ دار کی لئی ہر طرح کا سامان موجود ہوگیا اور اسیطرح لغت والوں نے علم لغت کو اور عربی دان لوگوں نے علم عربیت کو جہان دیا
بعد ان کتابوں کے جمع کی اور اونکی دیکہنی کی اجتہاد کا رتبہ حاصل ہونا سہل ہوگیا بہ نسبت اگلی عہد کے جبکہ اونکو حافظہ اور سمجہہ اللہ دیوے انتہی ملخصاً اپنی سردار
علی النبتیتی سی سنا کہ وہ فقیہ کی حق میں کہتے تہے ای لڑکے بچتا رہ کہ مخالف حدیث کی جو راے ہو اوسپر تو عمل کرے اور کہے کہ یہہ میرے امام کا مذہب ہے کیونکہ سارے امام اپنے اقوال

حدیث کی ہو چنانچہ تقریر مین فرماتے ہین وذکر الامام العلائی انه یرجح القول بالانتقال فی صورتین احدهما اذا کان مذهب
غیر امامه یقتضی تشدیدا علیه واحتیاطا بالاحتیاط والثانیة اذا رأی للمذهب الغیر دلیلا من حدیث صحیح لم یجد
فی مذهب امامه جوابا قویا ولا معارضا راجحا علیه اذ لا وجه لهجر الحدیث الصحیح محافظة علی مذهب التزمه قلت هذا موافق
لما نص علیه احمد والقدوری الحنفی ومشی علیه ابن الصلاح وغیره انتہی نقل کیا اسکو **فاضل قندہاری** نے اور کہا ہے کہ دوسری
صورتون میں انتقال کرنا واجب ہے چنانچہ منتقہ مین فرماتے ہین اقول یجب الفرق بین الصورتین بان الانتقال فی الاولی
احتیاط وفی الثانی واجب کما هو ظاهر کلام العلائی انتہی اسی وجہ سے محققین زبدة المحدثین حافظ ابو محمد ابن حزم نے بھی اس قسم کی
تقلید کو حرام فرمایا ہے اور حرمت اسکی دلائل سے ثابت کی ہے چنانچہ **نبذ الکافیه** مین فرماتے ہین التقلید حرام ولا
یحل لاحد ان یاخذ قول احد غیر رسول الله صلی الله علیه وسلم بلا برهان لقوله تعالی اتبعوا ما انزل الیکم من
ربکم ولا تتبعوا من دونه اولیاء وقوله تعالی واذا قیل لهم اتبعوا ما انزل الله قالوا بل نتبع ما الفینا علیه آباءنا
وقال تعالی مادحا لمن لم یقلد فبشر عبادی الذین یستمعون القول فیتبعون احسنه اولئک الذین هداهم الله
واولئک هم اولوا الالباب وقال تعالی فان تنازعتم فی شیء فردوه الی الله والرسول ان کنتم تؤمنون بالله والیوم الآخر
فلم یبح الله تعالی الرد عند التنازع الی احد دون القرآن والسنة وحرم بذلک الرد عند التنازع الی قول قائل
لانه غیر القرآن والسنة وقد صح اجماع الصحابة کلهم اولهم عن آخرهم واجماع التابعین اولهم عن آخرهم واجماع تابع التابعین

قولون سے بیزار ہین جو صریح حدیث کی مخالف پڑین اور تو خواہ مخواہ ان مین سے کسی ایک کا پیرو ہی بہر جکو کیا ہو گیا کہ تو اس قول مین
اونکی پیروی نہین کرتا اور اس دلیل پر جو تجہی ملگئی ہے کیون نہین عمل کرتا جسطرح اونکی قول پر عمل کرتا تہا اور اوسکی کوئی دلیل کو مخفی ہو قرار
دیتا تہا **ف** امام علائی نے ذکر کیا کہ ایک مذہب سے دوسرے مذہب مین ہونیکا قول دو صورتون مین غلبہ دیا جاتا ہے ایک تو جب اوسکی امام سوا کے
قول تکلیف اوپر ہو اور دوسرے مخالف مذہب کے جب کوئی حدیث صحیح ملگئی ہے اور اوسکی مذہب مین جواب قوی نہ پایا جاوے کیونکہ دوسری کو چہوڑنے
اور مذہب کو جسکا اسنے خود التزام کر رکہا ہے حدیث صحیح کے چہوڑنے کی کوئی وجہ نہین مین کہتا ہون کہ یہ قول موافق منقول احمد اور قدوری حنفی
کے ہے اور ابن صلاح وغیرہ علما کا یہی مشرب ہے **ف** مین کہتا ہون کہ واجب ہے فرق کرنا دونون صورتون مین اسطرح کہ پہلی صورت مین
انتقال مذہب سے احتیاط ہے اور دوسری صورت مین واجب ہے چنانچہ ظاہر کلام علائی بھی یہی ہے **ف** تقلید حرام ہے اور کسیکو حلال نہین ہے کہ سوا رسول اللہ صلعم کے کسیکے
قول کو بلا دلیل لیوے بدلیل اس آیة کی چلو اوسی پر جو اوترا تمکو تمہارے رب سے اور نہ چلو اوسکی سوا اور رفیقون کی پیچہے اور بدلیل اس آیة کے اور جب اونکو
کہین چلو اوسپر جو اوتارا اللہ نے کہین نہین بلکہ چلینگے ہم جسپر دیکہا ہمنے اپنے بڑون کو اور اللہ تعالی اوسکی مدح مین جو تقلید نکرے فرماتا ہے کہ تو
خوشی سنا میرے بندونکو جو سنتے ہین بات اور پہر چلتے ہین اوسکی نیک پر وہ ہین جنکو راہ دی اللہ نے اور وہی ہین عقل والے اور اللہ تعالی فرماتا ہی پہر اگر
جہگڑ پڑو تم کسی چیز مین تو اوسکو رجوع کرو اللہ اور رسول کیطرف اگر تم یقین رکہتے ہو اللہ پر اور پچہلے دن پر سو اللہ تعالی نے جہگڑے کے وقت رجوع سوا قرآن
حدیث کی کسیطرف مباح نہین کیا اور اسی سے جہگڑے کی وقت کسی قائل کی قول کیطرف رجوع کرنا حرام ہو گیا اسلئے کہ وہ قرآن اور حدیث سے مغایر ہے اور بیشک تمام صحابہ کا اول

اولهم عن آخرهم على الامتناع والمنع من ان يقصد احد منهم الى قول انسان منهم وممن قبلهم فياخذ كله فليعلم من اخذ بجميع اقوال ابي حنيفة
او جميع اقوال مالك او جميع اقوال الشافعي او جميع اقوال احمد ولا يترك شيئا من اقوال من اتبع منهم الى قول غيره ولم يعتمد
على ما جاء في القرآن والسنة غير صارف ذلك الى قول انسان بعينه انه قد خالف اجماع الامة كلها عن آخرها بيقين لا اشكال فيه وانه لا يجد
سلفا له ولا اماما في جميع الاعصار المحمودة الثلثة وقد اتبع غير سبيل المؤمنين نعوذ بالله من هذه المنزلة انتهى علی في عقد الجيد اور وجه محمول ہونی اس کلام کے
تقلید بمعرض النصوص پر ظاہر ہے اسلئے کہ مطلق تقلید کو جو کہ وقت لاعلمی کے کیجاوے اور اوسمین مخالفت احادیث کی نہو کوئی ممنوع
یا شرک نہین کہتا اسیواسطے جناب حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ اس کلام کو ابن حزم کی نقل کرکر فرماتی ہین کہ یہہ کلام ابن حزم کا
اوسی شخص کے حق مین ہے جو قرآن اور حدیث کی استنباط سے بہاگی اور ایک مسئلہ بہی حدیث سی استنباط نکرے اور نہ کسی اہل حق کو
کرنے دیے یا اوسکے حق مین ہے جسکو کوئی حدیث مخالف مذہب اوسکے کی پہنچا وے اور وہ منسوخ بہی نہین پہر وہ شخص امام کی اتباع کو
نہین چہوڑتا اور حدیث کو ہرگز ہرگز نہین قبول کرتا تو یہہ خصلت ہی منافقون کی اور احمقون کی چنانچہ عقد الجید مین بعد نقل کرنے
کلام ابن حزم کے فرماتے ہین انما يتم يعني كلام ابن حزم فيمن له ضرب من الاجتهاد ولو في مسئلة واحدة وفيمن ظهر
عليه ظهورا بينا ان النبي صلى الله عليه وسلم امر بكذا او نهى عن كذا وانه ليس بمنسوخ اما بان يتتبع الاحاديث واقوال المخالف
والموافق في المسئلة فلا يجد لها نسخا او بان يرى جما غفيرا من المتبحرين في العلم يذهبون اليه ويرى المخالف له لا يحتج الا بقياس او استنباط
او نحو ذلك فحينئذ لا سبب لمخالفة حديث النبي صلى الله عليه وسلم الا نفاق خفي او حمق جلي وهذا هو الذي اشار اليه الشيخ عز الدين بن عبد السلام حيث قال ومن العجب العجاب ان الفقهاء المقلدين

اول ہی آخر تک اور تابعین کا اجماع اول سے آخر تک اور تبع تابعین کا اجماع اول سے آخر تک اس تقلید سی باز رہنی پر اور منع کرنے پر ثابت ہو چکا ہے
کہ کوئی شخص اپنے مین سے کسی انسان کے قول یا اپنے سے پہلے کے قول کیطرف قصد کرے پہر وہ تمام قولونکو لیوی سو جس شخص نے امام ابو حنیفہ کی سارے
قول یا امام مالک کی سارے قول یا امام شافعی کے سارے قول یا امام احمد کی سارے قول لئی اور اونمین سے یا اونکی علاوہ اپنے معتمد کا قول چہوڑکر غیر کا قول نہین
لیتا اور جو قرآن اور حدیث مین آیا ہے اوسپر اعتماد نہین کرتا جب تک کہ اوسی کسی انسان معین کے قول سی موافق نہ کرلے تو وہ خوب سمجھ لی
کہ اوسنی تمام امت اول سی آخر تک کا یقینا خلاف کیا اسمین کوئی شبہ نہین ہی اور وہ اپنے واسطی تمام زمانون ثلثہ محمودہ مین نہ کوئی پیشوا
پائیگا نہ امام سو اوسی بیشک مومنون سی الگ راہ اختیار کی اس درجہ خدا کی پناہ ہے، اھ یہہ ابن حزم کا قول اوس شخص کی حق مین
پورا ہوتا ہے جسکو کچہہ اجتہاد حاصل ہے اگرچہ ایک ہی مسئلہ مین ہو اور اوسکی حق مین جسپر خوب ظاہر ہو جاوے کہ نبی صلعم نے یہہ امر فرمایا ہے اور اس
امر سی منع کیا ہے اور یہہ منسوخ نہین ہے یا تو احادیث کی جستجو اور مسائل مین مخالف اور موافق اقوال کی تلاش سے ظاہر ہو جاوے کہ اوسکا
نسخ کہین نہ دیکہی یا اس طور کہ متبحر علماء کے گروہ کثیر کو دیکہتا ہے کہ سب نے یہہ ہی اختیار کر رکہا ہے اور اوسکی مخالف دیکہتا ہے کہ وہ صرف قیاس
استنباط وغیرہ سے ہی حجت لاتا ہے اس صورت مین نبی صلعم کی مخالفت کا کوئی سبب نہین بجز پوشیدہ نفاق یا
ظاہر حماقت کے اور یہہ وہی مضمون ہے کہ شیخ عز الدین ابن عبد السلام نے جدہر اشارہ کیا ہے کیونکہ کہا ہی
کہ بڑا ہی عجب ہے کہ بعضے مقلد فقہا اپنے امام کے ایسے ضعیف بات پر

یقف احدهم علی ضعف ماخذ امامه بحیث لایجد لضعفه مدفعا وهو مع ذلک یقلده فیه ویترک من شهد له الکتاب
والسنة والاقیسة الصحیحة لمذهبهم جموداً علی تقلید امامه بل یتحیل لدفع ظاهر الکتاب والسنة ویتاولهما بالتاویلات البعیدة الباطلة
انتہی ما فی عقد الجید اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب ایک جگہہ یہہ فرماتی ہین کہ فقہا کی تفریعات کو کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ
صلعم پر عرض کرکے جو موافق قرآن اور حدیث کی دیکھو اوسکو قبول کرو اور جو مخالف قرآن اور حدیث کی ہو وہ متاع
بد اور کہوٹی ہے اوسکو اونہین کی ریش پر دے مارو اور ایسے فقہا متقشفہ سی جنہوں نے تقلید کو دست آویز بنا کر قرآن و حدیث
غور او تتبع کو ترک کر رکہا ہی التفات مت کرو اور اونسی دور رہو اور انسے دور رہنے مین خدا کی قربت سمجھو چنانچہ رسالہ وصیتہ ور تصحیح مین
فرماتی ہین دوائیا تفریعات فقہیہ را برکتاب سنت عرض کردن انچہ موافق باشد در حیز قبول آوردن والا کالائے بد بریش شان باز دادن
ہیچ جا از عرض مجتہدات برکتاب سنت استغنا حاصل نیست وسخن متقشفہ فقہا را کہ تقلید عالمی را دست آویز ساختہ تتبع کتاب
وسنت را ترک کردہ نشنیدن وبدیشان التفات نکردن وقربت خدا جستن بدوری اینہا انتہی اور عقد الجید مین فرماتی ہین
جو کوئی کسی امام کی تقلید کو اپنے ذمہ پر لازم سمجہہ کر التزام کرلے اور اوس امام کو ایسا سمجہے کہ وہ خطا سے پاک ہے اور اسی جہتہ سی کوئی حدیث
صحیح مخالف قول اپنے امام کے دیکھکر حدیث کو قبول نکرے تو یہہ عقیدہ اوسکا فاسد اور یہہ قول اوسکا کہوٹا ہے کوئی اوسکا گواہ
نہین نہ عقل سی اور نہ نقل سے اور ایسے ہی شخص کے حق مین یہہ آیت وارد ہے انا وجدنا آباءنا علی امة وانا علی آثارهم مقتدون
اور جہلی دینون مین جو فساد ہوا ہے تو اسی عقیدہ سی ہوا ہے چنانچہ عقد الجید مین فرماتی ہین والثانی ان یظن
بفقیه انه بلغ الغاية القصوى فلا یمکن ان یخطیء فمهما بلغه حدیث صحیح صریح یخالف مقالته لم یترکه او ظن
انه لما قلده کلفه الله بمقالته وکان کالسفیه المحجور علیه فان بلغه حدیث واستیقن بصحته لم یقبله
لکون ذمته مشغولة بالتقلید فهذا اعتقاد فاسد وقول کاسد لیس له شاهد من النقل والعقل وما کان
احد من القرون السابقة یفعل ذلک وقد کذب فی ظنه من لیس بمعصوم من الخطاء معصوما حقیقة او معصوما فی حق العمل بقوله

وقف ہوتی ہین کہ اوسکی ضعف کی دفع کی کوئی صورت نہین ملتی اور وہ پہر بہی اوس مسئلہ مین اوسکی تقلید کئی جاتی ہین اور جنکی مذہب کی کتاب
اور سنت اور صحیح قیاس شہادت دیتی ہین اوسکو اپنے امام کی تقلید پر جم کر چہوڑ دیتی ہین بلکہ ظاہر کتاب اور سنت کی دفع کرنی کی لئی
حیلہ سوجہتی ہین اور اونکی دور دراز کار اور جہوٹی تاویلین گہڑتی ہین ہو چکی عبارت عقد الجید کی ـــہ بی شک پایا ہمنے اپنے بڑونکو
ایک راہ پر اور ہم اونکی قدمونکی نشانون پر راستہ پانی والی ہین ـــہ اور دوسرا قسم یہہ ہے کہ کسی فقیہہ کی حق مین یہہ گمان کرے
کہ یہہ نہایت کی درجہ کو پہونچ گیا ہے سو ممکن نہین کہ یہہ خطا کرے پہر جب اوس مقلد کو صحیح صریح ایسی حدیث ملی کہ فقیہہ کی قول کی خلاف
ہو تو قول کو نچہوڑے یا یہہ خیال کرے کہ جب مین اسکا مقلد ہو گیا تو میری حق مین اللہ کا حکم یہی کہ قول ہے اور یہہ مقلد ایسا ہے جیسا بیوقوف
ممنوع التصرف پہر اگر اوسکو حدیث ملجاوے اور صحت کا یقین بہی کرے تو بہی نمانی اور اپنا ذمہ تقلید ہی مین لگا ہوا جانے سو یہہ عقیدہ فاسد ہے
اور کہوٹی بات اوسکا کوئی شاہد نہین ہی نہ نقل نہ عقل اور طبقات سابقہ مین سے کوئی نہ تہا کہ ایسا کرتا اور اپنی گمان کاذب مین خطا کو معصوم

وفی ظنہ ان اللہ تعالیٰ کلفہ بقولہ وان ذمتہ مشغولۃ بتقلیدہ وفی مثلہ نزل قولہ تعالیٰ وانا علی آثارھم
مقتدون وھل کان تحریفات الملل السابقۃ الا من ھذا الوجہ انتہی تو اب غور کرو کہ ایسی تقلید کو کتنے بڑے
اکابر نے شرک کہا ہے اور کتنون نے اسکی مذمت کی ہے پس اگر جناب مؤلف ایسے تقلید کی شرک کہنے والونکو جاہل جانتے ہین تو
پہر عالم کون ہوگا اور معلوم نہین کہ جناب مؤلف اسپر دلیل کیا رکھتے ہین تو مجرد قول حسبیون اتنے اکابر پر جہل کا دعوی کیا سے کسطرح
سنا جاوے اور جو کہ مولف نے اس دعوی پر آیات اور حدیث اور بزعم خود اجماع کو نقل کیا اوسنے مطلق تقلید وقت لاعلمی کے
ثابت ہوتی ہے نہ یہہ تقلید جسکا شرک ہونا دلائل قطعیہ سے ثابت کیا گیا ہے فافہم **قال** اور دوسرے بات اس اجماع مذکور سے
یہہ بہی نکلی کہ باطل ہے یہہ قول ان دانونکا بہی کہتے ہین اللہ تعالیٰ نے نہین حکم کیا ہمکو ابوحنیفہ کے اتباع کرنیکا اور نہ کسیکا بلکہ ارشاد
کیا ہے ہمکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کرنیکا **اقول** قائل اس قول کے ایک تو جناب **شاہ ولی اللہ** صاحب ہین جو اپنے
رسالہ **قول سدید** مین فرماتے ہین اعلم انہ لم یکلف اللہ تعالیٰ احدا من عبادہ بان یکون حنفیا او مالکیا
او شافعیا او حنبلیا بل اوجب علیہم الایمان بما بعث بہ سیدنا محمدا صلی اللہ علیہ وسلم انتہی
اور ایک ملا علی قاری ہین چنانچہ شرح عین العلم مین فرماتے ہین ومن المعلوم ان اللہ سبحانہ وتعالیٰ ما کلف احدا ان
یکون حنفیا او مالکیا او شافعیا او حنبلیا بل کلفہم ان یعملوا بالسنۃ ان کانوا علماء او یقلدوا العلماء ان کانوا جہلاء
انتہی اور شیخ ابن الہمام حنفی نے اور علامہ ابن امیر حاج نے اور علامہ سید بادشاہ نے اور شیخ ابن الحاجب نے اور قاضی عضد الملۃ نے
اور صاحب مسلم محب اللہ بہاری نے اور مولانا بحر العلوم عبد العلی لکہنوی نے اور صاحب معتنم فاضل قندہاری نے
اور بہت سی علما خلفا و سلف نے یہہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسیکو حکم نہین کیا کہ ایک ہی امام کی ائمہ مجتہدین مین سے
تقلید کرے جیسا کہ بحث تقلید شخصی مین عنقریب سب کے کلامون کو نقل کیا جاویگا تو غرض سبکی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسیکی تخصیص نہین
کردے بلکہ عموما اہل ذکر جنکا اتباع او وقت پر واجب کیا ہی اور یہہ دعوے اون حضرات کا بدیہی ہے اور ازالۃ خفاء کا اوسی بحث تقلید
شخصی مین کیا جائیگا یہہ معلوم نہین کہ جناب مولف کس دلیل سے ان سب حضرات کو نادان کہتے ہین **قال** اور نام کہتے ہین اپنا
فرقہ محمدیہ جیسیکہ نام سے کہتے ہین معتزلہ اپنا اہل توحید **اقول** یہہ ایک اور جہوٹ ہی مولوی اسمعیل صاحب پر اسلیئے کہ اونہون نے
ایضاح الحق مین ہدایت کی ہے کہ اپنا شعار محمدیہ خالصہ مقرر کر لینا چاہیے چنانچہ عنقریب کلام تمام اونکا نقل کیا

حتی معصوم یا اوسکی قول پر عمل کرنیمین معصوم ٹہرا لیا ہی اور اوسکی گمان مین یہہ ہے کہ اللہ کا حکم اوسی کا قول ہے اور اسکا ذمہ اسی تقلید مین
لگا ہوا ہے ایسے ہی کے حق مین یہہ آیۃ اوتری ہی او ہمتو اونکی نشانی پر رہین اور کیا ملل سابقہ کی تحریفات اسی وجہ نہین تہین ۵ عہ ان
کہ اللہ نے اپنے بندون مین سے کسیکو حنفی مالکی شافعی حنبلی ہونے کی تکلیف نہین دی ہی بلکہ اونپر واجب کیا کہ جن احکام کو آنحضرت صلعم لائے ہین اونپر
ایمان لاوین ۵ یہہ بات معلوم ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کسیکو حنفی مالکی شافعی حنبلی ہونے کی تکلیف نہین دی بلکہ یہہ
تکلیف دی ہے کہ حدیث پر عمل کرین اگر عالم ہین اور اگر انجان ہین تو علما کے پیروی کرین

پا دیکھا تو افسوس ہے کہ مولوی اسمٰعیل کہ جنکی سعی سے اللہ تعالیٰ نے ایک عالم کو راہ رست پر کر دیا معتزلی ہوئے اور جناب مولف سینے قال اللہ المشتکی تو جواب اسکا لایق جناب مولف کے تو یہی تہا کہ اونکا بہی کوئی ایسا لقب مقرر کر اوسکو ثابت کرتے لاکن سب و شتم سنکر خاموش رہنا اور صبر کرنا طریق اہل اللہ کا ہے رزقنا اللہ اقتفاء اثرہم قال اللہ تعالیٰ فاصبر کما صبر اولو العزم وقال تعالیٰ فاصبر علی ما یقولون واہجرہم ہجرا جمیلا ط **قال** اور تیسری بات اس اجماع سے یہ نکلی کہ ثابت ہوئی تقلید بطریق تعیین یعنے مذہب معین کے اور باطل ہوئی تقلید بطریق عدم تعیین کی یہہ ثبوت تقلید کا بطریق تعیین کے پس اس سبب سے کہ جب منعقد ہوا اجماع اہل سنت و جماعت کا اور اجماع ائمہ اربعہ کا اوپر عمل کرنے اوس عمل کے کہ مخالف ہو ائمہ اربعہ کے تو ثابت ہوئی اون دو نوع احوال سے تقلید مذہب معین اسلئے کہ یہہ ایک فرد ہے افراد اون دو نوع احوال کی سے **اقول** یہہ ایک اور جہوٹ ہے مولوی اسمٰعیل پر کیونکہ انہوں نے اس تقلید کو بدعت اور شعبہ نفس کا کہا ہے چنانچہ عنقریب کلام اونکا اونکا ہوگا اور حق بہی یہی ہے کہ وجوب پر تقلید مذہب معین کی کوئی دلیل شرعی کتاب اللہ یا حدیث یا اجماع یا قیاس سے نہیں اور نہ کوئی نقل کسی مجتہد یا فقیہ متقدم معتمد علیہ سے اور ظاہر ہے کہ جناب مولف نے بہی کوئی دلیل شرعی نہیں لکہی مگر یہی کہ جبکہ چار مذہب کی تخصیص ثابت ہوئی تو ایک مذہب کی بہی ثابت ہوگئی تو یہہ دلیل ایسی ہی کہ قابل التفات اور جواب کے نہیں کیونکہ یہہ تو ایسی بات ہوئی کہ جبکہ چار جنت ہوئی تو ایک بہی جنت ہوگیا اور بطلان اس ملازمت کا ظاہر ہے ہر عاقل پر اور قطع نظر اس بطلان مزعوم سے بنا ایسے تخصیص مذاہب اربعہ کی ہے اور اسکا حال بوجہ حسن معلوم ہو چکا ہے تو دعوی وجوب تقلید مجتہد معین کا بے دلیل ہوا اسلئے اوس دعوے کو ہم نہیں مانتے بلکہ ہم دعوے کرتے ہیں کہ وجوب جاننا ایک مجتہد کی تقلید کرنے کا بدعت ہے اور حرام اور حرمت اسکی ثابت ہے کتاب اللہ سے اور حدیث سے اور اجماع سے اور اوس قیاس سے جسکو جمہور علماء النظر تعبیر کرتے ہیں اور امام رازی نے قیاس نام رکہتے ہیں اور تمام اکابر سلف و خلف کی تصریحات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ عدم التزام مذہب معین جائز ہے قرون ثلٰثہ کی تو سنت ہی بتعامل قرون ثلٰثہ کیونکہ ائمہ ثلٰثہ نے فرمایا ہے کہ عدم التزام مذہب معین مقلد کو درست ہے پس پہلی اقاویل سلف نقل کئے جاتے ہیں بعد اوسکی دلائل کتاب اللہ اور حدیث اور اجماع اور قیاس بیان کئے جاینگے سوائے ان دونوں میں نقل روایت سے لوگ بہت مطمئن ہوتے ہیں مثلاً جناب حضرت امام **ابو حنیفہ** اور صاحبین سے مروی ہے کہ جو شخص اپنی عورت کی کسی حادثہ میں مبتلا ہوا اور اوسی حکم اوس حادثہ کا کسی فقیہ سے پوچہا اور فقیہ نے ایک حکم کہدیا کہ تیری عورت تجہپر حلال ہے یا حرام ہے تو اوس شخص نے اوس حکم کو اوس حادثہ میں جاری کر دیا مثلاً اوس عورت کو حرام سمجہ کر چہوڑ دیا پہر وہی حادثہ اوسکو دوسری عورت میں پیش آیا تو اوسنے اوسی فقیہ سے یا دوسرے سے حکم پوچہا تو اوس فقیہ نے یا دوسرے نے اب ایک اور حکم مخالف پہلی حکم کے دیا مثلاً اوس عورت کو حلال کہدیا تو اب اوس شخص مبتلا کو اختیار ہے جا ہے تو اس دوسرے حادثہ میں پہلی فقیہ کے تقلید کرے چاہے دوسرے فقیہ کی تقلید کرے چنانچہ **فتاوی عالمگیری** میں کہا ہے وفی نوادر داؤد بن رشید عن محمد

لہ یعنی بعیب کرے اللہ کی یہروی تہدیر ذرا یا صبر کر جیسا کہ صبر کیا ہے سکیم نے اور اللہ نے فرمایا اور صبر کر اوس پر جو کہتے ہیں اور چہوڑ دو اونکو چہوڑ دینا بہلا ۱۲ زاد ابن رشید میں محمد

فی رجل لیس بفقیہ ابتلی بنازلۃ فی المرءۃ فسئل عنہا فقیہا فافتاہ بامر من تحریما وتحلیل فعزم علیہ وامضاہ ثم افتاہ ذلک الفقیہ بعینہ او غیرہ من الفقہاء فی امراۃ اخری لہ فی مثل تلک النازلۃ بخلاف ذلک فاخذ بہ وعزم علیہ وسعہ الامران جمیعا ولو کان ھذا الرجل سال بعض الفقہاء عن نازلۃ فافتاہ بحلال او حرام فلم یعزم علی ذلک فی زوجتہ وترک فتوی الاول وسعہ ذلک ولو کان امضی قول الاول فی زوجتہ وعزم علیہ فیما بینہ وبین امرءتہ ثم افتاہ فقیہ آخر بخلاف فذلک لا یسعہ ان یدع ما عزم علیہ ویاخذ بفتوی الآخر قال محمد وھذا کلہ قول ابی حنیفۃ وابی یوسف وقولنا انتہی جناب مولف

نے اس روایت کو اخیر مین باب ثانی کی نقل کرکی اسکے دو وجہ سے جواب دیا ہے وجہ اول یہہ کہ اس عبارت مین وسعہ الامران سے مراد یہہ ہے کہ گنجایش ہے سائل کو نفاذ اوس حکم کا اور نفاذ حکم سی جواز اوس فعل کا لازم نہین آتا وجہ دوسری یہہ کہ یہہ عبارت علی العموم تو نہین خواہ مخواہ روافض وخوارج مستثنی ہونگی اور اہل سنت متعین ہونگی اور جبکہ ایکدفعہ تخصیص ہو چکی تو اب ہم کہتے ہین کہ ہمین دوسرے فقیہ سے مجتہد فی المذہب مراد ہی تو جواب بکلا الوجہین سو جواب وجہ اول کا یہہ ہے کہ لفظ امران سے جو تثنیہ کا صیغہ ہے ارادہ نفاذ مفرد کا خلاف نقل اور عقل کے ہے اور علاوہ اسکی وہ نفاذ وسعت مین سائل کے کہاں گئے اور جائیے وہ دو امر جو سائل کے وسعت مین ہون کما تقتضیہ قولہ وسعہ الامران اور وہ دو امر نہین مگر عمل کرنا اوپر فتوے پہلے فقیہ کے اور عمل کرنا اوپر فتوی دوسرے فقیہ کے فافہم اور جواب وجہ ثانی یہہ ہے کہ تخصیص پر اہل سنت کی توجیہہ باعث ہے کہ روافض وخوارج اہل حق ہی نہین ہین نزدیک اہل سنت کی تو اس تخصیص سے تخصیص مجتہد فی المذہب کی کسطرح بلا قرینہ اور بلا باعث کے ثابت ہوگی اور جو کہ مولف جامع فتاوی عالمگیری کے کلام کو قرینہ قرار دیا ہے وہ مفید نہین کیونکہ قرینہ مخصص اس قول مین کلام قائلین اس قول کا یعنے امام صاحب اور صاحبین کا چاہیئے ؁ امام مجتہد شیخ عزالدین بن عبد السلام اپنے فتاوے مین فرماتی ہین کہ جبکہ کوئی شخص کسی مسئلہ مین کسی امام کی تقلید کرلے تو اسکو یہہ ضرور نہین کہ اور مسائل مین بہی اوسی امام کی تقلید کا التزام کرلے کیونکہ زمانہ صحابہ سی لیکر زمانہ اصحاب مذاہب تک یہی چال ہتی کہ بدون تخصیص ایک مذہب کی تقلید کیا کرتے چنانچہ سید بادشاہ شرح تحریر ابن الہمام مین فرماتی ہین افتی الشیخ المتفق علی علمہ وصلاحہ العلامۃ عز الدین بن عبد السلام فی فتاواہ لا یتعین علی العامی اذا قلد اماما فی مسئلۃ

روایت ہے ایسے شخص کے حق مین کہ جو انجان ہے اور اوسی ایک عورت کے باب مین ایک مسئلہ پیش آیا اور اوسنی کسی عالم سے پوچھا اور اوسنی کچھہ فتوا حرام یا حلال اور اوس شخص نے اوسپر عمل کرلیا پہر اوسی عالم یا کسی اور نے ایک دوسرے عورت کی نسبت اوسی صورت مین اور طرح کا فتوی دیا اور اوسنے اوسپر بہی عمل کرلیا تو اوس شخص کے لئے دونو امر جایز ہین اور اگر اس شخص نے کسے عالم سے ایک مسئلہ مین فتوا پوچہا اور اوسنی حرام حلال کا کچھہ فتوا دیا اور اسنی اوسپر اپنے زوجہ کی نسبت عمل نہین کیا اور وہ فتوا بلا عمل چھوڈدیا تو اوسکی لئے یہہ روا ہے اور اگر اوس فتوی پر عمل کرچکا ہے اور دوسرے عالم نے اوسی عورت خاصہ کی نسبت اور فتوا دیا تو دوسرے پر عمل جایز نہین امام محمد نے کہا کہ یہہ سب امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف کا اور ہمارا قول ہے ؁ ایسی شیخ نے جنکے علم وصلاح کا سبکو اقرار ہی یعنی شیخ عزالدین ابن عبد السلام نے اپنے فتاوے مین یہہ فتوا دیا کہ عامی جب کسی مسئلہ مین

ان يقلد فی سائر مسائل الخلاف لان الناس من لدن الصحابة الی ان ظهرت المذاهب يسألون فيما يستنح
لهم العلماء المختلفين من غير نكير انتهى كلام السيد بنوع من الاختصار ویجیء تمامہ عنقریب اور مولانا شاہ ولی اللہ قدس سرہ عقد الجید میں
فراق میں وقال یعنی الشيخ ابن عبد السلام لم يزل الناس يسئلون من اتفق من العلماء من غير تقييد بمذهب
ولا انكار على احد من السائلين الى ان ظهرت المذاهب ومتعصبوها من المقلدين انتهى
ہ شیخ عبد الوہاب شعرانی نے یہہ بات جو ابن عبد السلام نے کہی ہے اپنی جگہ عظمیٰ میں نقل کرکے کہا ہے کہ یہہ عدم التزام مذہب
معین ایسا متفق علیہ ہوگیا ہے جسکا خلاف درست نہیں یعنی بحکم آیۃ ويتبع غير سبيل المؤمنين نوله ما تولى ونصله جهنم
وساءت مصيرا چنانچہ مولانا موصوف عقد الجید میں فرماتے ہیں ونقل یعنی الشيخ عبد الوهاب الشعراني عن جماعة عظيمة من علماء
المذاهب انهم كانوا يعملون ويفتون بالمذاهب من غير التزام مذهب معين من زمن اصحاب المذاهب
الى زمانه على وجه يقتضي كلامه ان ذلك امر لم يزل العلماء عليه فيما ثالثه صار منه المتفق عليه فصار سبيل
المؤمنين الذي لا يصح خلافه انتهى یہہ شیخ کمال الدین محقق ابن الہمام حنفی رفعت شان اور علو مکان میں سب اہل علم واقف ہیں [illegible]
ہیں کہ جب کوئی کسی مسئلہ میں کسی مجتہد کی تقلید کرے تو اوسکو درست ہے کہ دوسرے مسئلہ میں دوسرے مجتہد کی تقلید کرے کیونکہ یقینی
معلوم ہے کہ سب لوگ قرون اولی میں کبھی کسیکی تقلید کرتے کبھو کسیکی تقلید کرتے اور اگر کوئی اپنے نفس پر خود بخود التزام
کرلے کہ میں ایک ہی مذہب کی تقلید کرونگا تو اوسکی حق میں تین قول ہیں اول یہہ کہ اوسکو التزام لازم ہے
دوسرا یہہ کہ لازم نہیں اور تیسرا یہہ کہ التزام اور عدم التزام برابر ہیں اور یہی غالب ہے اوپر ظن کی چنانچہ
تحریر میں فرماتے ہیں لا یرجع عما قلد فيه اتفاقا وهل يقلد غيره في غيره المختار نعم للقطع بانهم كانوا يستفتون مرة واحدا ومرة غيره غير ملتزمين
مفتيا واحدا فلو التزم مذهبا معينا كابي حنيفة والشافعي فقيل يلزم وقيل لا وقيل مثل من لم يلتزم وهو الغالب على الظن

کسی مجتہد امام کی تقلید کرلے تو اوسپر متعین نہیں کہ تمام بقیہ مسئلوں خلافیہ میں بہی اوسیکی تقلید کرے کیونکہ تمام لوگ عہد صحابہ سے مذہبوں کے
ظاہر ہونے تک اپنے مرویات میں بلا روک ٹوک علما مختلف سے فتوی لیتے رہے ہیں مختصر کلام سید کا ہوچکا اگلی پورا آویگا ہ شیخ ابن عبد السلام
نے کہا کہ بلا تقیید کسی مذہب کے ہمیشہ لوگ جس عالم سے اتفاق پڑگیا اوس سے فتوے لیتے رہتے ہیں اور کوئی مانع نہیں ہوا یہانتک کہ مذہب کی ہٹ دہرم
پیدا ہوئی ہ فرمایا اللہ تعالی نے اور پیروی کرے مومنوں کی راہ کے خلاف راہ سو اوسکی متوجہ کرینگے ہم اوسکو جدہر متوجہ ہوا اور داخل کرینگے ہم اوسکو دوزخ میں
اور بری ہے جگہہ پہرجانیکی ہ اور نقل کیا شیخ عبد الوہاب شعرانی نے علما مذہب کے ایک بڑی جماعت سے یہہ کہ فتوی دیتے تھے اور عمل کرتے تھے
مطابق مذہب کے بغیر قید ایک مذہب کے زمانہ اصحاب مذاہب سے لیکر شیخ کی زمانہ تک یہہ نقل شیخ کی ایسی طرح ہے کہ اونکا کلام بیان چاہتا ہے کہ یہہ امر ایسا
متفق علیہ ہوکر سبیل مومنین ہوچکا ہے اور اسکا خلاف صحیح نہیں ہے ہ نہ رجوع کرے بالاتفاق اوس مسئلہ میں جن میں عمل کرچکا یہہ بات کا اور دوسرے
مسئلہ میں اور مجتہد کی تقلید کرے تو جواب یہہ کہ مذہب مختار یہی ہے کہ ہاں کرلے سبب یقینی ہونے اسبات کی کہ لوگ بغیر التزام مذہب معین کی فتوی پوچھتے
ہیں اور اگر کوئی التزام کرلے ایک مذہب کا جیسے ابو حنیفہ یا شافعی تو کہا گیا ہی کہ یہہ التزام لازم ہوجاتا ہے اور کہا گیا کہ لازم نہیں اور کہا گیا ہی کہ التزام

تنبیہ قولہ لا یرجع فیما قلد فیہ معنی اسکے یہہ ہین کہ جس حادثہ معینہ مین تقلید کر چکا ہی اوس حادثہ خاص مین رجوع نہ کرے اگرچہ اوسی مسئلہ مین دوسرے حادثہ مین اور دوسرے وقت مین رجوع کر لے جیسا کہ ملا حسن شرنبلالی حنفی نے اور سید علی سمہودی نے اور سید ابن العابدین نے اور سید احمد طحطاوی نے اور امیر بادشاہ شارح تحریر نے اور فاضل قندہاری نے خوب دلائل اور تفصیل کہا ہے جیسا کہ بحث رجوع بعد العمل مین آئیگا انشاء اللہ تعالے اور سید بادشاہ شارح تحریر نے بھی ایسا کہا ہے کہ صحابہ کی زمانہ سے لیکر آجتک یہی حال و مسلک چلا آیا ہے کہ کبھو کسیکی تقلید کرتے اور کبھی کسیکی بدون انکار کی اور ان تینون قولون مین اس قول کو کہ التزام سے بھی لزوم نہین ہوتا خوب دلائل سے ثابت کیا ہے تو کہ خصم کو گنجائش اختیار کرنے قول اول کے یعنے لزوم کی نہ رہی اور کہا ہی کہ یہہ تین قول اوس شخص کے حق مین ہین جو از خود ایک مذہب کا التزام کر لے اور جو کوئی سرے سے التزام نکرے تو اوسپر بالاتفاق تعیین مذہب معین کے لازم نہین بدلیل اجماع صحابہ و من بعدہم کے اور کہا ہی کہ عامی محض کو تو تعیین مذہب کے سراسر بے معنی اور باطل ہے اسلئے کہ اوسکو مذہب سے کیا خبر اور اوسکی اصول اور قواعد سے کیا اطلاع پھر اسکا یہہ قول کہ مین حنفی ہون یا شافعی ہون ایسا ہوگا جیسا کہ کہی کہ مین نحوی ہون چنانچہ شرح تحریر مختصر شرح ابن امیر حاج مین فرماتے ہین لا یرجع المقلد فیما قلد فیہ من احکام المجتہدین ای عمل بہ تفسیر لقلد والضمیر المجرور راجع الی الموصول اتفاقا نقل الآمدی وابن الحاجب الاجماع علی عدم جواز رجوع المقلد فیما قلد فیہ وقال الزرکشی لیس کما قالاہ ففی کلام غیرہما ما یقتضی جریان الخلاف لعدم العمل ایضا وہل یقلد غیرہ ای غیر من قلدہ فی حکم غیرہ ای غیر الحکم الذی عمل بہ اولا المختار فی الجواب نعم للقطع بالاستقراء بانہم ای المستفتین فی کل عصر من زمن الصحابۃ الی الآن کانوا یستفتون مرۃ واحدا من المجتہدین ومرۃ غیرہ ای غیر المجتہد الاول حال کونہم غیر ملتزمین مفتیا واحدا وشاع ذلک من غیر نکیر وہذا اذا لم یلتزم مذہبا معینا فلو التزم مذہبا معینا کابی حنیفۃ والشافعی فہل یلزم الاستمرار علیہ فلا یقلد غیرہ فی مسئلۃ من المسائل ام لا فقیل یلزم کما یلزم الاستمرار فی حکم حادثۃ معینۃ قلدہ فیہ لانہ اعتقد ان مذہبہ حق فیجب علیہ العمل بموجب اعتقادہ وقیل لا یلزم وہو

اور عدم التزام ایکسان اور یہی بات جی کو لگتی ہی فائدہ تیسری مقلد اوس مسئلہ مین جسمین عمل کر چکا بالاتفاق ابن حاجب اور آمدی نے اس پہلے پر اجماع نقل کیا ہے اور زرکشی نے کہا ہے جسطرح یہہ دونو کہتے ہین یون نہین ہے بلکہ ان دونونکی سوا اور ونکی کلام اس صورت خاص مین بھی خلاف پایا جاتا ہی رہی یہہ بات کہ اور مسئلہ مین اور کی تقلید کر سکتا ہے تو جواب پسندیدہ طور پر یہی ہے کہ ہان کیونکہ جستجو کے بعد یقینے یہہ بات معلوم ہوئی ہے کہ زمانہ صحابہ سے آجتک ہر زمانہ مین بغیر التزام ایک مذہب کے فتوا اور استفتا چلا آیا ہے اور یہہ بات بیدھڑک پہیلی رہے ہے یہہ گفتگو تو اسمین ہی کہ ایک مذہب معین کا التزام نہین کیا اور اگر ایک مذہب معین جیسی ابوحنیفہ اور شافعی کا التزام کر لیا تو یہہ بات لایق گفتگو ہے کہ اوس مذہب پر جما رہے یا نہین سو بعضون نے کہا کہ جما رہی جیسا کہ جس حادثہ معین میں عمل کر چکا ہے اوسمین جا رہے کیونکہ اوسی حق جان چکا اور بعضون نے

الامر لان التزام غير ما لم يلزم اذ لا واجب الا ما اوجبه الله ورسوله ولم يوجب على احد ان يتمذهب بمذهب رجل من الائمة فيقلده
في كل ما ياتي ويذر غيره والتزامه ليس بنذر حتى يجب الوفاء به قلت ولو نذره لا يلزمه كما لا يلزمه البحث عن
الاعلم واسد المذاهب على المعتمد قال السيد السمهودي وقال ابن حزم انه لا يحل لحاكم ولا لمفت تقليد رجل فلا
يحكم ولا يفتي الا بقوله وقول ابن حزم لم يوخذ به وهو كما حكى عنه من دعواه الاجماع على ان متتبع الرخص فاسق وهو
مردود بما افتى به الشيخ المتفق على علمه وصلاحه العلامة عز الدين بن عبد السلام في فتاواه لا يتعين على العامي اذا
قلد اماما في مسئلة ان يقلده في سائر مسائل الخلاف لان الناس من لدن الصحابة الى ان ظهرت المذاهب يسئلون فيما يسنح لهم
العلماء المختلفين من غير نكير سواء اتبع الرخص في ذلك او العزائم لان من جعل المصيب واحدا وهو الصحيح لم يعينه ومن
جعل كل مجتهد مصيبا فلا انكار على من قلد في الصواب وقال ايضا واما ما حكاه بعضهم عن ابن حزم من حكاية الاجماع على
منع تتبع الرخص من المذاهب فلعله محمول على من تتبعها من غير تقليد لمن قال بها او على الرخص المركبة في الفعل الواحد
كذا في العقد الفريد في احكام التقليد للسيد علي السمهودي الشافعي بل قيل لا يصح للعامي مذهب لان المذهب لا يكون الا
لمن له نوع نظر وبصيرة بالمذاهب او لمن قرأ كتابا في فروع مذهب وعرف فتاوى امامه واقواله واما من لم يتأهل لذلك بل قال
انا حنفي او شافعي لم يصر من اهل ذلك المذهب بمجرد هذا كما لو قال انا فقيه او نحوي لم يصر فقيها او نحويا وقال الامام صلاح الدين
العلائي والذي صرح به الفقهاء في مشهور كتبهم جواز الانتقال في احاد المسائل والعمل فيها بخلاف مذهبه اذا لم يكن

بہت صحیح ہے کیونکہ مقلد کا التزام مذہب ضروری نہیں ہے اس لیے کہ سوای واجبات الہیہ کے کچھ واجب نہیں اور واجبات الہیہ میں یہ نہیں کہ اماموں
میں سے کسیکا مذہب لیکر اور کل مذہب کو چھوڑ دیا جاوے اور مقلد کا التزام کر لینا کچھ نذر نہیں ہے کہ وجوب الوفا ہو میں کہتا ہوں کہ اگر
نذر بھی ہو تو بھی موافق سید سمہودی کے قول معتمد پر بحث بہترین مذہب کی طرح واجب الوفا نہیں ہے اور ابن حزم نے کہا کہ مفتی اور حاکم کو
حلال نہیں کہ ایک مجتہد کا مقلد بنکر اوسکے قول پر فتوا دیوے اور ابن حزم سے کسی نے دعوی اجماع اسپر جو نقل کیا ہے کہ رخصتوں کا ڈھونڈنے
والا فاسق ہے اوسکا قول نہیں لیا جاتا اور یہ قول اجماع ابن حزم کا قابل رد ہے بسبب اسکے کہ شیخ متفق علیہ علم و فتاوی میں علامہ عز الدین
ابن عبد السلام نے اپنے فتاوے میں فتوا دیا ہے کہ عامی جو کسی مسئلہ میں ایک مذہب پر عمل کر لے تو اوس پر ضروری نہیں کہ اور مسائل خلافیہ میں بھی اوسکی
تقلید کرے اسلیے کہ عہد صحابہ سے ظہور مذاہب تک لوگ مختلف مسائل میں علما مختلف سے فتوا لیتے آئے ہیں اور یہ بھی برابر ہے کہ جستجو رخصت کی یا عزیمت کی
کیونکہ جسنے ایک مجتہد کو مصیب ٹھیرایا ہے اور یہی مذہب صحیح ہے اوس نے تعیین نہیں کی اور جسنے ہر مجتہد کو مصیب ٹھیرایا ہے تو پیروی کرنی ٹھیک بات میں کیا جائے
اور یہ بھی علامہ موصوف نے کہا ہے کہ وہ جو کسی نے ذکر کیا کہ ابن حزم نے رخصتوں کی جستجو کی ممانعت پر اجماع بتایا ہے سو شاید اوسکے معنی یہ ہیں کہ بغیر تقلید
اون مجتہدوں کی جو اون رخصتوں کے قایل ہیں کا لا بالی ہو کر عمل کرنا منع ہوگا یا یہ کہ اون رخصتوں کو ایک فعل میں جمع کر لیوے یہ ہے عقد الفرید سمہودی شافعی میں بلکہ
کہا گیا ہے کہ عامی کا کوئی مذہب ٹھیک نہیں ہے کیونکہ مذہب اوسیکا ہوتا ہے جسکو مسائل میں کچھ سمجھ بوجھ ہو یا اوسنے مسائل مذہبی میں کوئی کتاب پڑھی ہو کہ
اپنے امام کے فتوی جانتا ہو اور جسمیں یہ لیاقت نہیں ہے بلکہ وہ یوں کہتا ہے کہ میں حنفی ہوں یا شافعی ہوں تو فقط اوسکے کہنے سے وہ اوس مذہب میں نہیں

على وجه التتبع للرخص انتهى قلت والمراد بخلاف مذهبه المسائل التي عمل بها لا التي اعتقدها بدون عمل لقول الكمال
ثم حقيقة الانتقال اي عن المذهب انما يتحقق في حكم مسئلة خاصة قلد فيه وعمل به والا فقوله قلدت اباحنيفة
رحمه الله فيما افتى به من المسائل مثلا والتزمت العمل به على الاجمال وهو لا يعرف صورها ليس حقيقة التقليد بل
هذا حقيقة تعليق التقليد او وعد به كانه التزم ان يعمل بقول ابي حنيفة فيما يقع له من المسائل التي تتعين في الوقائع
فان ارادوا يعني المشايخ القائلين من الحنفية بان المنتقل من مذهب الى مذهب آثم يستوجب التعزير ارادوا هذا
الالتزام فلا دليل على وجوب اتباع المجتهد المعين بالتزامه نفسه ذلك قولا او نية شرعا قلت وكذا لا يلزم بالعمل
على الصحيح كما تقدم بل الدليل اقتضى العمل بقول المجتهد فيما اذا احتاج اليه لقوله تعالى فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون
والسوال انما يتحقق عند طلب حكم الحادثة المعينة وحينئذ اذا ثبت عنده قول المجتهد وجب عمله به انتهى
كما نقله السيد السمهودي رحمه الله ثم قال السمهودي واذا افتاه مفتيان واختلفا تخير على الاظهر انتهى وقيل الملتزم كمن لم يلتزم
يعني انه ان عمل بحكم تقليد المجتهد لا يرجع عنه اي عن ذلك الحكم وفي غيره اي غير ذلك الحكم له تقليد غيره من المجتهدين وهذا
القول في الحقيقة تفصيل لقوله وقيل لا قال المصنف يعني ابن الهمام وهو يعني هذا القول الغالب على الظن كناية عن كمال
قوته بحيث يجعل الظن متعلقا بنفسه فلا يتعلق بما يخالفه ثم بين وجه غلبته بقوله لعدم ما يوجبه اي لزوم اتباع من
التزم تقليده شرعا اي ايجابا شرعيا اذ لا يجب على المقلد الا اتباع اهل العلم لقوله تعالى فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم

ہو سکتا ہے تو ایسی بات بھی کوئی کہیں نہ فقیہ ہوں نہ نحوی ہوں تو اس کے فقیہ اور نحوی کی تشبیہ سکتا ہے امام صلاح الدین علائی نے کہا کہ مشہور کتابوں میں
فقہائی جس کو کھول کر کہا ہے وہ تو انتقال مذہب کا جزئیات مسائل میں اور برخلاف اپنے مذہب کے جو مسئلے ہیں اونپر عمل کرنا ہی بشرطیکہ خصوصی کے نہ ڈھونڈھی
میں کہتا ہوں کہ مراد خلاف مذہب سے وہ مسئلے ہیں جنپر عمل کر چکا وہ مسائل جنپر بغیر عمل کے فقط معتقد تھا جی ہی میں ٹھانا ہی سبب اسکے کہ کمال الدین یعنی
ابن ہمام کہتے ہیں کہ حقیقت انتقال مذہب کے وہی مسئلہ میں ہوتا ہے جسمیں عمل کر چکا ورنہ بغیر مسئلوں کی صورت جانے بوجھے اجمال طور پر یہہ کہنا کہ میں نے اپنے
ذمہ پر یہہ التزام کر لیا کہ مثلا امام ابو حنیفہ کا مقلد ہوں یہہ تقلید کی حقیقت نہیں ہے بلکہ یہہ تقلید کا وعدہ ہی کیونکہ اوسنے یہہ التزام کیا ہے کہ جو اگلی
حادثوں میں پیش آویگی اونمیں امام ابو حنیفہ کی تقلید کرونگا پھر اگر مشایخ اپنے اس قول سے کہ انتقال کر نیوالا ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف گنہگار ہے لائق
تعزیر ہے یہہ التزام ارادہ کرتے ہیں تو شرع کی طرف سے خود التزام کرکے ایک معین مجتہد کی تقلید کرنے پر کوئی دلیل نہیں میں کہتا ہوں کہ عمل سے بھی صحیح
مذہب پر تقلید شخصی لازم نہیں ہے چنانچہ اوپر گذرا بلکہ دلیل تو چاہتی ہے کہ وقت حاجت کسی مجتہد کے قول پر عمل کرنا چاہیے بسبب اس آیت کی پوچھو اہل ذکر سے
جو تم نہیں جانتے ہو اور پوچھنا تو حاجت کی وقت ہوتا ہے اور جب ثابت ہو گیا نزدیک اوسکے مجتہد کا قول اوسی وقت اوس پر عمل ٹھہر گیا وہ عبارت ہو چکی جو سید سمہودی نے نقل کی پھر سمہودی نے
کہا کہ اگر کسی کو دو مفتی مختلف فتوے دیں تو ظاہر یہ ہے کہ وہ عمل میں مختار ہے اور کہا گیا ہے کہ التزام کر نیوالا اور نہ کرنیوالا دونوں یکساں ہیں اس معنے
کر کہ جس مسئلہ میں کسی مجتہد کی قول کی موافق عمل کر لیا تو اوسی سے نہ پھرے اور مسئلوں میں اوسکو اور مجتہد کی تقلید روا ہے اور یہہ قول حقیقت میں تفصیل ہے اوسکا
کہ التزام سے تقلید لازم نہیں ہوتی ہی ابن ہمام نے کہا کہ یہی قول جی کو لگتا ہے اور یہہ مقولہ ابن ہمام کا اشارہ ہے کہ یہہ قول بہت زبردست ہے اور جیسے

لاتعلمون وليس التزامه من الموجبات شرعا ويتخرج منه اى يستنبط منه اى من جواز اتباع غير مقلد الاول وعدم التضييق عليه جواز اتباعه رخص المذاهب اى اخذه من المذاهب ما هو الاهون عليه فيما يقع من المسائل ولا يمنع منه مانع شرعى اذ للانسان ان يسلك المسلك الاخف عليه اذا كان له للانسان اليه ذلك المسلك سبيل بان لم يكن عمل باخراى بقول اخر مخالف لذلك الاخف فيه اى فى ذلك المحل المختلف فيه انتهى عبارة السيد بادشاه هكذا فى العقد الفريد للعلامة ملا حسن الشرنبلالى الحنفى

ترجمہ علامہ ابن امیر حاج نے کہا ہے کہ یہ بھی ہے کہ ایک مسئلہ میں ابوحنیفہ کی مثلاً تقلید کرے اور دوسرے مسئلہ میں کسی دوسرے امام کی تقلید کرنی مباح اور مجوز ہے واسطے یقین ہونے کے کہ تمام مخلوقات زمانہ صحابہ سے لیکر آجتک کبھو کسی کی تقلید کرتی تہی اور کبھو کسی اور کی اور یہ امر شایع اور مشکور ہو گیا اور اوسپر کسی نے انکار نہیں کیا یعنی گویا سبیل مومنین کا یہی ہو گیا اور فرمایا کہ التزام ایک مذہب کا وہ مذہب لازم نہیں ہوجاتا اسواسطے کہ واجب لازم وہی امر ہوتا ہے جو کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اوسکا لازم اور واجب کردے حالانکہ اللہ اور رسول نے کسیکو حکم نہیں دیا کہ ایک مذہب خاص کی تقلید کرو اور فرمایا کہ دلیل شرعی سے تو فقط یہی ثابت ہوتا ہے کہ وقت حاجت کی قول کسی مجتہد کا اخذ کیا جاوے اسپر التزام اوسی مجتہد کا سو یہہ نہیں ہی ثابت ہوا سمع سے چنانچہ تیسیر شرح تحریر میں فرمایا

ہی وهل يقلد غيره اى من قلده اولاً فى شئ فى غيره اى غير ذلك الشئ كان يعمل اولاً فى مسئلة بقول ابى حنيفة وثانيا فى اخرى بقول مجتهد آخر المختار كما ذكره الآمدى وابن الحاجب نعم للقطع بالاستقراء التام بانهم اى المستفتين فى كل عصر من زمن الصحابة وهلم جرا كانوا يستفتون مرة واحدا ومرة اخرى غيره غير ملتزمين مفتيا واحدا وشاع وتكرر ولم ينكر انتهى اور دوسری جگہہ تحت اس قول تحریر کے وقيل لا فرماتی ہین اذ لا واجب الا ما اوجبه الله تعالى ورسوله ولم يوجب الله ورسوله على احد ان يتمذهب بمذهب رجل من الائمة فيقلده فى كل ما ياتى ويذر غيره انتهى اور تیسری جگہہ تحت اس قول تحریر کی وعدم لزوم بوجبه فرماتی ہین بل الدليل الشرعى اقتضى العمل بقول

اشارہ یون کرابن ہمام نے ایسے گمان کو جو قول میں لگایا ہے دوسرے نہیں پہر دیا اوس قول کی زیردست ہونیکی یون بیان کیا ہے کہ جسکی پیروی کیا التزام کری وہ شرعاً لازم نہیں ہوتا اس سبب کہ بموجب اس آیت کی کہ پوچھو تم اہل ذکر سے اگر تم نہیں جانتے مقلد پر صاحبان علم کا اتباع واجب ہے اور اوسکا التزام سو جانا شرعی حکم نہیں ہے اور یہہ بہی جب ہی تو اوسی پیروی حضرتونکی لیفے اور سہل تو ان مذہب کے جنمین کوئی مانع شرعی نہو نکال اپنی اصلی کر اوسکو روا کہ جب ہی کوئی سہل طریقہ نظر اوی تو اوسی کا اختیار کرے پہر وہ سہل طریقہ اپنے اس قول اس بیان کیا ہے کہ ضرورت مین عزیمت عمل کرنیکے نوبت نہ پہونچی ہو ہو جسکی عبارت سید بادشاہ کی اور ملا حسن شرنبلالی حنفی کی عقد الفرید مین یونہین ہے ف ١ کیا جس مسئلہ پر عمل کر چکا ہی اوسکی سوا اور مسئلونمین اور مجتہد کی تقلید کرسکتا ہے مثلاً ایک مسئلہ مین امام ابوحنیفہ کی قول پر عمل کرلیا اور دوسرے مسئلہ مین اور مجتہد کی قول پر بموجب نقل آمدی اور ابن حاجب کے مختار مذہب یہی ہے کہ اوسکو روا ہے اسلئے کہ کامل تجربہ سے یہہ بات معلوم ہوئی ہی کہ زمانہ صحابہ سے یہانتک بغیر التزام ایک مذہب کے مختلف مفتیون سے فتوے لیتی رہی ہین اور بلا انکار یہہ بات جاری رہی ہے ف ٢ دوسری جگہ

المجتہد وتقلیدہ فیہ فیما یحتاج الیہ وہو قولہ فاسئلوا اہل الذکر والسوال انما یتحقق عند طلب حکم الحادثۃ المعینۃ فاذا ثبت عندہ قول المجتہد وجب عملہ واما التزامہ فلم یثبت من السمع اعتبارہ ملزما انما ذلک فی النذر ولا فرق فی ذلک بین ان یلتزمہ بلفظہ او بقلبہ علی ان قول القائل مثلا قلدت فلانا فیما افتی بہ تعلیق التقلید والوعد بہ ذکرہ المصنف انتہی ؛ ابن الحاجب مالکی نے کہا ہے کہ ایک مسئلہ میں ایک مجتہد کی تقلید کرنی اور دوسرے مسئلہ میں کسی دوسرے مجتہد کی تقلید کرنی تعامل قرون اولیٰ سے ثابت ہے کیونکہ یقینا معلوم ہے کہ قرون اولیٰ میں ایسا ہی واقع تھا اور اگر کوئی ایک مذہب کا التزام بھی کرلے تو وہ التزام ایسا ہے جیسا عدم التزام چنانچہ مختصر الاصول میں فرماتی ہیں ولا یرجع عنہ بعد تقلیدہ اتفاقا وفی حکم اخر المختار جوازہ لنا القطع بوقوعہ ولم ینکر فلو التزم مذہبا معینا کمالک والشافعی وغیرہ فثالثہا کالاول انتہی ۸ قاضی عضد الملۃ والدین شافعی نے بھی یہی کہا کہ زمانہ صحابہ سے لیکر بعد اوسکی ہر عصر میں یہی مسلک تھا کہ بدون التزام ایک مذہب کے تقلید کیا کرتے تھے اور کلام کو ابن حاجب کی خوب تفصیل سے جیسا کہ ہمنے اوسکا ترجمہ کیا ہے شرح کی ہے چنانچہ شرح مختصر میں فرماتی ہیں اذا عمل العامی بقول مجتہد فی حکم مسئلۃ فلیس لہ الرجوع فیہ الی غیرہ اتفاقا واما فی حکم مسئلۃ اخری فہل یجوز لہ ان یقلد غیرہ المختار جوازہ لنا القطع بوقوعہ فی زمن الصحابۃ فان الناس فی کل عصر یستفتون المفتین کیف ما اتفق ولا یلزمون سوال مفت بعینہ وقد شاع وتکرر ولم ینکر فلو التزم مذہبا معینا وانکان لا یلزم کمذہب مالک ومذہب الشافعی وغیرہما ففیہ ثلث مذاہب احدہا یلزم وثانیہا لا یلزم وثالثہا انہ کالاول وہو من لم یلتزم فان وقعت واقعۃ یقلدہ فیہا فلیس لہ الرجوع واما فی غیرہا فیتبع فیہا من شاء انتہی ۹ فاضل جامع ماہر اصول معقول

جو الله اور رسول نے واجب کیا اور انہوں نے یہہ واجب نہیں کیا کہ ایک مذہب معین کرکے اوسکی تقلید کرے اور سبکو چھوڑ دی ف ٣ بلکہ دلیل شرعی حاجت کی وقت موجب اس آیۃ کے پوچھو اہل ذکر سے کسی مجتہد کی تقلید چاہتی ہے اور پوچھنا حاجت کے وقت ہوتا ہے سو اوسوقت جو قول جس مجتہد کا ملا اوسپر عمل ٹھہر گیا اور التزام کا نقل لازم ہوجانا درجہ اعتبار کو نہیں پہونچا التزام تو نذر میں ہوتا ہے اور اسمیں کچھ فرق نہیں کہ التزام زبان سے کرے یا دل سے علاوہ یہہ کہ مقلد کا یہہ کہنا کہ میں فلان مجتہد کی تقلید حاجت کی وقت کرونگا یہہ تو تقلید کا وعدہ ہی یہہ قول مصنف نے یعنے ابن ہمام نے ذکر کیا ہے ف ١ بعد عمل کے بالاتفاق نہ پھری اور اور مسئلوں میں مذہب مختار پر اور وں کی پیروی روا ہے کیونکہ ہمیں یقین ہے کہ بلا انکار یونہیں ہوتا آیا ہے اور اگر کسی مذہب معین کا التزام کرلیوے جیسے مذہب امام مالک یا شافعی کا تو وہ بھی پہلی ہی صورت کیطرح ہی ف ٢ جب عمل کر چکا کوئی ایک مسئلہ میں کسی مجتہد کے قول پر تو اوس مسئلہ میں اب بالاتفاق وہ نہ پھری اور رہا مسئلہ دوسرا تو مذہب مختار پر اوسکی لئی اور مذہب پر عمل کرنا روا ہے کسلئی کہ ہمیں درجہ یقین کو یہہ بات پہونچ گئی ہے کہ زمانہ صحابہ میں یونہیں تھا کیونکہ لوگ ہر عہد میں حسب اتفاق بلا التزام مفتی کی فتوی لیتی رہے ہیں اور یہہ بات خوب پھیلی ہی ہی اور اگر ایک مذہب معین کا التزام کرلی اگرچہ لازم نہیں مثلا مذہب امام مالک و شافعی کا تو اسمیں تین قول ہیں

یب ایسے حنفی بہار کے نے کہ ادکی ملتان کے اہل علم کابل قندھار وہندوستان وغیرہ کی خوب واقف ہیں ولیاہی کہتا ہو کہ کلام

ان تعات مذکورین بالاکی لائق ہوا چنانچہ مسلم الثبوت مین زماتے ہین وھل یقلد غیرہ فی غیرہ المختار نعم لما علم من استفتائهم

ة واحدا واخری غیرہ بلانکیر ولو التزم مذھبا معینا کمذھب ابی حنیفة او غیرہ فھل یلزمه الاستمرار علیه فقیل

م لان الالتزام لایخلو عن اعتقاد غلبة الحقیة فیه وقیل لا اذ لا واجب الا ما اوجبه الله ولم یوجب علی احد

ن یتمذھب بمذھب رجل من الائمة وقیل من التزم کمن لم یلتزم فلا یرجع عما قلده فیه وفی غیرہ یقلد من شاء

علیه السبکی وفی التحریر وھو الغالب علی الظن لعدم ما یوجبه شرعا ویتخرج منه جواز تتبع رخص المذاھب

لایمنع فیه مانع شرعی اذ للانسان ان یسلك الاخف علیه اذا کان له الیه سبیل بان لم یکن عمل فیه باخر وکان علیه

سلام یحب ما خفف علیهم انتھی وما نقل عن ابن عبد البر انه لایجوز للعامی تتبع الرخص اجماعا فاجیب بالمنع اذ

تفسیر متتبع الرخص عن احمد روایتان وما اورد ربما یکون المجموع مما لم یقل به احد فیکون باطلا اجماعا کمن تزوج

لا صداق ولا شھود ولا ولی فاقول مندفع بعدم اتحاد المسئلة ولانه لو تم لزم استفتاء مفت بعینه ھذا

ہی ہذا مولانا بحر العلوم عبد العلی حنفی نے جنکی تحقیق سے علوم نقلیہ وعقلیہ مین کسی اہل علم کو انکار نہین اور نام اونکا

مدرسہ اور اہل مجلس مین اہل علمون کے وظیفہ زبان ہو رہا ہی فرمایا ہے کہ اجماع ہے کہ ہمیشہ کرکہو ایک امام کی تقلید

کی اور کبہو دوسرے امام کی تقلید کرتے رہے اور تین قولون مین سے جو کہ عبارت مین گذری ہین اس قول کو کہ التزام کرلینی

سے لازم نہین ہوجاتا خوب ثابت کیا ہی اور اوسکو اختیار کیا ہے اور فرمایا ہی کہ اللہ تعالی نے کسی شخص پر ایک مذہب معین کی تقلید

یہ توجیہ کہ التزام سے مذہب لازم ہوجاتا ہی دوسرے یہہ کہ نہین لازم ہوتا تیسری یہہ کہ التزام اور عدم التزام دونو یکسان ہین اور اگر کسی نے

ل کرلیا تو اوسمین نہ پہیرے اور اور مسائل مین جسکی چاہے پیروی کرے ۵ اور کیا اور مسئلہ مین دوسرے مجتہد کی تقلید کرسکتا ہی تو مذہب

دہ ہونیکا دیا جاویگا اسلئے کہ جاہلوں کو کہ ہمیشہ مختلف مفتیون سے فتوا پوچھنے کا عمل چلا آیا ہے اور اگر التزام کرلی کسی مذہب کا جیسے

امام ابو حنیفہ کے مذہب کا تو کیا اوسپر چلنا لازم ہوجاتا تو بعضون نے کہا کہ ہان سو اسلئے کہ التزام حق جانکر کیا ہوگا اور بعضون نے کہا ہے نہین اسلئے

روجب وہی ہی جو اللہ تعالی نے واجب کیا اور اللہ نے یہہ واجب نہین کیا کہ اماموں ایک کا مذہب معین کرے اور بعضون نے کہا ہے کہ التزام اور عدم التزام

یکسان ہین جس مسئلہ میں عمل کرچکا اوسمین نہ پہیرے اور اور مسئلوں مین جسکی چاہے پیروی کرے اور جسکی اسی یہہ ہی اور تحریر میں ہے کہ یہی جی کو لگتا

سبب نہ ہونے دلیل شرعی کے جو کسی کو واجب کرے اور اس سے یہہ نکلتا ہے کہ مانع شرعی نہو تو رخصون کی عمل ہو سکتا ہے اسلئے کہ آدمی کو روا ہے

سہل طریقہ اختیار کرے جو سہل طریقہ اپنا لگا سکی اور یہ بات ہے کہ ایون ہو کہ اوسمین اوس مسئلہ پر عمل نکیا ہو اور آنحضرت صلعم امت کی لئی سہل کو

دوست رکہتے تہے ہو جسکی عبارت تحریر کے اور وہ جو ابن عبد البر سے منقول ہی کہ بالاجماع عامی کو رخصتونکا تجسس منع ہے سو اوسکا جواب دیا گیا

دیا حق تباین حوبسنہ و رخصت کی بابت مین امام احمد سے دو روایتین ہین اور وہ جو یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ کبہی مجموعہ ایسا ہو جاویگا کہ کسی کی مذہب

نہین رہیگا تو بالاجماع باطل ٹہرے گا مثلا ایک شخص نے بغیر مہر اور بلا گواہ اور ولی کے نکاح کیا سو مین کہتا ہون کہ یہہ اعتراض مندفع ہے کیا اسلیئے

واجب نہیں کی تو اوسکا واجب کہنا گویا نئی شریعت نکالنی ہوئی اور اس قول کو کہ التزام کرنے سے ایک مذہب لازم ہو جاتا ہے
بوجہ معقول باطل کیا ہے اور قول ثالث کو یعنی التزام مثل عدم التزام کو تو تسلیم کیا ہے لاکن کلام اون سبہونکے یعنے فلا یرجع
عما قلدہ فیہ وفی غیرہ یقلد من شاء کو دفع اور رد کیا ہے اور فرمایا کہ جو کہ بعض متاخرین نے تشدید کی ہے کہ اگر حنفی ہو کر
شافعی ہو جاوے تو قابل تعزیر کے ہوتا ہے یہہ اونکی اپنے گہر کی شرع ہے اور یہہ وہم ہم سے اس التزام مذہب معین کا باطل
کیا ہے چنانچہ شرح مسلم میں فرماتے ہیں وھل یقلد غیرہ ای من قلد بہ فی غیرہ ای غیر ما قلد فیہ المختار نعم
ان شاء لما علم من استفتائھم مرۃ اماما واحدا ومرۃ اخری اماما غیرہ من غیر نکیر من احد فصار
اجماعا وتواتر ھذا البحث لا مجال للمماراۃ فیہ ولو التزم مذھبا معینا ای عھد نفسہ انہ علی ھذا
المذھب کمذھب ابی حنیفۃ او غیرہ من غیر ان یکون ھذا الالتزام لمعرفتہ دلیل کل مسئلۃ وظنہ راجحا
علی دلائل المذاھب الاخر المعلومۃ مفصلا بل انما یکون العھد من نفسہ بظن الخطاء اجمالا
او بسبب اخر فھل یلزمہ الاستمرار علیہ ام لا فقیل نعم یجب الاستمرار ویحرم الانتقال من
مذھب الی مذھب اخر حتی شدد بعض المتاخرین المتکلفین وقالوا الحنفی اذا صار شافعیا
یعزر وھذا تشریع من عند انفسھم لان الالتزام لا یخلو عن اعتقاد غلبۃ الحقیۃ فیہ قلت
لا نسلم ذلک فان الشخص قد یلتزم من المتساویین امر المنفعۃ لہ فی الحال ودفع الحرج
عن نفسہ ولو سلم فھذا الاعتقاد لم ینشاء بدلیل شرعی بل ھو ھوس من ھوسات المعتقد
ولا یجب الاستمرار علی ھوسہ فافھم وقیل لا یجب الاستمرار ویصح الانتقال وھذا

ہووے مسئلہ کی اور بسبب اجماع کی کہ اگر یہہ اعتراض پورا ہو تو لازم آویگا ایک مفتی معین سے فتوا پوچہنا یا درکہو لیا تکو سلف اور کیا پروے کسی دوسری
مجتہد کی سوا اوس مسئلہ کی جسپر عمل کر چکا تو مذہب مختار پر جواب روا ہو ئیگا مہر کا کسو طرح کہ برابر لوگ ہمیشہ سے لوگ مختلف مفتیون سے مسئلے
پوچہتے آئے ہیں تو یہہ اجماع ہو گیا اور متواتر ہو گئی ہے یہہ بحث یہانتک کہ جہگڑے کیواسطے گنجایش نہین رہی اور اگر کسی نے ایک مذہب معین کا
التزام کر لیا یعنے اپنے جیمین ٹہان لیا کہ مین فلان مذہب پر ہون جیسے امام ابو حنیفہ کا مذہب مثلا بن اسکی کہ یہہ التزام تفصیلا سارے مسئلے
دلیلون سمیت جانکر ہو بلکہ مع گمان خطا کی فقط جی میں ٹہان لی کہ مین فلان مذہب پر ہون تو کیا اس التزام پر جاؤ لازم ہو جاتا ہے
تو بعضون نے کہا ہے کہ ہان جاؤ لازم ہے اور انتقال ایک مذہب سے دوسرے مذہب کیطرف حرام ہے یہانتک کہ بعضے متاخرین نے
تکلف کر کے سخت گیری کی ہے اور کہا ہے کہ حنفی جب شافعی ہو جاوے تو تعزیر دیجاوے اور یہہ گہر سے شریعت بنانی ہے
کیونکہ التزام اوسی حق کو غالب جانکر ہوتا ہے اور مین کہتا ہون کہ یہہ امر مسلم نہین اسواسطے کہ کبہی آدمی برابر کی دو چیزون مین سے
ایک کو نفع وغیرہ کی لئے التزام کر لیتا ہے اور اگر وہ امر تسلیم ہی کیا جاوے تو وہ حق کو غالب جاننا کچہہ دلیل شرعی سے نہین پیدا ہوا
بلکہ اعتقاد کرنیوالے کی ایک خواہش ہے اور خواہش پر جاؤ واجب نہین اس بات کو غور کرنا چاہیے اور بعضون نے کہا کہ التزام جاؤ لازم نہین

هو الحق الذی ینبغی ان یؤمن ویعتقد به ولکن ینبغی ان لایکون الانتقال للتلهی فان التلهی حرام فی
التمذهب کان او فی غیره اذ لا واجب الا ما اوجبه الله تعالی والحکم له ولم یوجب علی احد ان یتمذهب
بمذهب رجل من الائمة فایجابه تشریع جدید وقیل من التزم کمن لم یلتزم فلا یرجع عما قلد فیه وفی غیره یقلد من
شاء وعلیه السبکی من الشافعیة وفی التحریر وهو الغالب علی الظن لعدم ما یوجبه شرعا ای لانه لیس لاتباع مذهب
واحد موجب شرعی وهذا انما یدل علی جزء الدعوی وهو انه یقلد من شاء ثم البیان قطعی اذ لم یوجبه الشرع
باطل لان التشریع بالرای حرام واما انه لا یرجع عما قلد فیه فلم یلزم منه قطعا فلا ینطبق الدلیل علی الدعوی
فتامل ویتخرج منه ای مما ذکر انه لا یجب الاستمرار علی مذهب جواز اتباع رخص المذاهب قال فی فتح القدیر
لعل المانعین للانتقال انما منعوا لئلا یتتبع احد رخص المذاهب قال هو یعنی ابن الهمام رحمه الله ولا یمنع منه مانع شرعی
اذ للانسان ان یسلک الاخف علیه اذا کان له الیه سبیل بان لم یظهر من الشرع منع التحریم وان لم
یکن عمل فیه باخر هذا مبنی علی منع الانتقال عما عمل به ولو مرة وکان علیه وآله واصحابه الصلوة والسلام
یحب الاخف علیهم انتهی لکن لابد ان لایکون اتباع الرخص للتلهی کعمل حنفی بالشطرنج علی رای
الشافعی قصدا الی اللهو وکشافعی شرب المثلث التلهی به وهذا حرام بالاجماع لان التلهی حرام بالنص
القاطع فافهم وما نقل عن ابن عبد البر انه لا یجوز للعامی تتبع الرخص اجماعا فقد وجد مانع شرعی

حق ہے جسپر ایمان لانا اور عقیدہ رکھنا چاہیے مگر اتنی بات ہے کہ انتقال کھیل کی طور پر نہو کیونکہ کھیل مذہب اور غیر مذہب سب جگہ حرام ہے
اور جن لوگون نے جاؤ لازم نہین کیا اونہوں نے دلیل یہہ بیان کی ہے کہ وجب فرض ہے جو اللہ نے واجب کیا اور
حکم اوسیکو سزاوار ہے اور اللہ نے ایک مذہب ٹھہرانا واجب نہین کیا سو ایسے امر کو واجب کہنا نئی شرع بنانی ہے اور بعضون نے
کہا ہے کہ التزام اور عدم التزام ایکسان ہے سو بعد عمل کے رجوع نکرے اور اسوا اسکے مین جسکی چاہے پیروی کرے اور فقہائے شافعیہ
سبکی اسیپر ہے اور تحریر مین کہا یہی جی کو لگتی ہے اس لئے کہ واجب ہونے پیروی مجتہد واحد پر کوئی دلیل شرعی نہین ہے اور یہہ
اس جزو دعوے پر کہ جسکی چاہے پیروی کرے تقلید دلالت رکھتا ہے اس سبب سے کہ جس امر کو شرع نے واجب نہین کیا اوسکو محض رائے سے
واجب کہنا شریعت بانا ہے اور وہ حرام ہے اور یہہ بات کہ بعد عمل کی نہ پھری یہہ دلیل یقینی کے طور پر نہین لازم آتا سو دلیل اور دعا مین مطابقت
نہین ذرا سمجھنا چاہیے اور یہہ جو مذکور ہوا کہ ایک مذہب پر جاؤ لازم نہین ہے اس سے رخصتون پر عمل کرنا بہی نکل آیا فتح القدیر مین کہا ہے
کہ شاید انتقال مذہب سے منع کرنیوالون نے اسلئے منع کیا کہ کوئی مذہب کے رخصتین نہ ڈھونڈھنی لگے اور یہہ ابن ہمام کی حجت کو تنگ کرتا ہے اور اسپر کوئی
مانع شرعی نہین اسلئے ہر آدمی کو یہہ پہنچتا ہے کہ سہل طریقہ چلے جو سہل طریقہ مل سکے اس طرح کہ حرمت شرعی گمان نہو اور رخصت پر عمل کر چکا ہو اور
بات اسپر مبنی ہے کہ بعد عمل کے انتقال منع ہے اور حضرت صلعم سہل عمل کو امت پر دوست رکھتے تھے یہہ جگہ عبارت فتح القدیر کی لیکن ضروری بات
ہے کہ یہہ رخصتونکا ڈھونڈھنا اسپر کر اللہو و لعب نہو جیسے کہ حنفی کا شطرنج کھیلنا اسکے ارادہ سے شافعی مذہب پر اور شافعی کا مثلث پینا کہو و

عن اتباع رخص المذاهب فاجيب بالمنع اى بمنع هذا الاجماع اذ فى تفسيق متتبع الرخص عن الامام احمد روايتان فلا اجماع ولعل رواية التفسيق انما هى فيما اذا قصد التلهى فقط لا غير وما اورد انه على تقدير جواز الاخذ بكل مذهب احتمال وقوع الخلاف المجمع عليه اذ ربما يكون المجموع الذى يعمل به مما لم يقل به احد فيكون باطلا اجماعا كمن تزوج بلا صداق ولا ولى بقول الامامين اى ابى حنيفة والشافعى رحمهما الله ولا شهود اتباعا بقول الامام مالك ولا ولى على قول الامام ابى حنيفة فهذا النكاح باطل اتفاقا اما عندنا فلانتفاء شهود واما عند غيرنا فلانتفاء الولى فاقول مندفع بعدم اتحاد المسئلة وقد مر ان الاجماع على بطلان القول الثالث انما يكون اذا اتحدت المسئلة حقيقة او حكما فتدبر ولانه لو تم لزم استفتاء مفت بعينه والا احتمل الوقوع انتهى

محققین نکتہ شناس کو اس کلام بلاغت نظام سے مولانا بحر العلوم کی تحقیق اقوال ثلثہ کی درباب التزام تقلید کے خوب معلوم ہوئی اور خوب بتحقیق ہوا کہ امر محقق یہی ہے کہ التزام سے بہی تقلید مجتہد معین کی لازم نہیں ہو جاتی بالحافظ الفقہ والاصول فاضل اخوند حبیب اللہ قندہاری حنفی نے بہی یہی کہا ہے کہ بالاجماع التزام مذہب معین لازم نہیں اور اگر کوئی اپنے طرف سے التزام کرلے تو پہر اسمین تین قول ہین لاکن حق یہی ہے کہ لازم نہیں کیونکہ اللہ تعالے نے کسی بشر پر واجب نہیں کیا کہ ایک ہی مذہب کو پکڑے رہے اور فرمایا ہے کہ عامی کو یہہ درست ہی نہین کیونکہ مذہب تو اوسکا ہوتا ہے جسکو کچہہ معرفت دلیل اور احکام کے ہو سو اگر عامی ہو کر کہی کہ مین حنفی المذہب ہون تو وہ ایسا ہے جیسا کہے مین نحوی ہون یعنے وہ جہوٹا ہے چنانچہ مغتنم الحصول مین فرماتے ہین وهل يقلد المقلد العامل بمذهب فى حكم غيره المختار نعم للقطع بان المستفتين من عصر الصحابة وهلم جرا كانوا يستفتون مرة واحدا واخرى غيره غير ملتزمين مفتيا

اور یہہ بالاجماع حرام ہے کیونکہ لہو ولعب بنص قطعی سے حرام ہے سمجہہ لے اور وہ جو شیخ اکبر سے منقول ہی کہ انہون نے کی لتی بالاجماع رخصتونکا ڈہونڈنا جایز نہین کیونکہ اسپر مانع شرعی پایا گیا ہے سو اسکا جواب یون دیا گیا ہے کہ نقل کرنا اس اجماع کا ٹہیک نہین سو جبکہ امام احمد سے رخصتونکی عمل کرنے والیکی فسق مین دو روایتین ہین تو اجماع کہان رہا اور شاید کی روایت فسق کی فقط لہو ولعب کے صورت مین ہے اور یہہ جو اعتراض کیا گیا ہی کہ ہر مذہب پر عمل کرنے کی حالت مین خلاف اجماع کا لازم آتا ہے اس سبب سے کہ کبہی مجموعہ عمل کا ایسا ہوگا کہ کسی کی مذہب پر نرہیگا تو وہ عمل بالاجماع باطل ٹہریگا جیسے ایک شخص نے ایسا نکاح کیا کہ موافق مذہب ابو حنیفہ اور شافعی کے مہر نہ باندہا اور موافق مذہب امام مالک کے گواہ نکئے اور موافق مذہب ہمارے امام ابو حنیفہ کے ولی نہ ٹہرایا تو یہہ نکاح بالاتفاق باطل ہے حنفی کی نزدیک تو بسبب نہونے گواہونکی اور اونکی نزدیک بسبب نہونے ولی کی سو مین کہتا ہون کہ یہہ اعتراض دفع ہے بسبب ایک نہون مسئلہ کے اور یہہ بات پہلی گذر چکی کہ جبتک حقیقت مین یا بطور حکم کے مسئلہ ایک نہو تو قول ثالث کی باطل ہونیکو اجماع نہین قرار پاتا فکر کر تو اسبات مین اور ایک بات یہہ ہے کہ یہہ اعتراض پورا ہوجاتے تو مفتی معین سے فتوا پوچہنا لازم اویگا ورنہ پہر وہ خرابی ہی سے اور کیا پیروی کرسکتا ہے مقلد ایک مذہب کا کسی مسئلہ مین اور مجتہد کی تو مذہب مختار پر جواب یہی ہے کہ ہان کرسکتا ہے بسبب یقینی ہونے اسبات کے کہ زمانہ صحابہ سے آجتک لوگ بغیر التزام ایک

واحدا وشاع ذلك وتكرر ولم ينكر فكان اجماعا على ان التزام مذهب معين غير لازم واختلف في انه هل هو
ملزم بمعنى انه لو التزمه فهل يلزمه الاستمرار عليه على ثلثة اقوال فقيل نعم لان الالتزام يبتنى على ظن حقيته
فيجب على موجبه وقيل لا اذ لا واجب الا ما اوجبه الله تعالى ولم يوجب على احد ان يتمذهب بمذهب امام بعينه
فيقلده في كل ما ياتي و يذر غيره والالتزام لما لم يعهد ملزما من الشرع كان بمنزلة التزام كذا لفلان من غير
ان يكون له عليه في التقرير وهو الاصح في الرافعي وغيره بل قال ابن حزم اجمعوا على انه لا يحل لحاكم ولا مفت تقليد
معين فلا يحكم ولا يفتي الا بقوله انتهى وقد انطوت القرون الفاضلة على عدم القول بذلك بل لا يصح للعامي مذهب ولو تمذهب
لان المذهب انما يكون لمن له نوع نظر واستدلال ومعرفة باقوال الائمة واحكامها ومن لم يتاهل لذلك وقال انا حنفي او شافعي كان لغوا كقوله انا
فقيه او نحوي وغايته ان يكون وعدا الى آخر ما قال انتهى قال الاولون شيخ الفقهاء و امام الاصوليين مولانا اكمل صاحب
غاية حاشية هدايه بهي تقرير الاصول مين ايسا هي كهاهے كه التزام مذهب معين لازم نهين چنانچه فاضل قندهاري
نقل كرتے هين ثم في التقرير من المعلوم انه لا يشترط ان يكون المجتهد مذهبه مدون وانه لا يلزم
احدا ان يتمذهب بمذهب احد من الائمة بحيث ياخذ باقواله كلها ويدع اقوال غيره كلها كما قدمناه بابلغ
من هذا ومن ههنا قال القرافي انعقد الاجماع على ان من اسلم فله ان يقلد من شاء من
العلماء من غير حجر واجمع الصحابة رضي الله عنهم على ان من استفتى ابا بكر وعمر رضي الله عنهما

اور يهه بات بلا روك ٹوك كے پهيل گئى ہے سو اجماع ہو گيا اس بات پر كه التزام ايك مذہب كا لازم نهين اور يهه بات مين علما كا باهم اختلاف
ہوا ہے كه بعد التزام كى جانا لازم ہے يا نهين سو اسمين تين قول ہين بعضون نے تو كها ہے كه ان جاوے اور دليل يهه بيان كى ہے كه التزام مبنى گمان مين
حق جاننے كے اوسى كهنا ہے تو اوسكو اوسپر رہنا چاہئے اور بعضون نے كها ہے كه نهين اور دليل يهه بيان كى ہے كه واجب وهي ہے جو الله تعالى نے واجب كيا ہے
اور الله نے يهه واجب نهين كيا كه كوئى شخص مجتهد معين كى تقليد كرے اور سبكو چهوڑدے اور التزام جب شرعى نهين تو اسطرح ہوگا كه
جيسے كوئى يون كهدے كه فلان شخص كى مجهپر اتنے روپيه ہين اور دينا اوسكا كچهه بهي نهين تقرير مين ہے كه يهي بات بهت صحيح ہے
رافعى وغيره مين ہے كه بلكه ابن حزم نے كها ہے كه علما كا اسپر اجماع ہے كه حاكم اور مفتى كے لئے تقليد ايك مجتهد معين كى حلال نهين ہے
ہو چكى تقرير ابن حزم كى اور قرون سابقه اس تعين مذہب معين سے خالى رہى ہين بلكه يهه بات ہو ہى نهين سكتى كه انپڑه كا كوئى
مذہب ٹهہرے اگرچه وه ٹهہرالے كسلئے كه مذہب تو اوسيكا ہوتا ہے جسے كچهه اقوال امام پر شناخت ہو اور جو اسكا اہل نهين اور وه كہے كه
مين حنفى يا شافعى ہون تو بيهوده اوسكا كهنا لغو ٹهہريگا اور ايسا ہوگا كه جيسے كوئى كهدے كه مين فقيه ہون يا نحوى ہون نهايت كار يهه ہے كه وه كهنا
اوسكا آينده كى لئے تقليد كا وعده ہوگا آخر تك يهان وه عبارت ہے اور وه پہلے منقول ہو چكى اهـ پهر تقرير مين ہے كه يهه بات معلوم ہے كه مجتهد
شرط نهين كه اوسكا مذہب كتابون مين مجتمع ہو اور يهه كه كسى پر لازم نهين كه اماموں مين سے ايك امام كا مذہب معين ٹهہراكر ليكے اور سبكو چهوڑ دے اسطرح
كه ايك كا سب قول ليوے اور دوسرے كا سب قول چهوڑ دے چنانچه پہلے اسكى تقرير اچهى طرح هم كرچكے ہين اور يهين سے قرافى نے كها كه اسپر اجماع ہو گيا ہے كه جو مسلمان

وقلدهما فلدان يستفتى اباهريرة ومعاذ بن جبل رضـ وغيرهما فمن ادعى رفع هذين الاجماعين فعليه البيان
اقول وانت تعلم ان اجماع الصحابة لا يحتمل النسخ بالاجماع آخر انتهى ما في المغتنم سے جو کہ تین قول درباب التزام تقلید کے
گذرے ہین تو وہ اسطرح ہین ہین جب کوئی اپنے نفس پر التزام کسی مذہب کا کرلے تو کوئی حضرت مخاطبین میں سے
یہہ نہ سمجھین کہ یہہ تین قول لزوم تقلید مین ہین خواہ کوئی التزام کرے خواہ نکرے اسلئی کہ قبل التزام کی بالاجماع
مقلدین مذہب لازم نہین ہے چنانچہ ہر ایک عبارت سی عبارات مذکورہ بالا مین سے ایسا ظاہر ہو رہا ہے کہ ادنی طالب العلم
بہی سمجھہ لیوے اور یہہ بہی واضح ہو کہ تینون قولونمین سے یہی قول حق اور مدلل بدلیل یہی ہے کہ التزام سے بہی لزوم اسکا
نہین ہو جاتا اور قول باللزوم محض غلط و بے دلیل شرعی ہی اگر کچہہ دلیل ہے تو اسیقدر کہ لان الالتزام لا يخلو عن غلبة ظن الحقية
سو اسکی بہی مولانا بحر العلوم نے خوب تحقیق کی ہے پس کیونکر قول غلط و بے دلیل بلکہ مخالف دلیل مقابل قول حق اور مدلل کے
ہو سکتا ہے فتدبر بلا شرح شیخ ابن الحاجب مین لکہا ہے کہ یون کہنا کہ جسکے ایکدفعہ کسی مسئلہ مین تقلید کیجاوے تو پہر
اور مسئلونمین بہی اوسکی تقلید واجب ہے یہہ منسوخ کرنا نص کا ہے یعنی فاسئلوا اهل الذكر کا اور مخالف ہی اجماع سلف کی اور مخالف
حدیث کی چنانچہ فرمائی ہین لا يرجع بعد تقليد فيما قلد اتفاقا و في حكم آخر المختار جوازه لقوله تعالى فاسئلوا
اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون فالقول بوجوب الرجوع الى من قلد اولا في مسئلة يكون مقيدا
للنص وهو يجرى مجرى النسخ على ما تقرر في الاصول ولقوله صلى الله عليه وسلم اصحابي كالنجوم
بايهم اقتديتم اهتديتم وان العوام في السلف كانوا يستفتون الفقهاء من غير رجوع الى معين من غير نكير فحل محل
الاجماع على الجواز كذا في شرح ابن الحاجب كذا في عقد الجيد اقول لنا في هذا الحديث بناء على ما قال ابن حزم والبزار
والامام احمد كلام وانما نقلناه محافظة على النقل فيبقى مستندنا في كلامه عموم النص القرآني واجماع السلف فافهم بلا ابو الاخلاص
ملا حسن الشرنبلالی الحنفی نے دلائل عقلیہ اور نقلیہ سے ثابت کیا ہے کہ التزام مذہب معین کا انسان پر

فتوا پوچہی اور اونکی تقلید کرے تو اوسی روا ہے کہ فتوا پوچہی ابوہریرۃ اور معاذ بن جبل رضـ اور سوا ان دونونکی سی اب جسکو ان دونون اجماعونکی
رفع کا دعوی ہے تو وہ دلیل پیش کرے مین کہتا ہون اور تجہی یہہ معلوم ہی کہ صحابہ رضـ کا اجماع اور اجماع متاخر سی نہین اوٹہہ سکتا
لہ التزام گمان حقیت کی طور پر حق جاننے سی خالی نہین ہوتا ہے جس مسئلہ مین عمل کرلیا تو بالاتفاق اوسمین نہیں پہری اور
اور مسئلونمین مذہب مختار پر غیر مذہب کی طور پر عمل کرنا جایز ہے اسلئے کہ فرمایا کہ پوچہو تم اہل ذکر سی اگر تم انجان ہو سو پہلی ہی
مجتہد کی طرف اور مسئلونمین بہی رجوع کو واجب جاننا نص کو مقید کرنا ہے کہ جو موافق مسلمات علم اصول کی قائم مقام نسخ کی ہی اور سبب
آنحضرت صلعم کے فرمانیکی کہ میرے صحابہ ستارون کی مانند ہین جسکی پیروی تم کروگی راہ پاؤگی اور سبب اسکے کہ لوگ پہلی بلا تعین ایک مذہب کے فتوا پوچہتی
تہی آئی ہین تو یہہ جواز پر اجماع ہوگیا یہہ شرح ابن حاجب مین ہی، عقد الجید مین یونہین ہے مین کہتا ہون کہ ہمین اس حدیث مین بموجب مقولہ ابن حزم اور
بزار اور امام احمد کی کلام ہے فقط پوری ہونے نقل کے لئے ہمنی اسی نقل کردیا ہے سو ہمارا سند عموم آیتہ اور اجماع سلف سی باقی رہی تو سمجہہ لے

مذکور ہیں اور شبہات میں ایک رسالہ مستقل تالیف کیا ہے جسکا نام رکہا ہے العقد الفرید لبیان الراجح من الخلاف فی جواز التقلید چنانچہ بعد خطبہ اس رسالہ کے فرماتے ہیں ویعد فیقول العبد الواثق بکرم ربہ الوفی ابو الاخلاص حسن الشرنبلالی الحنفی قد ورد سؤال فی رجل حنفی المذہب سال منہ دم او نحوہ اراد تقلید الامام مالک رحمہ اللہ فی عدم نقض الوضوء بذلک الخارج وتقلیدہ ایضا فی عدم النقض بالمس لذکرہ لا للذۃ معہ کما قال الامام الاعظم مطلقا فہل یجوز لہ التقلید الحکم فی ذلک ابسطوا الجواب لکم الثواب من الکریم الوہاب فاجبت بجواز التقلید من غیر تقیید بالعذر مجانبا للتلفیق مصاحبا للتوفیق بالتحقیق وساذکر عن ائمتنا جواز ذلک بجملۃ من الفروع کقول اہل الاصول ان شاء اللہ تعالیٰ وجمعتہ بہذہ الاوراق امتثالا لامر النبی علیہ الصلوۃ والسلام حیث امر بجمع العلم والتقیید وسمیتہ بالعقد الفرید لبیان الراجح من الخلاف فی جواز التقلید راجیا من اللہ سبحانہ القبول فہو خیر مسؤل واکرم مامول فقلت نعم یصح تقلید الامام مالک رحمہ اللہ فی عدم نقض الوضوء بما یسیل من دم قیح سواء کان من المخرج او غیرہ وسواء کان التقلید لعذر او سلم من العلل وسواء کان التقلید بعد العمل بما یخالفہ من مذہب ابی حنیفۃ او کان قبل العمل بہ لکن علی المقلد الاتیان بما ہو مسنون او مستحب عند الامام ابی حنیفۃ وہو شرط عند الامام مالک کان یتوضأ ناویا مرتبا موالیا غاسلا ما کان حصل پہر بعد اسکے ہر ایک جزو دعوے کو دلائل سے ثابت کر کے اخیر میں رسالہ کے قبل ایک ورق کے فرماتے ہیں فتحصل مما ذکرناہ انہ لیس علی الانسان التزام مذہب معین وانہ یجوز لہ العمل بما یخالف ما عملہ علی مذہبہ مقلدا فیہ غیر امامہ مستجمعا شروطہ ویعمل بامرین متضادین فی حادثتین لا تعلق لواحدۃ منہما بالاخری ولیس لہ ابطال عین فعلہ بتقلید امام اخر لان امضاء الفعل کامضاء القاضی لا ینقض کذا

سلہ بعد حمد وصلوۃ کی کہتا ہے بندہ بہروسا رکہنیوالا اللہ کے پورے بخشش پر ابوالاخلاص حسن شرنبلالی حنفی کہ ایک شخص حنفی کے حق میں یہہ سوال آیا کہ وہ وضو ٹوٹنیکی حکم میں خون نکلنی سی اور عورت کے چہوتی بغیر لذت سی امام مالک رحمہ کی تقلید کر سکتا ہے سو جواب دیا مینے جواز کا بغیر عذر کی بشرطیکہ تلفیق سے بچی اور میں لبی اماموں کی کچہہ فروع اس جواز پر قریب ذکر کرونگا اور موافق اوسکی قول اہل اصول کے بہی ذکر کرونگا اور جمع کیا مینی ان ورقوں کو فرمانبرداری آنحضرت صلعم پر کہ آپنے علم کی جمع کرنیکا ارشاد فرمایا ہے اور نام اس رسالہ کا میں عقد الفرید لبیان الراجح من الخلاف فی جواز التقلید رکہا ہے امید ہے قبول کی اسے کہ وہ ہے بر حاجت اور بہر امید کا پورا کر نیوالا ہے سو کہا مینے کہ ہاں صحیح ہے تقلید امام مالک رحمہ کی وضو کی نہ ٹوٹنی میں خون اور پیپ کے بہنی سے خواہ خون پیپ نکلنی کی جگہ سے ہو یا نہو اور خواہ یہہ تقلید معذور کرے یا بلا عذر والا اور خواہ بعمل کے یا بہوان مقلد پر ضرور ہے ادا کرنا ان باتوں کا جو سنت یا مستحب ہیں امام ابو حنیفہ کی نزدیک اور شرائط میں سی ہیں امام مالک کے نزدیک جیسی نیت کرنی بلا بلی ترتیب رکہنا کو لگا کر وضو کرنا سو تمام مذکور کا حاصل کلام یہہ ہوا کہ التزام مذہب معین کا آدمی پر نہیں اور مخالف اپنے مذہب کے اور مجتہد کی تقلید کر کے اوسی عمل کرنا جایز ہے ان شرائط کا لحاظ رکہیں اور شوق ہی ایسی دو امروں متضاد پر عمل کرے کہ ایک کا دوسرے سے کچہ علاقہ نہو دوسرا اور یہ امر اپنی کئی فعل کا باطل کرنا دوسرے امام کی تقلید کر کی جایز نہیں کیونکہ جاری کرنا کسی فعل کا مثل حکم قاضی کی ہے جو ٹوٹتا نہیں ہے

۵ السید محمد امین المشہور بابن العابدین الشامی الحنفی نے بہی ایسا ہی کہا ہے ... مذہب معین التزام پر لازم نہین اگرچہ خود التزام کرلے اور ہسناد اس ہونے کی تحریر شیخ ابن الہمام اور شرح تحریر ابن امیر حاج سے اور عقد الفرید ملا حسن شرنبلالی حنفی سے لائی ہین مگر چونکہ کلام شیخ ابن الہمام کا اور شارح ابن امیر حاج کا اور ملا حسن شرنبلالی کا ابہی گذر چکا ہے اسلئے نقل کرنا عبارات شامی کا جو مشتمل ہے اوپر کلام اون اکابر کے ضرور نہین اور یہہ بہی فرمایا ہی کہ عامی کو مذہب سے کیا علاقہ اسلئے کہ مذہب تو اس شخص کا ہوتا ہی جسکو کچہہ بصیرت مذہب مین ہو پہر عامی ہوکر اگر کوئی کہی کہ مین حنفی ہون یا شافعی ہون تو وہ حنفی فی الواقع تہوڑا ہی ہوجائیگا جیسا کہ کہی کہ مین نحوی ہون چنانچہ رد المحتار حاشیہ الدر المختار مین بعد نقل کرنے عبارت تحریر اور تحبیر کی ارشاد کرتے ہین قلت وایضا قالوا العامی لا مذهب له بل مذهبه مذهب مفتیه وعلله فی شرح التحریر بان المذهب انما یکون لمن له نوع نظر واستدلال وبصر بالمذاهب علی حسبه ولمن قرأ کتابا فی فروع ذلک المذهب وعرف فتاوی امامه واقواله واما غیره ممن قال انا حنفی او شافعی لم یصر کذلک بمجرد القول کقوله انا فقیه او نحوی اه وتقدم تمام ذلک فی المقدمة اول هذا الشرح وانما اطلنا ذلک لئلا یغتر بعض الجهلة بما یقع فی الکتب من اطلاق بعض العبارات الموهمة خلاف المراد فیحملهم علی تنقیص الائمة المجتهدین فان العلماء حاشاهم ان یریدوا الازدراء بمذهب الشافعی او غیره بل یطلقون تلک العبارات بالمنع من الانتقال خوفا من التلاعب بمذاهب المجتهدین انتہی ۱۲ عابد سندی حنفی فرماتی ہین کہ واجب ہونی پر تقلید مجتہد معین کی کوئی دلیل نہین نہ تو عقلی اور نہ نقلی اور بہت علمانے عدم وجوب پر تصریح کی ہی اور اس قول اپنے کو مستند کرتی ہین فقہا حنفیہ اور مالکیہ اور شافعیہ کی طرف اور فرماتی ہین کہ قرون اولی کا اجماع تہا اسپر کہ نہین حلال کسیکو ایک ہی مجتہد کی تقلید کرنے اور اس قول کو مستند کرتی ہین طرف علامہ ابن امیر حاج کی چنانچہ طوالع الانوار حاشیۃ الدر المختار مین ارشاد کرتے ہین ناقلا عن الشیخ ابی المعالی من علماء السند وجوب تقلید مجتهد معین لا حجة علیه لا من جهة الشرع ولا من جهة العقل

۵ مین کہتا ہون کہ اونہون نے یہہ جو کہا ہے کہ عامی کا کوئی مذہب نہین بلکہ مفتی کا مذہب اوسکا مذہب ہی اور شرح تحریر مین وجہ اس مقولہ مشایخ کی یہہ بیان کی ہی کہ مذہب تو اوسکا ہوتا ہی جو بکیطرح کی واقفیت مذہب پر رکہی اور حسب بصیرت ہو یا مسائل جزئیہ مذہب مین کوئی کتاب پڑہی ہو اور اپنے امام کے فتوے اور قول جانتا ہو ورنہ کی جو کوئی کہہ دے کہ مین حنفی یا شافعی ہون تو فقط اسکے کہنے سے حنفی شافعی نہین ہوسکتا بلکہ یہہ تو ایسے بات ہے کہ کوئی کہدی کہ مین فقیہ ہون یا نحوی ہون آخر عبارت شرح تحریر تک۔ اور شروع کتاب مین سارے عبارت گذر چکی ہی اور اسلئے مین یون بہی طول کلامی کی ہے کہ بعض جاہل کہین بہل نجاوین کیونکہ بعض فقہ کی کتابون مین کچہ ایسی عبارتین وہم مین ڈالتی ہین کہ مخالف سمجہ کر محمول کر دینا اون عبارتون کی قید کو جاہل اماموں کی کہنی پر سو علما ہرگز مذہب شافعی وغیرہ کی حقارت جی مین ارادہ نہین کرتی بلکہ وہ عبارتین اس خوف سی بولتی ہین کہ کوئی لہو کی طور پر انتقال نہ کرے ہو چکے عبارت شامی کی ۱۲ شیخ ابو المعالی علمائے سندہ سے نقل کیا کرو واجب ہونے پر تقلید مجتہد معین کے کوئی دلیل نہین نہ شریعت کی رو سی نہ عقل سے کہ رو سے

كما ذكره الشيخ ابن الهمام من الحنفية في فتح القدير وفي كتابه المسمى بتحرير الاصول وبعدم وجوبه صرح الشيخ
ابن عبد السلام في مختصر منتهى الاصول من المالكية والمحقق عضد الدين من الشافعية وذكر ابن امير
الحاج في التحبير شرح التحرير ان القرون الماضية من العلماء اجمعوا على انه لا يحل للحاكم ولا المفتي
تقليد رجل واحد بحيث لا يحكم ولا يفتي في شيء من الاحكام الا بقوله انتهى ۱۲ صفوة المحدثين امام
ابن حزم نے فرمایا ہے کہ صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کا اجماع اسپر ہوا ہے کہ التزام ایک مذہب معین کا ناجائز ہے
پھر جو کوئی کہ ایسا التزام کرے تو اوسنے مخالف کیا اجماع کے اور اوسکا اس امر میں کوئی پیشوا اور امام نہیں دیاہ خلاف کرکے
خلاف رای مومنین کے چنانچہ نبذۃ الکافیہ میں فرماتے ہیں وقد صح اجماع الصحابۃ کلہم اولہم عن آخرہم واجماع التابعین
اولہم عن آخرہم واجماع تبع التابعین اولہم عن آخرہم علی الامتناع والمنع من ان یقصد احد قول انسان منہم
او ممن قبلہم فیاخذکلہ فلیعلم من اخذ بجمیع اقوال ابی حنیفۃ او جمیع اقوال مالک او جمیع اقوال الشافعی
او جمیع اقوال احمد رضی اللہ عنہم ولا یترک قول من اتبع منہم او من غیرہم الی قول غیرہ ولم یعتمد علی ما جاء فی القرآن
والسنۃ غیر صارف ذلک الی قول انسان بعینہ انہ قد خالف اجماع الامۃ کلہا اولہا عن آخرہا بیقین لا اشکال فیہ
وانہ لا یجد لنفسہ سلفا ولا اماما فی جمیع الاعصار المحمودۃ الثلثۃ فقد اتبع غیر سبیل المؤمنین نعوذ باللہ من ہذہ المنزلۃ
انتہی ۱۲ مولنا بحر العلوم عبد العلی لکھنوی الحنفی فرماتے ہیں کہ تخصیص ایک مجتہد کی عمل کے باب میں دینا گا دینگی
اوسکی طرف التفات نکرنی چاہیے بلکہ یہہ شریعت کی حکم کا بدل دینا ہے اور خدا کی رحمت وسعہ کا بند کرنا ہے اسلیے کہ
شارع نے بندوں کو یہی تکلیف دی ہی کہ جس مجتہد غیر معین کی چاہیں تقلید کریں چنانچہ شرح تحریر میں فرماتے ہیں
اعلم انک قد علمت ان التکلیف من الشارع لیس الا العمل بفتوی مجتہد علی التخییر وتخصیص العمل بفتوی مجتہد دون

جیسا کہ ذکر کیا اس امر کو شیخ ابن ہمام نے حنفیوں میں سے اپنے کتاب فتح القدیر میں اور دوسرے اپنے کتاب میں جسکا نام تحریر الاصول
اور مالکیوں میں سے شیخ ابن عبد السلام نے اپنے کتاب مختصر منتہی الاصول میں اسکی تصریح کی ہی کہ مجتہد معین کی تقلید واجب نہیں ہی اور اسیطرح
شافعیوں میں سے عضد الدین محقق نے اسکی تصریح کی ہی اور تحبیر شرح تحریر میں ابن امیر حاج نے ذکر کیا ہے کہ اگلی زمانہ کی سارے علماء نے اسپر اجماع کیا ہے
کہ حاکم اور مفتی کو حلال نہیں ہے ایک مجتہد معین کی تقلید اسطرح کہ سوا اوس مجتہد کی قول کی اور کسیکی قول پر حکم نکری ہو چکی عبارت شامی
کی بلاشک صحیح ہوگیا ہے اجماع سارے صحابہ رض کا اول سے آخر تک اور اجماع سب تابعین اور تبع تابعین کا اسبات کی منع پر کہ کوئی اگلے
پچھلے کسی آدمی کا سب کہا ہوا لیلیوے سو جان لو کہ جسنے ساری قول امام ابو حنیفہ یا امام مالک یا امام شافعی یا امام احمد رح کی لیے
اور انکی سوا کسی کے قول کی طرف اور قرآن و حدیث کی اوپر عمل وسلے کی نکیا کہ تاویل کر ڈالی تو اوسنی ساری امت کا خلاف کیا
اسمین کوئی شبہ نہیں اور ایسا شخص قرون ثلثہ میں اپنا کوئی مقتدا نپاویگا سوا اسنے سوا رستہ مسلمانوں کی اور رستہ اختیار کیا اللہ پناہ دیوے
ایسے مقام سے ۱۲ جان لے کہ شارع کیطرف سے فقط اتنی تکلیف ہے کہ کسی مجتہد کی قول پر عمل کری اور ایک مجتہد کی قول کو دوسرے کی نسبت خاص کرنا

یجتہد لحکام لا یلتفت الیہ بل ہو تغییر لحکم الشارع من دون برہان وحجۃ رحمہ اللہ الواسعۃ انتہی ۱۹ مولانا رئیس المحققین
المتاخرین حجۃ من حجج اللہ مولانا شاہ ولی اللہ صاحب نے بدلائل عدیدہ اس التزام تقلید مذہب معین کو باطل کیا ہے
اور کتاب مستطاب عقد الجید اور انصاف ایکی تحقیق اور تفصیل مین تالیف فرمائی ہے سو تمام عبارات کتابون اونکی کی
اسجگہہ کہان نقل ہوسکتی ہے طالب حق کو اور شایق تحقیق اور تدقیق کو چاہیے کہ ان کتابونکی مطالعہ سے مشرف ہووے
لاکن کچہہ قدری قلیل بطور تیمن اور تبرک کے ہم بہی ذکر کرتے ہین مگر پہلے اتنا سمجہہ لینا چاہیے کہ عامی کی حقین تو یون
فرماتے ہین کہ اوسکا کوئی مذہب ہی نہین اور اوسکی سبیل عمل کی یہی ہے کہ وہ علماء وقت سے سوال کرے جیسا کہ پہلی
ساتوین روایت مین کلام سید بادشاہ کی اور گیارہوین روایت مین کلام سے اخون قندہاری کی اور پندرہوین مین
کلام سے محقق شامی کے معلوم ہوا تو مذہب اختیار کرنا اونکی نزدیک علماء ہی کی شان ہے جو مسائل فروع واصول
امام کے سے واقف ہین سو اونکی حق مین عقد الجید مین فرماتے ہین (ط) اذا اراد ہذا المتبحر فی المذاہب ان یعمل فی مسئلۃ بخلاف
مذہب امامہ مقلدا فیہا لامام آخر ہل یجوز لہ ذلک اختلفوا فیہ فمنعہ الغزالی وشرذمۃ وہو قول ضعیف عند الجمہور
لان مبناہ علی ان الانسان یجب علیہ ان یاخذ بالدلیل فاذا فات ذلک لجہلہ بالدلائل اقمنا اعتقاد افضلیۃ امامہ مقام
الدلیل فلا یجوز لہ ان یخرج من مذہبہ کما لا یجوز لہ ان یخالف الدلیل الشرعی ورد بان اعتقاد افضلیۃ الامام
علی سائر الائمۃ مطلقا غیر لازم فی صحۃ التقلید اجماعا لان الصحابۃ والتابعین کانوا یعتقدون ان خیر ہذہ الامۃ
ابو بکر ثم عمر وکانوا یقلدون فی کثیر من المسائل غیرہما بخلاف قولہما ولم ینکر علی ذلک احد فکان اجماعا علی
ما قلناہ واما افضلیۃ قولہ فی ہذہ المسئلۃ فلا سبیل الی معرفتہا للمقلد الصرف فلا یجوز ان یکون شرطا
للتقلید اذ یلزم ان لا یصح تقلید جمہور المقلدین فلو سلم ففی مسئلتنا ہذہ ہذا علیکم لا لکم لان کثیرا ما یطلع

سینہ زوری ہی اوسکی طرف کچہہ خیال نکرنا چاہیے بلکہ وہ بدل ڈالنا ہے شریعت کی حکم کو بلا دلیل کے اور تنگ کرنا ہی اللہ کی رحمت کو
سو ہوچکی عبارت شرح تحریر کی (ط) اگر متبحر فی المذہب یہہ ارادہ کرے کہ کسی مسئلہ مین اپنے امام کے خلاف کسی اور امام کا مقلد ہوکر
عمل کرے ایا یہہ اوسکو جایز ہے یا نہین علمانے اوسمین خلاف کیا ہے سو امام غزالی اور ایک گروہ نے منع کیا اور یہہ قول جمہور کے نزدیک ضعیف ہے
کیونکہ اوسکی اصل یہہ ہے کہ انسان پر واجب ہے کہ دلیل کے ذریعہ سے اختیار کرلے پہر جب یہہ دلیل ہی دلائل کی جہالت کی سبب سے فوت ہوگئی تو ہمنے
اوسکی امام کے افضلیت کا اعتقاد دلیل کے قایم مقام کردیا سو اوسکو اپنے امام کے مذہب سے نکلنا جایز نہین ہے جیسا کہ اوسکو یہہ
جایز نہین کہ شرعی دلیل کے مخالفت کرے اور یہہ قول اس طور رد کیا گیا کہ امام کی مطلق افضلیت کا اعتقاد تمام ائمہ پر صحت تقلید مین بالاجماع
لازم نہین ہے اسواسطی کہ صحابہ اور تابعین یہہ اعتقاد رکہتے تہے کہ اس امت مین افضل اول ابو بکر رض ہین پہر عمر رض اور انکا یہہ حال تہا کہ بہت
مسئلونمین اونکی قول کی برخلاف اورونکی تقلید کرتے تہے اور اوسپر کسی نے اعتراض نہین کیا تو ہماری قول پر اجماع ہوگیا اور رہی افضلیت اوسکی امام کی قول کی
ایک مسئلہ مین خاص کر سو اوسکی پہچاننے کی راہ مقلد صرف کو کوئی نہین ہے سو تقلید کی یہہ شرط ٹہرانی جایز نہین ہے اسواسطی کہ لازم آتا ہی کہ جمہور

علی حدیث یخالف مذھب امامہ او یجد قیاسا قویا یخالف مذھبہ فیعتقد الا فضلیۃ فی تلک المسئلۃ لغیرہ وذھب الاکثرون الی الجواز منھم الآمدی وابن الحاجب وابن الہمام والسبکی واتباعہم کابن حجر والرملی وجماعۃ من الحنابلۃ والمالکیۃ ممن یفضی ذکر اسمائہم الی التطویل وھو الذی انعقد علیہ الاتفاق من مفتی المذاھب الاربعۃ من المتاخرین واستخرجوہ من کلام اوائلہم انتہی شہید فی سبیل اللہ الجلیل مولانا محی الدین محمد اسمٰعیل

ایسی ہی تقلید کو بدعت حقیقی قرار دیا ہے اور شعبہ رفض کا ٹہرایا ہے اور جناب مؤلف کو انہین سے مقابلہ ہی اور انہین کے کلام کے مقابلہ مین دعوے وجوب تقلید مجتہد معین کا کیا ہے اور یہہ سمجھا کہ اس عدم وجوب کا تمام عالم قائل ہے اس سنو کلام بلاغت نظام مدلل بدلائل عظام مولوی اسمٰعیل صاحب کا **ایضاح الحق الصریح فی احکام المیت والضریح** مین احادیث صحیحہ سے استدلال کرکے مسائل متفرع کرتے جاتے ہین اور بعد تقریر چند مسائل کے فرماتی ہین مسئلہ

خامسہ محدثات اکثر متاخرین از فقہا و صوفیہ کہ محض بنا بر ظن حصول بعضے منافع دینیہ و مصالح شرعیہ بدون تمسک بدلیلی از دلائل شرعیہ عبادات یا معاملات اختراع نمایند یا تحدید اصلی از اصول دینیہ بحدود خاصہ احداث سکنند یا ترویج امری کہ خامل در قرون سابقہ بود بر روی کار آرند یا اخمال امری کہ در آن ازمنہ مروج بود فعل آرند مثل نماز معکوس و وجوب تقلید شخصی معین از ائمہ مجتہدین و ہبہ ثواب عبادات احیا باموات بخلاف نیابت در عبادات مالیہ کہ آن ثابت است و مثل تحدید ذکر کلمہ تہلیل باوضاع مخصوصہ از اعداد و ضربات و جلسات و تحدید یار کثیر للتشرف بعشرو ترویج انزوا و بنا بر اشتغال بعبادت و مطالعہ کتب و ترویج مسائل قیاسیہ و کشفیہ باستغراق جمیع ہمت خود در آن و اخمال ظاہر کتاب و سنت گر بالطریق تبرک و تیمن و اخمال امر معروف و نہی عن المنکر و عدم مبالات باقامۃ جہاد کفار و مثالہا و امثال این امور محدثہ شان ہمہ از قبیل بدعات حقیقیہ است انتہے اور دوسری جگہہ اسی ایضاح الحق مین ارشاد فرماتے ہین بخلاف قسم ثانی کہ ہر کسی بالتحقیق احکام قیاسیہ و اشغال صوفیہ و قوانین عربیہ ضرور نیست و ارادہ و تقلید شخصی معین از مجتہدین و مشایخ در ارکان دین نہ بلکہ ہمین قدر کافیست کہ وقتی کہ حاجتی پیش آید از کسی از ایشان استفسار کردہ شود نہ آنکہ ارادہ و تقلید ہم مثل

ایمان بالانبیا از ارکان دین شمردہ شود و لقب حنفی و قادری ہم بنا بر لقب مسلمان و سنی اظہار کردہ شود و امتیاز از شافعیان و چشتیان مثل امتیاز از کفار در وفرض از لوازم تدین شمردہ شود و انتقال را از مذہبی بمذہبے

تقلید جایز نہووے اور اگر فرض کیا جاوے تو ہمارے اس مسئلہ مین یہہ تمکو مضر ہے مفید نہین ہے اسلیے کہ اکثر اوقات ایسی حدیث صحیح معلوم ہوجاتی ہے کہ اوسکی امام کی مذہب سے مخالف ہوتی ہی یا قیاس قوی ملجاوے کہ اوسکی مذہب کے خلاف ہوتا ہے پہر وہ اوس مسئلہ مین آخر فضلیت کا معتقد ہوجاتا ہے اور اکثر علما اسکو جایز کہتے ہین اوسمین سی آمدے ہے اور ابن حاجب اور ابن ہمام اور سبکی اور انکی اتباع جیسے ابن حجر اور رملی اور حنبلیون مین کا اور مالکیون کا ایک گروہ ہے کہ اونکی نامون کی ذکر سے بات لمبی ہوئی جاتی ہے اور یہی مسئلہ ہے جسپر چارون مذہب کے متاخر مفتیون کا اتفاق ہوچکا ہے اور انہون نے اسیکو اپنے متقدمین کے کلامون سے نکالا ہی ہوچکی عبارت

یا از طریقہ بطریقہ مثل ارتداد و ابتداع و بغی موجب قتل و ہتک مقدود کردہ شود یا دعوی اجتہاد و ولایت را مثل دعوی
نبوت یا دعوی امامت بطریق بغی بر امام حق باعث قتال و اہانت قرار دادہ شود آیا می بینی کہ باطاعت قاضی جبر کردن
میرسد نہ براطاعت مجتہد کہ رد حکم قاضی دیگر را ہم میرسد چہ جای آحاد رعایا را بخلاف حکم مجتہد کہ بر ہر کسی قبول آن واجب
نیست لاسیما در وقتیکہ آنکس خود مجتہد باشد کہ او را تقلید مجتہد اول اصلا جایز نیست و بغی بر امام حق اگرچہ آن باغی لیاقت
امامت داشتہ باشد اصلا جایز نیست بر خلاف دعوی اجتہاد کہ وقتیکہ ملکۂ اجتہاد حاصل شود لابد دعوی اجتہاد باید کرد
و تقلید را از گردن خود دور باید انداخت بالجملہ غرض ازین کلام آنکہ اشتغال بہ تفتیش ظاہر کتاب و سنت و تعلم و تعلیم آن خواہ
بخواندن باشد خواہ باستماع مضامین و سعی در اشاعت آن از جنس اکل و شرب و لباس است کہ مدار زندگانی بر آنست و اشتغال
باحکام فقہیہ معتبرہ و اشغال صوفیہ نافعہ از قبیل مداواۃ و معالجہ است کہ عند الضرورت بقدر حاجت بعمل آرند و بعد ازان بکار
اصلی خود مشغول باشند و عنوان و شعار خود محمدیت خالصہ و تسنن قدیم باید داشت نہ تمذہب بہ مذہب خاص و انسلاک در طریقہ
مخصوصہ بلکہ مذاہب و طرق را مثل دکاکین عطارین باید شمرد و خود را از منسلکان جند محمدی باید ساخت پس چنانکہ سپاہیان را
عنوان سپہ گری شعار است و علاج کاملہ سلطانی کاروبار و وقتیکہ بہ دوای محتاج میشوند از ہر دوکانی کہ بدست آید میگیرند و بقدر
حاجت بعمل آرند و باقی را برای وقت ضرورت نگاہ میدارند و بکار و بار خود مشغول میباشند ہمچنین محمدیہ خالصہ را شعار خود
باید کرد و اقامت ظاہر سنت را کار و بار خود باید داشت و احکام فقہیہ صحیحہ و اشغال صوفیہ معتبرہ را کہ خالی از شوب فساد و بدعت
باشد بقدر حاجت استعمال باید کرد و زاید ازان بآن توغل نباید کرد انتہی سبحان اللہ مولانا نے کیا اچھی تمثیل عمل بالاحادیث
کے ساتھہ امور مدار زندگانی کی و تشبیہ عمل باقوال مجتہدین کے ساتھہ دوا کی دی ہی سو وجہ تشبیہ اول کی تو ایسی ہے
کہ اس سے کسی مسلمان کو انکار نہیں لاکن وجہ تشبیہ ثانی کی بس یہہ ہے کہ جیسے دوا وقت درد ذات الجنب کی مثلا بکار
ہوتی ہے ایسی ہی تقلید کسی مجتہد کے قول کی وقت مرض قلبی کے کہ وہ جہل ہے کسی مسئلہ سی درکار ہوتی ہے اور تشبیہ مذاہب
مجتہدین کی دوکانوں سی عطاروں کی بہی کیا واضح ہے تو اس ہی بنظر باریک غور کرنا چاہیے کہ جب کوئی شخص التزام کرلے
کہ مین عبداللہ عطار ہی سے مثلا دوا لیا کرونگا دوسرے سی کبہو نلونگا تو وہ بیشک ایک ایکدن ہلاک ہی ہو جائیگا
یعنی اوسدن کہ وہ تو درد ذات الجنب مین مثلا مبتلا ہو رہا ہے اور عبداللہ عطار کے پاس اوسکی دوا نہیں ہے
ایسا ہی وہ شخص جسنے التزام کر رکہا ہو کہ مین تمام عمر ابوحنیفہ ہی کی مثلا تقلید کرونگا شافعی مالک کی ہرگز نہ کرونگا
تو وہ کسی نہ کسیدن گناہ مین مبتلا یا کسی فرض کا تارک ہی ہو جائیگا مثلا ایکعورت حنفیہ ہو جوان مشتہاۃ اور اوسکا
خاوند مفقود الخبر ہوا اور عرصہ چار برس کا گذر گیا ہو اور اوسکو شہوت کا ایسا غلبہ ہو کہ زنا کی صادر ہونیکا خوف
غالب ہو تو دیکہو کہ اس عورت کو زنا سے بچنے کا امام ابوحنیفہ کی مذہب مین کوئی علاج نہیں وہ تو یہی فرماتی ہین
کہ نوی برس تک خاوند کی منتظر رہے تو وہ خواہ مخواہ زنا مین مبتلا ہو رہے گی اور اگر التزام نہوتا تو بیشک زنا سے

بچ جاتی اسلیئے کہ امام مالک کی مذہب مین اسکی دوا یعنی تجویز نکاح ثانی کی بعد چار برس کی موجود ہی ہے یا ایک
شخص حنفی کو سفر مین ایسا موقع آن پڑا کہ نماز ظہر و عصر کی اپنے اپنے وقتون مین ادا نہین کر سکتا اور اسکو التزام
تہا کہ فلانی مذہب کی تقلید کبہو نکریگا اور جمع بین الظہر والعصر ہرگز نکریگا تو وہ بیشک ایک نماز کو اون دونون مین سے
قضا ہی کریگا اور اگر اوسکو التزام حنفیہ کا نہوتا تو بے تامل دونون نمازونکو شافعی مذہب پر جمع کر کر ادا کرتا اور ترک
فرض سی محفوظ رہتا ۱۲ اور مولانا مرحوم رسالہ تنویر العینین فی اثبات رفع الیدین مین جسمین ایسی تقلید کو شعبہ رفض کا
فرمایا ہے یہہ ارشاد کرتے ہین وقد غلا الناس فی التقلید وتعصبوا فی التزام تقلید شخص معین حتی منعوا
الاجتهاد ومنعوا تقلید غیر امامه فی بعض المسائل وهذا هی الداء العضال التی اهلکت الشیعة فهؤلاء ایضا
اشرفوا علی الهلاک الا ان الشیعة قد بلغوا اقصاها فجوزوا رد النصوص بقول من یزعمونه
تقلیده وهؤلاء اخذوا فیها واولوا الروایات المشهورة الی قول امامهم انتہی ۱۲ شیخ عبد الحق محدث دہلوی
حنفی بہی مقر ہین کہ طریق متقدمین کا یہی تہا کہ کسی ایک کی خاص کر تقلید نہین کیا کرتے تہے اور اس قول کو آیت اور
حدیث اور اجماع کیطرف مستند فرماتی ہین اور کلام سے حافظ الحدیث ابن حزم کی ہی استشہاد کرتے ہین
اور فرماتی ہین کہ انصاف اور عدل اسمین ہی ہے چنانچہ تحصیل التعرف فی معرفة الفقه والتصوف مین ارشاد کرتی ہین
لزوم اتباع المجتهدین والاقتداء بهم فیه طریقتان فکان طریق المتقدمین انهم لا یرون التزام مذهب
معین واتباع مجتهد واحد بل کان للمجتهدین العمل باجتهادهم وکان سبیل العوام ان یستفتوا الفقهاء
ویرجعوا الیهم من غیر متابعة احد بعینه قال الحافظ ابو محمد بن حزم الظاهری ما نعلم احدا فی زمان القرون
الثلاثة الذین هم خیر القرون اخذ بقول احد بعینه وانما حدث ذلک بعد تلک القرون من غیر انکار احد فحل ذلک محل
الاجماع دلیلهم علی ذلک قوله سبحانه فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون ویقولون ان الناس مامورون بالعمل

سلہ بیشک زیادتی کی ہے لوگون نے تقلید کے باب مین اور بہت سختی کرتے ہین ایک مجتہد معین کے تقلید کی التزام مین یہانتک کہ وہ قائل ہوگئے منع
اجتہاد کی منع ہونیکی اور منع کرتی ہین اپنی امام سوا کی تقلید سے بعض مسئلو مین اور یہہ وہ سخت مرض ہی کہ اوسمین فرقہ شیعہ ہلاکت کو پہونچا
اور اسیطرح یہہ لوگ قریب ہے ہلاکت کی پہونچ گئے مگر ہان اتنی بات ہے کہ شیعہ نے مبالغہ کر کے نصوص کو رد کیا اپنے مقتدا کی قول کی مقابلہ
مین اور یہہ لوگ مشہور روایتون کو اپنے امام کی قول کیطرف پہیر پہاڑ کر لاتی ہین ہو چکی عبارت تنویر العینین کی سلہ اتباع اور پیروی
مجتہد معین مین دو طریقے ہین طریقہ اگلی لوگونکا تو یہہ ہی کہ اونکی نزدیک تقلید مجتہد معین کے نہین ہی بلکہ اوس زمانہ کی مجتہد تو اپنے اجتہاد پر
عمل کرتے ہین اور اوس عہد کی عامیون کا یہہ حال تہا کہ بغیر التزام ایک مجتہد معین کے عالمون سے فتوا پوچہتی تہے حافظ ابو محمد ابن حزم ظاہری نے
بیان کی قرون ثلثہ مین کہ وہ اچہا زمانہ ہے کسیکو ہم نہین جانتی کہ ایک معین امام کی قول پر عمل کرتا ہو بلکہ یہہ امر کسی نزدیک ان زمانوں کی
بعد پیدا ہوا ہے تو یہہ بمقام اجماع کی ہوگیا اور ان لوگونکی دلیل یہہ اللہ کا فرمانا ہے کہ اہل ذکر سی پوچہ لو اگر تم نہین جانتی اور ان کا

بالكتاب والسنة والاجماع والاقتداء بالعلماء فيما يفتون فما وجه التعيين والتخصيص والى هذا اشارة قول النبى صلى الله
اصحابى كالنجوم بايهم اقتديتم اهتديتم والعلماء كلهم فى حكمهم وهذا القول اقرب الى الانصاف والعدل انتهى اقول قد مر الكلام
فى هذا الحديث فبقى مستندنا فى كلام الشيخ الاية والاجماع ٣٣ ملا على قاری نے بہی اعتراف کیا ہی کہ اللہ تعالی نے کسیکو
حکم نہیں کیا کہ حنفی ہی ہو جاے یا شافعی ہی ہو جائے بلکہ یہہ حکم دیا ہی کہ اگر اہل علم ہو تو قرآن وحدیث پر عمل کرے اور اگر عامی
ہو تو کسی اہل علم سے پوچہہ لے چنانچہ شرح عین العلم میں فرماتے ہیں ومن المعلوم ان الله سبحانه وتعالى ما كلف احدا ان يكون حنفيا
او مالكيا او شافعيا او حنبليا بل كلفهم ان يعملوا بالكتاب والسنة ان كانوا علماء او يقلدوا العلماء ان كانوا جهلاء
انتهى اور نیز یہہ رسالہ سم العوارض کے ختم اعراب ایضا فى نقله انه لو انتقل حنفى الى الشافعى لم يقبل شهادته وان كان عالما كما فى واخر الجواهر
وهذا كما ترى لا ينبغى لمسلم ان يتفوه بمثله فان المجتهدين من اهل السنة والجماعة كلهم على الهداية ولا يجب على احد من هذه الامة ان
يكون حنفيا او شافعيا او مالكيا او حنبليا بل يجب على احاد الناس اذا لم يكن مجتهدا ان يقلد احدا من هؤلاء الاعلام لقوله تعالى فاسئلوا اهل الذكر
ان كنتم لا تعلمون ويقول بعض مشايخنا من تبع عالما لقى الله سالما انتهى كلام على القارى فى سم العوارض ٣٤ علما حنفیہ عراق ووراء النہر
سات مسئلوں میں امام مالک اور امام شافعی کے قول پر فتوی دیا کرتے ہیں پہر اگر تقلید ایک ہی مجتہد کی واجب ہوتی تو
وہی علما حنفیہ کیوں مذہب مالک اور شافعی پر فتوے دیتے جیسے کہ فرمایا شرح ہیچایی میں نقلا عن جامع الفتاوی
افتى علماء العراق وما وراء النهر على قول مالك والشافعى فى سبعة مسائل منها تفريق امراة الغائب باربع
سنين الى اخره اس روایت سے دفع ہوا عذر ان مقلدین متعصبین کا جو کہتے ہیں کہ جسنے کہ اپنے مذہب کے خلاف پر
فتوے دیا ہے تو ایک یا دو مسئلوں میں دیا ہے اور اس سے زائد ممنوع ہی اور وجہ دفع ہونیکی ظاہر ہے اوس شخص کو جو کہ
دو میں اور سات میں فرق کر سکتا ہے ٣٥ فتاوی حسب المفتین میں بہی فرمایا ہی کہ مسئلہ نکاح زن مفقود میں امام

منقول یہہ ہی کہ لوگ قرآن اور حدیث اور اجماع امت اور اقوال علما پر عمل کرینگے امور دین سو کوئی وجہ تعیین اور تخصیص کی نہیں ہے اور اسیطرف اشارہ
کرتے ہیں آنحضرت صلعم یہہ حدیث کہ میرے اصحاب مثل تاروں کی ہیں جنکی تم پیروی کروگے ہدایت پاؤگے اور علما سب اصحاب کی حکم میں ہیں اور یہہ قول انصاف
کی بہت قریب ہے میں کہتا ہوں کہ حدیث میں جو کلام تہا پہلی گذر چکا تو ہمارا استدلال مگر شیخ کی اس کلام میں آیۃ اور اجماع رہا ٣٣ یہہ بات
معلوم ہے کہ اللہ تعالے نے کسیکو تکلیف نہیں دی کہ حنفی مالکی شافعی حنبلی بنے بلکہ یہہ تکلیف دی ہی کہ قرآن اور حدیث پر عمل کریں اگر عالم ہوں
اور عالموں سے پوچہہ لیں اگر انجان ہوں ہوچکی عبارت شرح عین العلم کی ٣٤ اور جامع الرموز والے نے نہایت غریب بات ذکر کیا کہ یہہ نقل
کیا ہے کہ جو کوئی حنفی سے شافعی ہو جاوے تو اوسکی گواہی مقبول نہوگی اگرچہ وہ عالم ہی کیوں نہو جواہر کی خاتمہ پر یوں ہیں لکہا ہے اور یہہ بات
تجہے معلوم ہے جیسے ہی کسی مسلمان کو جایز نہیں کہ ایسے بات زبان سے نکالی کیونکہ تمام مجتہد اہل سنت وجماعت کی ہدایت پر ہیں اور امت
میں سے کسی پر واجب نہیں کہ حنفی ہو یا شافعی یا مالکی یا حنبلی بلکہ جو مجتہد نہو اوسپر یہہ واجب ہے کہ کسی عالم کی تقلید کرے بسبب اس آیۃ کی
پوچہو اہل ذکر سے اگر تم نہیں جانتے اور بسبب اس مقولہ بعضے مشایخ کی کہ جو کسی عالم کی پیروی کریگا تو قیامت میں گرفت سے

مالک کی مذہب پر حنفیون نے عمل کر رکہا ہی چنانچہ بعد بیان مذہب امام مالک کی درباب نکاح زوجہ مفقود کی فرمایا ہی
قول مالک معمول بہا فی ہذہ المسئلۃ وہو احد قولی الشافعی ولو افتی بہ الحنفی یجوز فتی اہ انتہی ۲۷ بعض علماء حنفیہ
خوارزم کی اس اختیار کر رکہا تہا کہ جو کوئی نماز مین خطا سی قرارت غلط پڑہ جاوے تو نماز اوسکی فاسد نہین ہوتی تو امین
امام شافعی کے مذہب پر فتوی دی رکہا تہا چنانچہ فتاوی بزازیہ میں کہا ہی ان من علماء خوارزم یعنی من اصحابنا من
اختار عدم فساد الصلوۃ بالخطاء فیہا اخذا بمذہب الشافعی فقیل لہ مذہبہ فی قرأۃ الفاتحۃ فقال اخترت من مذہبہ الاطلاق وترکت القید
انتہی نقلہ العلامۃ خاتم المتاخرین ابن نجیم فی بعض رسائلہ فی الوقف ونقل لفظہا ایضا فی قول الاشباہ سو اگر تعین مذہب ضرور ہوتی تو یہہ فتوی
بعض علماء خوارزم کا بلا نکیر کیون جاری ہوتا ۲۸ قضات متاخرین نے فتوی دی رکہا ہی قسم کہلانی گواہونکو قائم مقام
تزکیہ کے بنا بر مذہب ابن ابی لیلی کی چنانچہ مولنا بحر العلوم شرح مسلم مین فرماتی ہین لو وجد روایۃ صحیحۃ من مجتہد آخر
یجوز العمل بہا الا تری ان المتاخرین افتوا بتحلیف الشہود اقامۃ لہ مقام التزکیۃ علی مذہب ابن ابی لیلی فافہم انتہی
سو اگر تعین مذہب معین کی ضرور ہوتی بلکہ اگر تعین مذاہب اربعہ کی لازم ہوتی تو یہہ فتوی مذہب پر ابن ابی لیلی کی کیون
جاری ہوتا جبکہ ملتزمین مذہب معین ان روایت کو دیکہتے ہین تو کچہہ نہین کہہ سکتی مگر اتنا کہ یہہ فتوی اور احکام علماء
حنفیہ کی مذہب مالک اور شافعی اور ابن ابی لیلی پر بنا بر ضرورت کی ہی الضرورات تبیح المحظورات چنانچہ حضرت مولف
روایت اخیر سی اخیر مین بابت مانعین کے یہی جواب دیا ہی ایسی ضرور ہوا کہ علی الزعم انکی جواب مین اس عاجز کی وہ روایات
جنسی بلا ضرورت فتوی دینا مذہب مخالف پر ثابت ہو نقل کیجاوین تو سنو ۲۹ شیخ الاسلام عطا بن حمزہ سی ایک
شخص نے ایک مسئلہ برخلاف حنفی مذہب کے دریافت کیا اور کہا کہ واسطی اجرا اس حکم کے جو مخالف حنفیہ کی ہی قاضی
حنفی کسی شافعی المذہب کی پاس مقدمہ بہیجے کہ وہ شافعی موافق اپنی مذہب کی حکم جاری کری اور حنفی قاضی اپنے
مذہب کے مخالفت سی باز رہے تو جواب دیا کہ درست ہی قاضی حنفی کو بہیجنا مقدمہ کا پاس شافعی المذہب کی اور اگر وہ
قاضی حنفی آپ ہی اوس مقدمہ مین مخالف مذہب اپنے امام کی حکم دیوے تو بہی درست ہی چنانچہ مجموع النوازل مین ذکر کیا ہے

سالم رہیگا ۲۶ فتوی دیا ہی علماء عراق اور مادرالنہر نی امام مالک رح کی قول پر سات سو برس اوپر سی یہہ ہی کہ چار برس تک غائب رہی تو
عورت کو علحدگی کا حکم دیا جاوے ۲۷ قول امام مالک کا ملا رہی یہہ مسئلہ نکاح زن مفقود کی اور ایک قول امام شافعی کا بہی یہی ہی اور حنفی اگر اسپر
فتوی دیوی تو جایز ہے ۲۸ بلاشک خوارزم کی حنفی علماء نے ایسے لوگ بہی ہین کہ بموجب مذہب امام شافعی رح کی نہ ہونا نماز کا فساد حالانکہ
انہون نے اختیار کیا ہے اور جب انکو کسی نے کہا کہ امام شافعی رح کا یہہ مسلک ہے سوا سورہ فاتحہ کی اور تو نہین ہی تو جواب دیا کہ امام شافعی رح کی
مذہب سے مطلق بات لیکر سورہ فاتحہ کی قید کو مین چہوڑ دیا ہے نقل کی ہے یہہ عبارت خاتم متاخرین ابن نجیم نے اپنے بعضے رسالون مین کی
بحث وقف مین اور مثل قول کے بہی اسکو نقل کیا ہے ۲۹ اگر لیوے جاوے روایت صحیح اور مجتہد سی تو اوسپر عمل جایز ہے تو دیکہتا نہین
کہ متاخرین نے قایم مقام تزکیہ کے گواہون کو قسم دلانے پر موجب مذہب ابن ابی لیلی کی فتوا دیا ہے سمجہو عبارت شرح مسلم کی

سئل شيخ الاسلام عطاء بن حمزة عن اب الصغيرة زوجها من صغير بقبول ابوه وكبر الصغيران وبينهما غيبة منقطعة وقد
كان النكاح بشهادة الفسقة هل يجوز للقاضي ان يبعث الى شافعي المذهب ليبطل هذا النكاح بسبب انه كان بشهادة الفسقة قال نعم و
للقاضي الحنفي ان يفعل ذلك بنفسه اخذا بهذا المذهب وان لم يكن مذهبه انتهى كذا في العالمگیریہ تو غور کرو کہ اگر عمل در فتوی
بمذہب مخالف ضرورت ہی کے وقت جائز ہوتا تو اس سایل کو شیخ الاسلام عطاء بن حمزہ نے باوجودیکہ شافعی المذہب موجود تہا
اور ضرورت خلاف کرنیکی اپنے مذہب حنفی کو نہ تہی کیون حکم دیا کہ حنفی قاضی آپ ہی اس نکاح کو برخلاف مذہب امام اپنے کے
باطل کردے ۲۹ جیسا کہ شیخ الاسلام عطاء بن حمزہ نے قضا علی خلاف المذہب کو بدون ضرورت کی ہی درست کیا ہے
ایسا ہے اور فقہا نے بہی درست کیا ہی چنانچہ عقدہ مین فرمایا گئے یجوز للقاضي ان يبعث الى شافعي المذهب ليبطل النكاح
اذا كان التزويج بشهادة الفسقة وللحنفي ان يفعل ذلك وهي مسئلة القضاء على خلاف مذهبه انتهى
كذا في الفصول العمادية ۳۰ امام طرطوسی نقل کرتے ہین کہ ایکروز جمعہ کی قامت ہوگئی تہی اور قاضی ابو الطیب طبری
شافعی تکبیر کہنے کو مستعد ہوئے تو ناگاہ ایک جانور نے اُنکے اوپر بیٹ کردی اور ظاہر ہے کہ شافعی مذہب مین بیٹ جانور کی
نجس ہوتی ہی لاکن قاضی ابو الطیب نے شافعی ہو کر اوس بیٹ کی نجس نہوتی مین امام احمد بن حنبل کی تقلید کرلے اور کہا کہ مین اب
حنبلی ہون اور تکبیر تحریمہ کہدی اور نماز مین داخل ہوئی چنانچہ امام سید شریف علی السمہودی نے نقلا عن الکتاب الخادم فرمایا ہے
ان الامام الطرطوسي رحمه الله حكى انه اقيمت صلوة الجمعة وهم القاضي ابو الطيب الطبري بالتكبير فاذا الطائر قد ذرق
عليه فقال انا حنبلي ثم احرم ودخل قلت ومعلوم انه انما كان شافعيا يتجنب الصلوة بذرق الطائر فلم يمنعه علمه اي السابق بمذهبه في
ذلك من تقليد المخالف انتهى على ما نقله العلامة الحسن الشرنبلالي الحنفي في العقد الفريد ۳۱ اور ایسا ہی مروی ہے کہ قاضی ابو عاصم
عامری حنفی وقت نماز مغرب کے قفال شافعی کی مسجد مین تشریف لیگئے تو قاضی ابو عاصم عامری حنفی کو قفال شافعی نے دیکہکر
موذن کو حکم دیا کہ تکبیر مین دو دو کلمہ کہے واسطے خاطر داری قاضی حنفی کے باوجودیکہ شافعی مذہب مین تکبیر مین ایک ایک کلمہ کہا جاتا
تہا اور قاضی حنفی کو امام بنایا تو اونہون نے بہی اپنے مذہب کے خلاف باسخاطر قفال شافعی کے جہر بسملہ مع القراءة اور رفع یدین وغیرہ

ف۲۸ شیخ الاسلام عطاء بن حمزہ سے پوچہا گیا کہ ایک شخص نے اپنے چہوٹے عمر کی لڑکی کو ایک چہوٹے عمر کی لڑکے سے بیاہ دیا اور وہ دونون بڑی ہوئی
اور اون دونون مین جدائی منقطعہ بہی ہے اور فاسقون کی گواہی سے یہہ نکاح منعقد ہوا تہا تو کیا قاضی کو جائز ہے کہ شافعی مذہب کے پاس اس مسئلہ کو بہیجے
تاکہ بسبب فسق گواہون کے اس نکاح کو باطل کرادی اونہون نے جواب دیا کہ ہان اور قاضی حنفی خود بہی اس باب مین مذہب شافعی پر کو لیکر یہہ
حکم لگادے اگرچہ خود اوسکا مذہب نہین ہے فتاوے عالمگیری مین یونہین ہے ف۲۹ قاضی کو جائز ہے کہ اس مسئلہ کو شافعی مذہب کے پاس
اس نکاح کو باطل کرنیکے لیے بہیجدے جو یہہ نکاح فاسق گواہونکی گواہی سے بندہا ہو اور حنفی کو بہی یہہ حکم لگانا پہنچتا ہے اور یہہ مسئلہ خلاف مذہب
فتوا دینے کا ہے ف۳۰ امام طرطوسی سے حکایت ہے کہ ایکروز نماز جمعہ کے قامت ہوئی اور قاضی ابو الطیب طبری نے تکبیر کا ارادہ کیا تو یکایک
جانور نے امام طرطوسی پر بیٹ کردی تو اونہون نے کہا کہ مین حنبلی ہون اور نیت باندہ لی مین کہتا ہون کہ اور یہہ بات تو معلوم ہے کہ وہ شافعی تہے جانور کے

شافعیون کی موافق نماز مین ادا کیا چنانچہ امام سید شریف علی السمہودی کتاب خادم سی نقل فرماتی ہین انّ القاضے اباعاصم العامری الحنفی کان یفتی علی باب مسجد القفال والمؤذن یؤذن المغرب فترک ودخل المسجد فلما راٰہ القفال امر المؤذن ان یثنی الاقامۃ وقدم القاضی فتقدم وجہر بالبسملۃ مع القرأۃ واتی بشعار الشافعیۃ فی صلوتہ ومعلوم ان القاضی اباعاصم انما یصلے قبل بشعار مذہبہ فلم یمنعہ سبق عملہ بمذہبہ فی ذلک ابتھی انتہی علی ما نقلہ العلامۃ الشرنبلالی الحنفی فی العقد الفرید اور محمد مکی وغیرہ نے بہی اس قصہ کو نقل کیا ہے تنبیہ حضرت مولف نی جواب مین روایت قفال اور ابوعاصم کی بیہ استناد کیا ہے کہ بیہ روایت مخالف ہے اجماع کے تو اوسکو تم خوب دیکہتی چلی آتی ہو کہ اجماع امت کا کسطرح ہے التزام کیطرف یا عدم التزام کیطرف اور بیہ بہی فرمایا ہی کہ جایز ہے کہ کیا گیا ہو بیہ فعل بنظر نفوذ کی نہ بنظر اسکے کہ بیہ فعل درست ہے سو بطلان اس قول کا صریح ہے اسلئے کہ بیہ فعل اور ترک مذہب امام اپنے کا قاضی ابوعاصم وغیرہ سی باوجود ممنوع ہونے کے واقع ہوا اور کیا جبر ہوا تہا کہ باوصف علم عدم جواز اقدام کی مرتکب اس گناہ کے یعنے ترک تقلید کے بزعم مولف ہوئی ہی رات فرمایا حضرت صلعم من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین نازم بربین فہم و دانش خاتم المتاخرین زین العابدین ابن نجیم صاحب بحر الرایق قایل صحت حکم ملفق کے ہین اور ظاہر ہے کہ جو شخص تلفیق کو جو جمع بین المذہبین فی حادثۃ واحدۃ عبارت ہی جایز رکہی وہ اختیار عمل بمذہب مختلفہ مین بطریق اولی جایز رکہیگا کیونکہ جمع اولمین تو خلاف بہی ہی اور ثانی مجمع علیہ ہے چنانچہ فرماتی ہین رسایل زینیہ مین ویمکن ان یوخذ صحۃ الاستدلال من قول ابی یوسف وصحۃ البیع بغبن فاحش بقول ابی حنیفۃ بناء علی جواز التلفیق فی الحکم بین القولین خانیہ سی منقول ہے کہ اگر کسی شخص نے قسم کہائی کہ جس عورتکو مین نکاح مین لاونگا اوسکو طلاق ہے پہر اوسنی ایک عورتسی نکاح کر لیا اور کسی فقیہہ سی پوچہا کہ اب اسکو طلاق ہوئی یا نہین تو فقیہہ نے حکم دیدیا کہ طلاق نہین ہوئی تو اوس شخص نے اوس عورتکو اپنے زوجیت مین رکہا اور پہر آیندہ ویسی ہی قسم کہائی اور بعد اسکے دوسرے عورتسی نکاح کرکے حکم اوسکا کسی دوسرے فقیہہ سے پوچہا تو اوس دوسرے فقیہہ نے برخلاف پہلے فقیہہ کی حکم دیا کہ طلاق واقع ہوگئی تو اس شخص کے حق مین ہمارے ائمہ کا یہہ فتوے ہی اور حکم ہے کہ وہ شخص پہلی عورتکو پہلی فقیہہ کی تقلید سی اپنے نکاح مین سمجہی اور دوسری عورتکو دوسرے فقیہہ کی تقلید سے مطلقہ سمجہکے چہوڑدی سو یہہ حکم صریح دلالت کرتا ہے ساتہ

بیٹہ سی نماز کیونکر پڑہتے سو شافعی ہوئی تہی اونکو اس کام سی نہ روکا اور مذہب مخالف کی تقلید کرلی ۱۲ قاضی ابوعاصم عامری حنفی قفال کی مسجد کی دروازہ پر بیٹہے فتوا دیا کرتے تہے ایکدن موذن نے مغرب کے اذان کہی سو وہ اپنا مشغلہ چہوڑکر مسجد مین چلی جب قفال نی اونکو دیکہا تو موذن سی کہا کہ دو دو دفعہ کلمات تکبیر کو ادا کرے اور قاضی کو امام بنایا قاضی نے پکار کر بسم اللہ اور قراۃ پڑہی اور سب باتین شافعی مذہب کے اپنے نماز مین برتین اور یہہ معلوم ہے کہ پہلی قاضی اپنے مذہب کے موافق نماز پڑہا کرتی سو اونکو اونکی مذہب نے اس عمل کے سبقت سی باز نرکہا ہوگی عبارت عقد الفرید کی ۱۲ جسکی چاہتا ہے اللہ بہلائی کا ارادہ کرے تو اوسکو دین کی سمجہ دیتا ہے ۱۲ اور ممکن ہے کہ استدلال کی صحت امام ابی یوسف کی قول پر اور باوجود نقصان صریح کی بیع کی صحت امام ابی حنیفہ کی ۱۲ اور

کو کبہو ایک فقیہ کی تقلید کرے اور کبہو دوسرے کی اور ایک مسئلہ مین حنفی ہونا اور دوسرے مسئلہ مین شافعی ہونا درست ہی اور ایک ہی امام
معین کے تقلید واجب نہین ہی چنانچہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی حنفی تحصیل التعرف فی معرفۃ الفقہ والتصوف مین فرماتی ہین ونقل
عن الخانیۃ فی مسئلۃ تعلیق الطلاق بالتزوج انہ قال اصحابنا رحمہم اللہ ان صاحب الحادثۃ اذا استفتی عالما
من اہل الفتوی فافتی ببطلان الیمین وسعہ ان یاخذ بفتواہ ویمسک المرأۃ فان تزوج اخری بعدما وقد حلف بطلاق
کل امرأۃ تزوجہا فاستفتی فقیہا اخر مثلہ فافتاہ بصحۃ الیمین ووقوع الطلاق المضاف الیہ بالتزوج فانہ یمسک الاولی ویفارق
الثانیۃ وہذا کلہ دلیل علی انہ یجوز الرجوع من فقیہ الی فقیہ وان یکون الشخص حنفی المذہب فی مسئلۃ وشافعی
المذہب او غیرہم فی اخری ولا یجب تقلید امام بعینہ انتہی اور یہہ روایت ذخیرہ مین اور بزازیہ مین اور قول سدید وغیرہ مین بہی موجود
ہے اور مولوی سید حیدر علی مرحوم ساکن قصبہ ٹونک کہ جو بڑے عالم متبحر جامع معقول اور منقول شاگرد رشید مولانا شاہ عبد العزیز
اور مولانا شاہ رفیع الدین قدس سرہما کے تہے اپنے رسالہ صیانۃ الاناس من وسوسۃ الخناس کہ جو رد مین فضل رسول
بدایونی کے تحریر کیے ہی فرماتی ہین **قول موسوس** بعض متردد بنے یہہ حال شکر استدعا کی کہ چند باتین مولوی اسمعیل کے
سطر حسی نقل کر دیجئے کہ موافق مخالف سی تحقیق کیجاوین ہر چند دانشمندون پر مولوی اسمعیل کے کلام سے ظاہر ہے کہ انکو مطلقا قید مذہب و
ملت کی نہین ہے اور سیف الجبار وغیرہ رسایل مین محقق ہو چکا **جواب** اسکا یہہ ہی کہ حال رسایل مذکور کا تو دیکہنی سے
معلوم ہوگا پر اتنا کہا جاتا ہی کہ ملت سے اگر مراد یہہ ہے کہ مولوی اسمعیل کو قید دین اسلام کی نہین تہی کبہی مسلمان کبہی یہود
کبہی نصرانی کبہی مشرک بنتے تہے تو یہہ بات قابل جواب کی نہین اسکو ہر کوئی جانتا ہے کہ یہہ جہوٹ ہی اور اگر مراد ملت سے
وہی مذہب ہے تو جواب اسکا یہہ ہے کہ قید ایک مذہب کے اکثر لوگون کے حق مین اکثر احوال مین اولی اور مستحسن بلکہ ضرور ہوتی ہے کیونکہ
دین پر چلنا سہل ہو جاتا ہے لیکن ہر شخص کیواسطے ضرور نہین جسکو اللہ تعالی نے مرتبہ تحقیق کا دے وہ کیون تقلید کرے پہر تقلید
ایک شخص معین کے اسپر اگر کوئی اولہ شرعیہ اربعہ سی ہو تو لاؤ ذکر کرو تقلید تو اسطی سے لیں گے ہے فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون
سید شریف نے حکمۃ العین کے حاشیہ مین فرمایا ہے کہ اولاد رسول اللہ کی ایک جسمی وہ سادات کرام ہین اونپر صدقہ زکوۃ کا حرام ہے
دوسرے اولاد روحی وہ علماء عظام ہین اونپر تقلید جو دوسرے عالم کا صدقہ ہے حرام ہے اور جو تحقیق حاصل ہوا ہو اور تقلید ضروری یعنی قت

لہ مسئلہ تزوج کی تعلیق طلاق مین خانیہ سی منقول ہے کہ ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ جب کوئی شخص کسی مفتی عادل اصحاب مین
فتوا پوچہی اور وہ یمین کا باطل ہونا بیان کرے تو اوسکو روا ہے کہ اوسکی فتوے پر عمل کرکے عورت کو روک رکہی پہر کسی اور عورت سی نکاح
کیا اور یون قسم کہائی کہ جس عورت سی نکاح کرے اوسپر طلاق ہے پہر ویسے مفتی متقی سے فتوا پوچہا اور مفتی نے ایسا فتوا دیا کہ
تیری قسم ٹہیک ہے اور یہہ طلاق معلقہ پڑ گئی تو پہلی عورت کو روک رکہی اور دوسری کو چہوڑ دی اور یہہ سب دلیل ہے اسپر کہ ایک فقیہ سی
دوسرے فقیہ کی طرف رجوع کرنا درست ہی اور یہہ جایز ہے کہ ایک مسئلہ مین حنفی ہو اور دوسرے مسئلہ مین شافعی وغیرہ ہو اور ایک امام معین کی
تقلید واجب نہین ہے ہو چکے عبارت تحصیل التعرف کی ۱۲ لہ پوچہو اہل ذکر سے اگر تم نہین جانتے ہو

ہونی مرتبہ تحقیق کی ضرورت پڑی تو ہوئی تو اسلیئے مجتہد مخطی کو بھی ایک اجر ہے اور اگر مصیب ہو تو دو اجر بخلاف عامی
مقلد کی کہ اسکو خطا مین نہ دونا اجر نہ ایک محقق کے حقمین کلام بسبیل تنزل کیا گیا والا عامی اور مقلد کو بھی سوائے تحقیق
متاخرین اور متقدمین کی تقلید ایکشخص کے لازم اور وجب نہین اگرچہ اولی اور بہتر اور موجب سہل ہو عمل کے ہے پس ہمارا
دعوے پر صحابہ رض کا اجماع حجت اور دلیل ہے تو جو شخص کہ تقلید ایک شخص کی لازم اور وجب کہتا ہے وہ غلط کہتا ہے جو عدم
وجوب پر اجماع صحابہ کا ہے رہ اسپر اسکو علم نہین اب سنو اسکا بیان مسلم کتاب علم اصول الفقہ کے جس خوبی سے بیان
اخیر اور بجملی کتابون مین حاجت بیان کی نہین اسمین ہمارا مطلب ہی اور تحریر محقق ابن ہمام اور اسکی شرحمین بہی ایسی ہی ایک باب
کتاب اور اسکی شرح کی عبارت نقل کی جاتی ہے مسلم اور اسکی شرحمین توریت ہے مسئلہ قال الامام (امام الحرمین) اجمع المحققون علی منع العوام من تقلید
اعیان الصحابۃ رضوان اللہ تعالی علیہم فان اقوالہم قد تحتاج فی استخراج الحکم منہا الی تنقیۃ کما فی السنۃ ولا یقدر العوام علیہا بل
یجب علیہم اتباع الذین سبروا ای تعمقوا وبوبوا ای اوردوا ابوابا لکل مسئلۃ علی حدۃ فہذبوا مسئلۃ کل باب و نقحوا کل
من غیرہا وجمعوا بجامع وفرقوا بفارق وعللوا ای اوردوا لکل مسئلۃ مسئلۃ علۃ وفصلوا تفصیلا یعنی یجب علی العوام تقلید
تصدی لعلم الفقہ لا لاعیان الصحابۃ الجلیلین القدر وعلیہ ابتنی ابن الصلاح منع تقلید غیر الائمۃ الاربعۃ الامام الہمام امام الائمۃ امامنا ابی حنیفۃ
الکوفی والامام مالک والامام الشافعی والامام احمد رحمہم اللہ تعالی وجزاہم عنا احسن الجزاء لان ذلک المذکور لم یدر فی غیرہم وفیہ ما فیہ فی الحاشیۃ قال
القرافی انعقد الاجماع علی ان من اسلم فلہ ان یقلد من شاء من العلماء من غیر حجر واجمع الصحابۃ علی ان من استفتی ابابکر وعمر امیری المؤمنین
فلہ ان یستفتی اباہریرۃ ومعاذ بن جبل وغیرہما ویعمل بقولہم من غیر نکیر فمن ادعی رفع ہذین الاجماعین فعلیہ البیان انتہی فقد بطل بہذین
الاجماعین قول الامام وقولہ اجمع المحققون لا یفہم منہ الاجماع الذی ہو الحجۃ حتی یقال یلزم تعارض الاجماعین بل الذی یکون مختارا عندہ
اجماعا متفقین علیہ یقال اجمع المحققون علی کذا ثم فی کلامہ خلل اخر اذ المتمہل تزال الاخری ایضبطوا واجبہم مثل الائمۃ الاربعۃ وانکار ہذا مکابرۃ

ل امام الحرمین نے کہا ہے کہ محققین اسپر جمع ہوگئی ہین کہ عام لوگ صحابہ رض کی پیروی نکرین کیونکہ انکی قولون مین حدیث کی طرح
بدقت حکم نکلتا ہے اور عام لوگ اتنی قدرت نہین رکھتے بلکہ حاصل کلام یہہ ہے کہ عوام کو فقہا کی پیروی چاہیئے صحابہ کی نہین
اور ابن صلاح نے اسپر بنا رکھکر کہ سوائے ائمہ اربعہ کے اور ونکی تقلید سے منع کیا ہے یعنے امام والاہمت ہمارا امام ابو حنیفہ کوفی
امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد رحمہ اللہ تعالی اونپر رحمت کرے اور جزا دے کیونکہ انکی سوا اوروں کے مذہبون مین انکی مذہب
باتین نہین پائی جاتی ہین اور اسمین اعتراض ہے حاشیہ مین ہے کہ کہا قرافی نے کہ اجماع منعقد ہوچکا ہے کہ جو مسلمان ہے اسکو روا ہے
کہ علما مین سے جسکی چاہے تقلید کرے اور صحابہ کا اجماع ہوچکا کہ جو امیر المومنین ابوبکر اور عمر سے فتوا پوچھے تو اوسکو روا ہے کہ ابو ہریرہ
اور معاذ بن جبل وغیرہ سے فتوا پوچھے اور بلا دہڑک انکی قول پر عمل کرے سو جس کسیکو ان دونو اجماعون کی اوٹھ جانیکا
دعوے ہے تو اوسپر دلیل ہے تو ان دونو اجماعون سے امام الحرمین کا قول باطل ہوگیا اور امام الحرمین کا یہہ کہنا کہ محقق جمع ہوگئی ہین
وہ اجماع جو حجت ہے نہین سمجھا جاتا کہ یہہ کہا جاوے کہ دونو اجماعون مین مخالفت لازم آتی ہے بلکہ جو امر کسیکا مختار اور پسندیدہ ہوتا ہی اور ایک گروہ تنا

بل الحق انہ انما منع من منع تقلید غیرہم لانہ لم یبق روایۃ مذہبہم محفوظۃ حتی لو وجد وا روایۃ
صحیحۃ من مجتہد اٰخر یجوز العمل بہا الا تری ان المتاخرین افتوا بتحلیف الشہود اقامۃ لہ موقع
التزکیۃ علی مذہب ابن ابی لیلے انتہٰی اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ متعصب فیما علماؤن پر عدم تقلید مذہب
وبدعت کی اور دیگر مشاعرین نشاء اسکا وہی نشہ شراب قہر الٰہی کا ہے جیسے کہ معلوم ہوا تمام ہوئی التقریر مولانا عبد الحی
مرحوم کی صیانۃ الاناس مین اور نیز مولانا مغفور رسالے سنہ بارہ سو ستر مین ایک فتوی جواب مین کسی سائل کی تحریر فرمایا تہا
اور سنہ ١٢ مین مع مہر اکثر علماء ٹونک اور دہلی بمقابلہ طبع آیا تہا وہ بہی نقل کیا جاتا ہے چہ میفرمایند علماء دین ومفتیان
شرع متین درباره کسیکه ایمان بر خدا و رسول آورده بر اتباع احکام شرعیه بلا تقلید مذہبی از مذاہب اربعہ بدل وجان
کمر بستہ وائمہ اربعہ را پیشوای خود میداند وخود را محمدی میگوید ومقلد مذہب معین را که خود را حنفی یا شافعی مثلا
میگوید نیز محمدی میداند مثل عبد الله نو مسلم ومانند آن آن شخص مسلمان سنی ہست یا نہ وہر کہ او را مشرک یا کافر یا مردود
گوید آن کیست بینوا توجروا جوابی ازین استفتا اینست کہ این سوال متضمن سہ سوال ہست اول آنکہ ہر کہ با وجود ایمان
بخدا و رسول بر اتباع احکام شرعیه بلا تقلید مذہب از مذاہب اربعہ بدل وجان کمر بستہ وائمہ اربعہ وغیرہم از ائمہ اہل سنت
وجماعت را بر حق میداند وخود را محمدی میگوید این اتباع جایز ہست یا نہ دوم آنکہ او را کافر یا مشرک یا مردود گفتن واو را
از فرقہ اہل سنت خارج ولہتی نہ دہست یا نہ سوم آنکہ در صورتیکہ او را کافر یا مشرک یا مردود گفتن روا نباشد حکم این گویندہ
چیست جواب از سوال اول آنکہ در کتاب مسلم کہ در اصول الفقہ بمذہب حنفی مثل آن تا این زمان تالیف نگشتہ در مذہب
آن از امام قرافی رح نقل کرده ترجمہ اش اینست کہ اجماع منعقد ہست برینکہ ہر کہ اسلام آورد دیگر او را درست تقلید ہر مجتہد کہ بخواہد
بغیر تعیین من غیر حجر ونیز اجماع صحابہ رض ہست برانکہ شخصی کہ استفتا از حضرت ابی بکر وحضرت عمر رض میکرد وتقلید این ہر دو
مینمود دیگر او را درست کہ استفتا از ابی ہریرہ ومعاذ بن جبل بکند وعمل باقوال ایشان نماید من غیر نکیر پس کسیکہ رفع این ہر دو اجماع
دعوی کند بر او واجب ہست کہ دلیل دعوی خود بیان نماید انتہی ترجمہ حاصلش اینست کہ اتباع احکام شرعیه وخذہا
از ہر مجتہد کہ خواہد بلا تقلید مذہب از مذاہب اربعہ وغیرہا جایز ہست باجماع صحابہ پس منکر ومخالف آن منکر ومخالف اجماع
صحابہ ہست ودر خوف تردی وہلاکست لیکن باید دانست کہ چنانکہ عدم تعیین مجتہد در تقلید جایز ہست ہمچنین تعیین نیز
جایز ہست بلکہ تعیین درین زمانہ موجب سہولت عمل در دین ہست ونیز در تقلید مجتہد معین فایدہ دیگر ہست کہ چون بر مسئلہ

اور پر متفق ہوجاتا ہے تو یون کہدیتے ہین کہ اسبات پر محقق جمع ہوگئی ہین پہر اوسکی کلام مین اور خلل ہی کہ مثل ائمہ اربعہ کی اور
مجتہد والے بہی کوششین کی ہین بنا بچند اسکا انکار ہٹ دہرمی اور گستاخی ہی بلکہ حق تو یہہ ہی کہ سوا ائمہ اربعہ کی اور ونکی تقلید ہی جس لیے
منع کیا ہی اوسکی یہہ وجہ ٹہرائی ہی کہ اور ونکی مذہبو نکی روایتین محفوظ نہین رہی ہین یہانتک کہ اگر کسی اور مجتہد کی روایت صحیح ملجائے
تو اوسپر عمل جایز ہی کیا تو نے دیکہا نہین کہ متاخرین نے قائم مقام تزکیہ کی ابن ابی لیلی کے مذہب کے موافق گواہون کی قسم ولانی پر فتوا دیدیا ذرا سمجہ

بر کتاب عمل جایز نیست بلکہ کتاب معتبر متداول در اہل سنت و جماعت درکار ست و ہمچنین بر قول ہر المعلم عمل روا نیست کما صرح
بہ المحققون از اینجا ست کہ فتوی مجتہد فاسق چنانکہ حجاج واجب التوقف ست صرح بہ علی البزدوی رح وغیرہ و نیز حق تعالی میفرماید
ان جاءکم فاسق بنباء فتبینوا از ینجا ست کہ قول فاسق در روایات و دیانات معتبر نیست بلکہ عالم موثوق بہ در دین ضرور ست
و تعیین در تقلید مجتہد معین سہل ست و در غیر دشوار بسا بالقول فاسق عمل واقع گردد و در ینجا غرض ما بیان عدم وجوب تعیین مجتہد ست
و آنکہ ہر کہ تعیین نکند گمراہ نیست جواب از سوال دوم آنکہ چون الشخص متبع احکام بہ وجہ مذکور ایمان بر خدا و رسول وی صلعم
میدارد و بسبب اتباع مذکور کہ باجماع صحابہ رض جایز ست از ایمان خارج نگشت پس مومن صحیح الایمان باشد جواب از
سوال سوم آنکہ مومن صحیح الایمان را کافر یا مشرک گفتن حسب فرمودہ رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام روا نباشد بلکہ خود
کافر یا مشرک گوینده کافر میگردد در جمع الجوامع ست اذا قال الرجل لاخیہ یا کافر فقد باء بہ احدہما حم خ ت عن ابن عمر اذا
الرجل لاخیہ یا کافر فقد باء بہ احدہما ان کان الذی قیل لہ کافرا فہو کافر و الا یرجع الیہ من قال ط عن ابن عمر ہمین ست حکم گوینده
لفظ کافر و چون شرک مستلزم کفر ست نیز حکم مشرک گوینده ہمین باشد اگر شرک خفی مرادش نباشد آنچہ امام قرافی رح
دو اجماع نقل کردہ و صاحب مسلم آنرا ہم مسلم داشتہ اگرچہ بر تمامی اہل سنت و جماعت حجت ست لیکن بسبب بودن نقل
از عالم متبحر شافعی و محقق متبحر حنفی الزام محبت بر مقلد حنفی و شافعی اتم و اکمل ست و بر اہل علم مخفی نیست کہ از صحابہ کرام
چند صحابہ معدود مجتہد بودند و باقی ہمہ مقلد باز اکثر و بیشتر از ینہا تقلید یک کس معین از صحابی مجتہد لازم نگرفتہ بودند
باز اگر کسی مقلد یک کس معین اتفاقا میبود این تقلید خاص را بالخصوص واجب لازم نمیدانست کہ خلاف اجماع صحابہ بود
بلکہ تقلید دیگری ہم جایز میدانست پس انیمردم بیباک کہ خود را با وجود جہلی از اہل العلم میشمارند ہیچ لفظ و معنی لا مذہب
قرار دادہ اند در اکثر صحابہ باعتبار عمل و در جمیع صحابہ باعتبار اعتقاد جوازش متحقق بود و نیز متاخرین علماء حنفیہ تحلیف
شہود موافق مذہب ابن ابی لیلی قایم مقام تزکیہ لازم شہود گردانیدہ اند و قضاۃ امصار و اعصار برین عمل میکنند با آنکہ در مذہب
مذہب تحلیف شہود نادرست پس این لفظ لا مذہب مقام طعن بر زبان آوردن قدحی و جرحی ست العیاذ باللہ تعالی
صحابہ کرام و در مفتیان و قضاۃ علماء متاخرین حنفیہ پس مومن صادق را از اہل العلم لازم ست کہ درین آیہ کریمہ بیا فکر افرأیت
من اتخذ الہہ ہواہ واضلہ اللہ علی علم وختم علی سمعہ وقلبہ وجعل علی بصرہ غشاوۃ فمن یہدیہ من بعد اللہ افلا تذکرون غور کند و تامل نماید

ف اگر اوسی تم پاس ایک گنہگار خبر لیکر تو تحقیق کرو ف جس وقت ایک آدمی اپنی دوسرے کو کہا کہ اے کافر تو وہ کفر دونو میں سے ایک کی طرف
رجوع کریگا تمہارا اور ترمذی میں ابن عمر سے روایت ہے کہ جس وقت ایک شخص نے اپنے بھائی مسلمان کو کافر کہا تو وہ کفر ایک کیطرف رجوع کریگا کیونکہ جسکو
کافر کہا گیا ہے اگر وہ کافر ہے تو کافر ہی اور نہیں تو کہنے والیکے طرف رجوع کریگا طبرانی میں ابن عمر رض سے ف بہلا دیکہو تو
جسنے پوجا کیا اپنے چاؤ کا اور راہ سے کہو یا اوسکو اللہ نے جانتا بوجہتا اور مہر کی اوسکی کان پر اور دل پر اور ڈالی اوسکی
آنکہہ پر اندہیرے پہر کون راہ پر لاوے اوسکو اللہ کے سوا کیا تم سوجہہ نہیں کرتے

و ناشی باشد که خدا نخواسته باشد مصداق همین آیه کریمه گردد این کاتب الحروف [illegible]
بدین مذهب طعن کند خود خصم ایشانیم لیکن از حق چاره نیست خصوصاً چنانکه در حدیث آمده الساکت عن الحق شیطان اخرس نیز در حدیث شریف آمده
من علم وکتم الجم بلجام من النار حقتعالی از رحمت خود ما را بر عداوت شیطان مطلع فرموده بانکه ما همه را و عداوت کنیم مامور فرموده
ان الشیطان لکم عدو فاتخذوه عدوا انما یدعو حزبه لیکونوا من اصحاب السعیر این شیطان ملعون عوام و مهیان آدم
بکید می ورزد مرام خود حاصل می آرد و با اهل علم بازی دیگر پیش میکند بعضے از ینها محدثین بی ادب میباشند و بعضی دیگر مجتهدین نعوذ
تعالی منها و نیز این ظاهر است نزد اهل علم که هر کسیکه از اظهار دین مطابق تاکید احادیث نبوی علی صاحبها الصلوة والسلام
و اجماع صحابه کرام ناخوش گردد او از خواص و عوام مومنین خناس من الجنة والناس است حقتعالی ما را در اظهار دین مجمله لایخافون
لومة لائم بفضل خود سازد و الله تعالی اعلم در شرح تحریر ابن همام مسمی فتح القدیر است اعلم انک قد علمت ان التکلیف من الشارع لیس الا العمل بفتوی مجتهد
علی التخییر و تخصیص العمل بفتوی مجتهد دون مجتهد تحکم لا یلتفت الیه بل هو تغییر حکم الشارع من دون برهان و حجر رحمة الله الواسعة
والصحابة احق بالتقلید فانهم اقرب الی اخذ الاحکام من صاحب الوحی لکن لا یخلو بعض احکامهم عن اشارات خفیة فیحتاج الی تبیین المجتهدین
اللاحقین واما المجتهدون الذین اتبعوهم باحسان فکلهم سواء فی صلوح التقلید بهم فان وصل فتوی سفیان بن عیینة او مالک بن
دینار او غیرهم یجوز الاخذ کما یجوز الاخذ بفتوی الائمة الاربعة الا انه لم یبق عن الائمة الآخرین نقل صحیح الا قلیل
ولذا منع من منع التقلید بهم فان وجد نقل صحیح منهم فی مسئلة فالعمل به والعمل بفتوی الائمة الاربعة سواء هذا آخر ما
قصدت ترقیمه فی شرح کتاب التحریر انتهی والله اعلم بالصواب اور در وصیت یعنی بیسوین کتاب میزان کبری شیخ عبدالوهاب شعرانی رحمة الله علیه سے نقل کیجاتی ہے
کان الامام ابن عبد البر یقول لم یبلغنا عن احد من الائمة انه امر اصحابه بالتزام مذهب معین لا یری صحة خلافه بل المنقول عنهم

ف۱ حق بات سے چپکا رہنے والا شیطان گونگا ہے ف۲ جو کوئی جان بوجھ کر چھپا وے سو آگ کی لگام دیا جاویگا ف۳ بیشک
شیطان تمہارا دشمن ہے سو تم سمجھ رکھو اوسکو دشمن وہ تو بلاتا ہے اپنے گروہ کو اسیواسطے کہ ہو ویں دوزخ والوں میں ف۴
یہ تو بیشک تیرے جانے ہوئے بات ہی کہ شارع کی طرف سے تکلیف فقط اتنے ہی ہی کہ بلا قید کسی مجتہد کے قول پر عمل کیا جاوے
اور کسی مجتہد کی تخصیص کرنا سینہ زوری ہی اوسکی طرف التفات نچاہیے بلکہ یہ بدل ڈالنا ہے حکم شارع کا بلا دلیل اور اللہ کی رحمت فراخ کو تنگ
کرنا ہے اور صحابہ بہت مستحق ہیں تقلید کی کیونکہ وہ حضرت وحی سے اخذ حکم میں قریب ہیں لیکن اونکی بعضی کلاموں میں پوشیدہ اشارے ہیں
کہ سبب اسکے پوشیدگی کی بیان مجتہدین پچھلے کی حاجت پڑی ہی اور مجتہدین کہ صحابہ کے اچھے پیرو ہیں سب کے سب صلاحیت پیروی میں برابر ہیں سو اگر پہونچے
فتوا سفیان بن عیینہ یا مالک بن دینار وغیرہ کا تو آئمہ اربعہ کیطرح اونکی فتوی پر عمل کرنا جائز ہے لیکن اتنی بات ہی کہ اور ونکی مذہبوں کی روایتیں بہت کم صحیح
پہونچی ہیں اسیواسطے اونکی تقلید سے جسنے منع کیا اوسنے منع کیا ہے سو اگر نقل صحیح اونسے پہونچے تو اوسپر اور آئمہ اربعہ کے قول پر عمل کرنا برابر ہے یہ آخر اون مضمونوں کا ہے
جنکا شرح تحریر میں لانا مجھے مقصود تھا ہو چکی عبارت شرح تحریر کی اور بیشک بات کو اللہ خوب جانتا ہے ف۵ امام ابن عبد البر کہتے تھے کہ ہمکو کسی امام
سے یہ روایت نہیں پہونچی کہ اونہوں نے اپنے رفیقوں کو التزام مذہب معین کا امر کیا ہو سوا اوسکے اور غیر کے مذہب کو صحیح نجانے بلکہ منقول اونسے تو

تقريرهم الناس على العمل بفتوى بعضهم بعضا لانهم كلهم على هدى من ربهم وكان يقول ايضا لم يبلغنا
فى حديث صحيح ولا ضعيف ان رسول الله صلى الله عليه وسلم امر احدا من الامة بالتزام مذهب
معين لا يرى خلافه وما ذلك الا لان كل مجتهد مصيب انتهى ونقل القرافى الاجماع من الصحابة
على ان من استفتى ابا بكر وعمر رضى الله عنهما وقلدهما فله بعد ذلك ان يستفتى غيرهما من الصحابة ويعمل به من غير
نكير واجمع على ان من اسلم فله ان يقلد من شاء من العلماء بغير حجر ومن ادعى رفع هذين الاجماعين فعليه الدليل
انتهى وكان الامام الزناتى من ائمة المالكية يقول يجوز تقليد كل من اهل المذاهب فى النوازل انتهى ما فى كتاب الميزان
الكبرى للامام الشعرانى وايضا فيه وان قال احد من المالكية اليوم بئس ما صنع من انتقل من مذهبه
الى غيره قلنا له بئس ما قلت انت لان امام مذهبك الشيخ جمال الدين بن الحاجب رح والامام القرافى رح
جوزا ذلك فقولك هذا تعصب محض فان الائمة كلهم فى الحق سواء فليس مذهب اولى بالشريعة من مذهب
وقد سئل الجلال السيوطى رح عن حنفى يقول يجوز للانسان ان يتحول حنفيا ولا يجوز للحنفى ان يتحول شافعيا او
مالكيا او حنبليا فقال قد تقدم انا قلنا ان هذا تحكم من قائله لا دليل عليه من كتاب ولا سنة ولم يرد لنا فى
حديث صحيح ولا ضعيف تميز احد من ائمة المذاهب على غيره على التعيين والاستدلال بتقديم زمن ابى حنيفة
لا ينهض حجة ولو صح لوجب تقليده على كل حال ولم يجز تقليد غيره البتة وهو خلاف الاجماع وخلاف

لوگوں کو چلاتا تھا بعضوں کا بعضوں کی الف مذہب کی فتوؤں پر کیونکہ وہ سب الله کی جانب سے ہدایت پر ہیں اور یہہ بھی امام ابن عبد البر کہتے تھے
کہ کسی حدیث صحیح یا ضعیف میں ہمکو یہہ مضمون نہیں پہونچا کہ آنحضرت صلعم نے امت میں سے کسیکو التزام مذہب معین کا اسطرحپر امر فرمایا ہو کہ اوسکے
سوا کسیکو حق نجانے اور یہہ مقولہ اسوجہ سے ہے کہ ہر مجتہد ٹھیک راہ پر ہے انتہی اور قرافی نے صحابہ سے اس اجماع نقل کیا ہے کہ جو شخص فتوا ابو بکر اور
عمر سے اور اوسپر عمل کرے اوسکو جایز ہے کہ اور صحابہ سے فتوا پوچھے کہ بے دہڑک عمل کرے اور یہہ بھی اجماع ہے کہ جو مسلمان ہو اوسکو روا ہے کہ جس عالم کی چاہے بلا
روک ٹوک تقلید کرے اور جسکو ان دو اجماعوں کا دعویٰ ہے تو وہ دلیل لاوے انتہی اور ائمہ مالکیہ میں سے امام زناتی کہتے ہیں کہ سب اہل مذاہب کے
تقلید حادثات میں روا ہے ہو چکی عبارت میزان شعرانی کی اور نیز اوسی میں ہے کہ اگر کوئی مالکیوں میں سے کہے کہ آج کل جو شخص انتقال مذہب کیا اوسنے برا کیا تو ہم کہیں گے
کہ تونے برا کیا ایسی بات کہی کیونکہ تیرے مذہب کے امام شیخ جمال الدین ابن حاجب اور امام قرافی رح انتقال مذہب کو جایز کہتے تھے سو تیرا یہہ قول محض
ہٹ دہرمی ہے کیونکہ سب امام حق میں برابر ہیں سو ایک مذہب روی شریعت کی دوسرے سے بہتر نہیں ہو سکتا اور جلال سیوطی سے پوچھا گیا تھا
جلال الدین سیوطی سے اس باب میں کہ کوئی حنفی یوں کہے کہ اور مذہب والے کا حنفی ہو جانا تو مضایقہ نہیں مگر حنفی مذہب والا مالکی یا شافعی یا حنبلی نہو تو جواب دیا کہ یہہ
پہلے ہی ہو چکا کہ ہم اس بات کو ہٹ دہرمی کہتے ہیں اس کی قرار دیا کرتے ہیں اسپر قرآن اور حدیث سے کوئی دلیل نہیں ہے اور کسی حدیث صحیح یا ضعیف میں
نہیں روایت نہیں ہوئی کہ علی التعیین ایک مذہب کو دوسرے سے فوقیت دیجائے اور یہہ بات کہ دلیل پکڑنا کہ امام ابو حنیفہ کا زمانہ مقدم تھا دلیل نہیں
ہو سکتا کیونکہ اگر یہہ بات صحیح ہو جاوے تو اونکی تقلید ہر حال میں واجب ٹہرے گی اور کسی ایک کی تقلید جایز نہ رہیگی اور یہہ بات مخالف اجماع اور خلاف اوس

ما رواه البيهقي في كتاب المدخل عن ابن عباس رضـ ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال مهما اوتيتم من كتاب الله فالعمل به واجب لا عذر لاحد في تركه فان لم يكن في كتاب الله فسنة لي ماضية فان لم يكن في سنة لي فما قال اصحابي لان اصحابي كالنجوم في السماء فايما اخذتم به فقد اهتديتم واختلاف اصحابي لكم رحمة انتهى قال الجلال السيوطي ثم انه يلزم من تخصيص تحريم الانتقال بمذهب الامام ابي حنيفة طرد ذلك في بقية المذاهب فيقال بتحريم الانتقال من مذهب المتقدم بالزمن الى مذهب المتاخر كالشافعي يتحول مالكيا والحنبلي يتحول شافعيا دون العكس وكل قول لا دليل عليه فهو مردود على صاحبه قال صلى الله عليه وسلم كل عمل ليس عليه امرنا فهو رد انتهى ورأيت فتوى اخرى له مطولة قد حث فيها على اعتقاد ان سائر ائمة المسلمين على هدى من ربهم وان تفاوتوا في العلم والفضل ولا يجوز لاحد التفضيل الذي يؤدي الى نقص في غيره امام قياسا على ما ورد في تفضيل الانبياء عليهم الصلوة والسلام فقد حرم العلماء التفضيل المؤدي الى نقص نبي واحتقاره لان ذلك ادى الى ذلك الخصام ووقيعة في الاعراض وقد وقع الاختلاف بين الصحابة في الفروع وهم خير الامة وما بلغنا ان احدا منهم خاصم من قال بخلاف قوله ولا عاداه ولا نسبه للخطاء والقصور وفي الحديث اختلاف امتي رحمة وكان الاختلاف في من قبلنا عذابا او قال هلاكا انتهى

تمام ہوئی عبارت میزان شعرانی کی بس اب کہاں تک روایتیں نقل کرتی جاوین منصف ذی علم کو اسیقدر بس ہے اور متعصب جاہل چاروں مذہب کی کتابوں سی ہدایت نہیں ہوگی بلکہ ہر قول و دلیل میں تاویل پیش کریگا اب بعض اہل بصیرت کی لیے

روایت کی جسکو بیہقی نی کتاب مدخل میں ابن عباس رضی سی یوں روایت کیا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جب تک بات ملے تمہیں قران سی تو اوسپر عمل واجب ہے اور اسکی چھوڑنیکی لئی کسیکو کوئی حیلہ نہیں ہو سکتا اور اگر قران میں نہ ملی تو میری حدیث اور حدیث میں بھی نہ ملی تو جو میری اصحاب نے کہا ہو کیونکہ اصحاب میری ایسی ہیں جیسی آسمان میں تارے جسکا قول تم لوگی ہدایت پاؤگی اور میری صحابہ کا اختلاف تمہارے لئے رحمت ہے انتہی کہا جلال الدین سیوطی نے کہ حرام کہنا انتقال مذہبی امام ابوحنیفہ کی مذہب سے اور مذہبوں میں بھی جاری ہوگا اور متقدم زمانہ کی مذہب سے متاخر زمانہ کی مذہب کیطرف انتقال کرنا حرام ٹھیریگا چنانچہ شافعی مذہب مالکی ہو جاوی اور حنبلی شافعی ہو جاوے نہ اسکا اولٹا اور سطرحکا ہر قول جسپر دلیل نہو کہنے والی پر پھیر دیا جاتا ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا کل وہ کام جسپر ہمارا امر نہیں ہے سو وہ رد کرنیکے قابل ہے انتہی اور جلال الدین سیوطی کا ایک بڑا فتوی میں نے دیکھا ہے کہ اوسمیں یہہ ترغیب دلائی ہی کہ سبکی سب امام اللہ کی طرف سے ہدایت پر ہیں اگرچہ اونکی علم و فضل میں فرق ہو اور کسیکو یہہ بات نہیں پہونچتی کہ کسی امام کے ایسی فضیلت بیان کری جس سے اور اماموں کی کسر شان ہو اور اسکو فضیلت انبیا پر قیاس کرنا چاہیئے کہ علما نے ایسے فضیلت ایک نبی کی جس سے نقص دوسری نبی کا لازم آوے حرام کہا ہے خصوصاً اوس وقت کہ یہہ بحث موجب جھگڑے کا ہووے اور جزئی مسائل میں صحابہ کہ وہ سب بہت اچھے لوگ ہیں باہم مختلف رہے ہیں لیکن یہہ نہیں سنا کہ اونمیں سی کوئی مخالف سی لڑا ہو یا اوسکی خطا گیری اور دشمنی کا درپی ہوا ہو اور حدیث میں تو یوں آیا ہی کہ میری امت کا اختلاف رحمت ہی اور اگلی لوگوں کا اختلاف عذاب یا ہلاک تھا انتہی قول

جو کہ قرآن اور حدیث کی سمجھنے کا قصد رکھتی ہیں اور اوسکو مقصود اصلی اور کافی سمجھتے ہیں دلائل شرعیہ کا بیان بیچ انہی
بہتی دلیل قول اللہ تعالیٰ کا ما اتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا اور قول اللہ تعالیٰ کا اتبعوا ما انزل الیکم
من ربکم وجہ استدلال کے پیچھے بیان ہوگی پہلی چند مقدمات کی تمہید **مقدمہ اولیٰ** جو شی کہ واجب ہو اللہ تعالیٰ
کا اوسکی ترک کرنا اوسکا حرام ہوتا ہے چنانچہ تلویح میں کہا ہے حاصل ھذا الکلام ان وجوب الشیء یدل علی حرمۃ ترکہ
وحرمۃ الشیء یدل علی وجوب ترکہ وھذا مما لایتصور فیہ النزاع انتہی **مقدمہ ثانیہ** ائمہ اربعہ کی مذہب حق ہیں اور معنا
ہین ما اتٰکم الرسول اور ما انزل کی علی سبیل الدوران اسلئے کہ حق عند اللہ ایک ہے اور یہہ مقدمہ
عند الجمہور مسلم ہے اور محتاج ایراد نقل کا نہیں **مقدمہ ثالثہ** بعض ائمہ کا ترک کرنا بعض احادیث کو فرع تحقیق انکی
کے ہے کیونکہ انہوں نے اون احادیث کو احادیث قابل عمل نہیں سمجھا بدعوے النسخ یا بدعوے ضعف وارسال اوسکی نہ
کہ حدیث کو قابل عمل کے سمجھکر پھر اپنے اقوال کی پابندی سے حدیث نہیں مانتی تھی حاشا اللہ عنہم **مقدمہ رابعہ**
جو مسئلہ محض کہ حدیث سی کچھہ خبر نہیں رکھتا ہو اگر حدیث کو قبول نکری تو قبول نکرنا اوسکا فرع تحقیق کی مثل ائمہ اربعہ
کے ہنوگی بلکہ ترک کرنا حدیث کا ہوگا **مقدمہ خامسہ** آجکل کے بعضے متعصب جو بعض احادیث میں تاویل بیجا
اور دعوے نسخ اور ضعف کا بے دلیل بلکہ بمجرد پابندی قول امام کے تمسک کرکے حدیث کو ترک کرتے ہین وہ دین
نہین جیسے کہ ائمہ سلف کہ آپسی دعوے النسخ وضعف وتاویل کہ خالصاً للتحقیق دین اللہ اور جمعاً بین الادلہ تہا اور آجکل
لوگوں کو تاویل کرنا مراعاۃً لقول الامام مقابل قول رسول کے ہے چنانچہ کلام عنقریب بلا انتظام مین مولوی اسمٰعیل صاحب کے
جو تنویر العینین سے نقل کیا گیا ہے کذا **مقدمہ سادسہ** ائمہ اربعہ کی مقلدین کو لازم ہے کہ چاروں اماموں کو برابر
سمجھیں نہ یہہ کہ اپنے امام کی مذہب کو صواب اور محتمل خطا اور دوسرے ائمہ کے مذہب کو خطا اور محتمل الصواب سمجھین جیسا کہ
مقتضائے قول علامہ نسفی کا ہے جو اشباہ اور درمختار مین منقول ہے اذا سئلنا عن مذھبنا ومذھب خصومنا قلنا
وجوبا مذھبنا صواب یحتمل الخطاء ومذھب مخالفنا خطاء یحتمل الصواب انتھی فی الدر وھکذا فی الاشباہ اسلئے کہ وہ مثل جیسے
اسیدا پر یحیی کہ یہہ قول بظاہر معنی نامقبول ہے جیسا کہ ابن حجر اور محقق شیخ ابن الہمام کی کلام سے معلوم ہوتا ہے چنانچہ سید
محمد امین المشہور بابن العابدین ردالمحتار مین فرماتے ہین اذا علمت ذلک ظہر لک ان ما ذکر عن النسفی من وجوب اعتقاد ان مذھبنا صواب

ف جو دیں تمکو رسول سو لو اور جس سے منع کرے سو چھوڑ دو ف چلو اوس پر جو اترا تمکو تمہاری رب سے ف حاصل اس کلام کا یہہ ہے
کہ واجب ہونا ایک چیز کا دلالت کرتا ہے اوسکی چھوڑ دینے کی حرام ہونے پر اور حرام ہونا ایک چیز کا دلالت کرتا ہے
چھوڑ دینے کے واجب ہونے پر اور یہہ ایسی بات ہے کہ اسمین جھگڑا اختیار لیتے نہین آتا
ف جس وقت ہمارے اور ہمارے مقابل کے مذہب کو کوئی پوچھے تو بطریق وجوب ہم جواب دینگے کہ مذہب ہمارا ٹھیک ہے فقط غلطی کا گمان
ہے اور مذہب مقابل کا غلط ہی ہے فقط ٹھیک ہونیکا گمان ہے ف جس وقت تو نے یہہ جان لیا تو ظاہر ہو گئی یہہ بات کہ وہ جو نسفی سے مذکور ہے کہ اعتقاد رکھنا

يحتمل الخطاء مبنى على انه لا يجوز تقليد المفضول وانه يلزم التزام مذهبه وان ذلك لا يأتى فى العامى قد رأيت فى
آخر فتاوى ابن حجر الفقيه التصريح ببعض ذلك فانه سئل عن عبارة النسفى المذكورة ثم حرر ان قول الائمة الشافعية
كذلك ثم قال ان ذلك مبنى على الضعيف من انه يجب تقليد الاعلم دون غيره والاصح انه يتخير تقليد اى شاء ولو مفضولا وان
اعتقده كذلك وحينئذ فلا يمكن ان يقطع ويظن انه على الصواب بل على المقلد ان يعتقد ان ما ذهب اليه امامه يحتمل انه الحق قال ابن
حجر ثم رأيت المحقق ابن الهمام صرح بما يؤيده حيث قال فى شرح الهداية ان اخذ العامى بما يقع فى قلبه انه اصوب اولى وعلى هذا اذا
استفتى مجتهدين فاختلفا عليه الاولى ان يأخذ بما يميل اليه قلبه منهما وعندى انه لو اخذ بقول الذى لا يميل اليه جاز
لان ميله وعدمه سواء والواجب عليه تقليد مجتهد وقد فعل انتهى اور طحطاوی نے بھی ظاہر معنی کو رد کر کر تاویل کر کے
ہے چنانچہ کہا ہے والمراد ان ما ذهب اليه امامنا صواب عنده مع احتمال الخطاء اذ كل مجتهد يصيب وقد يخطئ
فى نفس الامر اما بالنظر الينا فكل واحد من الاربعة مصيب فى اجتهاده فكل مقلد يقول هذه العبارة لو
سئل عن مذهبه عن لسان امامه الذى قلده وليس المراد انه يكلف كل مقلد اعتقاد خطاء المجتهد الآخر الذى
لم يقلده لان تقليده واحدا منهم انما يسوغ بفعل ضرورة التقليد وهى كون المقلد ليس من اهل النظر فى الادلة
لاستنباط الاحكام الظنية فيقلده فى العمل فقط فان قلت انه مكلف به ايضا والا لزم اداء التكليف مع اعتقاده
عدم صحتها قلت لا يلزم ذلك الا لو اعتقد عدم صحة ما قلد فيه ونحن لا نقول به بل على الصواب ظاهرا والخطأ احتمالا فى مذهبه فيما هو

وجب ہی کہ اپنا مذہب ٹھیک ہی فقط غلطی کا گمان ہے اوسکی بنا اسپر ہے کہ بڑے کی گھٹیل کے جایز نہیں ہی اور اپنی مذہب کا التزام ضروری ہی اور یہہ بات
انپڑھ آدمی میں ہو نہیں سکتی اور بلاشک میں نی آخر فتاوا ابن حجر فقیہ میں تہوڑی سی تصریح اسبات کی دیکہی ہی کہ اون سے کسی نے اس عبارت نسفی
کا حال پوچہا سو انہوں نے صاف لکہا کہ علما شافعی بہی یونہیں کہتے ہیں پہر کہا کہ اس مقولہ کی بنا ضعیف ہے اور وہ یہہ ہے کہ تقلید زیادہ
علم والی کی واجب ہی غیر کی نہیں اور صحیح تر یہہ بات ہی کہ تقلید میں وہ مختار ہے جسکی چاہی کرے خواہ گھٹیل ہی ہو اور وہ شخص اپنے عقیدہ میں
بہی اوس گھٹیل کو گھٹیل جانتا ہو اور سچا یقین یہہ نہیں ہو سکتا کہ وہ یقین یا گمان کی طور پر یہہ جانی کہ وہ ٹھیک ہی بلکہ مقلد پر یہہ بات ہے
کہ وہ یہہ اعتقاد کرے کہ جس طرف اوسکا امام گیا ہے وہ محتمل حق کو ہی ابن حجر کہتی ہیں کہ پہر میں نے دیکہا کہ ابن ہمام نے اوس عبارت کو کہول کر
کہا جو میرے کلام کی تائید کرتی ہی چنانچہ شرح ہدایہ میں کہا کہ عمل کرنا انپڑہ کا اوس قول پر جو اوسکی جی میں ٹھیک معلوم ہو وہ بہتر ہے
اور اس بنا پر جب اسنے دو مجتہدوں سے فتوا پوچہا اور وہ ہوں نے باہم اوسکی جواب میں خلاف کیا تو بہتر یہہ ہے کہ اون دونو قولوں میں سے جدہر اوسکا
دل مائل ہو وہ اوسپر عمل کرے اور میرے نزدیک یہہ ہے کہ اگر اوسنی اوس قول پر عمل کر لیا جسپر اوسکا دل مائل نہ تہا تو بہی جائز ہے کیونکہ اوسکی دل کا
مائل ہونا اور نہونا برابر ہے اور اوسپر واجب اسیقدر تہا کہ کسی مجتہد کی تقلید کرلی سو وہ کر چکا انتہی اور مراد یہہ ہے کہ جدہر ہمارا امام گیا وہ
ٹھیک ہے امام کی نزدیک مع گمان خطا کی کیونکہ ہر مجتہد ٹھیک اور بہی ٹھیک پر ہوتا ہی حقیقت میں اور جب بنظر ہماری دیکہا جاوے تو ہر ایک
ائمہ اربعہ میں سے اپنے اجتہاد میں ٹھیک راہ پر ہی تو ہر مقلد عبارت مذکور کو مذہب کی سوال کی وقت گویا اپنے امام کی زبانی کہتا ہی ہے

مكلفت بما كان الخصم شيخنا من القول السديد لابن الملا فروخ المكي الحنفي اه ابي السعود
انتهى كلام ابو السعود فی حاشیۃ المنار اور عبارت صریح ابن الملا فروخ المکی الحنفی کے قول سدید مین یون ہے، وليس المراد ان على
كل مقلد ان يعتقد ذلك فيما قلد فيه اذ ذلك تقليد فيما لا يحتاج اليه وهو ممنوع كما اذنتك من قبل ان التقليد انما
يسوغ بقدر الضرورة وهو محتاج الى العمل فلا بد من التقليد في حصوله واما اعتقاد صحة ما قلد فيه وبطلان كل ما عداه فليس
مكلفا به فان قلت بل هو مكلف به لانه يلزم اداء التكليف مع اعتقاد عدم صحتها قلت لا يلزم ذلك الا لو اعتقد عدم صحة ما قلد فيه ونحن
لا نقول به بل هو على الصواب ظاهرا حيث فعل ما عليه وهو العمل بقول مجتهد واما تخطئة من اخذ بخلاف قول مجتهده مقلده فانما هو مكلف
انتہی اور ایسا ہی ملا علی قاری نے بھی شرح عین العلم مین اس قول نسفی کے تخطئہ اور تعلیہ کی ہی تو مقلد کو چاہئے کہ چاروں ائمہ کو
برابر جانے پس حسب بحث مجتہد ہونیا تو اب وجہ استدلال کی بیان ہوتی ہے وہ یہہ ہے کہ جو شخص حنفی المذہب مثلاً ہو کر بھی تخصیص
اپنے مذہب کے کرتا ہے کہ شافعی مذہب کا مثلاً کسی مسئلہ مین اتباع نہین کرتا اور اوسکو مردود جانتا ہے اور کرتی والے کو طعن کرتا
تو ترک کیا اوس نے بعض ما اتی به الرسول کو بحکم مقدمہ ثانیہ کی اور ترک کرنا بعض ما اتی به الرسول کا حرام ہے بحکم مقدمہ اولی کی تو تخصیص
کرنا اوس حنفی کا اپنے مذہب کو اس طرح کہ شافعی کی کسی مسئلہ کا اتباع نہین کرتا اور روا نہ جانتا حرام ہوا بحکم دو نو مقدمون کے اور یہہ دلیل
جاری نہین ہوسکتی حقین ائمہ اربعہ وغیرہم من المجتہدین کے بسبب شک کرنی اونکی بعض احادیث کو بحکم مقدمہ ثالثہ کی اور مقلد
محض عامی یہہ بات نہین کہہ سکتا بحکم مقدمہ رابعہ کی اور بعض مقلدین مثل علماء آج کی زمانہ کی جیسا کہ مولف ہی وہ بھی نہین کہہ سکتا
بحکم مقدمہ خامسہ کے اور دو نو قسم کے مقلد و نکی طرف سے یہہ عذر کہ ہم لوگ مذہب دوسرے امام کا سوائے مذہب امام اپنے کے یقیناً الخ

مراد نہین ہے کہ ہر مقلد اسکا تکلیف دادہ ہے کہ اور مجتہدون کو خطا پر جانے کیونکہ تقلید کسی ایک مجتہد کی بقدر ضرورت روا ہے اور وہ
ضرورت یہہ ہی کہ مقلد صاحب بصیرت ہو کہ دلائل شرعی سے حکم نکال سکی سو فقط عمل مین مجتہد کی تقلید کرلی اور اگر تو یہ کہے کہ
کہ مقلد اس بات کا بھی تکلیف دادہ ہی ورنہ باوجود عقیدہ عدم صحت کی ادا کرنا تکلیفات شرعیہ کا لازم آویگا تو مین جواب دونگا کہ وہ
بات لازم نہین مگر اوس حالت مین کہ جسپر عمل کیا ہے اوسی غیر صحیح جانے اور ہم یہہ نہین کہتی بلکہ وہ ٹھیک ہی بظاہر رہا غیر کو خطا پر جاننا سو یہہ امر تکلیف
دادہ نہین ہو نہین ہمارے شیخ نے ابو سعود کی قول سدید کو محض کیا ہے ہو چکی عبارت طحطاوی کی تمام اور یہہ مراد نہین کہ جس مسئلہ مین مقلد کسی کے
قول پر عمل کرے اوسمین وہ یہہ اعتقاد کرے کیونکہ یہہ ایسی بات مین تقلید کرنا ہی جسکی حاجت نہین ہے اور اس طرح منع ہے چنانچہ پہلے گذر چکا کہ تقلید
بقدر ضرورت روا ہے اور وہ وہ ہی جسکی عمل مین حاجت ہو سو ضرور ہے کہ تقلید ہی وہ حاصل ہو اور یہہ عقیدہ کہ جسپر میں نے عمل کیا صحیح ہے
اور جو اوسکے سوا ہے وہ غیر صحیح ہے سو اسکی تکلیف نہین دی گئے اور اگر کوئی کہے کہ وہ بھی تکلیف مین داخل ہے اسلئے
باوجود عقیدہ بے صحتی کے ادا سے تکلیف لازم ہو ویگی تو مین جواب دونگا کہ یہہ امر لازم نہین آتا مگر اوس صورت مین
کہ جسپر عمل کیا ہے اوسکو غیر صحیح جانے اور ہم یہہ نہین کہتے بلکہ وہ بظاہر ٹھیک راہ پر ہے اسلئے کہ جو کہ اوسکی
تہا وہ کر چکا اور وہ عمل کرنا ہے کسی مجتہد کے قول پر رہا اور ونکا خطا پر جاننا سو یہہ تکلیف مین داخل نہین

الرسول جانتے ہی نہین بنا بر قول علامہ نسفی کے تو ترک کرنا ہمارا مذہب شافعی کی مسئلہ کو موجب ترک ما آتی بہ الرسول کا ہوا نہین بن سکتا بحکم مقدمہ سادسہ کی فافہم وتشکر اور اسجگہہ سے کوئی یہہ نسمجہے کہ اس دلیل سے لازم آتا ہے کہ ہر ایک کے وجہہ ہوا کہ ہر مذہب کے تمام مسائل پر عمل کیا کرے ورنہ ترک بعض ما آتی بہ الرسول کا لازم آویگا سو کہ یہہ دلیل اوس مقلد کے حق مین جاری ہوتی ہے جو کہ قسم ثالث کو اقسام تقلید سے اختیار کرے اور جو مقلد تخصیص مذہب معین کی بطور قسم ثانی کے اختیار کرے وہ حقیقۃً تارک بعض ما اتی بہ الرسول کا نہین ہے بلکہ عامل بمقتضائے عموم نص کے ہے اسلئے کہ تخصیص اوسکی یا بنظر عدم استطاعت کے ہوگی یا بنظر اسکے ہوگی کہ نص سے عموماً اتباع ما آتی بہ الرسول کا ثابت ہوتا ہی پہر اگر حنفی مذہب کے مسئلہ کی ضمن مین اخذ ما آتی بہ الرسول کر لیا تو یہی کافی ہے تو اس نظر سے ترک بعض کا ہوا نظیر اسکی یہہ ہے مثلاً عموم آیتہ فاقرؤا ما تیسر من القرآن سے فرضیت قرارۃ کی نماز مین بدون تعین کی ثابت ہوتی ہے تو اگر کسی شخص نے بنظر اسکے کہ تحقق عام کا ایک فرد مین ہوجاتا ہے یا بنظر اسکے کہ مجہے تمام قرآن کی حفظ پر قدرت نہین پارہ عم کو واسطے قراءۃ کی نماز مین خاص کر رکہا تو اوس شخص نے باقی قرآن کی قراۃ کو ترک نہین کیا ہان اگر کوئی شخص پارہ عم کو باوجود قدرت کی تمام قرآن پر اس نظر سے کہ پارہ عم کا پڑہنا نماز مین واجب ہے اور باقی قرآن پڑہنا درست نہین خاص کر لے تو بیشک اوسنے باقی قرآن کو ترک کیا اور مرتکب ممنوع کا ہوا جیسا کہ مقلد بتقلید قسم ثالث باوجود علم ایک مسئلہ کے بموجب مذہب دوسرے امام کے اس نظر سے کہ ہمکو سوا اتباع اپنے امام کے کسیکی پیروی درست نہین اوس مسئلہ کو عمل مین نہین لاتا تو بیشک ترک کیا اسنے بعض ما اتی بہ الرسول کو بخلاف مقلد مخصص بتقلید قسم ثانی کے کہ تخصیص اوسکے بنظر کفایت یا عدم استطاعت عملاً بعموم النص ہے تو ثابت ہوا کہ ایسے مقلدین تارک بعض ما اتی بہ الرسول کی نہین اور ایسی تقلید ہر مذہب کے ہر مسئلہ کی واجب نہین فافہم دوسرے دلیل حدیث اسود کی ابن مسعود سے قال قال عبد اللہ لا یجعل احدکم للشیطان شیئا من صلوتہ یری حقا علیہ ان لا ینصرف الا عن یمینہ لقد رایت رسول اللہ صلعم کثیرا ینصرف عن یسارہ[۵]

روایت کی اسکو امام بخاری نے حاصل ترجمہ فرمایا ہے عبد اللہ بن مسعود صحابی جلیل الشان نے کہ جو کوئی امام یہہ التزام کرلے کہ بعد فرغت کی نماز سے دہنے ہی طرف کو پہر کر بیٹہے اور بائین طرف نہ بیٹہے تو اوسنے اپنے نماز مین سے شیطان کا حصہ ٹہیرا دیا اسواسطے کہ مینے رسول اللہ کو بہت دفعہ بائین طرف کو پہرتے ہوئے دیکہا ہے شیخ الاسلام عینی حنفی نے فرمایا کہ یہہ حدیث ابن مسعود کی اوسکی حقمین ہے جو دہنے طرف ہے کی پہرنی کو ضروری اور واجب جانتا ہے اور اگر واجب نہ جانے تو دونون طرف برابر ہین لاکن دہنی طرف اولی ہے چنانچہ شرح بخاری مین فرماتے ہین ما تحت اسی حدیث کے فکان من حتمہ و وجوبہ اما اذا لم یتوخ ذلک فیستوی فیہ الامران ولکن جہۃ الیمین اولی انتہی اور طیبی نے فرمایا کہ اس حدیث سے

۵۱ کہا عبد اللہ بن مسعود نے کہ کوئی آدمی بعد نماز کی سیدہی طرف پہر کر بیٹہنے کو ضروری جانکر اپنے نماز مین شیطان کا حصہ نہ لگا دے مین نے آنحضرت صلعم کو دیکہا کہ آپ اکثر بائین طرف پہر کر بیٹہے ہے ۵۲ سو گویا کہ وہ اوسکو ضروری اور واجب جانتا اور اگر یون نہو تو دونو برابر ہین لیکن

معلوم ہوا کہ جو کوئی ایک امر مستحب پر یعنے جیسا کہ استمام مین اختیار کرنا جانب یمین کا ہے خوب اصرار کرے کہ
اوسطرح کر کبہو اوسکو نچہوڑے تو اوسمی شیطان کی حصہ پایا اضلال کا پہر کیا حال اوس شخص کا جو امر منکر اور بدعت پر مصر
ہو رہی چنانچہ شرح مشکوۃ مین فرماتے ہین تحت اوسی حدیث کی وفیہ ان من اصر علی امر مندوب وجعلہ عزما ولم یعمل بالرخصۃ فقد
اصاب منہ الشیطان من الاضلال فکیف من اصر علی بدعۃ ومنکر انتہے اور اسی جگہہ سے ہی جو فقہانے لکہا ہے کہ سجدہ شکر
کا فی نفسہ مستحب ہے لاکن بعد نماز کے مکروہ ہے اس جہت سی کہ عوام دیکہکر واجب جانینگے یا سنت سمجہینگے چنانچہ
درالمختار مین فرماتے ہین وسجدۃ الشکر مستحبۃ بہ یفتے لکنہا تکرہ بعد الصلوۃ لان الجہلۃ یعتقدونہا سنۃ او واجبۃ وکل
مباح یؤدی الیہ فمکروہ انتہی وہکذا فی سائر کتب الفقہ اور طحطاوی نے لکہا ہے کہ یہہ مکروہ تحریمی ہے تو اس حدیث کے نحو کے
سی مطابق تصریحات اون محدثین اور فقہا کی جبکہ کسی امر مستحب کا التزام اور اوسپر اصرار اور ہٹ کرنا فعل شیطانی اور
مکروہ تحریمی ہوا تو التزام و اصرار ہٹ اور وجوبا ایک مجتہد کی مذہب کا جو مخالف اجماع قرون ثلثہ کی اور مخالف قرآن کے ہے
کیونکر بدعت ہوگا **تیسری دلیل** اجماع صحابہ کا جو مراغی نے نقل کیا ہے واجمع الصحابۃ علی ان من استفتے ابا بکر
وعمر وقلدہما فلہ ان یستفتے ابا ہریرۃ ومعاذ بن جبل چنانچہ صاحب مسلم الثبوت نے حاشیہ منہیہ مین نقل
کیا ہے اور فاضل قندہاری نے ناقلا عن التقریر مغتنم الحصول مین نقل کیا ہے اور مولانا عبد العلی نے شرح مسلم مین
نقل کرکے اوسپر تفریعات کے ہین اور عبد الوہاب شعرانی نے میزان مین نقل کیا ہے اور تمام کتب اصول مین
مذکور ہے فالاقوی اجماع الصحابۃ یعنے قوی تر اجماع صحابہ کا ہے خلاف اس اجماع کا مقبول نہین
بلکہ مردود ہے اور اجماع تمام مسلمین کا قرون اولی مین چنانچہ روایت ۲۳ و ۲۴ و ۲۵ و ۲۶ و ۲۷ و ۲۸ و ۲۹ و ۳۰ و ۳۱ و ۳۲
بوجہ بسط پہلے معلوم ہوا پس جبکہ کل صحابہ رضہ اور تمام مومنین کا قرون اولی مین اسپر اجماع ثابت ہوا کہ کبہی ایک مجتہد کی
تقلید کرتے اور کبہی دوسرے مجتہد کی پہر اب ایک ہی مذہب کا التزام کرنا اور اوسکو واجب جاننا اور تارک اس التزام کے
گمراہ جاننا اور لامذہب نام رکہنا اور لایق تعزیر کے جانکر تعزیر دینی اور مردود الشہادۃ کہنا پہر نسبت ایسے عقیدے
والے کے بدعت ضلالۃ اور حرام نہین تو کیا ہے اور معتقد ایسے عقیدہ اور عمل کا مصداق اس آیۃ کریمہ ویتبع غیر سبیل المؤمنین کا
کیونکر نہوگا اور مصداق من شذ شذ فی النار کا اس حدیث سی اتبعوا السواد الاعظم ومن شذ شذ فی النار کسطرح نہوگا **چوتہی دلیل**

لہ اور اس حدیث مین یہہ ہی کہ جو کوئی اصرار کرے ایک امر نفل پر اور اوسکو ضروری ٹہرالے اور رخصت جو اوسکی مقابلہ میں ہے اوسپر عمل
نکرے تو اوسکو شیطان گمراہی پہونچاتا ہے پہر خیال کرنا چاہئے کہ جو شخص بدعت پر اصرار کرے اوسکا کیا حال ہے کہ اور سجدہ شکر
کا مستحب ہے اسپر فتوا دیا گیا ہے لیکن بعد نماز کی مکروہ ہے تا کہ انجان اوسکو سنت اور واجب نہ ٹہرالین کیونکہ جو مباح ایسے سبب
پہونچ جاوے تو وہ مکروہ ہے سہ اور جمع ہوگئی ہین صحابہ اسپر کہ جو شخص ابوبکر صدیق اور عمر فاروق سی فتوا پوچہے
اوسکی قول پر عمل کرے اوسی روا ہے کہ فتوا پوچہے ابو ہریرۃ اور معاذ بن جبل رضہ سے ۰ ۰ ۰ ۰

قیاس مجتہد معین کا ائمہ اربعہ مین سی مجتہدین پر خلفا اربعہ مین ہی تصویر اسکی یہہ ہے کہ جبکہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کہ جنکے اجتہاد سی کسیکو انکار نہین اور فضایل اون کے اظہر من الشمس ہین باجماع اہل سنت کی تقلید بالتخصیص اون کی واجب نہوئی اور کوئی مذہب اون کا خاص کر التزام نہین کرتا تہا تو اب مثلا ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالی کی تقلید بالتخصیص بطریق اولی واجب اور لازم ہر مسئلہ مین نہوگی پس قول اسکی وجوب ہونیکا حرام ہوگا بحکم آیۃ کریمہ ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال وھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب اور اس استدلال سی ہمارے کسیکو یہہ شبہ نگذرے کہ غیر مجتہد ہوکر قیاس کیون کیا اسلئے کہ یہہ وہ قیاس نہین جو کہ مستنبط علیہ سی ہوا ور مختص ساتھہ مجتہد کے ہوتا ہے بلکہ یہہ دلالۃ النص ہے کما فی قولہ تعالی ولا تقل لھما اف دلالۃ علی نہی الضرب اور دلالۃ النص کو عوام بہی سمجہتے ہین چنانچہ شیخ ابن الہمام تحریر مین فرماتے ہین دلالۃ النص یخالف القیاس فان القیاس یختص بالمجتھد ودلالۃ النص یفھمھا العوام انتہی اور قیاس کہنا اسکو مذہب امام رازی کے مذہب پر مبنی ہے چنانچہ مسلم مین لکہا ہے وجمہور الحنفیۃ والشافعیۃ علی ان نعنی بہ دلالۃ النص لیس بقیاس وقیل قیاس جلی واختارہ الامام الرازی انتہی وکذا فی منتہم الحصول تنبیہ جناب مولف نی دعوے وجوب تعین پر یہی دلیل فرمائی ہی کہ جبکہ چار مذہب کے تعین واجب ہوئے تو ایک کی تقلید بہی ہوگئی کیونکہ یہہ ایک ہی تو وہین چار مین سی ہے تو اسکے مثال ایسی ہوئی کہ جبکہ چار جفت ہوئی تو ایک ہی جفت ہوگیا سو یہہ تو ایسی دلیل ہے کہ آجتک کسی جاہل محض سے بہی صادر نہین ہوئی چہ جائیکہ علما اور اسی ہرگز وجوب ثابت نہین ہوتا اور اس ہیچمدان نے عدم التزام مذہب معین کو باستدلال چار دلیلون کے اور باستشہاد پینتیس ۳۵ روایات سلف اور خلف کی جو ہر ایک اونمین سی مدلل بدلایل ہے بعض روایتو نمین اجماع امت کو حجۃ ٹہیرایا ہی اور بعض مین عدم وجود دلیل وجوب تعین کو سند پکڑا ہے اور بعض مین عموم آیۃ قرآنی کو دلیل گردانا ہی اور کسی مین قواعد اصولیہ اجماعیہ کو حجت ٹہیرایا ہے ثابت کر دیا تو اب قول کسی کا جو مصداق ہی ومن شذ شذ فی النار کا بلا دلیل کسطرح مقابل دلایل اور روایات مدللہ کے ہوسکتا ہے اور جو ایک دو قول ضعیف جناب مولف نی اخیر مین اس باب کے نقل کئے ہین کیونکر معارض ایسے حصن حصین دلایل اور روایات کے ہوسکتی ہین اسیواسطے بعد اسقدر تحقیق کے حاجت رد کرنے اون اقوال ضعیف مولف کی نہین رہی لاکن چونکہ بعض طبایع کو جو کہ اصول فقہ سی واقف نہین ہیں یہہ کہ شاید اوسکی باقی کلام سی وہم پیدا ہو جائیگا اسلئے ضرور ہوا کہ باقی کلام کو معہ اون روایات کے رد کیا جاوے فلنشرع بہ قال اور بن

ف۱ اور نہ کہو اوس چیز کو جسکے تمہارے زبانین جہوٹ کہتی ہین کہ یہہ حلال ہے اور یہہ حرام تاکہ بنا ندھو اللہ پر جہوٹ

ف۲ سو نہ کہو ان باپ کو اف ف۳ دلالۃ النص قیاس سے جدا ہے اسبات مین کہ قیاس مجتہد کے ساتہہ خاص ہے اور دلالۃ النص کو سب عام لوگ سمجہتے ہین ف۴ اور گروہ حنفیون اور شافعیون کا اسپر ہے کہ دلالۃ النص قیاس نہین ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ وہ قیاس جلی ہی اور اسکو امام رازی نی پسند کیا ہے

طریق اول یہہ ہی کہ جب تقلید ثابت ہوئی اس آیت سی فاسئلوا اھل الذکر وغیرہا سے تو مقتضا اسکا یہہ ہوا کہ
اسپر عمل کرکر بری الذمہ ہو جاوین ہم بالیقین عہدہ تکلیف تقلید کیسی **ثم قال** سو یہہ بات حاصل ہوتی ہے
تقلید مذہب معین مین سا تہہ تین وجہون کے وجہ اول یہہ ہے کہ نہین احتمال ہے پڑنیکا خلاف اجماع مین یعنی ایسی
بات کریگا کہ واسطے کسیکی نزدیک عمل باطل ہو جیسیکہ ایک شخص نے عمل کیا بموجب مذہب امام مالک رح کی کہ وضو کیا قلیل پانی
سے کم سے کہ اسمین نجاست پڑی ہی اور مسح کیا بموجب مذہب شافعی کی چند بالونپر پہر نماز پڑہے تو یہہ نماز دونون
اماموں مین کسیکے نزدیک جایز نہوئی **اقول** غرض مولف کی وجہ اول سی یہہ ہے کہ عدم تعین مذہب مین احتمال ہے
پڑنیکا ان صور تونمین جو باطل ہین باجماع مرکب ائمہ اربعہ کی جیسا کہ صورت مذکورہ مین گذرا اور جبکہ تقلید غیر معین
مین ایسا احتمال ہوا تو تقلید معین واجب ہوئی بس معلوم کرنا چاہیئے کہ یہہ قول مولف کا باطل ہے اور یہہ وجہ اول ہرگز
مفید اور مثبت وجوب تقلید معین کو نہین ہو سکتی اسلئے کہ ایسے صورتین ترکیب اجماع مرکب کا ممنوع ہے اسواسطے
کہ اجماع مرکب مین اتحاد مسئلہ کا شرط ہے اور اسجگہ مسائل متعلد فیہا مختلف ہین مسئلہ پانیکا علیحدہ ہے اور مسح کا
علیحدہ اسی جگہہ سی ہے کہ محققین اصولیین نی صورۃ نکاح بلا مہر اور بلا گواہ اور بلا ولی کا باطل باجماع مرکب ہونا نہیں
تسلیم کیا چنانچہ کہا ہے مسلم مین وما اورد انہ ربما یکون المجموع مما لم یقل بہ احد فیکون باطلا اجماعا کمن تزوج بلا
صداق ولا شہود ولا ولی فاقول ممنوع بعدم اتحاد المسئلۃ ولانہ لو تم لزم استفتاء مفت بعینہ انتہی اور کہا شرح
بحر العلوم مین وما اورد انہ علی تقدیر جواز الاخذ بکل مذہب احتمال وقوع الخلاف المجمع علیہ اذ ربما یکون المجموع الذی
یعمل بہ مما لم یقل بہ احد فیکون باطلا اجماعا کمن تزوج بلا صداق للاتباع بقول الامامین ای ابی حنیفۃ والشافعی رح ولا شہود اتباعا بقول الامام
مالک ولا ولی علی قول امامنا ابی حنیفۃ فہذا النکاح باطل اتفاقا اما عندنا فلانتفاء الشہود اما عند غیرنا فلانتفاء الولی فاقول ممنوع بعدم اتحاد المسئلۃ

سلہ اور وہ جو اعتراض کیا گیا ہے کہ اکثر ملجل کر ایسے صورت ہو جاتی ہے جسکا کوئی بہی قائل نہین تو بالاجماع ایسے صورت
باطل ٹہریگی جیسے کہ ایک آدمی نے نکاح بغیر مہر کے اور بغیر گواہ اور ولی کی کرلیا تو جواب اسکا یہہ ہے کہ یہہ اعتراض مندفع ہے
بسبب ایک نہونے مسئلہ کے اور یہہ بہی ہے کہ اگر یہہ اعتراض پورا ہو جاوے تو لازم آویگا کہ ایک ہی مفتی سی فتوا پوچہا جاوے
سلہ اور وہ جو اعتراض کیا گیا ہے کہ بر تقدیر جایز ہونے عمل جملہ مذاہب کے احتمال ہے کہ کہیں کسی امر اجماعی کی
مخالفت پڑ جاوے اس سبب سے کہ کبہی ملجل کر ایسی صورت ہو جاتی ہے جسکا کوئی بہی قائل نہین تو بالاجماع باطل ٹہریگا
جیسے ایک شخص نے بغیر مہر کی بموجب مذہب امام ابو حنیفہ اور شافعی رح کی نکاح کر لیا اور بموجب مذہب امام مالک کے
گواہ بہی نہ کیئے اور بموجب قول امام ابو حنیفہ کے ولی بہی نہ کیا سو یہہ نکاح بالاتفاق باطل ٹہریگا حنفیوں کی
نزدیک تو بسبب نہونے گواہون کے اور اوروں کے نزدیک بسبب نہونے ولی کے تو مین جواب
دیتا ہون کہ یہہ اعتراض مندفع ہے بسبب ایک نہونے مسئلہ کے

وقد مر ان الاجماع علی بطلان القول الثالث انما یکون اذا اتحدت المسئلۃ حقیقۃ او حکما فتدبر ولانہ لو تم لزم استفتاء مفت بعینہ والا احتمل الوقوع انتہی اس عبارت مین خیال کرو کہ وجہ اول کو لفظاً لفظاً رد کر رہے ہین اور کسطرح سی احتمال کو بیان کرکر رد کر دیا ہے اور لکھا ہے مغتنم الحصول مین ثم ما یتعلق بہ بعض المتفقہۃ فی المنع بین المذہبین ولو فی مسئلتین من انہ خلاف الاجماع المرکب مردود بان شرط ترکب الاجماع اتحاد المسئلۃ وایضا لو تم لزم استفتاء مفت بعینہ فی جمیع المسائل وقد عرفت بطلانہ بالاجماع کذا فی المسلم انتہی اور اگر کوئی کہے کہ تحقق اجماع مرکب کا اوپر بطلان ایسی صورت کے ہو سکتا ہے اس تصویر سی کہ بمذہب امام مالک کے کم ہونا مقدار مسح کا یعنی ایک دو بال کا مانع صحت وضو ہے کمی مقدار پانی کی یعنی کم ہونا قلتین سے اور بمذہب امام ابو حنیفہ کے دونو مقدارون کی کمی مانع ہے صحت وضو سے اور نزدیک امام احمد کے اور امام شافعی کے قلت مقدار پانی کی قلتین سے مانع صحت وضو ہے نہ مقدار مسح کی تو جو کوئی اسطرح کا وضو کریگا تو اسنے یہہ سمجھا کہ ان مین سی کوئی چیز بھی مانع صحت وضو نہین ہے یعنے شمول عدم کسی جیساکہ توضیح مین ایسی صورت لکہی ہے اور اسکو شمول عدم سی تعبیر کیا ہے اور یہہ شمول عدم باطل ہے باجماع مرکب آئمہ اربعہ کی تو یہہ وضو بھی باطل ہوا اجماع مرکب سی اونکی تو عدم التزام مذہب معین باطل ہوا کیونکہ اوسمین احتمال ہے پڑنیکا ایسی صورتون باطلہ مین تو اب جواب اسکی چار ہین اول یہہ ہے کہ اسیطرح بعض اور صورتونمین بھی شمول عدم متحقق ہے حالانکہ وہ بعض صورتین تمہارے نزدیک بھی مسلم الصحۃ ہین جیساکہ ایک شخص نے پانی بقدر قلتین سے جسمین کچھہ نجاست ہے امام مالک کا مقلد ہوکر وضو کیا اسلئے کہ جبکہ مذہب اونکی مین قلتین سے کم پانی نجس نہین ہوتا تو بقدر قلتین کے بطریق اولی نجس نہوگا اور مسح ربع سر کا امام ابو حنیفہ کا مقلد ہوکر کیا تو ظاہر ہے کہ تجویز مین صحت وضو کی بھی شمول عدم موجود ہے اسطرح کہ امام مالک کے مذہب مین کمی ربع مسح کی مانع صحت وضو کو ہے اور امام ابو حنیفہ کی مذہب مین کمی قدر پانیکی مانع ہے تو گویا مجوز اس وضو کی نے کہا کہ دونو امر مانع نہین ہین تو شمول عدم بوجہ ظہر اس صورت مین متحقق ہوگیا اور باوجود اسکی یہہ صورت تمہارے نزدیک صحیح ہے پہر کیا وجہ اسکی کہ صورت اپنی بیان کئے کو فاسد کہو اور اس صورت کو جو کہ ہمنے بیان کی ہے صحیح کہو باآنکہ شمول عدم دونو صورتون مین متحقق ہے بلکہ پہلی صورتمین اہل خلاف ایک عنصر مین نہین اور صورت ثانی مین اہل اختلاف کا ایک زمانہ مین اختلاف ہوا ہے فلیس ذلک الا ترجیح المرجوح اور اگر کہو کہ یہہ صورت بھی باطل اور فاسد ہی تو اور آفت اور مصیبت پڑیگی کہ تخفیص ایک علت

اور یہہ پہلی گذر چکا کہ تیسرے قول کی باطل ہونی مین حقیقتاً یا حکماً مسئلہ ایک ہونا چاہیے سمجھ لے تو اور یہہ بھی سمجھے اگر یہہ اعتراض پورا ہو جاوے تو لازم آویگا کہ ایک ہی مفتی سے فتوا پوچھا جاوے ورنہ وہی خرابی پیش آویگی سلہ پہر بعضے فقیہہ دو مسئلون مین بھی خلاف اجماع مرکب کے دلیل ٹھہراکر دو مذہبون پر عمل کرنیکو منع کرتے ہین تو یہہ بات مردود ہے اسطرح پر کہ اجماع مرکب مین مسئلہ کا ایک ہونا چاہیے اور یہہ بھی ہے کہ اگر یہہ اعتراض پورا ہو جاوے تو لازم آویگا کہ سب مسئلون مین ایک ہی مفتی سے پوچھا جاوے اور اسکا باطل ہونا بالاجماع تو جان چکا ہے

کی ثابت کرتے کرتے مذاہب اربعہ کو ہاتھہ سے دے بیٹھو گے کیونکہ یہہ وضو بنا بر مذہب امام شافعی اور امام احمد کی رو سے
اسلئی کہ اونکی مذہب مین کمی مقدار پانی اور کمی مقدار مسح کی دونو مانع صحت وضو ہین پس اگر یہہ وضو انکو فاسد
ہوگی تو مذہب شافعی اور احمد کا باطل ہو جائیگا اور انحصار مذاہب اہل سنت کا مذاہب اربعہ مین نرہیگا بلکہ مذہب
مین امام مالک اور امام اعظم کے مذاہب اہلسنت منحصر ہونگی دوسرا یہہ کہ صورت شمول عدم مقلد کو بالاجماع درست ہے
تصویر اسکی یہہ ہے کہ جبکہ ایک شخص نے قلتین سے کم پانی نجاست افتادہ مین سے وضو کیا امام مالک کا مقلد ہوکر تو اوس
پانی کی وضو کو امام احمد اور شافعی اور ابوحنیفہ ہرگز فاسد نہین جانتے بنا براس بات کی کہ اوس شخص متوضی نے
اس مسئلہ مین تقلید امام مالک کی کی ہے اگرچہ وہ ائمہ اوس پانی کو اپنے حق مین اور اپنے مقلدین کے حق مین نجس
جانتے ہین اور ایسا ہی جبکہ اوس شخص نے مسح کیا دو بال پر امام شافعی کا مقلد ہوکر تو اس مسح کو امام مالک اور امام اعظم
اوسکی حق مین ناقص نہین جانتے اس نظر سے کہ وہ شخص اس مسح مین مقلد ہی امام شافعی کا اگرچہ امام اعظم اور امام
مالک اوس مسح کو اپنے حق مین اور اپنے مقلدین کے حق مین ناقص جانتے ہین تو یہہ وضو باجماع ائمہ اربعہ کی درست
ہوا اسیواسطے اور یہی طور پر بعضے محققین نے صورت نکاح بلاصداق و بلا ولی اور بلا شہود کو جو شمول عدم پر مشتمل ہے
بعد تسلیم اتحاد مسئلہ کی بہی درست کہا ہے چنانچہ سید بادشاہ شرح تحریر مین فرماتے ہین واعترض علیہ بان بطلان الصورة
المذكورة عندهما غير مسلم فان مالكا مثلا لم يقل ان من قلد الشافعي في عدم الصداق ان نكاحه باطل ولم
يقل الشافعي ان من قلد مالكا في عدم الشهود ان نكاحه باطل انتهى واورد عليه ان عدم قولهما بالبطلان في
حق من قلد احدهما وراعى مذهبه في جميع ما يتوقف عليه صحة العمل وما نحن فيه من قلدهما وخالف كلا منهما
في شيء وعدم القول بالبطلان في ذلك لا يستلزم عدم القول به في هذا وقد يجاب عنه بان الفارق بينهما ليس الا ان كلا واحد
من المجتهدين لا يجد في صورة التلفيق جميع ما شرط في صحتها بل يجد بعضها دون بعض وهذا الفارق لا يسلم ان يكون
موجبا للحكم بالبطلان وكيف يسلم والمخالفة في بعض الشروط اهون من المخالفة في الجميع فيكون الحكم في الصحة

لہ اور یہہ اعتراض کیا گیا ہے کہ ایسے نکاح کا باطل ہونا صورت مذکورہ کا اون دونون کی نزدیک مسلم نہین ہے کیونکہ امام مالک مثلا یہہ نہین
کہتے کہ جسنے مہر کے نہرانے مین امام شافعی کی پیروی کرے تو اوسکا نکاح باطل ہوگیا اور امام شافعی یہہ نہین کہتے کہ جسنے
گواہونکی نہلینے مین امام مالک کے پیروی کرے تو نکاح اوسکا باطل ہے اور اس تقریر پر یون اعتراض کیا گیا ہے کہ ان دونو نکا باطل
نہ کہنا اوسکی حق مین ہی جسنے ایک کے پیروی کی اور اپنے امام کی ساری باتونکی رعایت رکھی اور ہم جسبات کی درپی بحث مین ہین
اوسکی حق مین کہ جسنے دونونکی پیروی کی اور بعض بات مین ہر ایک کی مخالف ہوا اور پہلی صورت کو باطل نہ کہنا اسکی باطل کہنے کو لازم
نہین کرتا اور کبھی اسکا جواب یون دیا جاتا ہے کہ فرق دونو صورتونمین یہہ ہے کہ کوئی مجتہد تلفیق کی صورت مین
ساری شرطین صحت عمل کی نہین پاتا

فی الاهون بالطریق الاولی ومن یدعی وجود فارق آخر و وجود دلیل آخر علی بطلان صورة التلفیق علی خلاف الصورة الاولی
فعلیه بالبرهان فان قلت لا نسلم کون المخالفة فی البعض اهون من المخالفة فی الکل لان المخالف فی الکل یتبع مجتهدا واحدا
فی جمیع ما یتوقف علیه صحة العمل وهنا لم یتبع واحدا قلت هذا انما یتم لک اذا کان معک دلیل من نص واجماع او قیاس قوی یدل علی ان العمل
اذا کان له شروط یجب علی المقلد اتباع مجتهد واحد فی جمیع ما یتوقف علیه ذلک فاتنا به ان کنت من الصادقین والله اعلم انتهی کلام السید بادشاہ
رحمه الله علی ما نقل الملا حسن الشرنبلالی الحنفی فی العقد الفرید وما اورد علیه فسنجیب عنه ان شاء الله تعالی فی مبحث التلفیق
اور علامہ الجمل صاحب غایہ تقریر مین فرماتی ہین وتعقب الاول بان الجمع المذکور لیس بضار لان مالکا لم یقل ببطلان نکاح الشافعیة
ولا الشافعی ببطلان نکاح المالکیة بلا شہود ولکن فیه نظر ظاهر علی ما نقل القندهاری فی مغتنم الحصول اقول وجه النظر ما مر فی کلام السید بادشاہ من رد وقد مر جوابه
تیسرا یہہ کہ فرض کیا کہ ایک امام کی مقلد کے فعل کو دوسرا امام فاسد کہتا ہے اور شمول عدم مقلد کو درست نہین لیکن اگر
اور مبنی اس عدم جواز شمول عدم کا تو یہی ہے کہ خلاف ائمہ اربعہ کا مستلزم بطلان شق مخالف کا ہوتا ہے اور انکا بطلان
مبحث مین اجماع مرکب کے بوجہ بسط معلوم ہو چکا چوتھا یہہ کہ فرض کیا کہ اجماع مرکب ائمہ اربعہ کا بھی درست ہو سکتا ہے
اور یہہ صورت وضو کی باطل ہے تو پہر بھی اتنے یہہ نہین لازم آتا ہے کہ تقلید ایک مجتہد کی ہر مسئلہ مین واجب ہو جاوے
بلکہ ہو سکتا ہے کہ مقلد ایسی صورتونسی جنمین جمع بین المذاہب لازم آوے پرہیز کرے اور باوجود اسکی التزام مذہب کا
نکرے مثلا کوئی شخص اسطرح کرے کہ فجر کے وضو مین امام مالک کے مذہب کے تمام مسائل پر عمل کرے اسطور پر کہ جتنی شرائط
اور ارکان اور سنن اور مستحبات اونکی مذہب مین ہین سبکو ادا کرے اور کوئی امر ایسا نکرے کہ جسسے امام مالک کے مذہب مین
وہ وضو فاسد ہو جاتا ہے اور ظہر کے وضو مین امام شافعی کے مذہب کے تمام مسائل پر عمل کرے اوسی کیفیت سے کہ امام
مالک کے مذہب کے عمل مین گذرے ہے اور عصر کے وضو مین امام احمد کی تقلید کرے اوسی کیفیت سے اور مغرب کی وضو مین

بلکہ بعضے شرطین پاتا ہے اور یہہ نہین مانتے کہ فقط اتنا فرق باطل ہونیکی وجہ پڑ سکتا ہے اور کیونکر یہہ امر مذکور ناجائز حالانکہ مخالفت
بعضے باتونمین بہ نسبت ساری باتونکی سہل ہے تو حکم صحت کا سہل مین بطریق اولی دیا جاویگا اور جسکو اور فرق کا دعوا اور تلفیق
کے باطل ہونیکی اور دلیل اوسکی پاس ہے تو وہ پیش کرے پہر اگر کوئی اعتراض کرے کہ بعضے باتونمین مخالفت کا سہل ہونا بہ نسبت
ساری باتونکی ہمین مسلم نہین ہے کیونکہ مخالفت کرنیوالا ساری باتونمین ایک مجتہد کی پوری پیروی کرتا ہے اور یہان یون نہین ہے
مین جواب دونگا کہ یہہ بات جب پوری ہوگی کہ تیرے پاس کوئی دلیل آیۃ یا اجماع یا قیاس قوی سے ہووے کہ دلالت کرے اسپر کہ
کسی عمل کی جب شرطین ہووین تو مقلد پر واجب ہے ایک مجتہد کا اتباع سب شرطونمین اگر وہ دلیل ہے تو لا اگر تو سچا ہے ہو چکی عبارت
سید بادشاہ کی جو ملا حسن شرنبلالی نے عقد الفرید مین نقل کی ہے اور اسپر اعتراض جو کیا گیا ہے اوسکا جواب انشاء اللہ تعالی ہم بحث تلفیق مین دینگے
اور تعقب اول کا یون کیا گیا ہے کہ جمع مذکور مضر نہین کیونکہ مالک نے شافعیون کی نکاح باطل ہونیکو نہین کہا اور نہ شافعی نے مالکیون کی نکاح باطل
ہونیکو جو بلا شہود ہو کہا ولیکن اسمین اعتراض ظاہر ہے جیسا کہ نقل کیا قندہاری نے مغتنم الحصول مین مین کہتا ہون کہ وجہ اعتراض وہی ہے

امام ابوحنیفہ کی تقلید کرے اوسی کیفیت اور شرائط سے جو کہ بیچ ہی بیچ اوس شخص کے حق مین مولف کی وجہ اول کیونکر پایہ
ہوگی اور اوپر تقلید شخص معین کی اوس دلیل سے کیونکر واجب ہوگی اسیواسطے کہا ہی ملا حسن شرنبلالی نے عقد الفرید مین
تتصل بما ذکرنا انہ لیس علی الانسان التزام مذہب معین وانہ یجوز لہ العمل بما یخالف ما عملہ علی مذہب مقلدا فیہ غیر امامہ
مستجمعا شروطہ ویعمل بامرین متضادین فی حادثتین لا تعلق لواحدۃ منہما بالاخری انتہی کا نقل سابقا
قال دوسری وجہ یہہ ہے کہ جب مذہب غیر معین پر عمل کریگا تو احتمال ہی پڑنیکا غیر ثواب مین نزدیک ائمہ اربعہ کے
جیسا کہ ایک شخص نے عمل کیا موجب مذہب شافعی کی کہ پڑہا نماز مین ساتھہ جہر بسم اللہ کے اور عمل کیا موجب مذہب امام
اعظم اور امام مالک کے کہ ترک کیا جہر آمین کو تو نماز چاروں کی نزدیک خراب ہوئی اقول بہت ظاہر ہے کہ قائل اوس ترجمہ
اس وجہ کا طرف وجہ اول ہی کی ہے تو جبکہ اوس وجہ کی خاک اوڑا دی گئی تو اسکا کیا ذکر باقی رہا تو چاہیے کہ جواب وجہ اول کو
اسپر منطبق کرلین قال تیسری وجہ یہہ ہے کہ رجوع کرنا تقلید سے بعد عمل کرنیکے ممنوع ہے بالاتفاق کہا یہ شیخ ابن حاجب
اسکے نے بیچ مختصر الاصول کے اور قاضی عضد الدین نے بیچ شرح
اوسکی مین اور شیخ ابن ہمام حنفی نے بیچ تحریر الاصول کے اور صاحب در المختار نے بیچ در مختار کے
اور سوا انکے اور علمائے رحمہم اللہ مانند آمدی وغیرہ نے اور عبارت تحریر کی یہہ ہے لا یرجع عما قلد ای عمل بہ اتفاقا
انتہی اور کہا صاحب بحر الرائق نے بیچ رسائل زینیہ کی نقل الشیخ فی تصحیحہ عن جمیع الاصولیین انہ
لا یصح الرجوع عن التقلید بعد العمل بالاتفاق انتہی یعنے نقل کیا شیخ قاسم نے بیچ تصحیح اپنے کے جمیع اہل التحریر
کہ بلاشبہ نہین صحیح ہے رجوع کرنا تقلید سے بعد عمل کرنیکے بالاتفاق مثلا ایک شخص نماز پڑہے بتقلید امام اعظم کے تو نہین
درست ہی کہ نماز پڑہے اور کسی طور پر اور یاد رکہا وہ رکہنا اعمال کا کہ مینے فلانے مذہب پر عمل کیا ہے فلانی وقت
اب اوسکی خلاف نکرین مشکل ہے بسبب کم ہونے دینداری کے اور سستی ہونیکی امور دین مین پس جبکہ یاد نرہا اسطرح تو پڑیگا
اوسمین جو ممنوع ہے بالاتفاق یعنے بالاجماع پس اسلئے تعین مذہب ضرور ہوئی اقول جواب اسکی دو ہین اول جواب
ساتھہ اثبات خلاف کی رجوع بعد العمل مین اور ساتھہ توڑ دینے دعوے اجماع کے اسکے ممنوع ہونے پر تو کہتی ہم
ہم کہ اول دعوے اس اتفاق کا ابن الحاجب اور آمدی نے کیا ہے اور باقی صاحبان کا مولف نے ذکر کیا ہے اور سوائے
اونکی سب اتباع ہین ابن الحاجب اور آمدی کے تو معلوم کرنا چاہیے کہ دعوے اجماع کا منع ہونا بر رجوع بعد العمل کے

جو سید بادشاہ کی کلام مین گذرا اور لیستہ اوسکا جواب ہی ہوچکا ـه جو ہمنے ذکر کیا اوسکا حاصل کلام یہہ ہے کہ انسان پر لازم نہین کہ ایک مذہب
التزام کرے اور یہہ کہ روا ہے اوسکو عمل کرنا مخالف اوسکی جسپر عمل کرچکا مع جمع شرائط کی اور عمل کرے دو امر متضاد پر ایسے دو حادثہ مین
کہ ایک کو دوسرے سے تعلق نہین یہہ عبارت ہوچکی جیسا کہ پہلی گذر چکی ـه نہ پہرے اوس مسئلہ سے جسپر عمل کرچکا بالاتفاق ـه
نقل کیا شیخ نے اپنے تصحیح مین سارے اصولیین سے کہ بالاتفاق بعد عمل کے نہ پہرنا تقلید سے

محققین نے رد کر دیا ہے اور قائل ہوئی ہین اختلاف کی اس مسئلہ مین چنانچہ زرکشی نی کہا ہی کہ جو کہ ابن الحاجب اور آمدی نے کہا ہے یہہ غلط ہے یعنے دعوی اجماع کا ٹھیک نہین ہلکہ ان دونوں کے غیر کے کلام سی معلوم ہوتا ہے کہ رجوع بعد العمل مین اختلاف ہے یعنے بعضے کہتے ہین کہ رجوع بعد العمل درست ہے اور بعضے کہتے ہین کہ درست نہین پس ہمکو جائز ہے کہ اتباع کرین اوس شخص کا جو قائل ہے جواز کا چنانچہ ملا حسن شرنبلالی حنفی نا فلاشرح تحریر سی فرماتی ہین قال الزرکشی لیس کما قالا یعنے الامدی وابن الحاجب ففی کلام غیرهما ما یقتضے جریان الخلاف ای فلنا اتباع القائل بجواز التقلید بعد العمل بقول غیر من قلده وعمل به انتہے کلام الشرنبلالی اور فاضل بہاری صاحب مسلم مین ارشاد کرتے ہین قال الزرکشے الاتفاق ذکره الامدی وابن الحاجب ولیس کما قالاه ففی کلام غیرهما ما یقتضے جریان الخلاف بعد العمل ایض انتہے ما فی الحاشیہ المنہیہ فاضل اکمل صاحب عنایہ نی تقریر مین کلام کو زرکشی کے نقل کر کے اور تائید کی ہے اور کہا کہ رجوع کرنا کیونکر ممنوع ہوگا جس حالت مین کہ غیر کی مذہب کو صحیح جانی چنانچہ فاضل قندہاری نے منتخب الحصول مین کہا ہے وفی التقریر الاتفاق ذکره الامدی وابن الحاجب وتعقبه الزرکشی بان کلام غیرهما یقتضے الخلاف بعد العمل ایض وکیف یمتنع الرجوع اذا اعتقد صحة غیره انتہے اور ایسا ہی شیخ امام تقی الدین سبکی نے بہی دعوے اجماع کو رد کر دیا ہے اور کہا ہے کہ سوائے ابن الحاجب اور آمدی کے اور دونکے کلام سے رجوع بعد العمل مین اختلاف معلوم ہوتا ہے اور کہا کہ کسطرح سی رجوع ممنوع ہوگا جبکہ صحۃ مذہب غیر کے معلوم ہوگی چنانچہ سید شریف علی السمہودی عقد الفرید فی احکام التقلید مین فرماتے ہین ثم رایت فی فتاوی السبکے انہ سئل عن ذلک فی ضمن مسائل الی ان قال السبکے ودعوی الاتفاق فیہا نظر وفی کلام غیرهما ما یشعر باثبات الخلاف بعد العمل ایض وکیف یمتنع اذا اعتقد صحتہ انتہی کذا فی العقد الفرید للشرنبلالی اور ایسا ہی سید محقق شامی نے بہی کہا ہے کہ دعوے اجماع مین نظر ہے اسلئے کہ خلاف مروی ہے پس جائز ہے اتباع قول بالجواز کا چنانچہ رد المحتار مین فرماتے ہین علی ان فی دعوی الاتفاق نظر فقد حکی الاختلاف

١ه زرکشی نی کہا ہی کہ آمدی اور ابن حاجب نے جیسا کہا ہے ویسا نہین ہے کیونکہ اون دونوں کی سوا اور ونکی کلام مین وہ عبارت ہی کہ جس سے خلاف کا جاری ہونا پایا جاتا ہے یعنی ہمکو جائز ہی اتباع اوسکا جو یہہ کہتا ہے کہ بعد عمل کے بہی اور کی تقلید روا ہی ٢ه زرکشی نی کہا کہ آمدی اور ابن حاجب نے اتفاق نقل کیا ہے اور جیسا ان دونون نے کہا ہے یون نہین ہے کیونکہ اور ونکی کلام مین بعد عمل کی بہی خلاف جاری ہے ٣ه اور تقریر مین ہی کہ آمدی اور ابن حاجب نے اتفاق نقل کیا ہے اور اوسپر زرکشی نی یون اعتراض کیا کہ اور ونکا کلام بعد عمل کے بہی خلاف کو چاہتا ہے اور بہلا رجوع کیونکر منع ہیگا جب غیر کی مذہب کے صحیح ہونیکا اعتقاد جم جائیگا ٤ه پہر مینے دیکہا فتوی سبکی مین کہ اور مسائل کے شامل کیئے رجوع کا مسئلہ پوچہا تو سبکی نی کہا کہ دعوی اتفاق مین بحث ہے کیونکہ آمدی اور ابن حاجب کے سوا اور ونکی کلام مین وہ عبارت ہے جس سے بعد عمل کی بہی خلاف سمجہا جاتا ہے اور کیونکر رجوع منع ہوگا جب غیر کی صحت کا اعتقاد جم جائیگا یونہین ہے شرنبلالی کی عقد الفرید مین ٥ه علاوہ یہہ کہ دعوی اتفاق مین بحث ہے کیونکہ خلاف نقل کیا گیا ہے

فيجوز اتباع القائل بالجواز انتہے بلکہ خود شیخ ابن الہمام نے اگرچہ تحریر مین موافق ابن الحاجب کے کہا، لاکن
فتح القدیر مین ابن حاجب کے اتباع کو طاق پر رکھکر حق کو اختیار کیا ہے اور قائل اختلاف کی ہوئی ہین چنانچہ بحر العلوم
شرح مسلم مین فرماتے ہین لا یرجع المقلد عما عمل به من حکم جزئی اتفاقا کذا فی المختصر والتحریر للشیخ فان ذکر
ههنا موافقا للمختصر وتنزلا علی رایه لکن کلامه فی فتح القدیر مشعر بالخلاف بعد العمل انتہے بلکہ جمہور کے
کلام سے اختلاف رجوع بعد العمل مین معلوم ہوتا ہے اسلیئے کہ لزوم تقلید مین بعد التزام کی جمہور کے نزدیک تین قول ہین قیل
یلزم وقیل لا وهو الاصح وقیل کن هو لم یلتزم جیسا کہ سابق مین نودس کتابون کے عبارتوں سے معلوم ہوا اور ظاہر ہے
کہ جبکہ لزوم بعد الالتزام مین تین قول ہوئی تو منع رجوع مین جو فرع ہے لزوم کے کیونکر خلاف نہوگا چنانچہ مسلم مین
کہا ہے وقیل مختلف فیه یعنے الرجوع بعد العمل اقول یدل علیه التثلیث فی الالتزام فان وجوده لیس اولی من عدمه ضرورة
اور شرح مین بحر العلوم نے کہا ہے اقول یدل علیه التثلیث فی المذاهب فی الالتزام ای مجتهد فان وجوده ای
الالتزام لیس اولی من عدمه ضرورة ولا معنے الاتفاق عند وجوده والاختلاف عند عدمه فتدبر انتہے پس جبکہ کلام سے
زرکشی کے اور شیخ تقی الدین سبکی کے بلکہ خود شیخ ابن الہمام کے بلکہ کلام سے تمام قائلین بالتثلیث کی ثابت ہوا
کہ دعوے اجماع کا منع ہونے رجوع بعد العمل پر غلط ہے تو یہہ امر مختلف فیہ ٹھہرا اسوجہ سے بقول ملا حسن شرنبلالی حنفی کے
جواز کو اختیار کیا بسبب اسکے کہ جواز رجوع مدلل ہے بعینہا اون دلائل سے جو عدم التزام تقلید معین پر گذر چکین ہین
اور امتناع رجوع پر کوئی دلیل ادلہ شرعیہ سے نہین ہے ما انزل الله بها من سلطان دوسرا جواب یہہ
کہ اگر فرض بھی کیا جاوے کہ دعوے اجماع کا ثابت ہے تو بھی اس سے تقلید معین نہین ہوتی اسلیئے کہ محققین نے
معنی امتناع رجوع بعد العمل کے یہہ کرتے ہین کہ جبکہ کوئی شخص ایک حادثہ مین کسی مجتہد کے تقلید کرے تو اوسکو
درست نہین کہ اوس حادثہ خاص مین اوس تقلید سے رجوع کرے مثلا ایک شخص نے ظہر کا وضو کیا ساتھہ مسح ربع
سر کے امام ابوحنیفہ کا مقلد ہوکر تو اب اسکو درست نہین کہ اس وضو خاص مین تقلید سے امام ابوحنیفہ کی رجوع
کرے اور اس مسح کو باطل کہے اور مسح تمام سر کا بنا بر مذہب امام مالک کے اوسی وضو مین واجب جانے اور نماز

تو جو جواز کا قائل ہے اوسکی پیروی ہو سکتی ہے ف ۱ نہیں پھر سکتا مقلد اوس مسئلہ سے جسپر بطور حکم جزئی کی عمل کر چکا بالاتفاق یونہیں ہے
مختصر اور تحریر ابن ہمام مین اور یہان موافق مختصر کی مذکور ہوا لیکن کلام اونکا فتح القدیر مین خبر دیتا ہے کہ بعد عمل کے بھی خلاف ہے
ف ۲ بعضون نے کہا ہے کہ لازم ہو جاتا اور بعضون نے کہا ہے کہ نہین اور یہہ بہت صحیح ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ التزام کرنا
اور نہ کرنا یکسان ہے ف ۳ بعضون نے کہا ہے کہ رجوع کرنا بعد عمل کی اختلافی ہی مین کہتا ہون کہ دلالت کرتی ہین اس خلاف
اوپر کی تین قول یعنی بلا شک التزام اور بلا التزام دونو ایک سے ہین سو جیسے ہو چکی عبارت مسلم کی ف ۴ مین کہتا ہون کہ دلالت کرتی ہین اسپر
اوسپر تین قول مذہبون مین جو دربارہ التزام ایک مذہب کے کہ وہ کسی تو التزام کرنا نہ کرنے سے اولی نہین ہو سکتا اور التزام کی وقت اتفاق

رجوع بعد العمل کے یہہ معنی نہین کہ جبکہ اوس شخص نے مثلاً بیچ فرض ظہر کے دن جمعہ کے مسح ربع سر مین تقلید ابو حنیفہ
کی اختیار کی تو اب اوسکو دوسرے وضو مین مثلاً ہفتہ کے ظہر کے وضو مین یا جمعہ ہی کی عصر کی وضو مین بہی ربع سر کی
مسح سے رجوع کرنا ممنوع ہے جیسا کہ حضرت مولف سمجہی ہین اور بعض محققین اوس امتناع کو اس محل مین جاری کرتی
ہین جس جگہہ کسے کا ضرر لازم آوے جیسکہ ایک شخص نے نکاح کیا بلا شہود بنا بر مذہب مالک رحمہ کی اور جبکہ عورت نے
مہر طلب کیا تو وہ شخص تقلید مالک سی رجوع کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ مین حنفی مذہب کا مقلد ہو کر اس نکاح کو ناجائز
ٹہرا کر مہر دینی سے بچ جاؤن تو اوس محل مین رجوع کرنا اوسکا مذہب مالک ہی باعث ضرر اوس عورت کا ہی اور
بعض کے نزدیک یہہ امتناع رجوع محمول ہے صورۃ تلفیق پر لاکن یہہ محل خلاف تحقیق کی ہے چنانچہ بحث تلفیق آویگا
اسلئے اسانید پہلی دونون معنی کی نقل کیے جاتی ہین تو سنو کہ کہا محقق شامی نے رد المحتار مین بعد قول عدم جواز
رجوع کے ای هو محمول علی منع التقلید فی تلك الحادثة بعینها لا مثلها كما صرح به الامام
السبكی وتبعه علیه جماعة وذلك كما لو صلی ظهرا بمسح ربع الراس مقلدا للحنفی فلیس له ابطالها
باعتقاده لزوم مسح الكل مقلدا للمالكی واما لو صلی یوما علی مذهب واراد ان یصلی
یوما آخر علی غیره فلا یمنع منه علی ان فی دعوی الاتفاق نظرا فقد حكی الخلاف فیجوز اتباع
القائل بالجواز كذا افاده العلامة الشرنبلالی فی العقد الفرید ثم قال بعد ذكر فروع من اهل المذهب
صریحة بالجواز وكلام طویل فتحصل مما ذكرناه انه لیس علی الانسان التزام مذهب معین وانه یجوز له العمل
بما یخالف ما عمله علی مذهبه مقلدا فیه غیره مستجمعا شروطه والعمل بامرین متضادین فی حادثتین لا تعلق لواحدة منهما بالاخری
انتہی اور کہا **طحطاوی** نی حاشیہ درمختار مین **قولہ** وان الرجوع الخ كان قلد الحنفی مالكا مثلا فی نكاح بغیر شهود

اور عدم التزام کی وقت خلاف ہونا اسکی کوئی وجہہ نہین سلہ یا وہ حمل کیا گیا ہے منع تقلید پر جو بعینہا اوسی مسئلہ مین ہو نہ اوسکی
مثل اور دوسرے مسئلہ مین چنانچہ امام سبکی نی اسکی تصریح کی ہی اور ایک جماعت سبکی کی پیرو ہوئی ہی چنانچہ ایک شخص نی بموجب قول امام ابو حنیفہ کی
اوسکا مسح کر کی ظہر کی نماز پڑہے تو اب یہہ نہین چاہئی کہ امام مالک رحمہ کے مذہب کا اعتقاد کر کے اوس نماز کو باطل ٹہراوی ہان اگر ایک دن
ایک مذہب کے موافق پڑہے اور دوسرے دن اور دوسرے مذہب کے موافق پڑہنے کا ارادہ کرے تو اوسی منع کیا جاوے علاوہ یہہ کہ اتفاق کی دعوے
مین بحث ہے کیونکہ اختلاف بہی یقینی نقل کیا گیا ہے تو جو علما رجوع بعد العمل کو جائز کہتے ہین اونکی اتباع جایز ہے ایہہ نہین فایدہ
بخشا ہے علامہ شرنبلالی نے عقد الفرید مین بہہ اصحاب مذہب کے جزئی مسئلہ ذکر کر کی جس سی صریح جواز رجوع کا نکلتا ہے
کہا ہے کہ جو ہمنے ذکر کیا اوسکا حاصل کلام یہہ ہوا کہ انسان پر التزام پکڑنا ایک مذہب معین کا ضرور نہین اور بشرط نگاہ رکہنے
شرایط کی اوسی بعد عمل کے بہی اور مذہب کے مسئلو نپر جو مسائل معمولہ کے مخالف ہین عمل کر سکتا ہے اور ایسے دو حادثون
اوسی عمل پہونچتا کہ ایک کو دوسرے لگاؤ نہو سلہ چنانچہ تقلید کرے حنفی امام مالک کے مثلاً بی گواہ کے نکاح مین

فما اراد الرجوع عن التقليد اى وحيث كان مذهبه بان الحق لا يتعدى فليس له ذلك اھ م بزيادة واعلم انه ليس المراد نفى
جواز التقليد مطلقا بل فى نحو ما ذكرناه لان الرجوع ههنا يلزم منه ضرر الغير واعلم ان تقليد الحنفى الشافعى مثلا فى مسئلة
عبارة عن الاخذ بقوله مع بقائه على مذهبه فى المسئلة حتى لو استفتى عن خصوص هذه المسئلة التى قلد فيها لا يجيب الا بما
لا يطابق مذهب الامام ومعنى بقائه على مذهبه فيها ان يكون وقت العمل بمذهب الشافعى فى المسئلة التى قلد فيها باقيا
على اعتقاد متابعة الامام فى حكم المسئلة التى قلد الشافعى فيها اى بالنسبة لما عساه ان يقع له فى المستقبل فان قلت
ان بقاءه على مذهبه الا يجيب الا بقول امامه يتضمن الرجوع عما قلد فيه قلت الممتنع الرجوع عن عين تلك الواقعة المنقضية
لا ما يحدث بعدها من جنسها انتهى اور كہا فاضل قندهارى نے مغتنم مين ثم ان الشرنبلالى الحنفى قرر ان المنع
عن الرجوع بعد العمل انما هو فى تلك الحادثة بشخصها لا فى مثلها انتهى اور كہا سيد شريف على سمهودى نے عقد الفريد فى احكام التقليد مين
المختار ان كل مسئلة اتصل عمله بها فلا مانع من اتباع غير مذهبه الاول وبه يعلم ما فى
حكاية اطلاق الاتفاق على المنع ولعل المراد اتفاق الاصوليين ثم ان كان المراد من منع الرجوع
حيث عمل فى الواقعة عين تلك الواقعة المنقضية لا ما يحدث بعدها من جنسها فهو ظاهر كحنفى سلم شفعة
الجوار عملا بعقيدته ثم عرض له تقليد الشافعى حين ينزع العقار ممن سلمه له فليس له ذلك كما انه لا يطالب بعد
تقليده للشافعى باعادة ما مضى من عباداته التى يقول الشافعى ببطلانها لمضيها على الصحة فى اعتقاده فيما مضى [illegible]

پہر ارادہ کرے رجوع کا لیعنے اپنے مذہب کے موافق کہے کہ ہمسایہ پر لازم نہیں تو یہ اوسکو نہیں چاہیے اور جان کہ بالکل غیر کی تقلید سے ممانعت
مراد نہیں ہے بلکہ ایسے صورتون مین ہے جو ہمنے ذکر کر ہے ہین کیونکہ ایسی رجوع مین ایک کا نقصان ہے اور جان رکھ کہ تقلید کرنا حنفی کا مثلا امام
شافعی کی کسی مسئلہ مین یہہ ہے کہ شافعی مذہب کا قول لیکر اپنے مذہب پر باقی رہے اوس مسئلہ مین یہانتک کہ اوس خاص مسئلہ میں اگر کوئی
فتوا پوچہے تو اپنے امام کے قول کے موافق جواب دیوے اور معنی باقی رہنے اپنے مذہب کے یہہ ہین کہ امام شافعی کی مذہب پر عمل کرنیکی وقت
اوس مسئلہ مین تابعداری امام اپنے کا آگے کو معتقد رہے پہر اگر تو کہی کہ باقی رہنا اپنے مذہب پر اور جواب فتوے کا دینا اپنے امام کے موافق
شامل ہے رجوع کو اوس صورت سے جس پر عمل کر چکا تو مین جواب دونگا کہ ممتنع وہ رجوع ہے جو مین اوسی حادثہ مین ہو نہ اوسمین جو اوسکی
جنس سے پیدا ہوا ہو سـ٥ پہر شرنبلالی حنفی نے ٹہرایا کہ منع رجوع بعد عمل کے اوسیقدر صورتون مین ہے کہ جب اوسی مسئلہ خاص مین ہو اوسکی مثل مین
نہین ہے سـ٥ مذہب مختار یہہ ہے کہ جس مسئلہ پر عمل کر چکا اوسمین اور مذہب کے موافق عمل کرنے سے کوئی مانع نہین ہے اور خلاف اتفاق
منع مین جو شبہہ ہے وہ اوس اوپر کی تقریر سے معلوم ہوتا ہے شاید اتفاق سے اصولیون کا اتفاق مراد ہو پہر اگر منع رجوع سے یہی
مسئلہ خاص بعینہا مراد ہے نہ اوسکی جنس کا دوسرا تو ظاہر ہے جیسے ایک حنفی نے مذہب کے موافق اپنے عقیدہ کی حق شفع پڑوسی کو
دیا پہر اوسی امام شافعی کی تقلید کر کے وہ گہر چہین لیا تو اوسے یہہ روا نہیں جیسا کہ نہین کہا جاتا اوس حنفی کو بعد تقلید مذہب
شافعی کے اون مسئلونکی اعادہ کی لئے جنکو وہ کر چکا اسوجہہ سے کہ وہ مذہب حنفی مین ٹہیک ہے اگرچہ موافق مذہب شافعی کی ٹہیک نہی ہان اگر

هذا الحنفي بعد ذلك عقارا آخر وقلد الشافعي في عدم القول بشفعة الجوار فلا يمنعه ما سبق من ان يقلده في ذلك
فله ان يمتنع من تسليم العقار الثاني فان قال الآمدي وابن الحاجب ومن تبعهما بالمنع في مثل هذا وعمموا ذلك في جميع
صور ما وقع العمل به اولا فهو غير مسلم ودعوى الاتفاق عليه ممنوعة ففي الخادم ان الامام الطرطوسي رحمه الله
حكى انه اقيمت صلوة الجمعة وهم القاضي ابو الطيب الطبري بالتكبير فاذا طائر قد ذرق عليه فقال انا
حنبلي ثم احرم ودخل في الصلوة انتهى قلت ومعلوم انه انما كان شافعيا يجتنب الصلوة بذرق الطائر فلم يمنعه
عمله السابق بمذهبه في ذلك من تقليد المخالف عند الحاجة اليه وفي الخادم ايضا ان القاضي اباعاصم العامري
الحنفي كان يفتي على باب مسجد القفال والمؤذن يؤذن المغرب فنزل ودخل المسجد فلما رآه القفال امر
المؤذن ان يثني الاقامة وقدم القاضي فتقدم وجهر بالبسملة مع القراءة واتى بشعائر الشافعية في صلوته
انتهى ومعلوم ان القاضي اباعاصم انما يصلي قبل بشعار مذهبه فلم يمنعه سبق عمله بمذهبه في ذلك ايضا ثم
قال السيد السمهودي ثم رايت في فتاوى التقي السبكي انه سئل عن ذلك في ضمن مسائل الى ان قال السبكي
ودعوى الاتفاق فيها نظر وفي كلام غيرهما ما يشعر باثبات الخلاف بعد العمل ايضا وكيف يمتنع اذا اعتقد صحته ولكن وجه
ما قالاه انه بالتزامه مذهب امام مكلف به ما لم يظهر له غيره والعامي لا يظهر له الغير بخلاف المجتهد حيث ينتقل من امارة الى امارة

یہ حنفی اسکے بعد کوئی اور گھر خریدے اور ہمسایہ کی شفع نہ ہونے میں امام شافعی کی تقلید کرے تو اوسے یہہ نہیں کہا جاسکتا کہ اب بھی حنفی کی موافق عمل کر
سو اوسے یہہ پہنچتا ہے کہ دوسرا گھر ہمسایہ کو نہ دیوے سو اگر آمدی اور ابن حاجب اور ان دونوں کی پیروی کرنے والے ایسی صورت میں رجوع کو منع کہہ کر تمام صورتوں میں
یہہ حکم عام رکھا ہے تو یہہ امر غیر مسلم ہے اور دعوی اتفاق کا ماننے کی قابل نہیں ہے کیونکہ خادم میں ہے کہ امام طرطوسی نے حکایت کی کہ جمعہ کی نماز
جماعت کھڑی ہوئی اور قاضی ابو الطیب طبری نے تکبیر تحریمہ کا ارادہ کیا یکایک ایک جانور نے اونپر بیٹ کر دی تھی اونہوں نے کہا کہ میں حنبلی ہوں اور
نیت باندہ کر نماز میں داخل ہو گئے ہو چکی عبارت خادم کی میں کہتا ہوں کہ یہہ بات معلوم ہے کہ وہ شافعی تھے جانور بیٹ کر دے تو بغیر دہونے
نماز نہیں پڑہتے تھے سو اونکی مذہب کے عمل درآمد سابق نے اونکو مخالف مذہب پر عمل کرنے سے وقت ضرورت کی باز نہ رکھا اور یہہ بھی خادم میں ہے کہ قاضی
ابو عاصم عامری حنفی قفال کے مسجد کے دروازہ پر فتوا دیتے تھے اور موذن مغرب کی اذان دیتا تو وہ دروازہ پر سے اوتر کر مسجد میں آگئے سو قفال نے
جب اونکو دیکھا موذن سے کہدیا کہ اقامت کی لفظ دو دو دفعہ کہے اور قاضی کو امام بنایا سو قاضی امام بن گئے اور بسم اللہ اور قرات پکار کر پڑھے اور
باتیں موافق مذہب امام شافعی کے بجا لائے [illegible] ہو چکی عبارت [illegible] کی اور یہہ بات معلوم ہے کہ پہلے قاضی ابو عاصم اپنے مذہب حنفی کی موافق عمل
کرتے تھے سو پہلی کی عمل درآمد نے اونکو [illegible] سے منع نہ کیا پھر سمہودی نے کہا کہ میں نے دیکھا ہے تقی الدین سبکی کی فتوی میں کہ اونسے کسی نے اوسکی مسئلوں کی
شامل میں رجوع مذہب کا فتوا پوچھا تو سبکی نے اور جوابات دیکر اسی باب میں یہہ کہا کہ دعوے اتفاق میں بحث ہے کیونکہ اوروں کی کلام میں وہ عبارت ہے
جس سے خلاف سمجھا جاتا ہے عمل کے بعد بھی ہے اور بھلا کیونکر رجوع منع ہوگا جب مخالف کی صحت کا عقیدہ جم جاوے لیکن وجہ ان دونوں کی کہنے کی
یہہ ہے کہ جب مسئلہ پر عمل کر چکا بالتزام مذہب ایک امام کے تو جبتک دوسرے کی [illegible] سوا اور نہ معلوم ہو اوسیکا مکلف رہیگا بخلاف مجتہد کی کہ دم بدم ایک دلیل سے دوسری دلیل کی طرف

هذا وجه ما قاله الآمدي وابن الحاجب لا بأس به لكني أرى تنزيله على خصوص العين فلا يبطل عين ما فعله لا فعل
جنسه خلافا و انتهى عبارة السيد ملخصا نقلا عن العقد الفريد للعلامة الشرنبلالي الحنفي
اور خود ملا حسن **الشرنبلالی الحنفی** نے عقد الفرید مین منقول روایات صحیحہ معتمدہ کی ان مین کو ثابت کیا ہے جسکو نیز قرر
یہ عقد الفرید کو ملاحظہ کرے ایس مختصر مین نقل کرنا تمام کلام کا اونکی دشوار ہے مگر قدرے قلیل تیمنا کہا جاتا ہی تو سنو کہ شرح
مین تحقیق منع رجوع بعد العمل کے فرماتی ہین فان قلت كيف هذا مع قول العلامة الشيخ الامام كمال الدين ابن الهمام في تحريره
مسئلة لا يرجع فيما قلد فيه اى عمل به اتفاقا انتهى قلت لا يمنع ذلك ما قلته من صحة التقليد لحمل المنع على خصوص العامل
المسئلة انتهى لا خصوص اور اسکی چند ردئین معتمدہ و مویدہ اپنی جواب کی نقل کرتے ہین پہر معنی ظاہری کلام ابن الحاجب کو اور کلام شیخ خالد
ازہری رحمۃ اللہ کو رد کرتے ہین چنانچہ فرماتے ہین وما فيه من رد ما يتوهم من ظاهر عبارة ابن الحاجب ومن رد ما صرح به في
شرح جمع الجوامع للشيخ خالد الازهري مستندا لذلك الايهام حيث قال واذا عمل العامي بقول مجتهد في حادثة فليس له
الرجوع عنه الى فتوى غيره في مثل تلك الواقعة اجماعا كما نقله ابن الحاجب وغيره انتهى عبارة الشيخ خالد رحمه الله انت ترى
انه ليس في كلام متن جمع الجوامع ولا كلام ابن الحاجب التصريح بالمنع عن مثل ما قلد فيه بل الاحتمال لدولنا ان نمنع ذلك الاحتمال
ونقول ليس في كلام ابن الحاجب ولا جمع الجوامع الا المنع عن الرجوع عن عين ما قلد فيه وعمل به لان عبارة ابن الحاجب التقليد
العمل بقول الغير من غير حجة ثم قال ولا يرجع عنه بعد تقليده اتفاقا وفي حكم اخر المختار جوازه لنا القطع بوقوعه ولم ينكر ثم
لان قوله وفي حكم اخر يراد به حادثة اخرى اعم من ان تماثل ما فعله او تخالفه وان اريد به ما يخالفه فقط قلنا

یہی ہے اور تمثال کی جیسی آمدی اور ابن حاجب نے کہا ہی اس مین کچھ ڈر نہین لیکن میرے عقیدہ مین لگانا اس منع کا خاص مسئلہ معین
تو جو کچھ کر چکا ہے بعینہ اوسکو باطل نکرے اور دوسرا مسئلہ اوس جنس کا جو ہے فی الحقیقت اوس مین اوسکو رجوع پہونچتا ہی ہوچکی عبارت سید کی
بعد تلخیص کے شرنبلالی کی عقد الفرید مین سے سلہ اگر کہی تو کیونکر ہوگا یہ با وجود کہنی ابن ہمام نے تحریر مین نہ رجوع کرے اوس مسئلہ مین جسپر عمل کر چکا ہو
جسکی عبارت تحریر کی مین کہتا ہون کہ رجوع کا منع کرنا خاص بعینہ اوس مسئلہ مین ہی نہ دوسری جنس مین ہوچکی عبارت شرنبلالی کی ت ۵ اور
اس عبارت مین ہے اوسکا جو وہم ہوتا تہا ظاہر عبارت ابن حاجب سے اور رد ہی اوسکا جسکی تصریح کی ہی شیخ خالد ازہری نے شرح جمع الجوامع مین
دلیل ٹہراکر چنانچہ کہا ہی کہ جسوقت عمل کرے عامی کسی مجتہد کی قول پر کسی مسئلہ مین تو اوسکو رجوع بالاجماع نہین پہونچتا اور مجتہد کے
فتوی کیطرف اوس مسئلکی مثل اور مسائل مین چنانچہ نقل کیا اسکو ابن حاجب وغیرہ نے ہوچکی عبارت شیخ خالد کی اور تو خوب جانتا ہی کہ متن جمع الجوامع
اور کلام ابن حاجب مین تصریح منع کی نہین بلکہ احتمال ہی سکا تو ہمین پہونچتا ہے کہ اوس احتمال کو ہم نہ مانین اور کہدین کہ نہین ہے ابن حاجب کے کلام مین
اور جمع الجوامع مین مگر منع رجوع کرنے خاص مسئلہ بعینہ سے جسپر عمل کر چکا کیونکہ عبارت ابن حاجب کی تو یہی ہی کہ تقلید عمل کرنا غیر کی قول پر بغیر
دلیل کے پہر کہا ہے کہ نہ رجوع کرے بعد تقلید کرلینے کے بالاجماع اور دوسرے مسئلہ مین غیر کے قول پر عمل کرنا موافق مذہب مختار کی جایز ہے کیونکہ ہمین یقین ہی اوسکے واقع ہونے کا
اور کسی نے منع نہین کیا ہے جسکی بنا ابن حاجب نے اپنے قول اور حکم مین دوسرے مسئلہ مین عام ہی خواہ وہ مسئلہ پہلی کے موافق ہو یا مخالف اور اگر کوئی فقط مخالف ہی لیوے تو ہم

المنع وكذا الكلام على عبارة جمع الجوامع وسند كما يحقق هذا ان شاء الله تعالى فهذا قد علمت بجواز
التقليد بعد العمل في جنس ما عمل بخلافه انتهى كلام الشيخ هلال الحنفي حاصل کلام یہہ کہ اگر دعوی اجماع کا تسلیم بھی کیا جاوے
تو معنی اسکے یہہ ہین کہ جس حادثہ خاص مین تقلید کر چکا اوس مین اوس سے رجوع نکرے اگرچہ دوسرے حادثہ مین جو مثل اوسکی ہو رجوع
درست ہے چنانچہ کلاموں مین انہی اکابر حنفیہ اور شافعیہ کی گذرا تو یہہ بھی تقلید معین ہر مسئلہ مین یا ہر حادثہ مین ثابت نہوئی
قال چوتھی وجہ یہہ ہے کہ تلاش کرنا مذاہب کے رخصتوں کا ممنوع ہے بالاجماع کہا ہے اسکو ابن عبد البر مالکی نے کما یہہ فی مسلم
اور لوگوں کا یہہ حال ہے کہ جو کچھ اونکی نفسوں کے موافق ہے اوسکی طرف بہت دوڑتے ہین بسبب کمی دین داری کی اور سستی کی امور
دین مین خصوصا اس زمانہ مین پس پڑینگی لوگ بیچ ممنوع کی کہ بالاجماع ہے پس کیونکر بری الذمہ ہونگے عہدہ تقلید کیسی
بالیقین اقول جناب مولف نے اس قول مین یہہ خیانت کی ہے کہ لا تقربوا الصلوة کو تو لے لیا ہے اور انتم سکاری کو
چھوڑ دیا ہے یعنی جیسے کہ کتاب مسلم مین سے اجماع ابن عبد البر کا لے لیا اور جو کہ مسلم مین اسکا جواب لکہا ہے اوسکو چھوڑ دیا
خیر یہہ چالاکی اونسی کچھہ نئی نہین ہے ہمکو اس چالاکی سے کچھہ تعرض نہین اصل بات کا جواب دینا چاہیے تو سنو کہ اس
چوتھی وجہ کی جواب دو ہین اول جواب تو یہہ ہے کہ دعوی اجماع ابن عبد البر کا منقوض ہے ساتھ اثبات خلاف امام احمد کے
اور ساتھ ہونے اوسکی کے مخالف احادیث صحیحہ کی جو مروی ہین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان اسکا یہہ ہے کہ امام احمد سے
روایت ہے کہ تلاش کرنیوالا رخصتوں مذاہب کا فاسق نہین تو تتبع رخص اونکی نزدیک ممنوع نہوا تو اجماع کہان ہوا بنا بر
اس قاعدہ متفق علیہا کی خلاف الواحد مانع كما في جميع كتب الاصول اگرچہ ایک روایت منہ سے بھی آیا ہے کہ وہ فاسق ہے
لاکن قاضی ابو یعلی وغیرہ نے روایت مفسقہ اوس شخص کے حق مین محمول کی ہے جو غیر اول ہو اور بعض نے کہا ہے کہ یہہ روایت
متساہل کے حق مین ہے اور روضۃ النووی مین شرح سے انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ یہہ شخص فاسق نہین ہے چنانچہ ہر ایک قول [illegible]
نقل کیا جاویگا اور سوائی اسکی اجماع کیواسطے کوئی سند چاہیے قرآن سے یا حدیث سے یا قیاس سے حالانکہ تتبع رخص کے ممنوع
ہونی پر کوئی سند و دلیل شرعی نہین چنانچہ عنقریب جا بندہ قرن کی کلام سے معلوم ہوگا بلکہ بعض احادیث صحیحہ مخالف اسکی جنسی تتبع
رخص جائز معلوم ہوتا ہے موجود ہین چنانچہ عنقریب کلام مین شارح تحریر کے اونکی مین کہا شیخ ابن الہمام نے تحریر مین و یتخرج
منه جواز اتباع رخص المذاهب ولا يمنع منه مانع شرعي اذ للانسان ان يسلك الاخف عليه اذا كان له اليه سبيل
بان لم يكن عمل فيه بآخر وكان عليه السلام يحب ما خفف عليهم انتہی اور کہا سید بادشاہ نے شرح تحریر مین وکان صلی اللہ علیہ وسلم

نہین مانتی اور [illegible] کی گفتگو عبارت جمع الجوامع [illegible] پر ارشاد اللہ تعالی ہم قریب تحقیقی کو ذکر کرینگی یہان [illegible] بات تو تو نے جان لی کہ بعد عمل کے
اور جنس کی اور مسائل مین اور مجتہد کی تقلید جائز ہے ہو چکا کلام شیخ ہلال حنفی کا ۱۲ ایک کا خلاف بھی مانع اجماع ہوتا ہے [illegible] سب اصول کی
کتابون مین ہی ۱۲ اور لکہا ہے اس نے رخصتوں کی پیروی کی جائز ہونا اور نہین منع کرتا ہی اوس سے کوئی مانع شرعی [illegible] انسان کو [illegible]
کہ جو طریق پاوی تو وہ رستہ چلی جو سہل ہو [illegible] اور وہ طریق یہہ ہے کہ [illegible] عمل کر چکا ہو اور آنحضرت صلعم امت پر تخفیف کو دوست رکہتی ۱۲

شيئا خفف عليهم في صحيح البخاري عن عائشة رضي الله عنها بلفظ عنهم وفي رواية بلفظ ما يخفف عنهم اي امته
وذكروا عدة احاديث صحيحة دالة على هذا المعنى قلت وذلك لقوله تعالى يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر
وروى الشيخان وغيرهما حديث انما بعثتم ميسرين ولم تبعثوا معسرين ولاحمد بسند صحيح خير دينكم اليسر وروى
الشيخ نصر المقدسي في كتاب الحجة مرفوعا اختلاف امتي رحمة ونقله ابن الاثير في مقدمة جامعه من قول مالك
وفي المدخل للبيهقي عن القاسم ابي محمد انه قال اختلاف امة محمد صلى الله عليه وسلم رحمة ويترجح ما قاله بعضهم على
حمله على الاختلاف في الاحكام بما في مسند الفردوس عن ابن عباس مرفوعا اختلاف اصحابي لكم رحمة لان في
المدخل للبيهقي عن عمر بن عبد العزيز قال ما يسرني ان اصحاب محمد صلى الله عليه وسلم لم يختلفوا لانهم لو لم يختلفوا
لم تكن رخصة واخرج البيهقي في حديث لابن عباس رضي الله عنهما قال فيه ان اصحابي بمنزلة النجوم فايما اخذتم
به اهتديتم واختلاف اصحابي لكم رحمة قلت واختلاف الصحابة هو منشاء اختلاف الامة
ولما اراد هارون الرشيد حمل الناس على موطاء الامام مالك كما حمل عثمان الناس على القران قال
له مالك ليس الى ذلك سبيل لان اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم افترقوا بعده في الامصار
فحدثوا عند اهل كل مصر علمه وقد قال صلى الله عليه وسلم اختلاف امتي رحمة وهذا كالصريح في ان المراد
الاختلاف في الاحكام قاله السيد علي السمهودي رحمه الله وقال الكمال في فتح القدير في باب الاعتكاف ان الله

دوست رکھتی تھی ان باتوں کو جو ہلکی ہوں امت پر صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی سے روایت ہے کہ دوست رکھتی تھی ہلکی باتوں کو
اسکے اور ایک روایت میں امت کی تخفیف بھی آئی ہے اور ذکر کیے ہیں علما نے بہت سی حدیثیں اس معنی میں کہتا ہوں کہ اور یہی سبب قول اللہ کا ہے
کہ اللہ ارادہ رکھتا ہے تمہارے حق میں آسانی اور نہیں ارادہ رکھتا تمہارے حق میں سختی اور روایت کی بخاری اور مسلم نے ایک حدیث
کہ بھیجے گئے ہو تم آسانی کرنیوالے اور سختگیر نہیں بھیجے گئے اور امام احمد نے سند صحیح سے روایت کیا ہے کہ اچھا دین تمہارا وہ ہے
جو سہل ہے اور روایت کیا شیخ نصر مقدسی نے کتاب الحجہ میں مرفوع آنحضرت کا یہہ فرمانا کہ اختلاف میری امت کا رحمت ہے اور نقل
کیا اسکو ابن اثیر نے امام مالک کا قول اپنے جامع کے مقدمہ میں اور بیہقی کی مدخل میں قاسم ابو محمد سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم کی امت کا
اختلاف رحمت ہے اور بعضوں نے یہہ جو کہا ہے کہ اس اختلاف سے احکام میں اختلاف مراد ہے اسکو غلبہ ہے بسبب اس روایت کی جو مرفوع
حضرت ابن عباس سے مسند فردوس میں آئی ہے کہ اختلاف میرے اصحابہ کا رحمت ہے کیونکہ بیہقی کی مدخل میں ہے کہ عمر بن عبد العزیز نے کہا کہ مجھے
یہہ بات اچھی نہیں لگتی کہ آنحضرت صلعم کے اصحاب باہم اختلاف نکرتے اسلیے کہ اگر وہ اختلاف نکرتے تو رخصت کہاں سے آتی اور روایت کی بیہقی نے ابن عباس کی
حدیث میں آنحضرت صلعم کی یہہ تقریر کہ آپنے فرمایا کہ میرے اصحاب مثل تاروں کی ہیں جسکی قول پر تم عمل کروگے ہدایت پاؤگے اور میرے صحابہ کا اختلاف
تمہارے لیے رحمت ہے میں کہتا ہوں کہ صحابہ کی ہی اختلاف سے امت کا اختلاف پیدا ہوا اور جس وقت ہارون رشید نے لوگوں کو امام مالک کے
موطا پر عمل کرانا چاہا جیسا کہ حضرت عثمان رضی نے لوگوں کو قران کے عمل پر آمادہ کیا تو امام مالک نے ہارون رشید سے کہا کہ یہہ بات نہیں ہوسکتی آنحضرت کے

يحب الأناة والرفق في كل شيء حتى طلبه في المشي الى الصلوة وانكان ذلك يفوت بعضها معه بالجماعة وكره الاسراع ونهى عنه وان كان قصد ادراكها كلها بالجماعة تحصيلا لفضيلة الخشوع اذ هي يذهب بالسرعة انتهى قلت وهو معنى حديث في الجامع الصغير للسيوطي عن عمر مرفوعا افضل امتى الذين يعملون بالرخص انتهى اور کہا سید بادشاہ شارح تحریر نے وما نقل عن ابن عبد البر من انه لا يجوز للعامي تتبع الرخص اجماعا فلا نسلم صحة النقل عنه ولو سلم فلا نسلم صحة دعوى الاجماع كيف وفي تفسيق متتبع الرخص روايتان عن احمد وحمل القاضي ابو يعلى الرواية المفسقة على غير متأول ولا مقلد انتهى كذا في العقد الفريد للعلامة الشرنبلالي اور کہا **فاضل بہاری** نے مسلم میں وما عن ابن عبد البر انه لا يجوز للعامي تتبع الرخص اجماعا فاجيب بالمنع اذ في تفسيق متتبع الرخص عن احمد روايتان انتهى اور کہا بحر العلوم نے شرح مسلم میں اذ في تفسيق متتبع الرخص عن الامام احمد روايتان فلا اجماع ولعل رواية التفسيق انما هي فيما اذا قصد التلهي لا غير فقط انتہے اور کہا **فاضل قندہاری** نے مختصر میں قال ويتخرج منه جواز اتباع رخص المذاهب ولا يمنع منه مانع شرعي اذ للانسان ان يسلك الاخف عليه اذا كان له سبيل اليه بان لم يكن عمل باخر فيه وكان عليه وآله الصلوة والسلام يحب ما خفف عليهم في التقريب اخرجه البخاري عن عائشة رض

کہ بعد آنحضرت صلعم کے آپکی صحابہ شہروں میں پھیل گئے اور ہر شہر والونکو ہر ایک نے اپنے علم کی روایت کی اور آنحضرت نے فرمایا ہی کہ میری امت کا اختلاف رحمت ہی تو یہہ بہتر الصریح کی ہوگیا ہیا ہیں کہ مراد اختلاف سی احکام کا اختلاف ہی سید سمہودی حنفی نے اسکو کہا ہے اور کمال الدین ابن ہمام نے فتح القدیر کی باب اعتکاف میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ جی کو ہر کام میں پسند کرتا ہے یہانتک کہ دوڑ کو نماز کی طرف جانی میں بھی پسند کیا ہے اگرچہ اوس سے جماعت وغیرہ میں ہیچ پڑجاتی تو خیر اور جلدی کو مکروہ ہی اور اوس سے نہی آئی ہے اگرچہ اوس علیہ السلام سے وہ جانے والے فضیلت پوری نماز کی کا کیوں نہو اور یہہ حضور قلب کے لئے ہے کہ وہ جلدی میں نہیں ہوتا ہوچکی عبارت فتح القدیر کی میں کہتا ہوں کہ یہی معنی ہیں اوس حدیث کی جو جامع صغیر سیوطی میں عمر رض سے مرفوع آئی ہے کہ اچھے لوگ میرے امت کے وہ ہیں کہ رخصتوں پر عمل کرتے ہیں ہوچکی عبارت شرح تحریر کی ۵ اور وہ جو ابن عبد البر سے نقل کیا گیا ہے کہ عامی کی لئی رخصتوں کا ڈھونڈھنا بالاجماع جائز نہیں ہے تو اول تو اس نقل کو صحیح ہم نہیں مانتے اور اگر صحیح مان بھی لیویں تو دعوی اجماع کا نہیں مانتے کسلئے کہ امام احمد سے رخصتوں کی ڈھونڈنے والیکی فاسق ہونی کی باب میں دو روایتیں ہیں اور ابو یعلی نے روایت فسق کو غیر متاول اور ان پابند تقلید پر حمل کیا ہے شرنبلالی کی عقد الفرید میں یونہیں ہے ۵ اور وہ جو ابن عبد البر سے منقول ہے کہ عامی کی لئی جائز نہیں ہے رخصتوں کا ڈھونڈنا بالاجماع تو اسکا جواب یا گیا ہی کہ ہم دعوی اجماع کو نہیں مانتے اسلئی کہ فاسق ہونی میں جناب احمد سے رخصتوں ڈھونڈنی والیکی امام احمد سے دو روایتیں ہیں ہوچکی عبارت مسلم کی ۵ اسلئی کہ رخصتوں کی ڈھونڈنیوالیکی فاسق ہونے میں امام احمد سے دو روایتیں ہیں تو اجماع نرہا اور شاید کہ روایت فاسق بتانیکی اوس صورت میں ہے جب لہو ولعب کا محض قصد ہو ہوچکی عبارت شرح مسلم کی ۵ کہا فاضل قندہاری نے کہ نکلتا ہے اس سے جائز ہونا مذہب کے رخصتوں پر چلنا اور نہیں ہے کوئی مانع شرعی منع نہیں کرتا کیونکہ آدمی کو روا ہے کہ اپنے اوپر سہل طریقہ کو اختیار کرے جو ممکن ہوسکے اور ممکن ہونا اسطرح ہی کہ عزیمت پر عمل نکر چکا ہو اور آنحضرت صلعم دوست رکھتے تھے سہل بات کو تقریب میں یہی روایت کی بخاری نے عائشہ رض سے

يحب ما خفف عليهم في صحيح البخاري عن عائشة رضي الله عنها بلفظ عنهم وفي رواية بلفظ ما يخفف عنهم اي امته
وذكر واعدة احاديث صحيحة دالة على هذا المعنى قلت وذلك لقوله تعالى يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر
وروى الشيخان وغيرهما حديث انما بعثتم ميسرين ولم تبعثوا معسرين ولاحمد بسند صحيح خير دينكم ايسره وروى
الشيخ نصر المقدسي في كتاب الحجة مرفوعا اختلاف امتي رحمة ونقله ابن الاثير في مقدمة جامعه من قول مالك
وفي المدخل للبيهقي عن القاسم ابي محمد انه قال اختلاف امة محمد صلى الله عليه وسلم رحمة ويترجح ما قاله بعضهم على
حمله على الاختلاف في الاحكام بما في مسند الفردوس عن ابن عباس مرفوعا اختلاف اصحابي لكم رحمة لان في
المدخل للبيهقي عن عمر بن عبد العزيز قال ما يسرني ان اصحاب محمد صلى الله عليه وسلم لم يختلفوا لانهم لو لم يختلفوا
لم تكن رخصة واخرج البيهقي في حديث لابن عباس رضي الله عنهما قال فيه ان اصحابي بمنزلة النجوم فايما اخذ بقوله
به اهتديتم واختلاف اصحابي لكم رحمة قلت واختلاف الصحابة هو منشاء اختلاف الامة
ولما اراد هارون الرشيد حمل الناس على مؤطاء الامام مالك كما حمل عثمان الناس على القران قال
له مالك ليس الى ذلك سبيل لان اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم افترقوا بعده في الامصار
فحدثوا عند اهل كل مصر علمه وقد قال صلى الله عليه وسلم اختلاف امتي رحمة وهذا كالصريح في ان المراد
الاختلاف في الاحكام قال السيد علي السمهودي رحمه الله وقال الكمال في فتح القدير في باب الاعتكاف ان الله

دوست رکھتی تھی اون باتون کو جو ہلکی ہون امت پر صحیح بخاری مین حضرت عائشہ رضی سے روایت ہے کہ دوست رکھتی تھی ہلکی باتون کو
امت سے اور ایک روایۃ مین امت کی تفصیل بھی آئی ہے اور ذکر کیے ہین علمانے بہت حدیثین اسی مین مین کہتا ہون کہ اور دلیل یہی ہے سبب قول کے
کہ اللہ ارادہ رکھتا ہے تمہارے حق مین آسانی اور نہین ارادہ رکھتا تمہارے حق مین سختی اور روایت کی بخاری اور مسلم نے اول حدیث
کہ بھیجے گئے ہو تم آسانی کرنیوالے اور سخت گیر نہین بھیجے گئے اور امام احمد نے سند صحیح سے روایت کیا ہے کہ اچھا دین تمہارا وہ ہے
جو سہل تر ہے اور روایت کیا شیخ نصر مقدسی نے کتاب الحجۃ مین مرفوع آنحضرت کا یہہ فرمانا کہ اختلاف میری امت کا رحمت ہے اور نقل
کیا اسکو ابن اثیر نے امام مالک کا قول اپنے جامع کے مقدمہ مین اور بیہقی کی مدخل مین قاسم ابو محمد سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم کی امت کا
اختلاف رحمت ہے اور بعضون نے یہہ جو لکھا ہے کہ اس اختلاف سے احکام مین اختلاف مراد ہے اسکو غلبہ ہے بسبب اس روایت کی جو فردوس
حضرت ابن عباس سے مسند فردوس مین آئی ہے کہ اختلاف میری صحابہ کا رحمت ہے کیونکہ بیہقی کی مدخل مین ہے کہ عمر بن عبد العزیز نے کہا کہ مجھے
یہہ بات اچھی نہین لگتی ہے کہ آنحضرت صلعم کی اصحاب باہم اختلاف نکرتی اسلئے کہ اگر وہ اختلاف نکرتی تو رخصت کہان سے آتی اور روایت کی بیہقی نے ابن عباس کی
حدیث مین آنحضرت صلعم کی یہہ تقریر کہ آپنے فرمایا کہ میری اصحاب مثل تارونکی ہین جسکی قول پر تم عمل کروگے ہدایت پاؤگے اور میرے صحابہ کا اختلاف
تمہارے لئے رحمت ہے مین کہتا ہون کہ صحابہ کی ہی اختلاف سے امت کا اختلاف پیدا ہوا ہے اور جسوقت ہارون رشید نے لوگونکو امام مالک کے
مؤطا پر عمل کرانا چاہا جیسا کہ حضرت عثمان رضہ نے لوگون کو قرآن کی عمل پر آمادہ کیا تو امام مالک نے ہارون رشید سے کہا کہ یہہ بات نہین ہوسکتی ہے اسسبب سے

يحب الاناة والرفق فی کل شیء حتی طلبه فی المشی الی الصلوة وان کان ذلک یفوت بعضها معه بالجماعة وکره الاسراع وتمنی عنه وان کان عصد الطا کلها بالجماعة تحصیلا لفضیلة الخشوع اذ هو یذهب بالسرعة انتهی قلت وهو معنی حدیث فی الجامع الصغیر للسیوطی عن عمر مرفوعا افضل امتی الذین یعملون بالرخص انتهی اور کہا سید بادشاه شارح تحریر نے وما نقل عن ابن عبد البر من انه لا یجوز للعامی تتبع الرخص اجماعا فلا نسلم صحة النقل عنه ولو سلم فلا نسلم صحة دعوی الاجماع کیف وفی تفسیق متتبع الرخص روایتان عن احمد وحمل القاضی ابو یعلی الروایة المفسقة علی غیر متاول ولا مقلد انتهی کذا فی العقد الفرید للعلامة الشرنبلالی اور کہا فاضل بہاری نے مسلم میں وما عن ابن عبد البر انه لا یجوز للعامی تتبع الرخص اجماعا فاجیب بالمنع اذ فی تفسیق متتبع الرخص عن احمد روایتان انتهی اور کہا بحر العلوم نے شرح مسلم میں اذ فی تفسیق متتبع الرخص عن الامام احمد روایتان فلا اجماع ولعل روایة التفسیق انما هی فیما اذا قصد التلهی لا غیر فقط انتهی اور کہا فاضل قندهاری نے منتخب میں قال ویتخرج منه جواز اتباع رخص المذاهب ولا یمنع منه مانع شرعی اذ للانسان ان یسلک الاخف علیه اذا کان له سبیل الیه بان لم یکن عمل باخر فیه وکان علیه والد الصلوة والسلام یحب ما خفف علیهم فی التقریب اخرجه البخاری عن عائشة رض

کر بعد آنحضرت صلعم کے انکی صحابہ شہروں میں پھیل گئے اور ہر شہر والونکو ہر ایک نے اپنے علم کی روایت کی اور آنحضرت نے فرمایا ہی کہ میری امت کا اختلاف رحمت ہی تو یہہ مذہب صحیح کی ہوگیا ایسا ہیں کہ مراد اختلاف سی احکام کا اختلاف ہی سید سمہودی نے انکو کہا اور کمال الدین ابن ہمام نے فتح القدیر کی باب اعتکاف میں کہا کہ اللہ تعالیٰ نرمی کو ہر کام میں پسند کرتا ہے یہانتک کہ اوسکو نماز کی طرف جانے میں بھی پسند کیا ہے اگرچہ اوس سبب سے جماعت ذرا دیر میں ہیچ پڑجاتی تو خیر اور جلدی مکروہ ہی اور اوس سے نہی آئی ہے اگرچہ اوس جلدی سے وہ جاننے والے فضیلت پوری نماز کی حاصل کیون نہو اور یہہ حضور قلب کے لئے ہے کہ وہ جلدی میں نہیں ہوتا ہو چکی عبارت فتح القدیر کی میں کہتا ہوں کہ یہی معنی ہیں اوس حدیث کی جو جامع صغیر سیوطی میں عمر رض سے مرفوع آئی ہے کہ اچھے لوگ میرے امت کے وہ ہیں کہ رخصتوں پر عمل کرتے ہیں ہو چکی عبارت شرح تحریر کی اه اور وہ جو ابن عبد البر سی نقل کیا گیا ہے کہ عامی کی لئی رخصتونکا ڈھونڈھنا بالاجماع جائز نہیں ہے تو اول تو اس نقل کو صحیح ہم نہیں مانتے اور اگر صحیح ان ہی لیوین تو دعوی اجماع کا نہیں مانتے کس لئے کہ امام احمد سے رخصتونکی ڈھونڈھنی والیکی فاسق ہونی کی باب میں دو روایتین ہین اور ابو یعلی نے روایت فسق کو غیر متاول اور بی پابند تقلید پر حمل کیا ہے شرنبلالی کی عقد الفرید میں یونہیں ہے اه اور وہ جو ابن عبد البر سی منقول ہی کہ عامی کی لئی جائز نہیں ہے رخصتونکا ڈھونڈھنا بالاجماع تو اسکا جواب دیا گیا ہی کہ ہم دعوی اجماع کو نہیں مانتے اسلئی کہ فاسق ہونی میں رخصتونکی ڈھونڈھنی والیکی امام احمد سی دو روایتین ہین ہو چکی عبارت مسلم کی اه اسلئی کہ رخصتونکی ڈھونڈھنیوالیکی فاسق ہونی میں امام احمد سی دو روایتین ہین تو اجماع نرہا اور شاید کہ روایت فاسق بتانیکی اوس صورت میں ہی جب لہو و لعب کا محض قصد ہو ہو چکی عبارت شرح مسلم کی اه کہا فاضل قندهاری نے کہ نکلتا ہے اس سے جایز ہونا مذہب کے رخصتوں پر چلنا اور اس سے کوئی مانع شرعی منع نہیں کرتا کیونکہ آدمی کو روا ہے کہ اپنے اوپر سہل طریقہ کو اختیار کری جو ممکن ہو سکی اور یہان ہو اس طرح پر کہ عزیمت پر عمل نکر چکا ہو اور آنحضرت صلعم امت پر ہلکی بات کو دوست رکھتے تھے تقریب میں ہی روایت کی بخاری نے عائشہ رض سے

لفظ عليهم وفي لفظ ما يخفف عنهم اي عن امته ويدل عليه عدة احاديث صحيحة لكن ما عن ابن عبد البر لا يجوز
للعامي تتبع الرخص اجماعا ان صح احتاج الى جواب ويمكن ان يمنع صحة دعوى الاجماع اذ في تفسيق متتبع الرخص
عن احمد روايتان وحمل القاضي ابو يعلى الرواية المفسقة على غير متاول ولا مقلد وفي روضة النووي انه لا تفسيق
اور ابن امیر حاج مقابل میں روایتی کی جو اوس تتبع رخص سے منع کیا ہے فرماتے ہیں وتعقب هذا اي منع الروياني من تتبع
الرخص بانه ان اراد بالرخص ما ينقض فيه قضاء القاضي وهو ربعة ما خالف الاجماع او القواعد او النص او القياس الجلي
فهو حسن متعين فان ما لم نقره مع تاكده بحكم الحاكم فاولى ان لا نقره قبل ذلك وان اراد بالرخص ما فيه
سهولة على المكلف كيف ما كان يلزمه ان يكون من قلد الامام مالكا في المياه والارواث وترك الالفاظ في العقود مخالفا لتقوى الله
وليس كذلك انتهى ما قال ابن امير الحاج في شرح التحرير كذا في العقد الفريد للشرنبلالي اور ایسا ہی قرافی نے بھی مقابل رویانی کی ہو کر اونکی
منع کو تتبع رخص سے رد کر دیا ہے چنانچہ تقریر میں مصنف علامہ یون فرمایا ہے وتعقبه القرافي الاخير بانه ان اراد بالرخص ما
ينقض فيه قضاء القاضي فحسن متعين وان اراد ما فيه سهولة على المكلف كيف ما كان يلزم ان يكون من قلد
مالكا في المياه والارواث مخالفا لتقوى الله تعالى وليس كذلك انتهى كذا نقله الفاضل القندهاري في المغتنم دوسرا جواب یہہ ہے
کہ ہمنے فرض کیا کہ تتبع رخص ممنوع ہے لاکن اس سے یہہ کہان لازم آتا ہے کہ تقلید مجتہد معین کی وجوب ہو جاوے کیا عدم تعیین مذہب کو تتبع
رخص لازم ہی اور احتمال او در فن جیسا کہ مولف کہتا ہے اوس سے وجوب تعیین ثابت نہین ہو جاتا مثلا ایسے شخص کے حق مین جو ایک مذہب معین کی
کراہت پر ہوگی یا کو دوست رکہتے تھے اور ایک روایت مین بہت سی آیا ہے اور اس مضمون پر چند حدیثین صحیح دلالت کرتی ہین لیکن وہ جو ابن عبد البر سے منقول ہے
کہ باجماع عامی کو رخصتونکا ڈہونڈنا نہین جایز ہے اگر یہہ بات درجہ صحت کو پہونچ جاتی تو جواب ہی کی احتیاج پڑیگی تو ممکن ہے کہ دعوی اجماع کی
صحیح ہونیکو منع کیا جاوے اسلئے کہ فاسق بتانے مین رخصتونکے ڈہونڈنیوالیکی امام احمد سے دو روایتین ہین اور حمل کیا ہے قاضی ابو یعلی نے
روایت فاسق بتانیکو اوس شخص پر جو تاویل کرنیوالا نہو یا پہلے کسیکی تقلید کیا ہو اور روضۂ نووی میں ہے کہ فاسق بتانا ثابت نہین ہے ص ۱۵ اور رویانی
نے رخصتونکے ڈہونڈنے پر مخالفت جو کی ہے اوسپر یون اعتراض کیا گیا ہے کہ اگر اوسنے رخصتون سے وہ مسائل ارادہ کئے ہین جسمین قاضی
کی قضا ٹوٹ جاتی ہے اور وہ چار موقع ہین یا تو مخالف اجماع کی ہو یا قواعد شرعیہ کی یا نص کے یا قیاس جلی کی تو یہہ خوب ٹہری ہوئی بات ہے
کیونکہ جس چیز کا باوجود مضبوط ہو جانے حکم حاکم کی ہم اقرار نہین کرتے تو اوس سے پہلے اولی ہے کہ ہم اقرار نکرین اور اگر رخصتون سے مکلف کی آسانی
ارادہ کیا ہے جسطرح سے ہو تو اوسپر لازم آتا ہے کہ جسنے پانی اور لید وغیرہ مین امام مالک رح کی تقلید کرلی اور الفاظ مشہورہ کو عقود مین ترک کیا تو مخالف
اللہ کے خوف کی ہوگیا اور ہرگز یون نہین ہے ہو چکی وہ عبارت جو ابن امیر حاج نے شرح تحریر مین کہا یونہین ہے عقد الفرید مین ص ۹۲ اور ایسا
کہا ہے قرافی نے اخیر مین اسطرح کہ اگر ارادہ کیا ہے رخصتون سے وہ مسائل جسمین قاضی کی قضا ٹوٹتی ہے تو یہہ خوب ٹہری ہوئی بات ہے اور اگر
سہولت کو ارادہ کیا ہے تو کیونکر لازم آتا ہے کہ جسنے پانی اور لید کی طہارت وغیرہ مین امام مالک کی تقلید کرلی تو اللہ کی خوف کی مخالف ہوگیا
ہرگز یون نہین ہے ، ہو چکی عبارت تقریر کے اسیطرح مغتنم مین فاضل قندہاری نے نقل کیا ہے ؛

تقلید تو نہین کرتا اور چارون مذہب کی عزائم مسائل کو حوادث مختلفہ مین عمل مین لاتا ہے یہہ وجہ چوتھی جو بنی احتمال پر ہے اسطرح جاری ہوگی فتدبر **قال** پانچوین وجہ یہہ ہے کہ تقلید بطریق تعین کی جائز ہے بالاجماع اور تقلید بدون تعین کے مختلف ہے درمیان علمار کی **اقول** غرض اسکی اس قول سی یہہ ہے کہ تقلید بطریق تعین جسکا جواز مجمع علیہ ہے ایک بری الذمہ ہوسکتی ہین نہ غیر معین کہ وہ مختلف فیہ ہی تو جواب اسکا بہت ظاہر ہے اسلیے کہ کلام اوس تعین تقلید مین ہے جو بنظر وجوب کے ہو جیسا کہ مولف دعوی کرتا ہے اور اسکی جواز پر اجماع ہونی کی کیا معنی جبکہ باعتبار عقیدہ اور کبھی وجوب شرعی کے بدعت ہونا اوسکا سابق مین چارون دلیلون اور تینتیس روایتون سی ثابت ہوچکا ہے **قال** اور وجہ چھٹی یہہ ہے کہ تقلید بدون تعین کے کھولنا دروازہ فساد کا ہے دین مین اور بند کرنا دروازہ فساد کا واجب ہے بالاجماع **اقول** مقدمہ اولی اسکا مردود ہے بلکہ تقلید بدون تعین کی عین مصلحت پر مشتمل ہے اور محافظ ایمان ہے ساتھ خدا اور رسول کی اور مانع ہی اشراک فی الحکم سی اور تقلید بطریق تعین کی بزعم وجوب راس المفاسد ہے اور منجر ہوتی ہے طرف شرک کی جیسا کہ آج کل کے بعضے لوگ اسی تقلید معین کے التزام سے مشرک ہو رہے ہین کہ مقابل مین روایت کیا انکی اگر حدیث صحیح پیش کرو تو نہین مانتے بعضے تو یہہ عذر کرتے ہین کہ ہمارا منصب یہہ نہین کہ حدیث کو سمجہین حلوا خوردن را روئی باید باوجود اسکی کہ یہہ لوگ اپنے مذہب کے موافق حدیثون کو سمجہتے ہین اور حدیث کی کتابون کا ترجمہ کرتے ہین اور بعضی تاویلین کرتے ہین اور شرک ہونا ایسی تقلید کا سابق مین مدلل بدلائل بیان ہوچکا ہے وہان پر دیکھنا چاہیے تو کہو کہ تقلید بدون تعین مذہب معین کے کھولنا دروازہ فساد کا ہے یا تقلید بتعین ایک مذہب کے بزعم وجوب متضمن فساد ہے اور اختیار کرنے مین تقلید غیر معین کی دروازہ فساد کا بند ہوتا ہے یا تقلید معین مین **قال** اور چوتھی دلیل یہہ ہے کہ جبکہ ہوئی تقلید غیر معین ایسے جو اوپر گذر گئی تو اقل مرتبہ یہہ ہے کہ ہوگی مرجوح **اقول** جبکہ تقلید معین وجوبا کا بدعت ہونا ثابت ہوگیا تو اسکی راجح ہونی کی اور غیر معین کی مرجوح ہونی کے کیا معنی یہہ بات تو ظاہر ہے ہی لیکن اس مقام مین قابل اعلام اور تنبیہ کے یہہ بات ہے کہ اس دلیل کے قبل کوئی دلیل پہلی اور دوسری اور تیسری نہین گذری ہے اسلیے کہ مولف نی پہلی اس سے تین باتین اپنے دعاوی اجماع سی استنباط کر کی بیان کین تہرا دی اور تیسری بات اگرچہ ان معنی پر متضمن ہے لاکن وہ ایک ہے نہ تین پہر اس دلیل کو جو حضرت مولف دلیل چوتھی فرماتی ہین اس سی معلوم ہوا کہ یا تو ایسے جاہل ہین کہ ایک دو تین چار کی گنتی سے ناواقف ہین اور یہہ نہین جانتے کہ چار کے پہلے تین درجے احاد اعداد کے بہی ہوا کرتی ہین اور یا جہوٹہہ کہہ دیا کہ چوتھی دلیل تا کہ عوام معلوم کرین کہ اس سے پہلے تین دلیلین گذر چکی ہین اور بتعداد دلائل ثابت ہو **قال** اور پانچوین دلیل یہہ ہے کہ جبکہ ہوئی یہہ تقلید غیر معین مرجوح تو ترک کرنا اوسکا واجب ہوا ساتہہ قول اللہ تعالی کے ولكل وجهة هو موليها فاستبقوا الخيرات[1] اور ساتہہ قول اللہ تعالی کے ويسارعون في الخيرات[2] **اقول** جواب اسکا بہی ظاہر ہے کہ تقلید بطریق عدم تعیین کے بہی ہی سبیل مومنین کے یعنے صحابہ اور تابعین اور مجتہدین کے اور تقلید معین بزعم وجوب بدعت ہے اور مخالف کتاب اللہ کے اور حدیث

---

[1] اور ہر کسی کی لیے ایک طرف ہے کہ وہ اوسکی طرف متوجہ ہوتا ہے سو تم بہلائی کی طرف دوڑو ۱۲ [2] دوڑ دوڑ لیتے ہین بہلائیان

رسالے تسکا اصل موضوع اتباع تبع رسالی کی افراد مسکا یہی ہتا دلیل کی ترک کر لیکا دیر متوجہ کیونکر ہو سکتا لاکن ایک بیان ہر سرحق قابل تنبیہ ہے کہ جناب مولف نے
ترک امر مشروع کو غیر ٹہرا کر جو آپ کہا اور اس آیت سی جو کہ گذری ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ جناب مولف کی نزدیک سو جو غیر ہے خواہ
وہ سنت ہو خواہ مستحب ہو مطلب تب ہے بحکم اس آیت کے اور مستحب اور واجب مین فرق کرنا بسبب اجماع امت کا ہی یہہ سبب ہے
مضے ہے حالانکہ یہہ بات زمانہ رسول اللہ سے لیکر آجتک کسی مسلمان نے خواہ وہ جاہل ہو خواہ عالم نہین کہی ہے الٰہی جو
شخص نے یہ بات کو سنا ہوگا وہ سوائی قہقہہ کی کچھہ جواب نہین دیگا تو ناظرین **تنویر الحق** کے اگر اس دلیل پر جناب مولف کے
ہی مطلع ہو کر اونکی لیاقت سی مطلع ہوں تو خدا سا فضہ **قال** چھٹی دلیل الی آخرہ **اقول** مدار اس دلیل کا مقدمہ
سے کہ تقلید غیر معین سے عہدہ تکلیف سی براءۃ نہین ہوتی اور تم خوب دیکہہ چکے ہو کہ تقلید غیر معین ہی سبیل مومنین کی
راہ ہے صحابہ سے لیکر زمانہ صاحب مذہب تک اور خلاف اسکا بدعت ہی پہر کسطرح عہدہ برائی نہوگی تقلید غیر معین سی **قال** الرابع
طریقہ دوسرا الخ اقول مدار اسکا اس مقدمہ پر ہے کہ اپنا اپنا مذہب غالب ظن سے احسن ہوتا ہے مذہب غیر سے جیسا کہا ہی علامہ نسفی نے
تو جواب اسکا یہہ ہے کہ یہہ قول نسفی کا مقبول ہے بظاہر معنی اور ہر متعلد کی یہہ شان نہین کہ اپنے مذہب کو غیر مذہب سے بہتر سمجھہ رکھی بلکہ
اوسکی نزدیک سب ائمہ حق مین برابر ہین چنانچہ تحقیق اسکی بوجہ بسط مقدمہ سادسہ مین متعلقات دلیل اول سی اور بر بطلان تقلید معین
برہم جو ب کی گذر چکی ہی شائق کو چاہیئے کہ وہان یہہ دیکھی **قال** طریق تیسرا الخ اقول اس طریق کا مبنی کئی امر ہین ایک تو
بطلان حکم مخالف ملائیۃ الاربعہ ہے اور ایک امتناع رجوع بعد العمل اور ایک امتناع تتبع رخص سو ان تینون امرون کی تحقیق مع
بسط علیحدہ علیحدہ گذر چکی ہے اور ثابت ہو چکا ہی کہ یہہ امور اولاً تو باطل ہین اور ثانیاً باوجود تسلیم صحت انکی کی مستلزم وجوب تعیین
مذہب معین کی نہیں ہوتی اور ایک معنی جدید اس طریق کا یہہ ہے کہ حکم ملفق باطل ہے بالاجماع تو بنا بر اس معنی کی تقریر اس
طریق کی قطع نظر صحت اور غلطی سی یہہ ہوگی کہ تلفیق باطل ہے بالاجماع پس تقلید ایک مذہب کی متعین ہوگئی تو جواب اسکی دو ہین
اول یہہ کہ تلفیق امر مختلف فیہ ہے بعضی کہتے ہین جائز ہے اور بعضون کی نزدیک باطل ہے تو جسنے کہ بالاجماع باطل کہا ہی تو یہ دعوی
اوسکا مردود ہے سیو طی **محطاوی** نے کہا ہے قولہ باطل بالاجماع لعلہ لم یعتبر القول بجوازہ انتہی یعنی شاید کہ
اجماع کی نی قول جواز کو خیال نہین کیا اور بحر کہا وھو باطل خلافا لابن الھمام افادہ ابو السعود انتہی اور جبکہ دعوی مدعی اجماع کا
مردود ہوا اور حکم ملفق مختلف فیہ ہوا تو اب ہم دعوی کرتے ہین کہ جواز ہے تلفیق کا محقق ہے اور یہی مدلل بدلائل ہے اور
مختار ہے محقق ابن الہمام کا اور سید **بادشاہ شارح** تحریر کا اور خاتم المتاخرین ابن نجیم صاحب بحر کا اور بعض ائمہ کا علماء خوارزم سے
اور اون سب علماء کا جو فتوی دیتے ہین علی الغائب بصحۃ النکاح بعبارۃ النساء تجویز کرتے ہین بلکہ ثابت ہے جواز اسکا امام ابو یوسف رحمہ
کے فعل سے کہا ستا ہے نے رسالہ مع التوفیق لاہل وجہ الاستدلال مین ویمکن ان یوخذ صحۃ الاستدلال من قول ابی یوسف رح
وصحۃ البیع بغبن فاحش بقول ابی حنیفۃ رح بناء علی جواز التلفیق فی الحکم بین القولین قال فی الفتاوی البزازیۃ من کتاب الصلوۃ

ف اور ہو سکتا ہے کہ صحت مستند ال قول الامام ابو یوسف رحمہ کو لیا جاوے اور صحت بیع غبن فاحش سے کا امام ابو حنیفہ کی قول پر تلفیق جائز ہونی کی بنا پر تو اس میں کہا تھا

من فصل زلة القارى ومن علماء خوارزم من اختار عدم الفساد بالخطاء فى القراءة اخذا بمذهب الامام الشافعى فقال
اليا قوجى مذهبه من غير الفاتحة فقال لليا قوجى اخذت من مذهبه الاطلاق وتركت القيد لما تقرر فى كلام محمد ان المجتهد يتبع
الدليل لا القائل حتى صح القضاء بصحة النكاح بعبارة النساء على الغائب انتهى وما وقع فى اخر التحرير من منع التلفيق فانما عزاه
الى بعض المتاخرين وليس هذا المذهب انتهى كلام صاحب البحر الرائق اور كہا سید بادشاہ نے شرح تحریر میں واعترض عليه بان بطلان الصورة
المذكورة عندهما غير مسلم فان مالكا لم يقل ان من قلد الشافعى فى عدم الصداق ان نكاحه باطل ولم يقل الشافعى ان من قلد مالكا فى عدم الشهود
ان نكاحه باطل انتهى واورد عليه ان عدم قولهما بالبطلان فى حق من قلد احدهما وراعى مذهبه فى جميع ما يتوقف عليه صحة العمل وما
نحن فيه من قلدهما وخالف كلا منهما فى شئ وعدم القول بالبطلان فى ذلك لا يستلزم عدم القول به فى هذا وقد يجاب عنه بان
الفارق بينهما ليس الا ان كل واحد من المجتهدين لا يجد فى صورة التلفيق جميع ما شرط فى صحتها بل يجد بعضها دون بعض وهذا
الفارق لا يصلح ان يكون موجبا للحكم بالبطلان وكيف يسلم المخالفة فى بعض الشروط اهون من المخالفة فى الجميع فيلزم الحكم بالصحة
بالاهون بالطريق الاولى ومن يدعى وجود فارق اخر ووجود دليل اخر على بطلان صورة التلفيق على خلاف الصورة الاولى فعليه
بالبرهان فان قلت لا نسلم كون المخالفة فى البعض اهون من المخالفة فى الكل لان المخالف فى الكل يتبع مجتهدا واحدا فى جميع ما يتوقف
عليه صحة العمل وههنا لم يتبع احدا قلت هذا انما يتم لك اذا كان معك دليل من نص او اجماع او قياس قوى يدل على ان العمل اذا كان

زلۃ القاری کی فصل میں اور علماء خوارزم میں سے وہ علما بعضے ہیں جنہوں نے اختیار کیا ہے عدم فساد نماز کا قراءۃ کی خطا سے امام شافعی کے
مذہب کا عملدرآمد کر کے تو ایسے عالم سے یا قوجی نے کہا کہ مذہب شافعی کا فاتحہ کی سوا میں ہے تو اونہنے یا قوجی کو جواب دیا کہ مینے
امام شافعی کے مذہب کو مطلق لے لیا ہے اور فاتحہ کی قید چھوڑ دے ہے چنانچہ ٹھہر گیا ہے امام محمد کی قول میں کہ مجتہد دلیل کا پیرو
ہوتا ہے نہ کہنے والیکا یہانتک کہ صحیح ہے حکم صحت نکاح کا غائب پر بموجب بیان عورتونکی اور وہ جو آخر تحریر میں منع تلفیق
کی بحث واقع ہوئی ہے تو وہ بعضے متاخرین کی طرف صاحب تحریر نے منسوب کی ہے اور یہ مذہب نہیں ہے ہوچکا کلام بحر الرائق کا
اور اعتراض کیا گیا ہے اسپر سطر سے کہ باطل ہونا صورت مذکور کا اون دونو کے نزدیک غیر مسلم ہے کیونکہ امام مالک نے
نہیں کہا کہ جسنے امام شافعی کی تقلید کر کے بلا مہر کے نکاح کر لیا تو نکاح اوسکا باطل ہے اور امام شافعی نے نہیں کہا کہ جو امام
مالک کی تقلید کر کے بے گواہوں کے نکاح کر لیا تو نکاح اوسکا باطل ہے ہوچکی عبارت اعتراض شرح تحریر کی اور اعتراض کیا گیا ہے اسپر یون
کہ اون دونو کا باطل کہنا اوسکی حق میں ہے جو ایک کی تقلید کر کے مذہب کے تمام ضروری باتونکی رعایت رکھی اور اس صورت میں
جسمیں ہمارے تمہارے بحث ہے باطل کہنا لازم نہیں اور کبھی جواب اس اعتراض کا یون دیا جاتا ہے کہ ان دونوں میں فرق فقط یہ
کہ کوئی مجتہد صورت تلفیق میں اپنے مذہب کے صحت کے سارے شرطیں نہیں پاتا بلکہ بعضے پاتا ہے بعضے نہیں اور یہ فرق ہم نہیں مانتے
کہ باطل ہونیکا سبب ہو سکی اور کیونکر مانا جاوے حالانکہ مخالفت بعض شرطوں میں سہل ہے پوری مخالفت سے تو لازم آئیگا حکم صحت کا دینا سہل پر بطریق اولی اور جو
شخص دعوے رکھتا ہے کہ اور بھی فرق ہے تو اوسپر دلیل لازم ہے پھر اگر کوئی کہے ہم نہیں مانتے کہ بعضی باتونکی مخالفت پوری مخالفت سے سہل ہے کیونکہ پوری

شروط يجب على المقلد ههنا اتباع مجتهد واحد فى جميع ما يتوقف على ذلك فأت به ان كنت من الصادقين انتهى كلامه. كما مر من قول الغير اعلم ان الملا حسن الشرنبلالى يدعى خلاف ما ادعاه السيد بادشاه فقد نقل كلام السيد فى رسالته العقد الفريد ثم اورد عليه كلاما طويلا لكن مبنى جميع ذلك على الاجماع المركب للائمة الاربعة وقد رايت فساده وما اورد على سند منعه بوجوه الفارق من انه مع التلفيق لا نجد شيئا نحكم عليه بالصحة او الفساد وادعاء اهونية التقليد فى البعض من الكل يستلزم وجود موصوف ليقال بوصفه بالاهونية ولا وجود لشئ حالة التلفيق فانتفى ادعاء الاهونية فلا نحتاج لاقامة دليل من نص او اجماع او قياس على منع التلفيق انتهى ايراده فلا يخفى انه باطل صريحا وبعيد من شانه كل البعد ومصادرة على المطلوب اذ لا يخفى على من له ادنى مسكة ان مناط الايراد على انه لا وجود لشئ حالة التلفيق وهو عين الدعوى اعنى بطلان التلفيق فكيف يصلح لكونه دليلا ومنع السيد رحمه الله ليس الا اياه ولا يطلب السيد الا الدليل من نص واجماع او قياس قوى الا على هذا فكيف الاستغناء للمورد من اقامة الدليل كما قال لا نحتاج لاقامة الدليل من نص او اجماع الخ فالقول قول السيد بادشاه من جواز التلفيق والله اعلم بما هو التحقيق اور کہا مولنا المحقق ابن الملا فروخ المکی الحنفی نے قول سدید میں

مخالفت میں ایک مجتہد کی مذہب کے سارے شرطین ہیں اور یہان ایک کی بہی شرطین نہیں مین جواب دونگا کہ یہ بات تو جب ہوے کہ تیری پاس آیۃ یا اجماع یا قیاس قوی بی ایسی دلیل ہو کہ دلالت کرتی ہو اسپر کہ کسی عمل کے لئے جب شرطین ہوان تو مقلد پر واجب ہے کہ اون سب شرطون مین ایک مجتہد کی پیروی کرے اگر سچا ہے تو وہ دلیل لا ہو چکا کلام سید کا اور آمد یکا کلام بہی اسی مضمون کا گذر چکا ہی جان ناچاہیے کہ ملا حسن شرنبلالی سید کی خلاف کا مدعی ہے اسلیے اپنے رسالہ عقد الفرید مین سید کا کلام نقل کیا پہر اوسپر بڑا لنبا اعتراض کیا ہے لیکن مبنے اون سب کا ائمہ اربعہ کا اجماع مرکب ہے اور اوسکا فساد تجہی معلوم ہو چکا اور رد جو حاشیہ کی سند پر اور فارق ہونیکا اعتراض کیا ہے اسطرح کہ تلفیق مین کوئی چیز نہین پاتا کہ اوسپر صحت اور فساد کا حکم لگایا جاوے اور یہہ دعوا کہ مخالفت بعض کے ساتہہ بہ نسبت مخالفت پوری کی سہل ہے یہہ کسی موصوف کو چاہتا ہے تا کہ سہل ہونیکی صفت اوسکی متعلق کیجاوے اور حالت تلفیق مین کوئی چیز نہین ہے اسلیے سہل ہونیکا دعوے جاتا رہا سو ہمین کسی دلیل کی حاجت نہین آیۃ اور اجماع سی تلفیق کے منع پر ہو چکا اعتراض سو پوشیدہ نہین کہ یہہ صریح باطل ہے اور معترض کی شان سی بہت بعید ہے اور مطلوب پر مصادرہ ہے کیونکہ جسے کچہہ بہی سمجہہ ہے اوسپر پوشیدہ نہین کہ مدار اعتراض کا اسپر ہے کہ حالت تلفیق مین کوئی چیز نہین ہے اور وہ عین دعوے ہے یعنے باطل ہونا تلفیق کا سو یہہ کیونکر دلیل ہو سکتا ہے اور منع کرنا سید کا اسی سی لگتا ہے اور سیپر آیۃ اور اجماع اور قیاس قوی سی سید نی دلیل طلب کی ہے تو اب اعتراض کرنیوالے کو دلیل سے بے پروا کیونکر ہو سکتی ہے کہ اوسنی کہدیا کہ ہمین دلیل قایم کرنیکی آیۃ اور اجماع سے حاجت نہین الخ مقولہ تک سو اب بات تو سید ہی کی بات ہے کہ تلفیق جائز ہے آگے اللہ جانی

ثم استفاض عند فضلاء العصر منع التلفيق في التقليد وذلك بان يعمل مثلا في بعض اعمال الطهارة والصلوة
واحدهما بمذهب امام وفي البعض بمذهب امام آخر ولم اجد على امتناع ذلك برهانا بل قد
اشار الى عدم منعه المحقق ابن الهمام في التحرير وانه لم يدل ما يمنع منه ونقل منع التلفيق عن بعض
المتاخرين قال شارح تحريره العلامة ابن امير الحاج هو العلامة العراقي انتهى قلت وهو من فضلاء الاصوليين
من المالكية ولا علينا ان ناخذ بقوله خصوصا قد وجدت عن بعض ائمتنا ما يدل على جوازه بل وقوعه وهو ما نقل
في البزازية ان من علماء خوارزم يعني من اصحابنا من اختار عدم فساد الصلوة بالخطاء في القراءة فيها اخذا بمذهب
الامام الشافعي فقيل له مذهبه في غير الفاتحة فقال اخترت من مذهبه الاطلاق وتركت القيد لما تقرر في كلام
محمد رح ان المجتهد يتبع الدليل لا القائل حتى صحح القضاء بصحة النكاح بعبارة النساء على الغائب انتهى نقل
عنها العلامة خاتم المتاخرين ابن نجيم في بعض رسائله في الوقف فانظر حيث لفق بان اخذ بمذهبه اي بمذهب نفسه الحنفي
في ان الفاتحة ليست بركن فلا يضر نقصان بعضها فيما اخطأ فيه يعني اخطأ خطأ فاحشا بان قال مثلا اياك نفعل
واياك نستعين لسبق اللسان فاخطأ فان الفاتحة نقصت بلفظ نفعل فلم يجز صلوته على مذهب الشافعي ما لم يعد
قراءة نعبد فاذا اعادها صحت ولم تفسد صلوته عنده بهذا اللفظ لان عنده الكلام الخطاء لا يفسد اذا كان قليلا

؎ مشہور ہوگیا علما آخر زمانہ میں تقلید میں تلفیق کا منع ہونا اور اسکی صورت یہہ ہے کہ عمل کرے بعضے عملوں وضو اور غسل میں اور
نماز میں یا انہیں سی ایک سے چیز میں ایک مذہب کے موافق اور اور بعضے چیزوں میں دوسرے امام کے موافق اور مینے اسکی منع پر کوئی دلیل
نہیں پائی بلکہ اوسکی منع نہونی پر تحریر میں ابن ہمام نے اشارہ کیا ہے چنانچہ کہا ہے کہ درایت نہیں ہوتا کہ تلفیق سی کونسی چیز منع کرتی
ہے ہان بعضی متاخرین کو ان سے اوسکا منع ہونا نقل کیا ہے کہا علامہ ابن امیر حاج نے کہ وہ متاخر علامہ عراقی ہے مین کہتا ہون کہ وہ عراقی
مالکیون میں کا ایک فاضل اصولی ہے تو ہمپر ضرور نہیں کہ اوسکا قول اپنا عمل درآمد ٹھہراوین خصوصا اوس حالت مین کہ پایا ہے اپنے مذہب کے
بعضے اماموں سے وہ کلام جو دلالت رکھتا ہے اوسکی جائز ہونی بلکہ واقع ہونی پر اور وہ وہ ہے جو بزازیہ میں نقل کیا کہ خوارزم کی علمای حنفی
نے نہ فاسد ہونا نماز کا بسبب غلطی قرارت کی خلاصی امام شافعی رح کا مذہب اختیار کرکے سو جب اون سے کہا گیا کہ امام شافعی رح کا تو
یہہ مذہب الحمد کی سوای قرات میں ہے تو جواب دیا کہ اختیار کیا ہے مینے اونکی مذہب کو بلا قید اور قید الحمد کو چھوڑ دیا ہے چنانچہ امام محمد رح کے
کلام میں یہہ بات ٹھہر چکی ہے کہ مجتہد دلیل کا پیرو ہوتا ہے نہ پر کہنے والیکا یہانتک کہ عورتونکی بیانپر غائب پر نکاح صحیح ہوجاتا ہے
نقل کیا اسکو ابن نجیم نے اپنے بعض رسالہ میں سو دیکھہ کہ کیسی تلفیق ہولی کہ اپنے مذہب حنفی سی یہہ لیا کہ الحمد رکن نہیں ہے تو ضرر نہیں
پہونچاتا جبکہ اوسمین کچھہ مریم نقصان پڑجائی مثلا تیزی زبان سی ایاک نفعد وایاک نستعین کہدے تو خطا کیا سوالحمد کا لفظ
نفعد کے رو سی گھٹ جاوی سگے سو نماز ایسی شخص کی بموجب مذہب امام شافعی رح کے جائز نہوگی تاوقتیکہ لفظ
نعبد کو پھر نہ کہلی ہان جب پھر کہلیگا تو نماز درست ہوجاوگی اور اوسکی نماز فاسد نہوگی شافعی کے نزدیک کیونکہ موجب اونکی مذہب کے چوک کا کلام نماز کو نہیں توڑتا

وعندنا هو مفسد فاذا اعادها على الصحة لا يفيد لان الصلوٰة قد فسدت بهذا وقد قال بعدم الفساد بعض المشائخ اذا اعادها على الصحة كما نقله الزاهدي ولكن ظاهرها في البزازية عن بعض علماء خوارزم انه لا يفسد ولو لم يعد على الصحة اخذا بمذهب الشافعي في عدم الفساد بالخطاء وهو عين التلفيق وكذلك مسئلة النكاح فانه لا يصح بعبارة النساء عند الشافعي ويصح عنده على الغائب وعندنا الحكم بالعكس في المسئلتين فاذا حكم بصحة وقوعه بعبارة النساء على الغائب فقد لفق ومع هذا فقد حكموا بصحته الحكم الملفق من المذهبين وكذلك مسئلة الامام ابي يوسف رحمه الله لما صلى بالناس الجمعة واخبر بوجود فارة ميتة في ماء الحمام الذي اغتسل منه الجمعة فقال الاخذ بقول اخواننا من اهل المدينة اذا بلغ الماء قلتين لم يحمل خبثا قال في المحيط البرهاني والفتاوى الظهيرية ولم يكن ذلك مذهبه وذكر المسئلة في الظهيرية وغيرها في كتاب النكاح مستشهدا بها في مسئلة من مسائل النكاح سيأتي ذكرها الحنفي ان يعمل بغير مذهبه فهذا ابو يوسف امام المذهب وكبيرهم المجتهد الكامل قد قلد عند الضرورة ولم يكن ذلك مذهبا له بل مذهبه انه ينجس الماء القليل وان لم يتغير بوقوع ما ينجس فيه ولا شك عند الظاهر انه فعل الطهارة وصلى الصلوٰة على مقتضى مذهبه وانما قلد في خصوص الماء فقد حصل التلفيق منه وهو اقوى في حجة انتهى

واضح ہو کہ یہہ روایات مستندہ الی الائمہ والجواز تلفیق پر محض الزاماً نقل کی گئی ہین اور دلائل تحقیقی ہماری نزدیک وہی ہین

اور ہمارے نزدیک مفسد ہے اور جب اوس لفظ کو ٹہیک ٹہیک کہہ لیا تو وہ فائدہ نہ دیگا کیونکہ نماز تو بگڑ چکی یاد رکہنا چاہیے کہ بعض مشائخوں نی یہہ کہا ہے کہ نماز نہین بگڑتی ہماری نزدیک جب ٹہیک ٹہیک اوس لفظ کو کہہ لی چنانچہ زاہدی نی نقل کیا ہے لیکن ظاہر وہی ہی جو بزازیہ مین بعضے علماء خوارزم سی ہی کہ نماز نہین بگڑتی اگرچہ ٹہیک ٹہیک اوس لفظ کو پہر نہ کہی اور یہہ مقولہ اونہون نے امام شافعی رحہ کا مذہب لیکر کہا ہے کہ خطا سے نماز نہین بگڑتی اور یہہ عین تلفیق ہے اور اسیطرح ہے مسئلہ نکاح کا کہ وہ عورتونکی بیان پر امام شافعی رحہ کی نزدیک صحیح نہین ہوتا اور غائب پر صحیح ہوجاتا ہے اور ہمارے مذہب مین حکم اوولٹا ہے دونو مسئلونمیں سو جب بیان عورتونکی جبکہ صحت نکاح کا حکم غائب پر دیا تو یہہ تلفیق ہوئی اور باوجود اسکی دونو مذہب کے تلفیقی مسئلہ کا حکم صحت دیا گیا ہے اور اسیطرح یہہ مسئلہ ہے کہ امام ابو یوسف رحہ نی جب جمعہ کی نماز پڑہ لی اور پہر جب حمام کی پانی سی نہائی تہی اوسمین مرا ہوا چوہے کی ہونیکی خبر دی گئی تو کہا کہ ہم اپنے بہائیون اہل مدینہ کے اس قول پر عمل کرتے ہین کہ جب پانی دو قلونکو پہونچ جاوے تو ناپاک نہین ہوتا محیط برہانی اور فتاوے ظہیریہ مین کہا ہے کہ یہہ اونکا پہلی مذہب تہا اور ظہیریہ اور فقہ کی اور کتابونمین یہہ مسئلہ بحث نکاح بطور استشہاد کی مسائل نکاح پر مذکور ہے کہ حنفی مذہب کو غیر مذہب پر عمل کرنا پہونچتا ہے چنانچہ اسکا ذکر قریب آویگا سو دیکہنا چاہیے کہ یہہ امام ابو یوسف کہ امام مذہب اور مجتہد کامل ہین اوراونہون نے ضرورت کیوقت غیر کی تقلید کر لی اور یہہ اونکا مذہب نہ تہا بلکہ مذہب تو یہہ تہا کہ تہوڑا پانی اگرچہ نجاست کی پڑنی سی اگر بدلی نہین تو بہی نجس ہوجاتا ہی اور اسمین شک نہین کہ اونہون نے پانی کو پاک جانا اور اپنے مذہب کے موافق نماز پڑہی فقط پانی مین اورونکی تقلید کی ہے سو اس سی تلفیق حاصل ہوگئی اور یہہ بڑی حجت ہے

جو بطلان پر تقلید شخص معین کی اور حقیقت یہ تقلید بدون التزام کی نقل کی گئی ہیں یا اُنہی کر اون دلائل سے عموماً تخصیص جو ب باطل ہے
ہے خواہ عادة وجہ دینی ہو خواہ حوادث مختلفہ مین ہو **دوسرا جواب** فرض کیا کہ تعیین باطل ہے لیکن اس سے وہ عدم تعیین
جسمین تلفیق بیان کی جاوے کیونکر باطل ہوگی کیا عدم التزام مستلزم تلفیق کو ہوتا ہے مثلاً ایک شخص ایک محل مین ابوحنیفہ کے
مذہب کی تقلید کرتا ہے اور منع کر دوسرے مذہب کیا اوسمین خلط نہین کرتا اور دوسرے محل مین شافعی رح کی تقلید کرتا ہی اوسمین بھی تو اوس شخص کے
تعیین بطلان تلفیق کیا اثر کریگا اور اوسکی مسلک کو کیونکر باطل کریگا **تنبیہ** ایک دلیل جناب مولف نے خاص اپنے طرف سے حسین کی
اونکا مستند انہین مگر سوء فہم اونکا ہی ارشاد فرمائی ہے سو نقل کرنا اوسکا سوا تضییع اوقات کی کچھہ نہین ہی اور رد مین اوسکی اسی قدر کافی ہے کہ مدار
اس دلیل کی تین امر ہین اجماع مرکب آئمہ اربعہ کا اور منع ہونا رجوع بعد العمل کا بمعنی ظاہر اور منع ہونا تتبع رخص کا بالاجماع اور بطلان تینون امر کا بوجہ بیطلکہ جیسا کہ قال
اوپر جو کچھ کیا گیا کہ تلفیق نزدیک صاحب بحر الرائق اور شیخ ابن الہمام جائز ہے سو یہہ بات اونکی صریح کلام سے نہین ثابت **اقول** مذہب صاحب بحر کا بہی کلام
اونکی سے معلوم ہوا اور مذہب ابن الہمام کا بہی کلام سے اونکی اور کلام بلاغت نظام سے **شاہ ولی الله** کی معلوم ہو چکا پہر اگر مولف سے استعداد
فہم کلام اونکی سکے نرکہتا ہو تو مصنف بحر و ابن الہمام کا کیا قصور لیکن سبب اسکا یہ ہے کہ تقلید مذموم کی پٹی آنکہہ اور دل پر باندہ رکہا
نظر نہ آوے تو ہمارا اسمین کیا چارا انا لله انا الیه راجعون اور جن اقوال سے ابن الہمام کے اور صاحب بحر کے مولف بطلان تلفیق نکالتا ہے
اون مین سے ہرگز بطلان تلفیق کے مفہوم نہین ہوتی اور چونکہ اخیر مین باب ثانی کی مولف قول ابن الہمام کا فتح القدیر
اور بسط عالمگیری کے اور صاحب بحر کا رسائل زمینیہ سے پہر مکرر لایا ہے اسلئے رد اوسکا وہان پر ہے ہوگا تو اوسجگہ ثابت
معلوم ہوگا کہ ان قولون سے عدم التزام مذہب معین مطلقاً باطل نہین ہوتا چہ جائیکہ باطل ہونا تلفیق کا فانتظر **قال**
چوتہا طریق الخ **اقول** اس طریق مین یہہ خرافات کیا ہے کہ ہر مجتہد کو اپنے مذہب کے مخالف حکم نہ دینا چاہئی جیسا کہ
کہا مسلم مین ولو حکم مجتہد بخلاف اجتہاده کان باطلاً اتفاقاً وان قلد غیره لانه یجب علیه العمل بظنه ولا یجوز له التقلید
مع اجتهاده اجماعاً كذا فی شرح المختصر اور یہہ مقلد کو مجتہد پر قیاس کر کے کہا ہے کہ جبکہ مجتہد کو اپنے مذہب کے خلاف پر
عمل بجا ہے تو اوسکی مقلد کو بہی خلاف اپنے امام کے بجا ہے انتہے حاصل کلامہ لاکن ہمنی ایسا غافل کہین
نہین دیکہا کہ مقلد کو مجتہد پر قیاس کرتا ہے حالانکہ مجتہد کو تقلید دوسرے مجتہد کے حرام ہے اور مقلد کو وقت عدم علم
کے تقلید کسی مجتہد کی لا علی التعیین واجب ہی ساتہہ قول الله تعالے کے فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون
پس رد کیا اس غافل نے اس قیاس کرنے سے آئمہ اربعہ شرعیہ مذکورہ سابقہ کو جو تعیین مذہب معین کے بزعم وجوب منع
کر رہے ہین اور سابق مین نقل کی گئی ہین اور رد کیا اقاویل آئمہ کو جو پیشتر رد متون کے ضمن مین گذر چکی ہین ادنی
تکلیف نظر دون ادلہ اور روایات سے بنفس **مختصر الاصول** مین خاص کر یہہ تصریح ہے کہ اگر حکم کرے مقلد مخالف

ف اور اگر حکم کیا اپنے اجتہاد کے خلاف تو باطل ٹہریگا بالاتفاق اگرچہ غیر کی تقلید سے کیون نکرے
کیونکہ اوسپر واجب ہے کہ اپنے گمان کی موافق عمل کرے اور اوسکو تقلید نہین پہونچتی باوجود اوسکی اجتہاد کی بالاجماع شرح مختصر

اجتہاد امام اپنے کی تو حکم اوسکا جایز ہے چنانچہ کہا مختتم الحصول مین فی المختصر ولو حکم المقلد بخلاف اجتہاد امامہ جری علی جواز تقلید غیرہ انتہی ای استناد الحکم علی ما یجیٔ من المقلد ہل التقلید غیرہ انتہی یہہ مخالف دلایل اربعہ کی اور نیز روایات سلف کی اور باوجود صاحب مختصر الاصول کے تصریح کی اوپر اس بات کی کہ اگر مقلد اپنے امام کے اجتہاد کی خلاف حکم کرے تو حکم اوسکا جاری ہوجاویگا قیاس مع الفارق جناب مولف کا سوائے غفلت اور کم فہمی کے کیا تصور کیا جاوے ذرہ اس مقام مین غور کرنا چاہیئے **قال** نقل کیا حموی نے بیچ شرح اشباہ والنظائر کے فن ثانی مین بیچ کتاب التعزیر کے وفی الفتح قالوا ان المنتقل من مذہب الی مذہب بالاجتہاد والبرہان آثم یستوجب التعزیر فبلا اجتہاد وبرہان اولی انتہی **اقول** اس نقل مین فتح القدیر سے بہی وہی نقشہ ہوا ہے کہ لا تقربوا الصلوۃ کو تو لے لیا ہے اور انتم سکاری کو چہوڑ دیا ہے اسلیئے کہ شیخ ابن الہمام نے یہ قول مشایخ کا فتح القدیر مین نقل کرکے پہر اوسکو رد کر دیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہہ تشدیدات محض الزامات ہین یعنی کوئی امر شرعی نہین اور حجت دینی نہین چنانچہ ابن **امیر الحاج** شرح تحریر مین تمام کلام شیخ ابن الہمام کا نقل فرماتے ہین جیساکہ **ملا حسن شرنبلالی حنفی** کلام ابن امیر حاج کا نقل کرتے ہین وقال ابن امیر الحاج عقب کلام الماتن ابن الہمام فی ہذا المحل ما نصہ وقال ایضا یعنے شیخہ ابن الہمام فی شرح الہدایۃ عقب ما قدمناہ من بیان حقیقۃ الانتقال والغالب ان مثل ہذہ یعنے التشدیدات التی ذکروہا فقالوا المنتقل من مذہب الی مذہب باجتہاد وبرہان آثم یستوجب التعزیر فبلا اجتہاد وبرہان اولی ولا بد ان یراد بہذا الاجتہاد معنی التحری وتحکیم القلب لان العامی لیس لہ اجتہاد فتلک التشدیدات الزامات منہم ای من المشایخ لکف الناس عن تتبع الرخص والا اخذ العامی فی کل مسئلۃ بقول مجتہد یکون قولہ اخف علیہ وانا لا ادری ما یمنع ہذا من العقل والسمع وکون الانسان یتتبع ما ہو اخف علی نفسہ من قول مجتہد مسوغ لہ الاجتہاد ما علمت من الشرع ذمہ علیہ انتہی

ف اور اگر حکم کری مقلد اپنے امام کی اجتہاد کی مخالف تو حکم اوسکا جاری ہوگا بنا بر جایز ہونے تقلید غیر کی یعنی بنایا ویگا یہہ حکم اوس تقریر پر جو آگی دیگی کہ مقلد کو غیر کی تقلید ہو سکتی ہے یا نہین ف مشایخ نے کہا ہی کہ انتقال کرنیوالا ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف کو اجتہاد اور دلیل سے گنہگار ہے سو بغیر اجتہاد اور دلیل کے بدرجہ اولی گنہگار ہوگا ف اور کہا ابن امیر حاج نے ماتن کی کلام کے پیچھے اسی جگہہ کہ شیخ ابن ہمام نے شرح ہدایہ مین کہا ہی کہ غالب یہہ ہے کہ ایسی تشددات جو مشایخ نے ذکر کی ہین کہ انتقال کرنیوالا ایک مذہب سے دوسرے کیطرف کو اجتہاد اور دلیل سے گنہگار لایق تعزیر ہے سو بلا اجتہاد اور دلیل کے بدرجہ اولی گنہگار ہوگا اور ضرور ہے کہ اس اجتہاد سے تحری کے معنی مراد لیے جاوین کیونکہ عامی کی لئے اجتہاد نہین ہوتا سو یہہ تشددات اونکی الزامات ہین تاکہ لوگ رخصتین نہ ڈہونڈین اور نہین تو لیگا عامی ہر مسئلہ مین موجب مذہب اوس مجتہد کے جو اوسپر سہل ہوا ور مین نہین جانتا کہ اس کا عقل اور نقل سی کون مانع ہے اور انسان کا مجتہد کی قول مین سے سہل بات کو لینا بشرطیکہ وہ مجتہد جائز التقلید ہو مین شرع سے اسپر کچہہ مذمت نہین جانتا ہوں جبکہ وہ عبارت جو شرنبلالی نے عقد الفرید مین نقل کے نزو

ما نقلہ الشرنبلالی عن ابن امیر حاج فی العقد الفرید سو دیکھو تصرف حضرت ناقل کا کہ قالوا کی سری حرف ف کو اوڑا دیا
اور خبر سے فتلک التشدیدات الزامات منہم کو چھوڑ دیا نعوذ باللہ من ہذہ الخیانۃ فی الدین اور جبکہ سرقہ اور خیانت
نقل کی فتح القدیر سے ثابت ہو چکی تو اب سنو نفس مسئلہ انتقال کے تحقیق سو ہر چند کہ بعد اثبات حقیقۃ تقلید بدون تعین کے
ادلہ اربعہ سے اور پینتیس ۳۵ روایتوں سلف اور خلف سے جنسے یہہ معلوم ہو گیا ہے کہ سبیل مومنین کا یہی ہے کہ بدون التزام
ایک مذہب معین کے اتباع مجتہدین کیا کریں حاجت اسکی نہیں رہی کہ جواز انتقال کو علیحدہ ثابت کریں لاکن چونکہ عند القوم
والعلماء الاصولیین یہہ مسئلہ مستقل ہو کر مندرج کتب اصول میں ہے اسلئے ہم بہی علیحدہ بیان کرتے ہیں تو معلوم کرنا
چاہیئے کہ انتقال ایک مذہب سے طرف دوسرے مذہب کے درست ہے بلا ارتیاب وہنین دلایل سے جنسے تقلید بطور عدم
تعین کے ثابت ہو چکی ہے اور علماء مذاہب میں سے بہت لوگوں سے جواز پر روایتیں ہیں اور سب محقق لوگ جواز انتقال کے
قایل ہیں اگرچہ بعضے متاخرین جیسے صاحب قنیہ وقہستانی وغیرہ کہ جو حدیث و قرآن سے بے بہرہ ہیں منتقل کے حق میں
اوسکی تعزیر مروی ہے تو صاحب مذہب اور اونکی شاگردوں کاملین سے منقول نہیں اور ملا علی قاری
بیچ رسالے اپنے سم القوارض کے لکھتے ہیں وفی الظہیریۃ روی عن ابی حنیفۃ انہ قال لایحل لاحد ان یفتی
بقولنا ما لم یعلم من این قلنا انتہی فاذا کان لایجوز تقلید الامام من غیر دلیل فی الاحکام فکیف یجوز
تقلید المقلدین الذین ما وصلوا الی مقام المجتہدین نعم یجوز للعامی ان یقلد العالم
ولو مقلدا للضرورۃ امر الدین انتہی کلامہ پس عبارت میں ملا علی قاری کی نظر کرو غور سے کہ قول قنیہ وغیرہ بیچ
حق منتقل کے تجویز تعزیر کے کیونکر مقبول ہو بلا دلیل شرعی وبغیر نقل کے مجتہدین سابقین سے اور کلام شیخ ابن الہمام
اور شارح ابن امیر حاج کا بیچ ناقضین انتقال پر رد ہے وہ تو عبارت سے شرح ابن امیر حاج کی جو ملا حسن شرنبلالی نے نقل کی ہے
معلوم ہو گیا ہے اب سنو کہ کہا سید بادشاہ نے شرح تحریر میں فان ارادوا یعنی المشایخ القائلین
من الحنفیۃ بان المنتقل من مذہب الی مذہب بالتزام یستوجب التعزیر اراد وا ہذا الالتزام فلا دلیل علی وجوب اتباع المجتہد
المعین بالتزامہ نفسہ ذلک قولا او نیۃ شرعا انتہی کما نقلہ الشرنبلالی فی العقد الفرید اور امام نواوی اور رافعی سے بہی یہی منقول ہے کہ
انتقال جایز ہے اور کہا نواوی نے روضہ میں کہ جب کہ مذاہب مدون ہو گئی تو اب مقلد کو درست ہے انتقال کرنا ایک
مذہب سے طرف دوسرے کے چنانچہ شیخ جلال الدین السیوطی جزیل المواہب میں فرماتے ہیں الانتقال من مذہب الی مذہب

سلہ ظہیریہ میں امام ابوحنیفہ سے روایت ہے کہ اونہوں نے کہا کہ کسیکو روا نہیں کہ ہمارے قول پر فتویٰ دیوے جب تک یہ نہ جان لیوے کہ ہم نے کہاں سے
کہا ہے سو جبکہ مقولہ امام کا سو جبکہ امام کے تقلید جائز نہیں احکام شرعی میں بے دلیل کے تو ان مقلدوں کی تقلید جو مقام اجتہاد تک نہیں پہونچے کیونکر جائز
ہو سکتی ہے ہاں نادان اوسکو یہہ جایز ہے کہ ضرورت دین کی لئے کسی عالم کی تقلید کرلے اگرچہ وہ عالم مقلد ہو سلہ پہر اگر مشایخ حنفیہ نے منتقل مذہب کو مستحق تعزیر
کہہ کر التزام ارادہ کیا ہے تو پہر پیروی مجتہد معین کی کوئی دلیل شرعی نہیں اولی زبان یا جی التزام کرکے ایک مجتہد کی پیروی کرے سلہ انتقال ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف

هو جائز كما جزم به الرافعي وتبعه النووي وقال في الروضة اذا دونت المذاهب قيل يجوز للمقلد ان ينتقل من مذهب
الى مذهب ان قلنا يلزمه الاجتهاد في طلب الاعلم وغلب على ظنه ان الثاني اعلم ينبغي ان يجوز بل يجب وان خيرناه فينبغي ان يجوز ايضاً
اس کلام مین سیوطی کی غور کرنا چاہیے کہ سیوطی نے جواز انتقال کو کیا محقق کیا ہے پس نقل کرنا سیوطی کا بعض
مالکیون کے قول کو جو متضمن ہو منع انتقال پر جیسا کہ مولف نے نقل کیا ہے اگر تسلیم ہی کیا جاوی تو بطور طعن اور
تعریض کے اوس مالکی پر ہوگا کما لا یخفی اور کہا **مولٰنا بحر العلوم لکھنوی** نے شرح مسلم مین لا یجب
الاستمرار ویصح الانتقال وهذا هو الحق الذی ینبغی ان یؤمن ویعتقد به ولکن ینبغی ان لا یکون
الانتقال للتلهی فان التلهی حرام قطعاً فی التمذهب کان او غیره انتہے اور قبل اس عبارت کی فرمایا ہے
حتی شدد بعض المتاخرین المتکلفین وقالوا الحنفی اذا صار شافعیاً یعزر وهذا تشریع من عند انفسهم انتهے
پس ان روایات سی جواب آون روایات کا جنہین منتقل کے حق مین تعزیر کا حکم دیا ہے اور خطاب مولف نی وہ
روایتین نقل کی ہین بہی ہوگیا اب باعث تخصیص تعزیر کا مشایخ سے معلوم کرنا چاہیے وہ یہہ ہے کہ انتقال
منتقل کا واسطے کسی غرض نیک شرعی کے نہو بلکہ واسطے اتباع نفس کے ہو جیسا کہ ایک شخص سے عہد مین ابو بکر
جوزجانی کے واقع ہوا تہا چنانچہ محقق شامی نے رد المحتار حاشیہ درمختار مین نقل کیا ہے قوله ارتحل الی
مذهب الشافعی یعزر ای اذا کان ارتحاله لا لغرض محمود شرعاً کما فی التاتارخانیة حکی ان رجلاً من
اصحاب ابی حنیفة خطب الی رجل من اصحاب الحدیث ابنته فی عهد ابی بکر الجوزجانی
فابی الا ان یترك مذهبه فیقرء خلف الامام ویرفع یدیه عند الانحطاط ونحو ذلك
فاجابه فزوجه فقال الشیخ بعد ما سئل عن هذه واطرق راسه النکاح جائز

جایز ہے جیسا کہ یقین کیا اوسکا رافعی نی اور پیرو ہوا اوسکا نووی اور روضہ مین کہا ہے جب مدون ہوگئی مذہب تو کہا گیا جایز ہے مقلد کو
کہ ایک مذہب سے دوسرے مذہب کیطرف انتقال کرے اگر ہم کہین کہ زیادہ علم والیکا تجسس مقلد پر ضرور ہے اور گمان غالب ہو اوسکو کہ دوسرا زیادہ عالم تر اوس کو
انتقال جائز کیا بلکہ واجب ہوگا اور اگر مقلد کو مخیر کرین تو بہی جایز ہے ہوچکی عبارت سے عزیز المواہب کے ف جاوے لازم نہین ہے اور صحیح ہے
انتقال اور یہی وہ حق ہے کہ سزاوار ہے یہہ کہ اوسکا ایمان اور اعتقاد کیا جاوے لیکن لائق یہہ ہے کہ انتقال بطور لہو ولعب کے
نہو کیونکہ لہو ولعب حرام ہے یقینی مذہب کے باب مین ہوا اور مین ف یہانتک کہ سختی کی ہے بعضے متاخرون نی اور کہا ہی کہ حنفی
جب شافعی ہوجاوے تو تعزیر دیجاوے اور یہہ شرع ہے اپنے خواہش کی ف جو قت کہ منتقل ہوا مذہب شافعی کیطرف تعزیر دیا جاویگا
یعنے جو قت کہ انتقال اوسکا بغرض سی ہو شرع کی طور پر جیسا کہ تاتارخانیہ مین ہے حکایت کی گئی کہ ایک شخص حنفی نی ایک
شخص اہل حدیث کی طرف پیام نکاح کا اوسکی بیٹی سے بہیجا ابو بکر جوزجانی کی زمانہ مین سو اوسنی یہہ شرط ٹہرائی کہ اپنا مذہب چہوڑ کر امام کے
پیچہے الحمد پڑہا کرے اور رفع الیدین کیا کرے اور اور باتین کیا کرے اوسنی قبول کرلیا سو اوسنی نکاح کر دیا شیخ نی جبکہ اونسی یہہ تذکرہ کیا تو

ولكن اخاف عليه ان يذهب ايمانه وقت النزع لانه استخف بمذهبه الذي هو حق عنده وتركه لاجل جيفة
منتنة ولو ان رجلا برئ من مذهبه باجتهاد وضح له كان محمودا ماجورا انتهى اقول خذ ما صفى من هذا النقل ودع
ما كدر واعلم ان معنى الاجتهاد في كلام الشامي هو الذي قاله العلامة ابن امير الحاج في شرح التحرير للشيخ
ابن الهمام كما مر في العقد الفريد اعني به التحري وتحكيم القلب لان العامي اين له الاجتهاد

اب معلوم کرنا چاہیے کہ بعض علمانے اس انتقال مذہب مین بعض شروط بھی بیان کیئے ہین چنانچہ رویانی نے کہا ہے
کہ جواز انتقال مین تین شرطین ہین اول یہہ کہ منتقل تلفیق نکرے اور دوسرے یہہ کہ تتبع رخص نکرے اور تیسرے
یہہ کہ جسکی طرف انتقال کرتا ہے اوسکو اہل فضل وعلم سے اعتقاد کرے پس اوسکی تقلید نکرے جسکو جاہل جانتا ہے اور
ابن دقیق العید نے کہا ہے کہ منتقل تلفیق نکرے اور وہ مسئلہ جسمین مقلد تہا قابل نقض کے ہو حکم سے یعنے
جو کہ مخالف اجماع کی اور قواعد کے اور نص کے اور قیاس جلی کے ہو اور **شیخ عز الدین** بن عبد السلام نے
ایک ہی شرط کو اختیار کیا ہے یعنے یہہ کہ وہ مسئلہ کہ جسمین مقلد تہا اوس قبیل سے ہو جو منقوض بحکم ہو سکی اور بعضے
نقل کرتے ہین کہ الشارح صدر بھی اوکی شرط ہی اور امام **صلاح الدین العلائی** نے کہا ہے کہ دو صورتین
انتقال صحیح ہے اول یہہ کہ مقلد بر مذہب ثانی مین تشدید سوائے ہوا ور دوسرے یہہ کہ مذہب اول کی معارض کوئی
حدیث صحیح معلوم ہوئے اور **فاضل قندہاری** کہتے ہین کہ دوسرے صورت مین مرجح کیا بلکہ واجب ہے تمام یہہ تحقیق
کتاب **تقریر** مین بھی ہے اور شرح ابن امیر حاج مین بھی ہے مگر شرح ابن امیر حاج مین بہت طوالت سی ہی اصلی
عبارت تقریر کے نقل کی جاتی ہے کہا تقریر مین وقال الرویانی یجوز الانتقال بثلثة شروط ان لا یجمع بین مذهبین
على صورة تخالف الاجماع كمن تزوج بغير صداق ولا ولي ولا شهود وان يعتقد فيمن قلده الفضل بوصول اخباره اليه فلا
يقلد اميا في عماية وان لا يتتبع الرخص وتعقبه القرافي الاخير بانه ان اراد بالرخص ما ينقض فيه قضاء القاضي فحسن متعين
وان اراد ما فيه سهولة على المكلف كيف ما كان يلزم ان يكون من قلد مالكا في المياه والارواث مخالفا لتقوى الله تعالى

لیکن مین ڈرتا ہون اوسپر کہ نزع کیوقت اوسکا ایمان نجاتا رہے کیونکہ اوسنی اپنی اوس مذہب کو ہلکا ٹہرایا اور چہوڑا جسی حق جانتا تہا
بسبب ایک سڑی ہوئی چیز کی اور اگر کوئی ادمی بیزار ہوا اپنی مذہب سے بسبب اوکی گواہی کی کہ اوسکو ظاہر ہوئی ہی تو یہہ اچہا اور باعث اجر کا ہو گا میں
کہتا ہون کہ صاف بات اس عبارت مین سی لیلی اور گدلی چہوڑ دی اور جان لے کہ معنی اجتہاد کی شامی کی عبارت مین وہی ہین جو علامہ ابن امیر حاج نے
ابن ہمام تحریر کی شرح مین کہی ہین چنانچہ اوپر گذرا جسکی معنی دلکی گواہی ورنہ انجان کی لیئ اجتہاد کہان ہے ۵ اور رویانی نے کہا ہے کہ انتقال
تین شرطون سے جائز ہے اول یہہ کہ دو مذہبون کو اس طرح جمع نکرے کہ اجماع کی مخالف پڑجائی جیسی کہ ایک شخص نے بغیر مہر کی اور بغیر ولی کی اور بلا گواہ کے
نکاح کیا اور جسکی تقلید کرتا ہے اوسکی بزرگی کا اعتقاد رکہی سو امی کی تقلید نکرے اور رخصتونکو نہ ڈہونڈی اور قرافی نے اخیر پر اعتراض کیا ہے اس طور پر کہ اگر رخصت سے مسئلے
مراد لیئ ہین جسکی نقض قاضی کا حکم نہ چلے تو ٹہیک بات ہے اور اگر وہ مسئلے مراد لیئ ہین جسمین سہولت ہو تو یہہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ جو امام مالک کی

وليس كذلك وتعقب الاول بان الجمع المذكور ليس بضلال لان ما لكاً لم يقل ببطلان انكحة الشافعية بلا صداق ولا الشافعي
انكحة المالكية بلا شهود لكن فيه نظر ظاهر ووافق ابن دقيق العيد الروياني على الشرط الاول وابدل الثاني بان لا يكون ما قلد فيه مما ينقض
فيه الحكم لو وقع واقتصر الشيخ عز الدين بن عبد السلام على اشتراط هذا وذكر الامام العلائي انه يرجح القول بالانتقال في صورتين
احدهما اذا كان مذهب غير امامه يقتضي تشديدا واخذا بالاحتياط والثانية اذا راى للآخر من مذهب امامه دليلا من حديث صحيح ولم يجد في
مذهب امامه جوابا قويا عنه ولا معارضا راجحا عليه اذ لا وجه لهجر الحديث الصحيح محافظة على مذهب التزمه قلت وهذا موافق لما نص عليه
احمد والقدوري الحنفي ومشى عليه ابن الصلاح وغيره انتهى ما في التقرير نقله الفاضل القندهاري ثم قال اقول يجب الفرق بين الصورتين
بان الانتقال في الاول احتياط وفي الثاني واجب كما هو ظاهر كلام العلائي ثم اني اقول تو ظاہر ہے کہ شروط سی رویانی کے دو شرطین اول تو بوجہ
انہیہ باطل ہین جیسا کہ عبارت سی تقریر کے گذرا اور قبل اسکی مقامات متعددہ مین شرح تحریر وغیرہ کی بہی ذکر ہو لیا اور شرط
ثالث جیسا کہ مسلم الثبوت سے ظاہر ہے کہ اس کے تقلید کیونکر درست ہو اسی جگہ سے شرط اول ابن دقیق العید کی بہی باطل
ہوگی اور شرط ثانی اوسکی جسمین شیخ ابن عبد السلام موافق ہین یا باعتبار مفہوم موافق کے تو صحیح ہے اور مسلم لاکن باعتبار
مفہوم مخالف کی وہ بہی باطل ہے بعض کلام سی ابن عبد السلام کی جو روایات نمبر ۲ مین گذری ہی بلکہ یہہ شرط باعتبار
مفہوم مخالف کی مخالف ہے اون پینتیس ۳۵ روایات کے اور اولہ اربعہ کے اور انشراح صدر جو بعض روایات سی شرط
ابن عبد السلام کے معلوم ہوتے ہے راجع ہے طرف ثالث شرط رویانی کے اور ہمارے موافق ہے اب رہین دونون
شرطین امام علائی کے سو وہ شرطین جواز کی نہین بلکہ ترجیح انتقال کی ہین الحاصل ان شرطون سی جو کہ حق ہین
یہی انتقال مذہب ممنوع نہین ہوتا اور تقلید مذہب معین واجب نہین ہوتی فافہم **قال** اور کہا ملا علی قاری نی مبیح

ابی اور ملید وغیرہ کی باب مین تقلید کرلی تو اسکی تقوے کی مخالف ہو جاوے ہرگز دین نہین ہے اور پہلی صورت پر یوں اعتراض کیا گیا کہ جمع
کرنا ایسے طور پر مضر نہین ہے کیونکہ امام مالک نے نہین کہا ہے کہ نکاح شافعی مذہب والوں کی بغیر مہر کی باطل ہین اور شافعی نے نہ کہا ہے
کہ مالکیوں کی نکاح بی گواہوں کی باطل ہین لیکن اسمین ظاہر بحث ہے اور ابن دقیق العید رویانی کی موافق ہوا ہی پہلی شرط مین اور دوسری کو بدلا
اسطرح کہ جسمین تقلید کی ہے وہ ایسا مسئلہ نہو کہ قاضی کا حکم اوسمین واقع کی حالت مین ٹوٹی اور شیخ عز الدین ابن عبد السلام نے پہلی شرط پر کفایت
کی ہے اور امام علائی نے ذکر کیا ہے کہ غالب ہوتا ہے قول انتقال مذہب کا دو صورتونمین ایک تو یہہ کہ اوسکی امام کی غیر کا مذہب
احتیاط کو چاہتا ہے دوسرے یہہ کہ غیر کی مذہب کے دلیل حدیث صحیح سے ہو اور اپنے امام کی مذہب مین جواب قوی نپاوے
اور نہ کوئی معارض راجح پاوے کیونکہ التزام مذہب کے لئے حدیث چہوڑنیکی کوئی وجہ نہین مین کہتا ہون کہ یہہ موافق ہے اوس
مقولہ کے کہ جسپر احمد اور قدوری حنفی اور ابن صلاح وغیرہ ہین ہوچکی وہ عبارت تقریر کی جسکی فاضل قندہاری نے
نقل کیا ہے پہر کہا ہے کہ مین کہتا ہوں کہ واجب ہے یہہ بات کہ دونو صورتونمین اسطرح فرق کیا جاوے کہ پہلی صورتونمین انتقال
درجہ احتیاط کا ہے اور دوسرے صورتمین واجب ہے چنانچہ یہہ ہے ظاہر کلام علائی کا ہو چکی وہ عبارت مختم ہوئے

شرح عین العلم کے فلو التزم احد مذہبا کابی حنیفۃ او الشافعی رحمہما اللہ فلزم علیہ الاستمرار فلا یقلد غیرہ
فی مسئلۃ من المسائل انتہی **اقول** اسکی دو جواب ہین اول یہہ کہ ملا علی قاری نے اسی شرح عین العلم مین یہہ بہی کہا ہے
ومن المعلوم ان اللہ سبحانہ وتعالی ما کلف احدا ان یکون حنفیا او مالکیا الی آخر ما نقلناہ سابقا تو دیکہو کہ یہان
تو یہہ اعتراف ہے کہ اللہ نے کسے پر وجوب نہین کی تقلید ابو حنیفہ کی خاص کر اور مولف کی روایت مین اگر تسلیم کی جاوے قول
بالوجوب سبب التزام کرنے کے اور ظاہر ہے کہ التزام حجت شرعی موجب وجوب کے نہین تو دونون کلام اوسکی
متعارض ہوی واذا تعارضا تساقطا دوسرا یہہ ہے کہ جو لوگ قول مخالف دلیل کی ابو حنیفہ اور شافعی کا نہین مانتے اونکو
اسکے قول مخالف قرآن اور حدیث اور اجماع اور قیاس کی مخالف ہیش روایات آئمہ سلف اور خلف کی ملا علی قاری کا پیش
کرنا سوا مضحکہ کے کیا تصور کیا جاوے اور جائے انصاف ہے کہ تمام جہان کی مقابل اکیلا ملا علی قاری کسطرح ہو سکتا ہے مثل
مثل مشہور ہی کہ نقار خانہ مین طوطی کے کون سنتا ہے **قال** اور کہا صاحب **بحر الرائق** نے بیچ رسائل زینیہ کی
ف وجب علی مقلد ابی حنیفۃ ان یعمل بہ ولا یجوز لہ العمل بقول غیرہ انتہی **اقول** یہہ قول صاحب بحر کا مطلق تقلید
ابو حنیفہ مین نہین ہے بلکہ ایک مسئلہ خاص مین یعنی وقت عصر مین جو اونکی نزدیک اوس مسئلہ مین مذہب ابی حنیفہ کا
قوی اور مدلل ہے یہہ قول فرمایا ہے چنانچہ یہہ کلام صاحب بحر کا اوسی رسالہ کی آخیر مین اس امر پر تصریح کر رہا ہے
فرماتے ہین فاذا ظہر لنا مذہب الامام الاعظم ابی حنیفۃ ف فی ہذین الوقتین وظہر لنا دلیلہ وقوتہ وصحتہ وانہ اقوی من
دلیلہما وجب علینا اتباعہ والعمل بہ والافتاء بہ انتہی کلامہ سو دیکہو جالاکی حضرت مولف کی کہ قول وجوب اتباع کو ایک مسئلہ مین
دلیل ٹہرا لیا ہے وجوب اتباع کے ہر مسئلہ مین فافہم فان ف قلت ان تعلیلہ بعد بقولہ لما نقلہ القاسم فی تصحیحہ الخ نص علی کون التقلید
التقلید علۃ لوجوب الاتباع مع قطع النظر عن کون مذہبہ قویا او صحیحا قلت قد دریت ان الرجوع
الممتنع انما ہو فی عین الحادثۃ التی قلدہ فیہا فالتعلیل لا یفید الا وجوب الاتباع فی حادثۃ خاصۃ قلدہ فیہا

ف پہر اگر التزام کرے کوئی کسی مذہب کا مثلا جیسے مذہب ابو حنیفہ اور شافعی رح تو اوسکو چاہئے لازم ہی سو کسی اور کی
تقلید کسی مسئلہ مین نکرے ف یہہ بات معلوم ہے کہ اللہ تعالی نے کسیکو تکلیف نہین دی کہ حنفی یا مالکی ہو اور پوری
عبارت وہ ہے جو پہلے ہمنے نقل کی ف سو واجب ہے مقلد ابو حنیفہ پر یہہ کہ عمل کرے اونکی قول پر اور غیر کی قول پر عمل کرنا
اوسکو روا نہین ف سو جب ظاہر ہوا ہمین مذہب امام اعظم ابو حنیفہ کا ان دونو وقتون مین اور اونکی دلیل اور اوسکی قوت
اور صحت بہی ظاہر ہوئی اور یہہ بات کہ صاحبین کی دلیل سے اونکی دلیل قوی ہے تو ہمین اونہین کی پیروی اور اونکی قول پر عمل
کرنا اور اوسیکو اختیار کرنا واجب ٹہرا ف پہر اگر یون اعتراض کیا جاوے کہ جس قول کو قاسم نے اپنے تصحیح مین نقل
کیا ہے اوسکو اس اوپر کی قول کی علت ٹہرانا صریح دلالت کرتا ہے کہ التزام ہی تقلید واجب ہو جاتی ہی خواہ وہ قول
قوی اور صحیح ہو یا نہو تو جواب اوسکا یہہ ہے کہ یہہ تو معلوم ہو ہی چکا کہ رجوع وہی منع ہے جو خاص اوس مسئلہ مین ہو

فاذا لم یکن قول فوجب الجزم بانه افضل في وجوب الاتباع في جميع الحوادث بل في حادثة ترجّح فيه حقيّة الامام ابي حنيفة وقلده فيها فحصل المطلوب

من انه لم يحكم بوجوب الاتباع في كل مسئلة بل في مسئلة وقت العمل وهذا معنى تعليلنا بتقوية الدليل ولم يحكم بانه يجب في كل الحوادث بل

في حادثة خاصة قلده فيها وهذا معنى تعليله بقوله لما نقل الخ **قال** اور کہا تفسیر احمدی کے مؤلف جو استاد ہیں عالمگیر بادشاہ کی بیچ تفسیر احمدی کے

اذا التزم مذهبا يجب عليه ان يدوم على مذهب التزمه لا ينتقل الى مذهب آخر انتهى **اقول** اسکا جواب بھی وہی ہی جو کہ

ملا علی قاری کی قول کا دوسرا جواب دیا گیا ہے علاوہ یہہ کہ اس شخص کا کلام اس قابل کہاں ہے کہ مقابل میں اقوال

علما و اصول کے بیان کیا جاوے یہہ تو ایسے حضرت ہیں کہ تفسیر احمدی میں صاف فرماتی ہیں کہ جو شخص قرآن اور حدیث اور

اجماع پر عمل کریگا تو وہ بھی ابو حنیفہ ہی کا مقلد ہو جاویگا یعنی کہ قرآن و حدیث و اجماع پر عمل کرنا ابو حنیفہ ہی کی بنا پر ہے

تو گویا سب صحابہ و تابعین کو ابو حنیفہ کا مقلد بناتی ہیں اور ایسا ہی شیخ سدو کی بکری کو حلال طیب فرماتی ہیں

اور سوائی اسکی اوسی تفسیر میں جابجا ایسی خرافات ارشاد فرماتی ہیں کہ دیکھکر ہنسی آتی ہی تو ایسی شخص کا کلام بلا دلیل کسطرح

مقابل اولہ اربعہ و جمہور سلمین کی ہوسکیگا **قال** اور مولانا عبد العلی شرح تحریر میں لکھتی ہیں وکذا للعامي الانتقال

في الحكم من مذهب الى مذهب في زماننا لا يجوز لظهور الخيانة انتهى **اقول** سابق میں تم خوب دیکھ چکی ہو کلام مولانا عبد العلی کا

شرح تحریر سے بھی اور شرح مسلم سے بھی کہ کسطرح با علی ندا منادی ہے کہ مولانا عبد العلی بحر العلوم ایک مذہب کے تخصیص

تو کہاں مذاہب اربعہ کی تخصیص کی بھی کچھ حقیقت نہیں سمجھتی مگر بعض وقت جو نقل صحیح بنا علی مذہب غیر کی اور تتبع رخص اور

رجوع بعد العمل کو وہوم و اوہام سے جایز رکھتے ہیں اور یا تابعین کی حق میں فرماتی ہیں کہ منع کرنا اونکا اور تشدد پایا ونکی اپنے

کہہ کے شرع ہی غرض کہ ہر امر میں ہمارے موافق اور شاہد ہیں اور محمل اس قول کا تلہی کی صورت میں ہے جیسے کہ شرح

مسلم میں فرماتی ہیں لکن ينبغي ان لا يكون الانتقال للتلهي فان التلهي حرام كذا في شرح المسلم بلکہ تعلیل ونکی ساتھ اس

قول کے بظهور الخيانة شاہد بین ہے کہ یہہ منع کرنا اونکا اوسی شخص کے حق میں ہے جو مظنون خیانت اور تلہی کا ہو کما لا یخفی

جسپر عمل کر چکا تو وہ علت ٹھہرانا بیجا فائدہ فقط دیگا کہ اوس مسئلہ خاص میں جسپر عمل کر چکا تقلید واجب ہے یہہ سبب اوسکا واجب کہنا

وجوب تقلید جملہ مسائل میں صریح ہوا بلکہ اوسی مسئلہ میں ہوا جس میں امام ابو حنیفہ کا حق ہونا یقین کر کے عمل کر چکا ہے تو یہہ بات

حاصل ہوئی کہ اوسنی ہر مسئلہ میں وجوب تقلید کا حکم نہیں کیا بلکہ مسئلہ وقت حصر میں کیا ہے اور یہی فائدہ ہمارے بات میں ہے

کہ تقویت دلیل کو ہمنے علت ٹھہرایا ہے اور اوسی مسئلہ خاص میں وجوب تقلید کا حکم لگایا ہے تو یہی فائدہ اوسکو قاسم کی تاویل

ہوا ۱۲ جسوقت کہ التزام کیا ایک مذہب کا تو واجب ہے کہ ہمیشہ رہے اوسی پر اور نہ پھرے اوس طرف دوسرے

کے ۱۲ اور اسیطرح انپڑہ کو انتقال کرنا ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف

ہمارے زمانہ میں بسبب ظہور خیانت کے جائز نہیں ۱۲ لیکن یہہ چاہیے

کہ انتقال لہو کے طور پر نہو کہ لہو حرام ہے یو نہیں ہے شرح مسلم میں ؛

قال اور کہا بیچ فتاوی عالمگیری کے ہذا کلہ فی القاضی المجتہد اما المقلد فانما ولاہ لیحکم بمذہب ابی حنیفۃ مثلا فلا
یملک المخالفۃ فیکون معزولا بالنسبۃ الی ذلک الحکم ہکذا فی الفتح القدیر انتہی **اقول** معزول ہونا قاضی حنفی مقلد کا اوس
حکم مین جو برخلاف مذہب ابوحنیفہ کی ہو اس جہت سی نہین کہ اوسپر تقلید ابوحنیفہ کی واجب تہی تو کہ مفید مدعا الف کے
ہو بلکہ اوس جہت سی ہی جو خود کلام ابن الہمام مین موجود ہے یعنے مخالفت ولایۃ خاصہ کی جہت سی اور اوسمین کسی کی تاویل کو
دخل نہین سلمی کہ تصنیف را مصنف نیکو کند بیان آورہ خود فرماتی ہین فانما ولاہ لیحکم بمذہب ابی حنیفۃ اور اسی پر تفریع کرتی ہین
فیکون معزولا کو اور یہہ بات ایسی ہے کہ اس سی کوئی ادنی طالب علم بہی انکار نکریگا جیسا کہ کوئی بادشاہ کی طرف سے
قاضی کسی شہر کا مقرر اور متعین ہو پہر وہ قاضی اوس شہر کا دوسرے شہر کے قضایا مین حکم دے تو بہی معزول ہوگا
بہ نسبت اوس حکم کے بسبب مخالفت کی ولایۃ خاصہ ہے تو اس سے یہہ تہوڑا ہی لازم آتا ہے کہ اوس شہر کی تخصیص اوسکو شرعًا قطعی
ولازم ہو جاوے یہہ تو کوئی اہل عقل نہین کہیگا اور لکہا ہے اشباہ ونظائر وغیرہ مین کہ اگر حکم سلطان روم کا اسطرح پر صادر ہوا
کہ قضاۃ ممالک محروسہ سلطانیہ کے دعوی کسیکا بعد پندرہ برس کے نہ سنا کرین بلکہ بعد پندرہ برس کے اوسکی دعوی کو باطل سمجہین
تو واجب ہے اوپر کہ اوسکی دعوے کو نہ سنین تو دیکہو کہ قضاۃ خلاف حکم سلطانی حکم نہین دے سکتی اس امر خاص مین تو اتنی
اگر کوئی یہہ سمجہی کہ یہہ حکم شرع کا ہی کہ قضاۃ اپنے فرمان اور کاغذ مین اس حکم کو نافذ فرماتی ہین محض نادانی ہے اوسکی تو
امر السلطان بعدم سماع الدعوی بعد خمسۃ عشر سنۃ لا تسمع ویجب علیہ عدم سماعہا کذا فی الاشباہ پہر جو کوئی اس وجوب کو
وجوب شرعی سمجہی اوسکی بیوقوفی ہی ہے اشباہ کا کیا قصور **قال** اور لکہا در المختار مین بیچ کتاب القضا کی وفی الوہبانیۃ
للشرنبلالی یقضی من لیس بمجتہد کحنفیۃ زماننا بخلاف مذہبہ عامدا فلا ینفذ اتفاقا انتہی یعنی اور وہبانیہ مین ہے کہ جو شرنبلالی کی
تالیف کی ہے قضا کرے وہ شخص کہ نہین مجتہد مانند حنفی زمانہ ہمارے کے بخلاف مذہب اپنے کے قصدًا الیس نہ جاری کیا جاوے حکم اوسکا
اتفاقًا **اقول** مستعیذا باللہ من المحرفین الضالین المضلین الذین یحرفون الکلم عن مواضعہ ولا یخافون
لیوم الدین شرنبلالی کی کلام مین یقضی کا لفظ نہین ہے جیسا کہ مؤلف نے نقل کیا ہی یقضی من لیس الخ اور ترجمہ یہہ
یقضی کا ہے کیا ہے کہ قضا کرے ہے بلکہ اونکی کلام مین لفظ قضا کا واقع نہی چنانچہ درمختار مین موجود ہے وفی شرح الوہبانیۃ
للشرنبلالی قضی من لیس بمجتہد کالحنفیۃ زماننا بخلاف مذہبہ عامدا لا ینفذ اتفاقا وکذا لک ناسیا عندہما الی اخر ما فی الدر المختار
سو جبکہ لفظ قضی کا ہوا تو معنی یہہ ہوئے کہ قضا اپنی مذہب کے خلاف عمدًا نافذ نہوگی تو سبب اوسکا وہی ہی جو شیخ ابن الہمام کے

---

۱ یہہ سب باتین قاضی مجتہد کی بابت مین ہین اور مقلد تو اوسکو ولایت قضا اس شرط پر دی گئی ہی کہ مثلا
امام ابوحنیفہ کی مذہب پر حکم کرے تو مخالفت کا اختیار نہین رکہتا ورنہ معزول ہو جاویگا بہ نسبت اوس حکم خلاف
شرط کے یوہین ہے فتح القدیر مین ۲ اگر بادشاہ حکم کرے کہ دعوے پندرہ برس کے بعد نہ سنا جاوے تو قاضی
پر واجب ہے کہ نہ سنے اسیطرح ہی اشباہ مین ۳ فتوا دیوی بخلاف مذہب کے جاکہ وہ شخص جو مجتہد نہین جیسے مثلا ہمارے زمانہ کے حنفی تو

علام مین گذر چکا یعنی مخالفت دلایة خاصہ کی تو ہمکو یہہ روایت کسیطرح معتبر ہوئی لاکن مولف رئیس المحرفین کی چالاکی
کو دیکہو کر قضی کو نفی بنا کر ترجمہ اوسکا یہہ کر دیا ہے کہ فتوی سے اسیواسطی کر جو کہ قضا علی خلاف المذہب کے عدم نفاذ
وجوب تقلید مذہب معین کا ثابت کیا تہا اوسکا جواب تو صریح کلام ابن الہمام سے وضح ہی تہا تو سمجہا کہ شاید
کوئی مطلع ہو جائیگا اسواسطی اس عبارت مین قضی کو نفی بنا دیا تو کہ عدم نفاذ فتوی خلاف المذہب کا ہی ثابت
ہو اور التزام مذہب معین واجب ہو لاکن یہہ نہ سمجہا کہ کوئی در المختار کو دیکہہ سکتا ہے یا نہین مصرع برین عقل و
دانش بباید گریست ۔ تو اگر ناظرین باوجود اطلاع کی اس تحریف صریح پر پہر ہی اوسکی خیانت پر متنبہ ہون تو خدا حافظ
وضح ہو مسئلہ قضا علی خلاف المذہب ہر چند کہ قابل تحقیق کے تہا لاکن چونکہ اس محل سی کچہہ تعلق نرکہتا تہا
اسلئے اوس سے سکوت واقع ہوا تنبیہ پس اب دلائل واہیہ مولف کی تمام ہوئی اور جیسی کہ ردکی حرفا حرفا ہوگئی ہے
وہ ہی علماء کو معلوم ہوگئی اب آگی سکی آخر بات تک جو خرافات کیا ہے تو وہ ہماری بعض لوگون سی جواب پا
پہلی روائت عالمگیریکا جواب دیا ہے دو وجہ سی سو جواب اون دونون وجہونکا ہم سے چکے بعد نقل کرنے
اوس روئت کی اوپر تحلیف شہود پر مذہب ابن ابی لیلے سے جواب دیا ہے دو وجہ سی سو وجہ اول کا جواب تو
اوسی مقام مین دی چکے ہے کہ جہان روئت نقل کی تہے اور وجہ ثانی کا جواب اب دیتے ہین **قال** اور وجہہ دوسری
یہہ ہے کہ قسم کہلانا گواہون کا ایک قسم ہے تزکیہ کا اور تزکیہ گواہون کا آئمہ اربعہ کا مذہب ہے **اقول** اگر سیطرح کا
اتحاد اقوال و مذہب مین معتبر ہو تو کوئی صورت مخالف آئمہ اربعہ کی جہان مین نہین نکلی گی مثلاً وہی صورت جو
مولف نی وجہ اول مین طریق اول سی بیان کی تہی اور کہا تہا کہ یہہ نماز چار ردان کی نزدیک باطل ہے اس دلیل سی باطل
ہوگی کہ یہہ نماز شق آخر ہے مذہب آئمہ اربعہ سی پہلی کہ جواب مولف کا اوسمین بہی جاری ہو سکتا ہے سطرح
کہ یہہ ہے ایک نماز ہے اور نماز کی چارون آئمہ قایل ہین غرض کہ جتنی صورتین اجتماع مرکب کے قایل نکالتی ہین جیسا کہ
توضیح مین بیان کی گئی ہین سب باطل ہو جائنگین اسلئے کہ سطرح کا اتحاد سب صورتون مین پیدا ہو سکتا ہی فقط اور پہر
قاضی ابی عاصم عامری کی روئت سی جواب دیا ہی دو وجہ سی سو جواب اون دونون وجہون کا ہم پہلی مقام
مین دی چکی ہین پہر آخیر مین قرافی کی اجماع سی جواب دیتا ہی حیث قال اور بعضی لوگ شبہہ کرتے ہین اس عبارت سے کہ نقل کیا
اوسکو قرافی نی انعقد الاجماع علی ان من اسلم فلہ ان یقلد من شاء من العلماء من غیر نکیر انتہے پس جواب اسکا یہہ ہے
کہ عبارت مقید ہے ساتہہ تو مسلم ہونیکی یعنے جو نیا مسلمان ہو اوسکو اختیار ہے کہ اختیار کری تقلید کسی عالم مجتہد کی آئمہ اربعہ
مین سی سو تین کسیکو کلام نہین اور مراد علماء سی آئمہ اربعہ ہین اسواسطی کہ اجماع منعقد ہوا ہے اوپر ترک کرنے اس عمل
کے مخالف ہوا آئمہ اربعہ کے اور کلمہ من کا تبعیضیہ ہے پس معنی اس کی یہہ ہوئی کہ جو شخص نو مسلم ہو پس اوسکو لازم ہے
یہہ کہ تقلید کرے ایک عالم کی آئمہ اربعہ مین سی **اقول** یہہ اخیر تلبیس ہے جناب مولف کی باب ثانی مین ضمناً تہہ منہ

پس پہلی تمام کلام قرافی کا جسکا مولف نی جواب دیا ہی عبارت مسلم اور شرح بحر العلوم سی سنا چاہیی کہ اوسکی موقف

خیانت ظاہر ہوجائیگی کہا مسلم مین اور شرح بحر العلوم مین فرع قال الامام اجمع المحققون علی منع العوام من تقلید

اعیان الصحابۃ رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین فان اقوالہم قد تحتاج فی استخراج الحکم منہا الی تنقیۃ کما فی السنۃ ولا یقدر

العوام علیہ بل یجب علیہم اتباع الذین سبروا ای تعمقوا و بوبوا ای وردوا ابوابا لکل مسئلۃ علی حدۃ فہذبوا مسئلۃ

کل باب ونقحوا کل مسئلۃ عن غیرہا وجمعوا بجامع و فرقوا بفارق وعللوا ای اوردوا الکل مسئلۃ مسئلۃ علۃ وفصلوا تفصیلا

یعنی یجب علی العوام تقلید من تصدی لعلم الفقہ لا لاعیان الصحابۃ وعلیہ بتنی ابن الصلاح منع تقلید غیر الائمۃ الاربعۃ

ہم الامام الہمام امام الائمۃ ابو حنیفۃ الکوفی والامام مالک والشافعی والامام احمد رحمہم اللہ تعالی وجزاہم عنا

احسن الجزاء لان ذلک المذکور لم یدل فی غیرہم وفیہ ما فیہ فی الحاشیۃ قال القرافی انعقد الاجماع علی ان من اسلم فلہ ان یقلد

من شاء من العلماء من غیر نکیر و اجمع الصحابۃ علی ان من استفتی ابا بکر وعمر امیری المؤمنین فلہ ان یستفتی ابا ہریرۃ و

معاذ بن جبل وغیرہما ویعمل بقولہم بغیر نکیر فمن ادعی رفع ہذین الاجماعین فعلیہ البیان انتہی فقد بطل بہذین الاجماع

قول الامام وقولہ اجمع المحققون لا یفہم منہ الاجماع الذی ہو حجۃ حتی یقال یلزم تعارض الاجماعین بل الذی یکون مختارا

عند اہل الحق یکون الجماعۃ متفقین علیہ یقال اجمع المحققون علی کذا ثم فی کلامہ خلل آخر وہو ان التبویب لا دخل لہ فی التقلید وکذا التفصیل فان المقلد

فہم مراد الصحابی عمل والا سأل عن مجتہد آخر فافہم وبطل بہذا قول ابن الصلاح ایضا ثم فی کلامہ خلل آخر اذ المجتہدون الآخرون ایضا بذلوا الجہد مثل الائمۃ الاربعۃ وانکارہ مکابرۃ

امام الحرمین نی کہا ہی کہ محقق اسپر جمع ہوگئی ہین کہ عام لوگ صحابہ کی پیروی نکرین کیونکہ اونکی قولونمین حدیث کی طرح بدقت حکم

نکلتا ہے اور عام لوگ ایسی قدرت نہین رکہتی بلکہ حاصل کلام یہہ ہے کہ عوام کو فقہا کی پیروی چاہیئی صحابہ رض کی نہین اور ابن صلاح نے اسپر بنا رکہہ

سوائی آئمہ اربعہ کی اور ونکی تقلید سی منع کیا ہی یعنی امام والا ہمت ہماری امام ابو حنیفہ کوفی اور امام مالک اور امام شافعی و امام احمد رحمہ اللہ تعالی اونپر

رحمت کرے اور اونکو جزا دیوی کیونکہ اونکی سوا اور ونکی مذہبون مین اونکی مذہبونکی طرح مسئلہ صاف پائی نہین جاتی اور اسمین اعتراض ہی حاشیہ

مین ہی لکہا قرافی نی کہ اجماع منعقد ہوچکا ہے کہ جو مسلمان ہو اوسکو روا ہے کہ علما مین سے جسکے چاہیے تقلید کرے اور صحابہ رض کا اجماع

ہوچکا ہے کہ جو امیر المومنین ابو بکر و عمر سے فتوا پوچھی تو اوسی کو روا ہے کہ ابو ہریرۃ اور معاذ ابن جبل وغیرہ سی فتوا پوچھی اور بلا دغدغہ اونکی

قول پر عمل کرے جو کسی کہ ان دونو اجماعونکی اوٹہہ جانیکا دعوی کرے تو اوسکی ذمہ پر دلیل ہے تو ان دونو اجماعون سے امام الحرمین کا قول باطل ہوگیا

اور امام الحرمین کا یہہ کہنا کہ محقق جمع ہوگئی ہین اس سے وہ اجماع جو حجۃ ہے نہین سمجہا جاتا کہ یہہ کہا جاوے کہ دو اجماعونمین مخالفت لازم آتی ہی بلکہ

جو امر کسیکا مختار اور پسندیدہ ہوتا ہی اور ایک گروہ خاص اوسپر متفق ہوجاتا ہی تو یون کہدیتی ہین کہ اسبات پر محقق جمع ہوگئی ہین پہر اوسکی کلام

اور خرابی ہی کہ باب بنانیکو پیروی مین کیا دخل ہی کیونکہ اگر مقلد نی مراد صحابی کو سمجہہ لیا تو عمل کر لیگا اور نہین تو اور مجتہد سی پوچہہ لیگا اور اس سے

ابن صلاح کا قول بہی باطل ہوگیا پہر اوسکے کلام مین اور خلل ہے کہ مثل آئمہ اربعہ کے اور مجتہدون نے

بہی کوششین کی ہین چنانچہ انکا انکار ہٹ دہرمی اور گستاخی ہے

وسوادب فالحق انه انما منع من منع تقليد غيرهم لانه لم يبق رواية من مذهبهم محفوظة حتى يستطيع رؤيته صحيحة من
شيئتهم الاخرى يجوز العمل بها الاترى ان المتاخرين افتوا بتحليف الشهود اقامة له مقام التزكية على مذهب ابن ابي ليلى فافهم انتهى تو معلوم کرو کہ جناب
تلبیس مآب حضرت مولف نے اس جواب مین دو فریب بازیان کین ہین اول یہہ کہ جس اجماع قرافی کا یہہ مضمون ہی کہ
اجماع مسلمین کا قرون اولی سی لیکر اب تک منعقد ہے کہ جو مسلم کو جتنا دے کہ جسکی چاہے تقلید کری اسی اجماع سے
اکابر حنفیہ ناقلین اس اجماع کی اونکی کتابون مین تخصیص مذاہب اربعہ کو جو مختار ہی ابن صلاح کا باطل کرتے ہین جیسا کہ
عبارت مسلم اور شرح مسلم سی اور سابق مین عبارت تقریر اور مغتنم الحصول سی معلوم ہوا جناب مولف اوسی
اجماع مبطل ہے تخصیص مذاہب اربعہ مین فرماتی ہین کہ اسمین لفظ علما سی آئمہ اربعہ مراد ہین اور باعث اس تخصیص کے کسی
واہی اجماع مرکب مصنوعی جعلی سیدلیل کو ٹہراتی ہین جسکے قرار و قیمی خاک اڑائی گئی ہے اور اتنا نہین سمجہتے کہ یہہ
اجماع زمانہ صحابہ اور تابعین سی منعقد ہے حالانکہ اوس وقت ائمہ اربعہ کا تولد ہی نہین ہوا تہا پہر قبل تولد کی اونکو وسطے
تقلید کی خاص کرنا معنی لفظ علما سی مراد رکہنا ایسی چالاکی اور جو شہہ دلیرانہ ہی ایسی توجیہ اور تاویل اور تلبیس اور تسویل
آجتک سوائی مولف کی کسی سی صادر نہین ہوئی دوسرے فریب بازی یہہ کہ دوسرا اجماع کہ جو قرافی نی نقل کیا ہے
جسکا یہہ مضمون ہی کہ جو لوگ تقلید کرتے تہے ابو بکر اور عمر کی تو وہی تقلید کرلیتی تہی ابوہریرہ اور معاذ کی اور وہی وجوب تخصیص اوسکی سبب کا
باطل ہوتا ہی اوسکو جناب مولف نی اوڑا دیا اور کہا کہ من تبعیضیہ ہے تو معنی یہہ ہوئی کہ کسی ایک کی تقلید کری اور یہہ سمجہا
کہ من کے تبعیضیہ ہونیسی تقلید بعض غیر معین کی اونکو قمتین اور ایک مسلہ مین تو بیشک ثابت ہوتی ہی لاکن یہہ کہان ثابت
ہوتا ہی کہ اوسی بعض معین کے تقلید بالتخصیص ہر مسلہ اور ہر حادثہ مین آجتک جاری کیا تبعیض مستلزم ہر تعیین کو باوجودیکہ خود اجماع ہمنے
اس تعیین کو باطل کر رہا ہی پس مولف کی تخصیص ساتہہ کسی عالم کی ائمہ اربعہ مین سے بہی باطل ہوئی اور من تبعیضیہ کہکر یہہ جو اسکو ایک بعض مین
منحصر کہتا ہی غلط ہوا اور معنی اوس اجماع کی جو قرافی سی مولف نی نقل کیا ہے بانضمام اجماع ثانیکی جو ہمنی نقل کیا ہے
یہہ ہوئی کہ جو کوئی تو مسلم ہووی تو اوسکو جایز ہے تقلید کسی عالم غیر معین اہل حق کی خواہ وہ ائمہ اربعہ مین سی ہوان خواہ
غیر اونکا اور اسکو جایز ہے کہ کبہو کسی ایک عالم اہل حق کی تقلید کری اور کبہی دوسرے کی اور یہی ہے مقتضائی کتاب اللہ کا اور
حدیث رسول اللہ کا اور قیاس کا اور تصریحات جمہور سلف اور محققین خلف کا جیسا کہ دلایل اور نقول عدم التزام مین پہلی
گذری پہر اب جو مخالف ہو اس سبیل کا اور طاعن ہو اوسپر تو وہ مخالف صحابہ کرام و تابعین و تبع تابعین و علما مجتہدین
کا ہوگا اور جب ان لوگونسی مخالف ہوا تو متبع غیر سبیل المومنین کا ہوا اور ایسی مخالفت سی خدا بچاوی ساری مسلمانونکو محفوظ
بلکہ حق تو یہہ ہے کہ سوائی آئمہ اربعہ کی اور ونکی تقلید سی جس سبب سی منع کیا ہے اوسنے یہہ وجہ ٹہرائی ہے کہ اور ونکی مذہبون کی روایتین
محفوظ نہین رہی ہین یہانتک کہ اگر کسے اور مجتہد سی روایت صحیح ثابت ہو تو اوسپر عمل جایز ہے کیا تو نی دیکہا نہین کہ متاخرین نی قایم مقام
تزکیہ کی ابن ابی لیلی کی مذہب کی موافق گواہون کی قسم لانی پر فتوا دیدیا ہے ذرا سمجہہ سمجہہ کر تو ہو جسکی عبارت مسلم اور اوسکی شرح کی

واللہ اعلم بالصواب فاعتبروا یا اولی الابصار تبصرہ اصل مطلب صاحب رسالہ تنویر الحق کا دوسرے باب مین یہہ ہے کہ تقلید ایک مجتہد
خاص کے واجب ہے اور اسپر اجماع پایا گیا اور مخالف اسکا مردود اور لامذہب اور منکر اجماع کا ہے تو ہم کہتے ہین کہ یہہ دونو دعوے
مؤلف رسالہ مذکورہ کا القادر پایہ اعتبار شرعی سی ساقط ہے اسلیئے کہ انمین نہ کوئی دلیل وجوب شرعی اور نہ دلیل اجماع شرعی
کی پائی جاتی ہے کہ دعوے مولف کا نزدیک واقفان قواعد شرعیہ کی قابل حجت اور سماعت کی ہوا ب حقیقت حال وجوب
شرعی اور اجماع شرعی کی کان لگا کر سنو کہ بطلان اسکا ہر ادنی اور اعلی پر واضح ہوگا پس تفصیل اس اجمال کی یہہ ہے کہ وجوب ایک حکم ہے
احکام شرعی مین سے اور حکم نزدیک اہل سنت وجماعت کے خطاب الہی ہی کہ متعلق ہوتا ہے ساتھہ فعل مکلف کی از روی وجوب کے
یا از روئی اباحت کی حق تعالی فرقان حمید مین ارشاد فرماتا ہے ان الحکم الا للہ الآیۃ الحکم عندنا خطاب اللہ تعالی المتعلق
بفعل المکلف اقتضاءً او تخییرا کذا فی مسلم الثبوت وتحریر ابن الہمام وغیرہما من کتب الاصول اور دلایل قرآن وحدیث کی باعتبار
ثبوت احکام شرعیہ کی چار طرح پر ہین دلیل اول قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ کہ احتمال تاویل کا اوسمین نہین ہوسکتا جیسے
آیات صریحہ اور احادیث متواترہ صریحہ اور اس دلیل سی فرض قطعی اور حرام ثابت ہوتا ہے اور دلیل دوسرے قطعی الثبوت
اور ظنی الدلالۃ جیسی کہ آیات واحادیث کہ جنمین تاویل کو دخل ہے اور اس دلیل سی فرض عملی ثابت ہوتا ہی اور تیسرے
دلیل ظنی الثبوت قطعی الدلالۃ چنانچہ اخبار احاد صریحہ کہ مجال تاویل کی اوسمین نہین ہوسکتی اور اس دلیل سی وجوب بمعنی اصطلاحی
اور مکروہ تحریمی ثابت ہوتا ہے چوتھی دلیل ظنی الثبوت اور ظنی الدلالۃ جیسے کہ اخبار احاد کہ جنمین احتمال تاویل کا پایا جاتا ہے
اور اس سی سنت اور مستحب ثابت ہوتا ہے اعلم ان الادلۃ اربعۃ انواع الاول قطعی الثبوت والدلالۃ کالآیات القرآنیۃ و
الاحادیث المتواترۃ الصریحۃ التی لا تحتمل التاویل من وجہ الثانی قطعی الثبوت ظنی الدلالۃ کالآیات والاحادیث المؤولۃ
الثالث ظنی الثبوت قطعی الدلالۃ کالاخبار الاحاد الصریحۃ الرابع ظنی الثبوت والدلالۃ معا کالاخبار الاحاد
المحتملۃ المعانی فالاول یفید القطع والثانی یفید الظن ای هو الفرض العملی والثالث یفید الواجب والمکروہ تحریما والرابع یفید
السنۃ والاستحباب هکذا فی الطحطاوی وغیرہ من کتب الاصول والفروع الحنفیۃ اب علماء حقانی بعد وضوح وبیان دلایل اربعہ
شرعیہ کی راہ انصاف سی غور فرما کر ارشاد کرین کہ اگر کوئی بھی دلیل ان دلایل اربعہ مذکورہ بالا سی وجوب تقلید ایک مجتہد خاص کی

ف۵ نہین ہے حکم مگر اللہ کے لئے آخر آیۃ تک حکم ہمارے نزدیک اللہ کا خطاب ہی مکلف کی کام سی تعلق رکھتا ہے وجوب یا
مستحب کے طور پر یونہین ہے مسلم الثبوت مین اور اور اصول کی کتابون تحریر وغیرہ مین ف۵ جان کہ دلالت چار طرح پر ہے پہلے ثبوت اور
دلالۃ دونو مین قطعی جیسے آیات قرآنی اور حدیثین متواترہ کہ جنمین کسی طرح کی تاویل کو دخل نہین دوسرے وہ کہ ثبوت مین قطعی اور دلالۃ
مین ظنی جیسی آیتین اور حدیثین تاویل پذیر تیسرے وہ کہ ثبوت مین ظنی دلالۃ مین قطعی جیسی حدیثین صریح المعنی احاد چوتھی وہ کہ
ثبوت اور دلالۃ دونو مین ظنی جیسے اخبار احاد محتمل المعنی سو پہلے قسم یقین قطعی کا فائدہ دیتی ہے اور دوسرے
قسم ظن کا یعنے فرض عملی کا اور تیسرے وجوب اور مکروہ تحریم کا اور چوتھی سنت اور استحباب کا طحطاوی وغیرہ مین یونہین ہے

پائی جاتی ہو تو ہمسا بیان کریں کہ حق ظاہر ہو جاوے اور یہی خدا کا فرمان ہے حق نکریں ولیکن نہیں لاسکینگی ولوکان بعضہم لبعض ظہیرا
اسیواسطے سلف سے خلف تک کسینے کوئی دلیل شرعی اس وجوب تقلید ایک مجتہد خاص کے قایم نہین کی ان اگر ہو تو
مؤلف رسالہ کا بیان کرے کہ حق و باطل مین امتیاز ہو جاوے اور بلا دلیل شرعی کے غلو کرنا دین مین سراسر مذموم ہے
جیسا کہ خدا تعالی قرآن مجید مین فرماتا ہے یا اہل الکتاب لاتغلوا فی دینکم الآیۃ حکم وجوب شرعی کا تو حال معلوم ہو چکا
اب آگے حکم اجماع شرعی کا حال سنو پس اجماع شرعی کیواسطے دو امر ضرور ہین پہلا امر یہہ کہ اتفاق ساری مجتہدین
ہمعصر کا اس امت سے اوپر امر شرعی کے متحقق ہو اور دوسرا امر یہہ کہ سند اسکی قرآن اور حدیث سے پائی جاوے کیونکہ
نہ پایا جانا سند کا مستلزم خطا کو ہوگا اور حکم کرنا دین مین بلا دلیل خطا ہے پس اگر یہہ دو امر ثابت نہون تو اجماع
شرعی متصور نہوگا اگرچہ ہزارون جمع ہو جاوین کسی کام دین پر مگر اہل اجتہاد سے نہون اور سند اوسکی کتاب
اور سنت سے نہ پائی جاتی ہو تو ایسے اجماع کا کچھہ اعتبار نہین شرع مین اسواسطے کہ اجماع شرعی عبارت ہے
قول کل سے اور قول کل کا بلا دلیل شرعی کے باطل ہے تو یہ اجماع بھی باطل ہوگا اور ایسا اجماع بے سند کہ جسپر اتفاق
تمام مجتہدین ہمعصر کا نہ پایا جاوے اور نہ کوئی سند اسکی کتاب و سنت سے پائی جاوے باوجود اسکے ایسے اجماع کو منجملہ ادلہ شرعیہ
جاننا اور حکم اجماع شرعی مین شمار کرنا سراسر کجفہمی اور نادانی بلکہ ایسا اجماع حکم مین ما وجدنا علیہ آباءنا کے شامل ہوگا
کہ جسپر خدا تعالی نے الزام دیا ہے اور غصہ فرمایا ہے توضیح اور تلویح کی عبارت نقل کیجاتی ہے اما الخامس ففی السند

والناقل جمعہما فی بحث واحد لانہما سببان فالاول سبب ثبوت الاجماع والثانی سبب ظہورہ
والجمہور علی انہ لا یجوز الاجماع الا عن سند من دلیل او امارۃ لان عدم السند یستلزم الخطاء
اذ الحکم فی الدین بلا دلیل خطاء انتہی ما فی التلویح مختصرا الاجماع وہو لغۃ العزم والاتفاق و
کلاہما من الجمع واصطلاحا اتفاق المجتہدین من ہذہ الامۃ فی عصر علی امر شرعی ولا ینعقد باہل البیت وحدہم
خلافا للشیعۃ ولا بالشیخین عند الاکثر ولا بالخلفاء عند الاکثر ولا بالخلفاء الاربعۃ خلافا لاحمد وعن مالک الانعقاد
بالمدینۃ فقط ولا اجماع الا عن مستند علی المختار لنا اولا الفتوی بلا دلیل شرعی حرام الی آخر ما فی مسلم الثبوت فان حجیۃ الاجماع

ف بحث پانچوین سند اور ناقل مین دونو ایک ہے بحث مین اسواسطے کہ دونو سبب ہین سو اول سبب ثبوت اجماع کا اور دوسرا اوسکی
ظہور کا سبب ہے اور جمہور اسپر ہین کہ اجماع جائز نہین بغیر دلیل اور قرینہ کی کیونکہ بغیر سند کی اجماع مین خطا لازم ہے کیونکہ حکم دین مین بغیر دلیل کے
خطا ہوگی عبارت جو تلویح مین ہے مختصر اجماع لغت کی طور پر قصد اور اتفاق کو کہتے ہین اور دونو جمع سے ماخوذ ہین اور اصطلاح مین اس امت کے
مجتہدون کا متفق ہونا ایک امر شرعی پر ایک زمانہ مین اور فقط اہل بیت سے اجماع منعقد نہین ہوتا جیسے کہ اہل تشیع کہتے ہین اور نہ فقط شیخین سے
نزدیک اکثر لوگون کی اور نہ فقط خلفا سے یہہ ہی اکثر کا مذہب ہے اور نہ فقط خلفا اربعہ سے جیسا کہ امام احمد کہتے ہین امام مالک سے روایت ہے کہ اہل مدینہ
کا اجماع ہے مگر مذہب مختار یہہ ہے کہ بغیر سند کی اجماع نہین ہوتی ہماری دلیل پہلی یہہ ہے کہ فتوی بغیر دلیل کے حرام ہے چنانچہ پوری عبارت مسلم الثبوت مین ہے کیونکہ حجیت ہے

ليست الا لانه اتفاق المجتهدين من حيث هم مجتهدون واذا كان الفتوى لا عن دليل واجتهاد فليس هو
قول المجتهد من حيث هو مجتهد انتهى ما قال العلامة عبد العلي اللكهنوى مختصرا فى شرح مسلم الثبوت قال الشيخ
ابن الهمام فى التحرير الاجماع العزم والاتفاق لغة واصطلاحا اتفاق مجتهدى عصر على امر شرعى ولا
ينعقد باهل البيت وحدهم خلافا للشيعة ولا ينعقد بمجتهدى المدينة الطيبة وحدهم خلافا لمالك ولا
اجماع الا عن سند انتهى كلامه وبالجملة يلزم احد الامرين كون الباطل صوابا او كون الاجماع خطاء لان الاجماع قول كل
وقول كل بلا دليل محرم فقوله احد بلا دليل باطل البتة كذا افاد العلامة عبد العلي اللكهنوى فى شرح التحرير للشيخ ابن الهمام
اور جناب شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کتاب حجۃ اللہ البالغہ مین فرماتے ہین کہ اتباع کرنا اجماع بغیر سند شرعی کا منجملہ
تحریفات دین کا ہوتا ہے ومنها اتباع الاجماع وحقيقته ان يتفق قوم من حملة الملة الذين اعتقد العامة فيهم الاصابة
غالبا او دائما على شئ فيظن ان ذلك دليل قاطع على ثبوت الحكم وذلك فيما ليس له اصل من الكتاب والسنة وهذا
غير الاجماع الذى اجمعت الامة عليه فانهم اتفقوا على القول بالاجماع الذى مستنده الكتاب او السنة او الاستنباط
من احدهما ولم يجوزوا القول بالاجماع الذى ليس مستندا الى احدهما وهو قوله تعالى واذا قيل لهم اتبعوا ما انزل الله
قالوا بل نتبع ما الفينا عليه اباءنا الاية انتهى ما فى حجة الله البالغة للشيخ الاجل مولانا ولى الله المحدث الدهلوى
اور جناب قاضی ثناء اللہ صاحب قدس سرہ بیچ رسالہ اصول فقہ کی کہ جو بنا بر فرمائش جناب مرزا جانجانان پیر مرشد حضرت
اپنے کے وہوم نام تکملہ لکھا ہے آخر رسالہ مین فرماتے ہین کسیکہ لازم گیرد بر خود مذہبی معین مثل مذہب ابی حنیفہ پس
بعضے گویند کہ جائز نیست آنرا تقلید دیگرے و بعضے گویند کہ در مسائلی کہ موافق فتوی ابی حنیفہ دران عمل کردہ است تقلید

سو جو نہ ہوگی کہ وہ اتفاق مجتہدین کا ہے اس حیثیت سے کہ وہ مجتہد ہین اور جس وقت کہ فتوی بغیر دلیل اور اجتہاد کی ہوا تو وہ مجتہد کا قول بحیثیت اجتہاد
نہ ہوگی عبارت جو مولوی عبد العلی لکھنوی نے شرح مسلم مین کہی ہے مختصرا کہا شیخ ابن ہمام نے تحریر مین اجماع لغت کی طور پر عزم اور اتفاق کے
معنی ہین اور اصطلاح کی طور پر اتفاق کرنا مجتہدین کا ایک زمانہ مین ایک امر شرعی پر اور فقط اہل بیت سے اجماع نہین ہوتا جیسا کہ
رافضی کہتے ہین اور نہ اکیلے مجتہدین مدینہ سے جیسا کہ امام مالک کہتے ہین اور بغیر سند اجماع کی نہین ہوتا ہو جکی عبارت تحریر کی
حاصل کلام یہہ ہے کہ دو باتون مین سے ایک بات لازم آئیگی یا جھوٹ کا سچ ہونا یا اجماع کا خطا پر ہونا کیونکہ اجماع سبکی قول کو کہتی ہین اور ایک بات کا
سبکو بلکہ بغیر دلیل کے کہنا حرام ہے تو ایک بات بھی بی شک حرام ہے یون ہی کہا ہے علامہ عبد العلی لکھنوی نے شرح تحریر مین سلمہ
ور انمین سے ایک اتباع اجماع کا ہے اور حقیقت اوسکی یہہ ہے کہ متفق ہون ایسے لوگ جنپر ظن غالب صواب کا ہے ایک امر پر اور گمان کیا جاوے کہ یہہ
ضرور ثبوت حکم کے لئے ایک دلیل قاطع ہے اور یہہ اون مسئلون مین جنمین آیۃ اور حدیث سے کوئی اصل نہین ہی اور یہہ وہ نہین جسپر امت نے
اتفاق کیا ہے کیونکہ اونہون نے اوس اجماع پر اتفاق کیا ہے جسکے سند قران یا حدیث یا اون دونو کی مستنبط پر ہوا ور وہ لوگ اوس اجماع کو
جائز نہین رکھتے جسکی سند بطور مذکور نہو بلکہ وہ اس آیۃ کا مصداق ہے اور جب کہا جاوے اون کو کہ تابعداری کرو اوسکی جو اوتارا اللہ نے کہتی ہین کہ ہم تو اوسکی پیروی

ودیگری جایز نیست و دراں چہ عمل نکردہ است ہر کرا خواہد تقلید نماید وکسیکہ مذہبی لازم نگرفتہ است بر تمامہ اقوال مذکورہ دیرا جایز است کہ تقلید ہر کہ خواہد بکند لیکن بعد ازاں کہ در بعضے مسایل تقلید ابی حنیفہ رح کردہ در بعضے تقلید شافعی پس جایز نیست اورا کہ دراں چہ تقلید شافعی کردہ تقلید ابی حنیفہ رح بکند یا بالعکس بعضے گویند کہ مذہب لازم گرفتہ باشد یا نہ و عمل نمودہ باشد یا نہ جایز است ہر مقلد را تقلید ہر مجتہد و این اقرب است بتحقیق چہ حقتعالی درین باب ہیچ لازم نکردہ است و بدون التزام ہیچ لازم نشود قولہ تعالی فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون عام است مقید بہیچ کی ازین قیود نیست و در صدر اول عوام از خواص صحابہ استفتا مینمودند و عمل میکردند و مبالات ازین قیود مروی نیست تمام ہوا کلام قاضی صاحب مغفور و مرحوم کا بس قول مؤلف تنویر الحق کا کہ آیۃ فاسئلوا اہل الذکر خاص ہے اور تقلید ایک مجتہد کی واجب ہوئی ہے بالاجماع رد ہو گیا ساتھ قول قاضی صاحب قدس سرہ کی اور جاء الحق وزہق الباطل واضح ہوا الہم ارنا الحق حقا وارنا الباطل باطلا برجستک اب انکی تہوڑی سی وصیت شیخ اکبر کی بہت احمر کہ جسکو مولانا عبد العلی اور مولانا نظام الدین وغیرہ خاتم ولایت احمدیہ کی لکھتی ہین آخر فتوحات مکیہ سی نقل کی جاتی ہے وصیۃ الذی اوصیک بہ ان کنت عالما فحرام علیک ان تعمل بخلاف ما اعطاک اللہ دلیلک ویحرم علیک تقلید غیرک مع تمکنک من حصول الدلیل فان لم تکن فی ہذہ الدرجۃ وکنت مقلدا فایاک ان تلتزم مذہبا معینا بل اعمل کما امرک اللہ وہو ان تسأل اہل الذکر ان کنت لا تعلم واہل الذکر ہم العلماء بالکتاب والسنۃ واطلب رفع الحرج فی ما استطعت واسأل عن الرخصۃ فی ذلک حتی تجدہا فان اللہ یقول ما جعل علیکم فی الدین من حرج وان قال لک المفتی حکم اللہ او حکم رسولہ فی مسئلتک فخذ بہ وان قال لک ہذا رائی فلا تاخذ بہ واسأل غیرہ انتہی ما قال ابن العربی الشہیر بالشیخ الاکبر فی آخر الفتوحات المکیۃ اور ایک رسالہ جزبہر کا قاضی ثناء اللہ صاحب قدس سرہ کا مہر کیا ہوا انکا ہمارے ہاتہ لگا چنانچہ اوس رسالہ سی تہوڑی سی عبارت اوسکی اس مقام مین نقل کی جاتی ہیں اما فالم یکن اہلیتہ ففرضہ ما قال اللہ تعالی فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون واذا یجب اعتماد المستفتی علی ما یکتب لہ المفتی من کلام ائمۃ او کلام شیخہ وان سفل فلا یجب اعتماد الرجل علی ما کتب التقات من کلام رسول اللہ

ترجمہ وصیت شیخ اکبر کا ملا وہ وصیت جو مین تجہی کرتا ہون یہہ ہے کہ اگر تو عالم ہے تو تجہپر حرام ہے کہ تو برخلاف اوس دلیل کے جو تجہی اللہ نے دی ہی عمل کرے اور حرام ہے تجہپر تقلید غیر کی استطاعت مین کہ تجہے حصول دلیل پر قوت ہے اور اگر یہہ درجہ نہوا اور تو مقلد ہو تو اس سے بچیو کہ تو ایک مذہب خاص کا التزام کرے بلکہ عمل کر جسطرح پر تجہکو اللہ تعالی نے حکم کیا ہے وہ یہہ کہ اگر تو نہین جانتا ہو تو اہل ذکر سی پوچہ لے اہل ذکر قرآن اور حدیث کی جاننے والی علما ہین سو تو اپنی ضرورت مین رفع حرج کی خواہش کر جہانتک قدرت ہی اور رخصت کو ڈہونڈہ جہانتک تو پادی کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہے دین مین تجہپر تنگی نہین کی گئی اور اگر تجہے مفتی کہی کہ یہہ اللہ تعالی یا اوسکی رسول کا حکم ہے تیری فلانہ مسئلہ مین تو تو اوسپر عمل کر اور اگر کہی کہ یہہ میری رای ہے تو اوسکو مت لی اور دوسرے سے پوچہہ لے ہو چکی وہ عبارت جسکی ابن عربی کہ جو مشہور ساتہ شیخ اکبر کی مشہور ہین آخر فتوحات مکیہ مین کہا ہے ترجمہ جس شخص کو لیاقت علم کی نہو تو اوسکی ذمہ پر یہہ بات ہی کہ جو اللہ تعالی فرماتی ہی کہ اہل ذکر سی پوچہ لے اگر تم نہین جانتی اور جبوقت کہ یوہی ہی تو مستفتی کا اعتماد فرض ہوگا اوس پر جو کہ مفتی لکہے یا اپنی بزرگوں کے کلام سی لکہدے تو یہہ بات بدرجہ اولی جایز ہے کہ ثقات دین سے جو آنحضرت صلعم کا کلام

صلی اللہ علیہ وسلم اولی بالجواز واذا قدر انہ لم یفہم الحدیث فکما لم یفہم فتوی المفتی فسئل من یعرف معناہ فکذلک الحدیث وان کان الرجل متبعا لابی حنیفۃ او مالک او الشافعی او احمد رضی اللہ عنہم ورای فی بعض المسائل ان مذہب غیرہ اقوی منہ فاتبعہ کان قد احسن فی ذلک ولم یقدح ذلک فی دینہ ولا فی عدالتہ بلا نزاع بل ہذا اولی بالحق واحب الی اللہ تعالی ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم فمن یتعصب بواحد معین غیر الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ویری ان قولہ ھو الصواب الذی یجب اتباعہ دون الائمۃ الآخرین فہو ضال جاہل غایۃ ما یقال انہ یسوغ او یجب علی العامی ان یقلد احدا من الائمۃ من غیر تعیین زید او عمرو وانتہی ما اوردہا (یہی اوسی رسالہ سی نقل کی جاتی ہے) ومن تعصب بواحد بعینہ من الائمۃ دون الباقین کالرافضی والناصبی والخارجی فہذہ طریق اہل البدع والاہواء الذین ثبت بالکتاب والسنۃ والاجماع انہم مذمومون خارجون عن الشریعۃ انتہی ما فی الرسالۃ فی العمل بالحدیث للقاضی الاجل ثناء اللہ صاحب تفسیر المظہری فمن شاء فلیراجع الیہا

قال مسئلہ پہلا بیچ بیان قلتین کے شبہ کرتے ہیں بایں طور کہ روایت کی گئی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اذا کان الماء قلتین فانہ لا ینجس رواہ ابوداود اور روایت کی گئی ابن عمر کہ کہا سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سئل من الماء یکون فی الفلاۃ من الارض وما ینوبہ من الدواب والسباع فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا بلغ الماء قلتین لم ینجسہ شیء رواہ ابوداود پس یہہ حدیث دلالت کرتی ہی اسپر کہ جبکہ ہو پانی بقدر قلتین کی تو ناپاک نہو گا جیسا کہ مذہب امام شافعی کا ہے اور ہمیں نہیں معلوم ہوا ہے کہ امام اعظم نے کس حدیث سی سند پکڑے ہے کہ یہہ پانی قلتین کا ناپاک ہو جاتا ہے

اور یہہ اعتقاد کرنا چاہیے اور جو یون کہا جاوے کہ حدیث تو سمجھہ مین نہین آتی تو جسطرح مفتی کا فتوا سمجھہ مین نہین آتا اور کسی ماہر سی اوسکی معنے پوچھہ لئے جاتے ہین اسیطرح حدیث کا حال ہے اور اگر کوئی شخص امام ابوحنیفہ یا امام مالک یا امام شافعی یا امام احمد رضی اللہ عنہم کا مقلد ہو اور دیکھی کہ مذہب غیر کا اوسکی مذہب سے قوی ہی اور اوسکا اتباع کرے تو یہہ اوسنی اچھا کیا اور اوسکی دین مین کوئی قدح نہین ہوا اور نہ اوسکی عدالت مین اور اسمین کسی اہل علم کا نزاع نہین ہی بلکہ یہہ بنظر حق کی اولی ہے اور اللہ اور رسول کا پسندیدہ سو جس کسی نے سوا رسول کی ایک معین کے مذہب پر تعصب کیا اور یہہ عقیدہ رکھا کہ یہی مذہب صواب اور واجب الاتباع ہے اور ائمہ کا نہین تو وہ گمراہ جاہل ہے انتہا یہہ ہے کہ یوں کہا جاوے کہ عامی پر واجب ہے کہ بغیر تعیین ایک کے ائمہ مین سی تقلید کرے اور کہہ زید و عمرو کی تعیین نکرے ہو چکی عبارت رسالہ کی اور جس نے مثل رافضیوں اور ناصبیوں اور خارجیوں کی طرح اور ائمہ کو چھوڑ کر ایک مذہب کا تعصب کیا تو یہہ طریقہ اہل بدعت اور نفسانیت کا ہے جنکی حق قرآن اور حدیث اور اجماع سے ثابت ہو چکا کہ وہ ملامتی شریعت سی خارج ہین ہو چکی وہ عبارت جو رسالہ عمل بالحدیث قاضی ثناء اللہ صاحب تفسیر مظہری مین ہے جو چاہے اوسمین دیکھ لے مسئلہ جس وقت پہونچے پانی دو قلہ کو تو وہ ناپاک نہین ہوتا روایت کی یہہ حدیث ابوداود نے مسئلہ سنا میں نے رسول صلعم سے کہ آپ سے کسی نے جنگل کے پانی کے باب مین پوچھا جسمین چوپایہ پینے چلے آتے ہین تو آپنے فرمایا کہ جب پانی دو قلوں کو پہونچ جاوے تو اوسکو کوئی چیز ناپاک نہین کرتی روایت کی ابوداود نے

جواب سکا یہ ہے کہ روایت ہی ابو ہریرہ سی کہ فرمایا رسول خدا صلعم نے اذا استیقظ احدکم من نومہ فلا یغمس یدہ فی الاناء حتی یغسلہا ثلثا فانہ لایدری این باتت یدہ متفق علیہ کہا نووی نی بیچ شرح صحیح مسلم کے نیچے اس حدیث کی ان اھل الحجاز کانوا یستنجون بالاحجار فاذا نام احدھم عرق فلا یامن النائم من ان یطوف یدہ علی ذلک الموضع النجس فاذا وقع یدہ علی ذلک الموضع النجس تنجس یدہ فاذا یغمس یدہ تنجس ماءھا انتہی اور روایت ہی ابو ہریرہ سی کہ فرمایا رسول خدا صلعم نے لایبولن احدکم فی الماء الدائم الذی لایجری ثم یغتسل فیہ متفق علیہ اور روایت ہے ابو ہریرہ سے کہ فرمایا رسول خدا صلعم نے اذا شرب الکلب فی اناء احدکم فلیغسلہ سبع مرات متفق علیہ اور روایت ہی ابو ہریرہ سے کہ فرمایا رسول خدا صلعم نے اذا ولغ الکلب فی اناء احدکم فلیرقہ ثم یغسلہ سبع مرات رواہ مسلم اور روایت ہے عطا سے ان حبشیا وقع فی زمزم فمات قال فامر ابن الزبیر فنزح ماء زمزم قال فجعل الماء لاینقطع قال فنظر فاذا ھو عین تنبع من قبل الحجر الاسود قال ابن الزبیر حسبکم رواہ ابوبکر بن ابی شیبۃ اور روایت ہے ابن عباس سے ان زنجیا وقع فی زمزم فمات قال فانزل الیہ رجل فاخرجہ ثم قال انزحوا ما فیہا من ماء زمزم ثم قال للذی فی البیر ضع دلوک من قبل العین التی تلی البیت والرکن فانہا من عیون الجنۃ رواہ ابوبکر بن ابی شیبۃ فی مصنفہ اور روایت ہے ابن عباس و ابن الزبیر سے انہما نزحا ماء زمزم عند وقوع زنجی وموتہ فیہ رواہ الدارقطنی اور روایت ہے کہ ان زنجیا وقع فی بیر زمزم فمات فیہا فامر ابن عباس وابن الزبیر ان اخرج وامر ان ینزح قال فغلبتہم عین جاءت من الرکن فامر بہا فدست بالقباطی والمطارف حتی نزحوھا والصحابۃ متوافرون من غیر نکیر ولم ینکر منہم احد وکان ذلک الافتاء ببعض الصحابۃ ولم ینکر منہم احد رضی اللہ تعالیٰ عنہم رواہ الطحاوی اور روایت کیا ابوبکر بن ابی شیبہ نے خالد بن سلمہ سی ان علیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سئل عن بال فی البیر قال ینزح

له جو وقت تم مین کا کوئی جاگے اپنے نیند سے تو نہ ڈبوئے ہاتھ اپنا بیچ برتن مین تا دہوئے اوسکو تین بار کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اوسکی ہاتھ نے رات کہاں کاٹی روایت کی اس حدیث کو بخاری اور مسلم نے ٢ه عرب کی لوگ ڈہیلوں سی استنجا کرتے تھے پہر جب اونمین کی لوگ سوتی تو ضرور موضع نجاست تک ہاتھ پہونچتا تہا پسینہ ہے ہاتہ پانی مین پڑنے سے پانی ناپاک ہوجاتا تہا ٣ه ہرگز نہ پیشاب کرے کوئی ٹہری پانی مین اور پہر اوسمین نہاوے متفق علیہ روایت ہے ٤ه جو وقت کتا کیسی برتن مین سونہہ ڈالدے تو اوسکو سات مرتبہ دہو ڈالو متفق علیہ روایت ہے ٥ه جو وقت کتا برتن میں موہنہ ڈالدے تو اوسکا پانی بہینکدو اور سات دفعہ دہو ڈالو مسلم کی روایت ہے ٦ه ایک حبشی چاہ زمزم میں گر پڑا اور مرگیا عطا کہتے ہین کہ پہر ابن زبیر نے حکم دیا کہ پانی چاہ زمزم کا نکالا جاوی عطا کہتی ہین کہ پانی ٹوٹ نسکا دیکھا تو ایک سوتا حجر اسود کی طرف سے ایک سوتا پانی چلی آتی ہے تو ابن زبیر نے لوگونسے کہا کہ تمہین اسیقدر پانی کا نکل جانا کافی ہی ابوبکر بن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں روایت کی ہی ٧ه ایک حبشی زمزم مین گر کر مرگیا ابن عباس نے کہتے ہین کہ پہر ایک آدمی کنوئی مین اوتارا گیا کہ اوسنی اوسی نکال باہر کیا پہر اوسکو نکالنے کو اور کہا سب پانی نکالو پہر اوس آدمی سے جو کنوئیں میں تہا کہا کہ اوس سوت کی طرف جو رکن کی پاس ہے اپنا ڈول رکھو کہ یہہ سوت چشمہ جنت سی ہی یہہ روایت کی ابوبکر بن ابی شیبہ نے ٨ه امر کیا زمزم کی پانی نکالنی کا جب کہ حبشی اوسمین گر کر مرگیا روایت کی دارقطنی نے

یعنی تحقیق علی رضی اللہ عنہ پوچھے گئے اوسکی حال سے کہ پیشاب کرے کوئی کوئیں میں فرمایا کہ کھینچا جاوے یعنی سارا پانی اوسکا پس کچھ حدیثین صحیح کہ بعض اونکی متفق علیہ ہین اور بعضی غیر متفق علیہ ہین صریح دلالت کرتے ہین اسپر کہ پانی اور باسن پانیکا نجس ہوجاتا ہے نجاست کی پڑنے سے اور یہہ پانی عام ہے شامل ہے قلیل کو اور کثیر کو برابر ہے کہ کم ہو قلتین سے یا زیادہ یا برابر پس وقوع ہوا تعارض درمیان حدیثون قلتین کی اور درمیان ان حدیثون صحیحون کی پس ضرور ہوا یہہ کہ ترجیح دینوین حدیثون صحیحہ کو اوپر ضعیفون کی اور عمل کیا جاوے ان حدیثون صحیحہ پر **اقول** وبتوفیق اللہ وتوفیقہ کہ اول تو یہہ تمام حدیثین حدیث قلتین کے معارض ہے نہین حدیث اذا استیقظ اور حدیث اذا وقع اسلئے معارض نہین کہ اونمین تو فقط حکم باسن کے پانی کا بیان کیا گیا ہے نہ پانی عام کا جیسا کہ مولف کو اشتباہ ہوا ہے پس پانی بقدر قلتین کے اگر حوض مین ہو تو وہ مورد اون دونون حدیثونکا نہین ہوسکتا ہے کیونکہ حوض کو کسی بولی مین باسن نہین کہتے جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری شرح صحیح بخاری مین کہا ہے تحت پہلی حدیث کی قولہ فی وضوئہ ای اناء الذی اعد للوضوء وفی روایۃ الکشمیہنی فی الاناء وھو روایۃ مسلم من طرق اخری ولابن خزیمۃ فی انائہ او وضوئہ علی الشک والظاہر اختصاص ذلک باناء الوضوء ویلحق بہ اناء الغسل لانہ وضوء وزیادۃ وکذا باقی الانیۃ قیاسا لکن فی الاستحباب من غیر کراہۃ لعدم ورود النہی فیہا عن ذلک واللہ اعلم وخرج بذکر الاناء البرک والحیاض التی لاتفسد بغمس الید فیہا علی تقدیر نجاستہا فلا یتناولہا النہی انتہی اور اگر وہ پانی بقدر قلتین کے سوائے حوض کے کسی اور بڑے باسن مین ہو جیسا کہ پیپا وغیرہ تو بھی حکم سے اون دونون حدیثون کے خارج ہے اسلئے کہ اونمین مراد وہ باسن ہیں جو کہ اونکی عادت اور استعمال مین تہے اور وہ قلتین سے بہت چہوٹے ہوا کرتے ہتے جیسا کہ امام نووی نے شرح صحیح مسلم مین کہا ہے تحت اوسی حدیث کی وکانت عادتہم استعمال الاوانی الصغیرۃ التی تقصر عن القلتین بل لا تقاربہا انتہی

---

۵۹ تحقیق ایک حبشی گر پڑا زمزم کے کوئیں مین اور مرگیا اوسمین پس حکم کیا ابن عباس اور ابن زبیر نے یہہ کہ نکالا جاوے زنگی اور حکم کیا اون دونون نے یہہ کہ کھینچا جاوے پانی اوسکا کہا راوی نے کہ وہ سوت جو رکن کی طرف سے آتی تہی اوسکا پانی تہ سکا اوس سوت مین باریک کپڑی ٹہونس کر پانی نکالا اور صحابہ سے بہی کسی نے انکار نہین کیا روایت کی طحاوی نے ۶۰ حضرت علی سے کسی نے پوچھا کہ کوئی کوئی مین پیشاب کر دے تو کیا کرے کہا سارے پانی نکالے ۶۱ یعنی وضو کا برتن اور کشمیہنی کی روایت مین برتن ہے اور مسلم مین بہی اور طریق سے یہی ہے اور ابن خزیمہ کے روایت مین وضو اور برتن شک کے طور پر آیا ہے اور ظاہر یہہ ہے کہ یہہ وضو کی برتن کی ساتہہ تخصیص ہے اور غسل کا برتن اسکی ذیل مین آگیا کیونکہ غسل مین وضو مع بڑہوتری کی ہوتا ہے اور قیاساً اسیطرح اور برتن لیکن بطریق استحباب کے ہے کراہت نہین کیونکہ اسباب مین نہی نہین وارد ہوئی آگے اللہ جانے اور برتن کے ذکر کرنے سے وہ حوض وغیرہ جنمین ناپاک ہاتہہ ڈالنے کی نہی نہین فرمائی نکل گئے سو ان کو نہی شامل نہین ہوسکے عبارت فتح الباری کی ۱۲ ون لوگونکی عادت تہی کہ قدر دو قلون سے چہوٹے برتن برتا کرتے تہے

فان قلت الاناء عام يشتمل الصغير والكبير وقد تقرر ان العبرة لعموم الالفاظ لا لخصوص المورد فما وجه التخصيص بالصغير قلنا لا نسلم عموم الاناء مع وجود العهد الخارجي وقد قال في مسلم الثبوت واسم الجنس كذلك حيث لا عهد انتهى فان قلت ما القرينة على العهد الخارجي قلنا العهد الخارجي هو الاصل ما لم توجد قرينة على عدمه تقتضي العموم كذا في التلويح والتوضيح والمحلى شرح الموطأ للمحدث الشيخ سلام الله الحنفي وههنا ليست قرينة على نفي العهد ووجود العموم ويجيء تحقيق هذه المسئلة في الحديث الماء طهور لا ينجسه شيء ان شاء الله تعالى فانتظر على انه على تقدير عموم الاناء هذا عليكم فان الاناء الذي يكون طوله عشرا وعرضه عشرا ووجد وليس بمحال يكون داخلا في هذا الحكم فما هو جوابكم فهو جوابنا پس ثابت ہوا کہ پانی بقدر قلتین کی خواہ حوض میں ہو خواہ کسی بڑی باسن میں ہو حکم اوس دونوں حدیثوں کا نہیں اور وہ حدیثیں معارض حدیث قلتین کے نہیں اور حدیث لا یبولن بھی معارض قلتین کی نہیں کہ وہ حدیث اپنے عموم پر باقی نہیں بلکہ محمول ہے اوس پانی پر جو قلیل ہو باجماع ذریقین جیسا کہ حضرت مولف نے بھی آگے چلکر کہا ہے کہ جبکہ منعقد ہوا اجماع امت کا اسپر کہ حکم پانی کثیر کا حکم پانی جاری کا ہے پس حدیث لا یبولن الخ نہ باقی رہے اوپر اپنے عموم کے انتہے کلامہ اور جناب مترجم تنویر الحق کے یعنے مولوی قطب الدین خانصاحب مظاہر الحق ترجمہ مشکوۃ میں تحت حدیث لا یبولن کے فرماتے ہیں ف مراد پانی سے یہان پانی قلیل ہے اگر کثیر ہو حکم جاری کا رکھتا ہے اور نجس نہیں ہوتا پیشاب وغیرہ سے اور نہانا اوسمین جایز ہے انتہے کلامہ اور حافظ عسقلانی نے فتح الباری میں کہا ہے تحت حدیث لا یبولن کے وهذا كله محمول على الماء القليل عند اهل العلم على اختلافهم في حد القليل وقد تقدم من لا يعتبر الا التغير وعدمه وهو قوي لكن الفصل بالقلتين اقوى لصحة الحديث فيه وقد اعترف الطحاوي من الحنفية بذلك انتهى اور جبکہ عموم پر نہوئی تو قلتین کے معارض کیونکر ہوئی اور حدیث نزح زمزم کی دو وجہ سے معارض قلتین کے نہیں ہو سکتی وجہ اول یہہ کہ اس قصہ کی ثبوت ہی نہیں

پھر اگر کوئی یون کہہ بیٹھے کہ برتن کا لفظ عام ہے بڑے چھوٹے برتنوں سبکو شامل ہے اور یہہ بات ٹھہر چکی ہے کہ خصوصیت محل ورود کے نہیں ہوتے بلکہ لفظونکی عموم کا اعتبار ہوتا ہے تو ہم جواب دیوینگے کہ یہہ امر مسلم نہیں کیا باوجود موجود ہونے عہد خارجی کی برتن عام رہے مسلم الثبوت میں کہا ہے اسم جنس عام ہے جہان عہد نہو پھر اگر کوئی یون کہے کہ عہد خارجی پر کیا قرینہ ہے تو ہم کہینگے کہ عہد خارجی اصل ہے جبتک اوسکی نہونیکا قرینہ یا تقتضا عموم کی نہووے یونہیں ہے توضیح تلویح اور محلی شرح موطا شیخ سلام اللہ حنفی میں اور یہان عہد کے نہونے پر کوئی قرینہ نہیں ہے اور تحقیق اس مسئلہ کی حدیث الماء طہور میں انشاء اللہ تعالی آویگے منتظر رہنا علاوہ یہہ کہ جب برتن عام ہے تو تمہیں مضر ہے کیونکہ وہ برتن جو دہ در دہ ہو اس حکم میں داخل ہوگا سو جو جواب تمہارا ہوگا وہی ہمارا ف اور یہہ سب لکھا گیا ہے تھوڑے پانی کے حکم میں علما کی نزدیک بیچ خلاف حد قلیل کے اور پہلی اوس سب ذکر ہو چکا ہے جنہیں پانی کی تغیر اور عدم تغیر کا اعتبار ہی اور یہہ مذہب قوی ہی لیکن حد قلتین بہت

کلام ہے خاص کر اوس روایت مین جو کہ ابن عباس سے مروی ہے سالئی کہ کہا امام شافعی نے کہ ابن عباس سے یہہ
روایت معلوم نہین ہوتی اور ہم نے کبھی نہین سنا کہ زمزم کا پانی کھینچا گیا ہے حالانکہ زمزم ہمارے پاس ہے
جیسا کہ بیہقی نے سنن کبرے مین کہا ہے قال الزعفرانی قال ابو عبد اللہ الشافعی لا نعرفہ عن ابن عباس
و زمزم عندنا ما سمعنا بہذا انتہی اور محدث سلام اللہ نے محلی مین کہا ہے وقال الشافعی لا یعرف ہذا عن ابن عباس انتہی
اور کہا سفیان بن عیینہ تابع تابعین جلیل الشان نے جنکا ابن حجر نے تقریب التہذیب مین یہہ ترجمہ کیا ہے
ثقہ حافظ فقیہ امام حجۃ کہ مین مکہ مین ستر برس رہا لاکن کبھو کسی چھوٹے یا بڑے سے یہہ حدیث نہ سنی اور نہ کسی سے
یہہ سنا کہ زمزم کا پانی کھینچا گیا تھا جیسا کہ بیہقی نے سنن کبری مین کہا ہے واخبرنا ابو عبد اللہ الحافظ نا ابو الولید
الفقیہ حدثنا عبد اللہ بن شیرویہ قال سمعت ابا قدامۃ یقول سمعت سفیان بن عیینۃ یقول انا بمکۃ منذ سبعین سنۃ ولم ار احدا
صغیرا ولا کبیرا یعرف حدیث الزنجی الذی قالوا انہ وقع فی زمزم وما سمعنا احدا یقول نزحت زمزم انتہی اور محدث سلام اللہ حنفی نے محلی مین
کہا ہے ونقل عن ابن عیینۃ انا بمکۃ منذ سبعین سنۃ لم ار صغیرا وکبیرا یعرف حدیث الزنجی وما سمعنا احدا یقول نزحت زمزم انتہی اور ابن طاہر
حنفی نے مجمع البحارین مین کہا ہے وما روی ابن ابی شیبۃ ان زنجیا وقع فی بئر زمزم فنزح فلم یصح ضعفہا البیہقی وروی عن سفیان بن
عیینۃ قال انا بمکۃ سبعین سنۃ لم ار احدا صغیرا ولا کبیرا یعرف حدیث الزنجی انتہی اور کہا ابو عبید نے کہ یہہ روایت
نزح زمزم کے لایق شان زمزم کے نہین ہے کیونکہ اوسکی نعت مین حدیثین اس مضمون کی آئی ہین کہ وہ نہ کھینچا جاے
جیسا کہ سنن کبری مین کہا ہے قال ابو عبید وکذلک لا ینبغی لان الآثار قد جاءت فی نعتہا انہا لا تنزح انتہی
اور جو روایتین ابن عباس سے درباب نزح زمزم کے مولف نے مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ سے اور شرح معانی الآثار طحاوی
سے نقل کی ہین وہ سب نامقبول ہین اسلئے کہ وہ منقطع ہین کیونکہ راوی اونکا ابن عباس سے قتادہ ہے اور بعضے
روایتون مین ابن سیرین ہے اور ان دونو کو ابن عباس سے ملاقات نہین جیسا کہ بیہقی نے سنن کبری مین بعد روایت

تو ہی ہا کیونکہ یہ حکایت صحیح ہو گئی ہے اور طحاوی وحنفیہ نے بھی اوسکی صحت کا اقرار کیا ہے ۵۱ زعفرانی نے کہا ہے کہ ابو عبد اللہ شافعی نے کہا ہے کہ اس
قصہ کو ہم ابن عباس سے نہین جانتے حالانکہ زمزم ہمارے پاس ہے ہوچکی عبارت سنن کبری کی ۵۲ شافعی نے کہا ابن عباس سے اس
قصہ کو نہین جانتے ہوچکی عبارت محلی کی ۵۳ روایت کی حافظ ابو عبد اللہ نے اور کہا کہ خبر دی ہمین فقیہ ابو الولید نے کہا کہ روایت کی ہمین
عبد اللہ بن شیرویہ نے کہا کہ سنا مین نے ابا قدامہ سے کہا کہ سنا مین نے سفیان بن عیینہ سے کہ کہتے تھے کہ مین مکہ مین ستر برس سے ہون اور مین کسی چھوٹے بڑے کو
نہین جانتا کہ اس حدیث حبشی کو جانتا ہو وہ جو کہتے ہین کہ زمزم مین حبشی گرا اور مین نے پانی نکلوانا بھی نہین سنا ہوچکی عبارت
سنن کبرے کی ۵۴ اور نقل ہے ابن عیینہ سے کہ مین مکہ مین ستر برس سے ہون مین نے کسی چھوٹے بڑے سے حبشی کا کوئی مین گرنا
اور پانی نکلوانا نہین سنا ۵۵ اور وہ جو ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حبشی کوئی مین گرا اور پانی نکالا گیا اوسکو بیہقی نے ضعیف کیا ہے
اور سفیان بن عیینہ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے کہ مین مکہ مین ستر برس سے ہون مین نے کسی چھوٹے بڑے کو نہین دیکھا کہ حدیث حبشی کو جانتا ہو ہوچکی عبارت

ابن سیرین اور قتادہ کی ابن عباس رضی اللہ عنہ کہا ہے فانہما لم یلقیا ابن عباس و لم یسمعا منہ یہہ کہا ور رواہ جابر الجعفی عن ابی الطفیل عن
ابن عباس و عمرۃ عن ابی طفیل تفسیر انہ غلاما وقع فی زمزم فنزحت و جابر الجعفی لا یحتج بہ و رواہ ابن لہیعۃ عن عمرو بن دینار
عن ابن عباس و ابن لہیعۃ لا یحتج بہ انتہی اور محدث سلام اللہ حنفی نے محلی میں کہا ہے وقد روی ابن ابی
شیبۃ عن قتادۃ عن ابن عباس ان حبشیا وقع فی زمزم فمات فانزل الیہ رجلا فاخرجہ ثم قال اخرجوا ما فیہا من ماء وھذا منقطع
انتہی اسی انقطاع کی نظر سے مولف ان روایتوں کی سرسری سے نام اوس راوی کا جو ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتا ہے
اوڑا دیا ہے پر یہہ چالاکی کام نہ آئی کہ چوری پکڑی گئی وجہ ثانی نہ معارض ہونیکی حدیث زنجی کی حدیث قلتین کو یہہ ہی
جسنے فرض کیا کہ یہہ روایت بجمیع طرق ثابت ہے لاکن آخر فعل صحابی کا ہے جسکو حدیث موقوف کہتے ہیں اور ظاہر ہے
کہ حکم میں مرفوع کی جسکی یہہ پہچان ہی کہ اوسمین اجتہاد کو دخل نہو جیسا کہ خبر دینا امور ماضیہ کا یا آئندہ کا یا خبر دینا کہ فلانا
کام سی اتنا ثواب ہوتا ہے یا اسقدر عذاب ہوتا ہے نہیں ہی اور حدیث قلتین کی مرفوع ہے یعنے قول پیغمبر کا ہے
اور صحیح موصول الاسناد جید جسپر کسیطرح کا غبار نہیں چنانچہ عنقریب خوب ثابت کرینگے اور یہہ قاعدہ ہی اہل اصول دین کا
کہ حدیث موقوف حدیث مرفوع کی ہوتی حجت نہیں ہوتی اور اسکی معارض نہیں ہوتی جیسا کہ ابن نجیم حنفی بحر الرائق میں فرماتے
ہیں وحدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم مقدم علی غیرہ انتہی وھکذا فی کتب الاصول اور حدیث اخیر جو محلی میں سی مروی ہے
وہ بھی اسی وجہ سی معارض قلتین کی نہیں ہوسکتی کہ وہ موقوف ہی اور حدیث قلتین کی مرفوع اور اگر بطور فرض محال کے
فرض ہی کیا جاوے کہ یہہ تمام حدیثیں حدیث قلتین کی معارض ہیں تو بھی تو یہہ نہیں لازم آتا کہ حدیث قلتین کو ترک
کیجاوے اور ان حدیثوں کو ترجیح دیکر اسلیے کہ حدیث قلتین کی بھی صحیح اور جید ہے چنانچہ عنقریب ثابت کیا جاویگا اور جمع
اور موافقت اوسکی ساتھ ان حدیثوں کی ممکن ہے چنانچہ علی التفصیل بیان کیا جاویگا اور یہہ قاعدہ اصول حدیث کا ہے
کہ جبتک کہ احادیث صحیحہ متعارضہ میں جمع اور موافقت ہوسکی ترجیح کیطرف رجوع نہیں کرتی جیسا کہ حافظ ابن حجر نے
فتح الباری میں کہا ہے والترجیح لا یصار الیہ مع امکان الجمع انتہی اور نخبۃ الفکر میں کہا ہے وان عورض بمثلہ فا
مخلو اما ان یمکن الجمع بین مدلولیہما بغیر تعسف ولا فان امکن الجمع فھو النوع المسمی بمختلف الحدیث وان لم یمکن

حت مجمع البحار ہے ۱۵ ابو سعید نے کہا ہی یہہ روایت نہیں جانا کیونکہ اگر آدمی آیا ہی کہ وہ کھینچا نکالا ۱۵ وہ دو نہیں ملی ابن عباس رضی اور نہیں ملا
وہ کلام اوس میں ۱۵ اور روایت کی جابر جعفی نی ابی الطفیل ہے اور راوی ابن عباس رضی اور کبھی ابی طفیل سے کہ ایک لڑکا زمزم میں گرا اور پانی کھینچا گیا
حالانکہ جابر جعفی وہی جسکی روایت حجت نہیں گنی جاتی ۱۵ اور روایت کیا اوسی ابن لہیعۃ عمرو بن دینار سی کہ راوی ابن عباس رضی اور ابن
لہیعہ کی روایت بھی حجت نہیں گنی جاتی ۱۵ اور روایہ کی ابن ابی شیبہ نے قتادہ سی اور راوی ابن عباس رضی کہ ایک حبشی زمزم میں گر کر مر گیا
اور ایک آدمی نے اوترکر اوسکو نکالا اور ابن عباس رضی نے کہا کہ اسکا پانی نکالو یہہ روایت منقطع ہے ہونیکی عبارت محلی کی ۱۵ اور حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم
مقدم ہے غیر کے کلام پر اور اسیطرح کتب اصول میں ہے ۱۵ جبتک دو حدیثوں میں جمع ممکن ہو تو ترجیح ایک حدیث کیطرف رجوع نہیں کیا جاتا ۱۵ اگر معارض ہو دے

فلا يخلو اما ان يعرف التاريخ اولا فان عرف وثبت المتاخر فهو الناسخ [illegible] المنسوخ وان لم يعرف التاريخ فلا يخلو اما
ان يمكن ترجيح احدهما بوجه من وجوه الترجيح المتعلق بالمتن او بالاسناد اولا فان امكن الترجيح تعين المصير اليه
والا فلا انتهى مختصرا اور شیخ محمد اکرم حنفی کتاب امعان النظر فی توضیح نخبۃ الفکر مین فرماتی ہین قال ملا الهداد
فی شرح البزدوی التوفیق مقدم علی الترجیح انتہی اور تفصیل موافقت ہرایک حدیث کی حدیث قلتین سی یہہ ہی کہ حدیث
لا یبولن کو معہ دونون حدیثون پہلیون کے بزعم مؤلف عام کہینگے اور حدیث قلتین کو اونکی حکم سی مخصوص ٹھہراوینگی یعنی یون
کہینگے کہ قلتین کے ماسوائے ہر پانی پیشاب وغیرہ سی نجس ہوجاتا ہے اور جو بمقدار قلتین کی ہو وہ نجس نہین ہوتا
کذا قال الحافظ ابن حجر کما فی کلامہ عن فتح الباری اور حدیث زنجی کو یون موافق کرینگی کہ عادت عوام وخواص کیسے
ہے کہ جبکہ پینے کے پانیمین کوئی چیز مکروہ طبعی اگرچہ وہ شرعاً پاک ہی ہو جیسی خاک دہول گادو وغیرہ پڑجاتی ہی تو ایسا
پانیکو بن صاف کئے نہین پیتے ہی واسطے جبکہ بزعم مخالف زنجی کوئی مین گرا اور جسکا خون اور اوسکی نجاست کوئی
مین پانی پر ظاہر ہوئی تو اسکا ازراہ نظافت اور لطافت کی پانی کہنچوایا ایسا ہی امام مجدد حضرت امام شافعی
نے اور جناب شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فی حجۃ اللہ البالغہ مین حدیث زنجی کی سی جواب دیا ہے جیسا کہ سنن کبری
مین کہا ہے قال الشافعی لمخالفیہ قد رویتم عن سماک بن حرب عن عکرمۃ عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال الماء
لا ینجسہ شیء فتری ان ابن عباس روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم خبرا وترکہ ان کانت هذہ روایتہ ویروون عنہ انہ توضأ من
غدیر یدافع جیفۃ ویروون عنہ الماء لا ینجس فان کان شیء من هذا صحیحا فهو دال علی ان لم ینزح زمزم للنجاسۃ ولکن للتنظیف ان کان فعل وزمزم للشرب
وقد کان الدم ظهر علی الماء انتہی اور کہا محلی مین قال الشافعی لا یعرف هذا عن ابن عباس انہ ان کان قد فعل فلعلہ ظهرت علی الماء للتنظیف انتہی

کہر تو بلا تکلف دونو حدیثون مین جمع ممکن ہوگی یا نہین سو اگر جمع ممکن ہو تو اس قسم کا نام مختلف الحدیث ہے اور اگر جمع ممکن نہو تو اس سے
خالی نہین کہ تاریخ معلوم ہوگی یا نہین سو اگر تاریخ جانی جاوے اور پچہلی حدیث ثابت ہووی تو وہی ناسخ ہے اور دوسری منسوخ اور اگر تاریخ نجانی جاوے
تو اس سے خالی نہین کہ ایک کی ترجیح قوت سند یا صحت متن حدیث کی سبب سے ممکن ہوگی یا نہین سو اگر ترجیح ممکن ہے تو اوسکی طرف رجوع متعین ہوگا اور نہین
نہین ہوسکی عبارت نخبہ کی بطور خلاصہ کے ۱۲ ف کہا ملا الہداد نی شرح بزدوی مین موافقت کرنا دو حدیثون مین مقدم ہے ترجیح
سے یہ نہین کہا ہے حافظ ابن حجر نی چنانچہ فتح الباری سے اونکا کلام نقل ہوچکا ۱۲ ف امام شافعی رحمہ نے اپنے مخالفون سے
کہا کہ تمنی سماک اور حرب اور عکرمہ کے واسطہ سی جو ابن عباس رض سے یہہ روایت کی ہی کہ آنحضرت نی فرمایا کہ پانی کو کوئی چیز نجس نہین
کرتی سو تمہین کیا یہہ گمان ہے کہ ابن عباس رض آنحضرت سی ایک حدیث روایت کرین اور باوجود اسکی کہ وہ اونکی روایت صحیحہ ہو پہر اوسکو
چہوڑدین اور اونہین سی التیجہ حوض کی پانی سی وضو کرنا روایت کرتی ہو جسمین نجاست پڑی ہتی اور اونہین سی یہہ کہ پانی نجس نہین ہوتا اگر
انہین سے کوئی روایت صحیح ہے تو وہ دلالت کرتی ہے اسپر کہ زمزم کا پانی بسبب ناپاک ہونیکی نہین کہنچا گیا بلکہ اگر کہنچا گیا بہی ہو تو طاہر
صفا ہونے کے لئے کہنچا گیا ہے کیونکہ وہ پینی کا پانی تہا اور اوس حبشی کا خون اوسپر چہا گیا تہا جسکی عباس نے سنن کبری کی

اور کہا جناب شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں واما الآثار المنقولۃ عن الصحابۃ والتابعین کاثر ابن
الزبیر فی الزنجی وعلی بن ابی طالب فی الفارۃ والنخعی والشعبی فی نحو السنور فلیست مما یشہد لہ المحدثون بالصحۃ ولا مما
اتفق علیہ جمہور اہل القرون الاولی وعلی تقدیر صحتہا یمکن ان یکون ذلک تطییبا للقلوب وتنظیفا للماء لا من جہۃ
الوجوب الشرعی کما ذکر فی کتب المالکیۃ ودون نفی ہذا الاحتمال خرط القتاد وبالجملۃ فلیس فی ہذا الباب
شیٔ یعتد بہ ویجب العمل علیہ وحدیث القلتین اثبت من ذلک کلہ بغیر شبہۃ ومن المحال ان یکون اللہ تعالیٰ شرع فی
ہذہ المسائل لعبادہ شیئا زیادۃ علی ما لا ینفکون عنہ من الارتفاقات وہی مما یکثر وقوعہ ویعم بہ البلوی ثم
لا ینص علیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم نصا جلیا ولا یستفیض فی الصحابۃ ومن بعدہم ولا حدیث واحد فیہ
واللہ اعلم انتہی وقال بعضہم ان الفاء علی لفظ نزح بعد لفظ مات فی حدیث الزنجی یقتضی ان علۃ الامر
بالنزح الموت لا امر آخر کما فی قولہ زنی ماعز فرجم وسہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسجد فاقول اولا ان
اطراد ہذا المعنی ممنوع لان فی حدیث ابی جحیفۃ خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالہاجرۃ بالبطحاء فتوضأ رواہ الشیخان
ولیس الخروج علۃ التوضی والا فمقتضاہ انہ لو لم یخرج الی البطحاء فی الہاجرۃ لم یتوضأ للصلوۃ وان کان وقت الظہر ولم یقل بہ عاقل
وثانیا انا سلمنا ان المعنی الظاہر کما قال ہذا القائل لکنا صرفنا الحدیث عن المعنی الظاہر الی المؤول جمعا بین

---

۵۳ کہا امام شافعی نے یہ ابن عباس سے نہیں پہچانا جاتا ہے اور اگر کیا بھی ہو تو نجاست کی وجہ سے جو پانی پر ظاہر ہوگئی وہاں لکھا صحیح ملہ
اور وہ آثار جو صحابہ رض سے اور تابعین سے منقول ہیں جیسے اثر عبد اللہ بن زبیر کا زنجی کی باب میں اور اثر حضرت علی رض کا چوہے کی باب میں
اور اثر نخعی اور شعبی کا بلی کے باب میں سو یہ آثار ویسے نہیں جنکی صحت پر محدثون نے گواہی دی ہو اور نہ پہلی قرن کے
لوگ اوس پر متفق ہوئے ہیں اور بر تقدیر صحت ان آثار کی ہو سکتا ہے کہ وہ نزح کا حکم واسطے صفائی کی دل کی اور پانی کے اوپر
رہنے کے واسطے ہو نہ بر حکم شرعی کی طور پر جیسا کہ یہی مالکی مذہب کی فقہ میں مذکور ہے اور سوا اس احتمال کے اور کچھ کہنا دشوار ہے
حاصل کلام کا اس باب میں کوئی ایسی روایت نہیں جس پر اعتماد کیا جاوے اور عمل کیا جاوے اور حدیث قلتین کی خوب ثابت ہے
بلا شبہ بنسبت ان سب آثار کے اور یہ دشوار ہے کہ ایسے روزمرہ کی مسائل میں اللہ تعالیٰ نے کوئی حکم اپنے بندوں پر مقرر فرمایا ہو
اور آنحضرت صلعم نے اوسی کھول کر نہ بیان کیا اور صحابہ اور تابعین میں نہ پھیلا اور ایک حدیث بھی اوس میں مروی ہوئی ہوگی
اللہ جانے جنکی عبارت حجۃ اللہ کی اور بعضی کہتے ہیں کہ حرف فا لفظ نزح پر بعد لفظ مات کی حبشی کی حدیث میں دلالت کرتی ہے
کہ سبب پانی نکالنے کے حکم کا موت حبشی کے بارے میں مرجانا ہے اور کوئی سبب نہیں جیسی کہ اس حدیث میں زنی ماعز فرجم
اور یہ ہیں سہی رسول اللہ فسجد تو میں پہلے تو یہ کہتا ہوں کہ اس بات کا کلی ہونا مسلم نہیں کیونکہ حدیث ابی جحیفہ میں جسے
شیخین نے روایت کیا خرج رسول اللہ بالہاجرۃ بالبطحاء فتوضأ اور یہاں انکا نکلنا سبب وضو کا نہیں ورنہ یہ ہوگا کہ جو آپ نکلتے تو وضو
نماز کی وقت ظہر کی بھی نہ کرتے اور یہ تو کوئی عاقل نہیں کہہ سکتا اور دوسرے یہ کہ ہم نے مانا کہ ظاہر معنے ویسے ہی ہیں جیسے بعضے کہتے ہیں لیکن

الدلائل ای جمعا بین هذا الحدیث للزنجی علی تقدیر صحتها وحدیث القلتین الصحیح الثابت کما یثبت صحتہ عنقریب وحدیث بیر بضاعۃ الصحیح کما سیجیٔ ذکرہ فافهم اور حضرت علی رض کی حدیث سی یون موافق کرینگے کہ حکم دینا حضرت علی کا واسطی اخراج پانی اس کنوئین کی جسمین کوئی پیشاب کرد ے اس نظر سی نہین تہا کہ کنوان پیشاب سی نجس ہو جاتا ہے بلکہ اس نظر سے تہا کہ اگر اس آدمیکی پیشاب کر دینے سے درگذر کیا جاوے تو آیندہ کو اور کوئی پیشاب کر دیگا یہانتک کہ رفتہ رفتہ پانی کے اوصاف مین تغیر واقع ہوگا اور یہہ طبع کی بہی مخالف ہی ایسا ہی جواب دیا ہے محققین شافعیہ نی علی رض کے قول سے جیسا کہ کہا محلی مین واجاب الشافعیۃ عن حدیث النہی عن البول بانہ انما نہی عنہ لئلا یکون منجرا الی تنجیس الماء وتغیرہ باقتداء الناس بذلک الرجل ولئلا یتنفر عنہ طبعا لا شرعا انتہی اور ایسا ہی کہا ہی حضرت مولف تنویر نے مظاہر حق ترجمہ مشکوۃ مین درباب نجس ہونی پانی کثیر کے پیشاب وغیرہ سی چنانچہ بذیل حدیث لایبولن احدکم فی الماء الدائم کے فرماتے ہین ف مراد پانی سی یہان پانی قلیل ہے اگر کثیر ہو حکم جاری کا رکہتا ہے اور نجس نہین ہوتا پیشاب وغیرہ سی اور نہانا اوسمین جایز ہے اور بعضون سنے کہا ہے کہ اگر بہی ہوا گرچہ وہ نجس نہین ہوتا لیکن اسمین پیشاب کرنا خوب نہین شاید کہ اوسکی دیکہا دیکہی اور بہی پیشاب کرین اور عادت اسکی پکڑ لین اور رفتہ رفتہ پانی متغیر ہو جاوے یعنے رنگ اور مزہ اور بو بدل جاوے انتہی پس جبکہ ہماری نزدیک پانی کثیر مثل شہر اکنوئین کا تو ہم کو کون مانع ہے اوس تاویل سے بیچ حدیث علی کی جو ضیا کی ہی مترجم صاحب نے حدیث لایبولن مین اور اگر اس حدیث اور حدیث زنجی مین تاویلین نکرین تو سوائی بربادی حدیث صحیح قلتین کے ایک اور ایسی صحیح حدیث جسکے صحت مین کسیکو کلام نہین یہانتک کہ حضرت مولف بہی اوسکی صحت کی مقر ہین یعنے حدیث بیر بضاعہ کے باطل ہو جائیگی بیان اسکا یہہ ہے کہ ایک کنوان جسکو بیر بضاعہ کہتے ہین ایسا تہا کہ اوسمین حیض کی لتی اور کتی مرے ہوؤنکا گوشت اور نا پاکیان متعفن پڑ جایا کرتی تہین پہر اوسکی پانی کا حال کسی نی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچہا تو حضرت نی فرمایا کہ پانی کو کوئی چیز نجس نہین کرتی جیسا کہ روایت کی ہی ترمذی نی ساتہہ ایسی اسناد کی جسکے سب راوی ثقہ ہین ابو سعید خدری سی قال قیل یا رسول اللہ انتوضا من بیر بضاعۃ وهی بیر یلقی فیها الحیض ولحوم الکلاب والنتن فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الماء طهور لا ینجسہ شیٔ اور صحیح کہا اوسکو ابو داؤد نے

قول سی اوپر بیان ہوئی لیکن ہمنے دلیلونکی موافقت کرنیکے لئے معنے ظاہر سے تاویل کرلی اور وہ دلیلین برتقدیر صحت کے ایک عبشی والی حدیث ہے اور دوسری حدیث قلتین کی جو ثابت اور صحیح ہے چنانچہ اوسکی صحت آگی مذکور ہوگی اور حدیث بیر بضاعہ کی جسکا ذکر آگی آویگا سمجہہ لے تو اس مقام کو ۱۵ اور جواب دیا ہی شافعیون نے پانی مین پیشاب کرنیکی حدیث سی اسطرح کہ وہ نہی اسلئی ہی کہ رفتہ رفتہ آخر کو پانی متغیر ہو کر نجس ہو جاوے کیونکہ ایک کے دیکہا دیکہی اور لوگ بہی پیشاب کرینگی اور اسطرح کہ اس نہی مین نفرت طبعی ہے شرعی نہین ہوتی عبارت محلی کی ۱۲ نہ پیشاب کری کوئی کہڑی پانی مین ۱۵ ابو سعید خدری کہتی ہین کہ آنحضرت صلعم سے لوگون نے پوچہا کہ کیا ہم

ہیں اور کہا ترمذی نے هذا حدیث حسن وفی الباب عن عائشۃ وابن عباس یعنے یہہ حدیث حسن ہے اور اسباب مین عائشہ اور ابن عباس سے بہیہ روایت ہے اور کہا امام احمد نے اور یحیے بن معین نے کہ یہہ حدیث صحیح ہے جیسا کہ بحر الرائق مین لکھا ہے قال الامام احمد هو حدیث صحیح انتہی اور محلی مین کہا ہے وصححہ احمد وابن معین انتہی اور دیباچہ مؤلف کا کلام جسمین اسکی صحت کا اقرار ہے آگے آویگا پہر اگر کہو کہ ابن عباس اور علی ان کنوین کو وقوع نجاست نجس سمجہہ کر تمام پانیکی نکالنی کا حکم دیا تہا تو مقتضائی اس حدیث مرفوع کا بہی باطل ہوتا ہے دہوکا تری اگر کہو کہ بیر بضاعہ اس جہت سی پاک تہا کہ وہ جاری تہا طرف باغون کی پس وہ حکم مین نہر جاری کی ہوا تو حدیث زنجی وغیرہ بظاہر معنی معارض بیر بضاعہ کی ہوئی اور حدیث بیر بضاعہ کی باعث تاویل کی حدیث زنجی مین ہوئی تو کہا جائیگا کہ راوی اسکا کہ وہ بیر بضاعہ باغون کیطرف جاری تہا واقدی ہے جیسا کہ ذکر کیا ہے محلی مین ان ماءها کانت طریقا جاریا الی البساتین علی ما اخرجہ الطحاوی فی شرح معانی الاثار عن جعفر بن ابی عمران عن محمد بن الشجاع البلخی بسندہ الی الواقدی انتہی وکذا فی بحر الرائق اور یہہ واقدی متروک الحدیث ہی اور حدیثین وضع کیا کرتا تہا کہا یہہ نسائی نے جیسا کہ کہا ابن حجر نے تقریب مین محمد بن عمر بن واقد الاسلمی الواقدی المدنی القاضی نزیل بغداد متروک مع سعۃ علمہ من التاسعۃ اور کہا نور الدین علی بن عراق نے مختصر تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الاخبار الشنیعۃ الموضوعۃ کی محمد بن عمر بن واقد الواقدی قال النسائی یضع الحدیث انتہے اور کہا بیہقی نے کہ واقدی کی حدیث سی حجت نہ پکڑنی چاہیے خاص کر اس حدیث مین کہ مرسل ہے جیسا کہ ذکر کیا ہے محلی مین ولکن قال البیہقی الواقدی لا یحتج بحدیثہ فضلا عما یرسلہ انتہی وکذا قال فی بحر الرائق وما قال بعد قلنا قد اثنی علیہ الداودی وابو بکر بن العربی وابن الجوزی فجوابہ ما قال المحلی من انہم لیسوا من ائمۃ الجرح والتعدیل وان سلم فالجرح مقدم علی التعدیل حیث عین الجارح السبب مثلا سبب الجرح ای وضعہ

وضو کرین ہم کو کیونکہ وہ ایسا کنوان ہے جسمین ناپاک کپڑے اور مردار گوشت ڈالی جاتی ہین تو آپنے فرمایا کہ بلاشک پانی پاک ہے اسکو کوئی چیز ناپاک نہین کرتی سلہ یہہ حدیث حسن ہے اور اسباب مین حضرت عائشہ اور ابن عباس سی روایت ہے سلہ کہا امام احمد نے یہہ حدیث صحیح ہے جیسا کہ عبارت بحر الرائق کی ہے سلہ اور صحیح کیا ہی اسکو امام احمد اور ابن معین نے جیسا کہ عبارت محلی کی ہے سلہ پانی بیر بضاعہ کا باغون کیطرف جاری تہا بنابر اس روایت کی جسکی طحاوی نے شرح معانی الاثار مین جعفر بن ابی عمران سے اور اوسنی محمد بن شجاع بلخی سی اور اسنے اپنے سلسلہ کو واقدی تک پہونچایا ہے جیسا کہ عبارت محلی کی اور بحر الرائق مین بہی یونہین ہے سلہ محمد بن عمر بن واقد اسلمی واقدی مدنی قاضی باشندہ بغداد کی روایت باوجود فراخی علم ہونی اوسکی کے ترک کردی گئی ہے اور وہ نوین طبقہ مین سی ہے سلہ محمد بن عمر واقد واقدی نسائی نے کہا کہ حدیث بناتا تہا جیسا کہ عبارت مختصر نور الدین کی سلہ لیکن بیہقی نی کہا ہی کہ واقدی کی حدیث سی حجت نہین پکڑی جاتی چہ جائی وہ حدیث جو مرسل ہو جیسا کہ عبارت محلی کے اور یونہین ہے بحر الرائق مین اور وہ جو کہا ہے کہ داودی اور ابو بکر بن عربی اور ابن جوزی نی اوسکی تعریف کی ہی تو اسکا جواب وہی ہے جو محلی مین ہے کہ یہہ لوگ جرح اور تعدیل کے

الاحادیث ولم یبنف المعدلون ذلک السبب الخاص ولا یکفی مجرد الثناء وسیجی عنقریب تحقیق تقدیم الجرح علی
التعدیل مع الشاهد الدلیل فافهم وانتظر اور نقل کیا ہی ابن طاہر حنفی نی کہ واقدی بڑا جھوٹا ہے اور اپنے رائی کی
خاطر حدیثون کی ابطال کرنیمین حیلہ سازیان کیا کرتا تھا جیسا کہ مجمع البحار مین فرماتی ہین قیل کذاب احتال فی ابطال الحدیث نصرۃ
للرای فان بیر بضاعۃ مشہور فی الحجاز بخلاف ما حکی عن الواقدی انتہے پس ثابت ہوا کہ کوئی حدیث متفق علیہ
غیر متفق علیہ حدیث قلتین کو ساقط اور متروک العمل نہین کرتی اگر صحت حدیث قلتین کی ثابت ہو جاوے لہذا اب حدیث
قلتین کی صحت کیجاتی ہے اور مؤلف کی چارون وجہونکو نقل کرکے اونسی بخوبی جواب دیا جاتا ہی تو سنو قال
المؤلف پس کہتے ہین ہم کہ حدیث قلتین کے نہین ہے قابل سند کی اور قابل قبول کرنیکے ساتھہ چار وجہ کے
وجہ اول یہہ ہے کہ بتحقیق حدیث قلتین کے ضعیف ہی کہ ضعف بیان کیا اسکا ایک جماعت نی محدثین مین سی
جیسا کہ کہا زیلعی نے بیچ شرح کنز الدقایق کے ان حدیث قلتین ضعیف ضعفہ جماعۃ المحدثین قال البیہقی من الشافعیۃ
انہ غیر قوی وترکہ الغزالی والرویانی مع شدۃ اتباعہما الشافعی رحمہم اللہ لضعفہ انتہی کلام الزیلعی
اور کہا شیخ کمال الدین نے بیچ فتح القدیر کی ھذا الحدیث ضعیف ضعفہ الحافظ ابن عبد البر والقاضی اسمعیل بن
ابی اسحاق وابوبکر بن العربی المالکیون انتہی کلام ابن الہمام اور کہا صاحب قاموس نے کہ وہ شافعی مذہب ہے بیچ
سفر السعادت کی کہ حاصل اسکا یہہ ہے ضعفہ بعض المحدثین وصححہ بعضہم انتہی اور کہا بیچ کتاب تمہید کی ما ذہب الیہ
الشافعی من حدیث قلتان مذہب ضعیف انتہی اور کہا دبوسی نی اپنے کتاب اسرار مین وھو حدیث ضعیف انتہی اور کہا صاحب
ہدایہ نی بیچ ہدایہ کی انہ ضعیف ضعفہ ابو داؤد اور کہا علی ابن المدینی نے کہ وہ امام ہے اماموں حدیث کی
سے اور شیخ ہے بخاری وغیرہ کا انہ لم یثبت ھذا الحدیث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نقلہ الشیخ عبد الحق فی شرح المشکوۃ

امام نہین ہین اور اگر یہہ امر مان ہی لیا جاوے تو ترجیح تعدیل پر مقدم ہے جہان کہ جرح کرنیوالا سبب جرح کا بیان کردی مثلا یہان نسائی نے
سبب حدیث کا بنانا بتادیا ہے اور تعدیل کرنیوالون نے اسکی نفی نہین کی اور فقط یہ نہین تعریف کرنا کفایت نہین کرسکتا اور عنقریب تحقیق
اسکی آویگی کہ جرح تعدیل پر مقدم ہے اور اسکی دلیل بیان ہوگی اور نظیر پیش کیجاویگی سمجھہ لو اور منتظر رہو ۵ کہا گیا ہے کہ بڑا جھوٹا ہے
اپنے رائے کے مددگاری کی الٹی حدیثون کو جھٹلانے مین حیلہ کیا کرتا تھا کیونکہ بیر بضاعۃ لوگونکا عرب مین دیکھا ہوا ہے اور وہ اوسکی خلاف
روایت کرتا ہے ہو چکی عبارت مجمع البحار کے ۵ حدیث قلتین کے ضعیف ہے ایک جماعت محدثین نی اوسکو ضعیف کہا ہے یہانتک کہ بیہقی
نے کہ گروہ شافعیہ مین سی ہی کہا ہے کہ وہ حدیث قوی نہین ہے اور امام غزالی نی اوسکو ضعف کی سبب سے چھوڑ دیا ہے اور رویانی نے بھی باوجودیکہ
وہ بڑے پیرو شافعی کے ہین ہو چکا کلام زیلعی کا ۵ یہہ حدیث ضعیف ہے حافظ ابن عبد البر اور قاضی اسماعیل بن ابی اسحاق اور ابوبکر
بن عربی مالکیون نے اسے ضعیف کہا ہے ہو چکا کلام ابن ہمام کا ۵ ضعیف کہا ہے اوسکو بعضے محدثون نی اور بعضون نے صحیح کہا ہے ہو چکی عبارت
سفر السعادت کے ۵ وہ قلتین کے حدیث حضرت شافعی کے گئے ہین ضعیف مذہب ہے ہو چکی عبارت تمہید کے ۵ وہ حدیث ضعیف ہے ۵ وہ ضعیف ہے ابوداؤد نے

العربی والفارسی اور حاصل کلام کا یہہ ہے کہ تحقیق حنفیہ اور مالکیہ متفق ہوئی ہیں اور مصنف اس حدیث قلتین کی اگرچہ مختلف
ہیں بیچ بیان کرنے وجہ ضعف کی **اقول** یہہ حدیث صحیح ہے اور ضعیف کہنا اسکو بے وجہ معقول اور بلا دلیل نامقبول ہے
بلکہ صحت حدیث کی ثابت کیجاتی ہے بلکہ سکی ضعیفین کے کلام سی جواب پایا جاویگا تو سنو کہ روایت کیا ہے اس حدیث کو
ترمذی اور ابو داؤد اور نسائی اور ابن ماجہ اور ابن خزیمہ وغیرہم نے اور سکی اسانید قوی اور جید ہیں ترمذی کی اسناد یہہ ہے
حدثنا هناد نا عبدة عن محمد بن اسحاق عن محمد بن جعفر بن الزبير عن عبيد الله بن عبد الله بن عمر عن ابن عمر قال سمعت
رسول الله صلى الله عليه وسلم الحديث اور راوی اسکی سب ثقہ اور صادق ہیں اما الاول فهو ثقة واما الثاني فهو ثقة ثبت
والثالث صدوق والرابع ثقة والخامس ثقة والسادس هو ابن عمر وهو احد المكثرين من الصحابة كل ذلك في تقريب التهذيب
اور ابو داؤد کی ایک اسناد تو یہہ ہے حدثنا ابن العلاء وعثمان بن ابي شيبة والحسن بن علي وغيرهم قالوا حدثنا ابو اسامة
عن الوليد بن كثير عن محمد بن جعفر بن الزبير عن عبيد الله بن عبد الله بن عمر عن ابيه الحديث اسکی بھی سب راوی ثقات ہیں
اما الاول فهو ثقة حافظ والثاني اي في الذكر دون المرتبة ثقة حافظ والثالث ثقة حافظ له تصانيف والرابع
اسمه حماد بن اسامة ومشهور بابي اسامة وهو ثقة ثبت والخامس صدوق والباقون مر ذكرهم في رجال الترمذي
اور دوسری اسناد اسکی یہہ ہے حدثنا موسى بن اسمعيل قال حدثنا حماد ح وحدثنا ابو كامل ثنا يزيد يعني ابن زريع عن محمد بن
اسحاق عن محمد بن جعفر قال ابو كامل بن الزبير عن عبيد الله بن عبد الله بن عمر عن ابيه نحوه اسکی راوی بھی سب ثقہ ہیں اما
الاول فهو ثقة ثبت قال العسقلاني ثم قال ولا التفات الى قول ابن خراش تكلم الناس فيه انتهى والثاني هو ابو اسامة

ف روایت کی ہمیں ہناد نے کہا روایت کی ہمیں عبدہ نے محمد بن اسحق سے انہوں نے محمد بن جعفر بن زبیر سے انہوں نے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عمر
انہوں نے ابن عمر سے کہا کہ سنا میں نے آنحضرت صلعم سے آخر حدیث تک ف پہلا شخص اور چوتھا اور پانچواں ثقہ ہے اور دوسرا ثقہ اور ثبت اور تیسرا
صدوق ہے اور چھٹا ابن عمر اور وہ ایک کثیرین صحابہ میں سے ہیں یہہ سب تقریب التہذیب میں ہے ف روایت کی ہمیں ابن علا اور عثمان
ابن ابی شیبہ اور حسن بن علی وغیرہ نے اور کہا کہ روایت کی ہمکو ابو اسامہ نے ولید بن کثیر سے انہوں نے محمد بن جعفر بن زبیر سے انہوں نے عبید اللہ
بن عبد اللہ بن عمر سے انہوں نے اپنے باپ سے آخر حدیث تک ف پہلا شخص ثقہ حافظ ہے اور دوسرا جگہ جو شخص ذکر ہوا وہ ثقہ حافظ
ہے اور تیسرا بھی حافظ ثقہ ہے اور اسکی تصانیف بھی ہیں اور چوتھے کا نام حماد بن اسامہ ہے اور ابی اسامہ کر کے مشہور ہے وہ ثقہ اور ثبت ہے اور پانچواں
صدوق ہے اور باقی اندون کا ذکر ترمذی کے راویوں کے ذیل میں گذر چکا ف روایت کی ہمکو موسی
بن اسماعیل نے اور کہا کہ روایت کی ہمیں حماد نے ح اور کہا روایت کی ہمیں ابو کامل نے کہا روایت کی ہمکو یزید یعنی
ابن زریع نے محمد بن اسحاق سی انہوں نے محمد بن جعفر سے کہا ابو کامل نے بن زبیر اور انہوں نے روایت کی عبید اللہ بن عبد اللہ
بن عمر سے اور انہوں نے روایت کی اپنے باپ سی مثل گذشتہ کی ف پہلا شخص ثقہ اور ثبت ہی ابن حجر عسقلانی کہا ہے پھر کہا ہے
نہیں خیال کرنا چاہیے او سطرف وہ جو ابن خراش نے کہا ہے کہ لوگوں نے اس شخص کے باب میں کلام کیا ہے اور دوسرا وہ ابو اسامہ

حماد بن اسامة ثقة ثبت والثالث وهو فضيل بن حسين ابو كامل ثقة حافظ والرابع ثقة ثبت و
الباقون مرذكرهم اور تیسری اسناد یہہ ہے ثنا موسی بن اسمٰعیل قال حدثنا حماد قال انا عاصم بن المنذر عن عبید الله
ابن عبد الله بن عمر قال حدثنی ابی الحدیث اسکے راوی بہی وہی ہین جنکا ذکر گذرا مگر ایک عاصم بن المنذر سو وہ بہی
صدوق ہین کل ذلک فی التقریب للعسقلانی اور نسائی کی اسناد یہہ ہے اخبرنا هناد بن السری والحسین بن حریث
عن ابی اسامة عن الولید بن کثیر عن محمد بن جعفر عن عبید الله بن عبد الله بن عمر عن ابیه الحدیث اسکی راوی بہی
وہی ہین مگر ایک حسین بن حریث سو وہ بہی ثقہ ہین کما فی تقریب التہذیب ایسا ہی ابن خزیمہ اور ابن ماجہ کی اسناد کو
سمجہا چاہیئے حاصل یہہ کہ یہہ حدیث جتنی طریقون سی مروی ہی اسکی راوی ثقات ہین اور اگر بالفرض کسی ایک راوی کی
کچہہ عیب نکالوگی تو اوسکی تقویت دوسرے راوی سی قائم مقام اوسکی ہو جاویگی غرض کہ روات کی جہت سی حدیث قلتین مین
ضعف کا نام نہ لے سکوگی اور حالانکہ مدار صحت اور سقم اور قوت اور ضعف حدیث کی راوی ہوتی ہین پس بعد تعدیل روات کی
سی صحیح ہونا حدیث قلتین کا ثابت ہوگیا اور با اینہمہ اقوال ائمہ جرح اور تعدیل کے متضمن صحت اس حدیث کی سننی چاہیئے تو واضح
ہو کہ اس حدیث پر عمل ہے امام شافعی کا اور امام احمد بن محمد بن حنبل کا اور امام اسحق کا اور امام ابو عبید کا اور امام ابو ثور کا
اور ایک جماعت کا محدثین مین سے اور تمام ائمہ شافعیہ کا سوا سے غزالی اور رویانی کے جیسا کہ کہا محلی مین وقال الشافعی
واحمد ما بلغ القلتین فهو کثیر لا ینجس بوقوع النجاسة وبه قال اسحاق وابو عبید وابو ثور وجماعة من اهل الحدیث
منهم ابن خزیمة اور باقی ائمہ شافعیہ کا سوائی غزالی اور رویانی کے عمل سب پر روشن ہے اور رد المحتار مین لکہا ہے ان المجتهد
اذا استدل بحدیث کان تصحیحا له کما فی التحریر وغیره انتہی یعنے عمل کسی مجتہد کا اوپر کسی حدیث کی تصحیح ہے اوس
حدیث کی پس امام شافعی اور امام احمد اور اسحق اور ابو ثور اور جماعت دیگر سے تصحیح ہوئی اس حدیث کی اور تصحیح کی ہے اس حدیث کے
ابن خزیمہ نے اور ابن حبان نے اور دارقطنی نے اور حاکم نے جیسا کہ کہا محلی مین وصححه ابن خزیمة وابن حبان والدارقطنی انتہی

حماد بن اسامہ ثقہ اور ثبت ہی اور تیسرا وہ فضیل بن حسین ابو کامل ثقہ حافظ ہے اور چوتہا ثقہ ثبت ہی اور باقی کا ذکر گذر چکا ف ١ روایت
ہمکو موسی بن اسماعیل نے اور کہا روایت کی ہمین حماد نے اور کہا روایت کی ہمین عاصم بن منذر نی عبید اللہ بن عبد اللہ بن عمر سے اور کہا مجہی
میرے باپ نے آخر حدیث تک ف ٢ یہہ سب عسقلانی کی تقریب مین ہے ف ٣ روایت کی ہمین ہناد بن سری اور حسین بن حریث نی ابی
اسامہ سے اور اونہونے ولید بن کثیر سے اونہون نی محمد بن جعفر سے اونہونے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عمر سی اونہونے اپنے باپ سے آخر حدیث تک
ف ٤ اور کہا شافعی اور امام احمد نی جو پانی حد قلتین تک پہونچ جاوے تو وہ کثیر ہے نجاست کی گرنی سی ناپاک نہین ہوتا اور ایسا ہی
کہا ہے اسحاق اور ابو عبید اور ابو ثور اور ایک جماعت اہل حدیث نی اونہین ہی سی ابن خزیمہ ہین ف ٥ بلاشک جو وقت دلیل پکڑی کسی
مجتہد نے کسی حدیث سی تو وہ اوس حدیث کا باعث صحت ہو جاتا ہے جیسا کہ تحریر وغیرہ مین ہے ہو چکی عبارت رد المحتار کی ف ٦
اور صحت کی ہے اسکے ابن خزیمہ اور ابن حبان اور دار قطنی نے ہو چکی عبارت محلے کے

اور کہا بلوغ المرام مین وصححہ ابن خزیمۃ وابن حبان والحاکم انتہی اور کہا حاکم نی یہہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور شیخین نے
اسکو موصولی روایت نہین کی کہ انہین ولید سی اسناد مین کچہ خلاف واقع ہوگیا ہے جیسا کہ کہا محلی مین وقال الحاکم
صحیح الاسناد ولم یخرجاہ لخلاف فیہ عن الولید بن کثیر انتہے اقول اس اختلاف کا جواب ہم دینگی عنقریب اور کہا
یحیی بن معین نی کہ یہہ حدیث خوب پختہ ہے اور کہا بیہقی نے یہہ حدیث موصول الاسناد اور صحیح اور کہا منذری
نے اسکی اسناد جید ہے اور اسپر کسیطرح کا غبار نہین جیسا کہ کہا محلی مین وقال ابن معین جید قال البیہقی
موصول صحیح وقال المنذری اسنادہ جید لا غبار علیہ انتہی اور کہا ابن ماجہ نی کہ یہہ حدیث صحیح ہے جیسا کہ بحر الرائق
مین ضمن مین ایک اعتراض کی کہ جسکا جواب بی دلیل ہے قال صححہ ابن ماجۃ وابن خزیمۃ والحاکم وجماعۃ من اہل
الحدیث انتہی بلکہ حضرت طحاوی حنفی نی جسنے تائید حنفی مذہب کی اپنے نفس پر واجب کرلی تہا اور جہانتک
بن آتی ہے حنفی مذہب کی مددگاری کرتا ہی جسکی حق مین شاہ عبدالعزیز قدس سرہ بستان المحدثین مین فرماتی ہین
بہرحال تصانیف مفیدہ در مذہب حنفی دارد و بزعم خود در نصرت این مذہب مساعی جمیلہ بتقدیم رسانیدہ
انہی لاچار ہوکر اقرار کرلیا ہے کہ حدیث قلتین کی صحیح ہے اور ثابت اگرچہ عذر اضطراب معنی قلتین کا بیچ
لایا ہے لاکن ہم اس کی بہی جواب دینگی انشاء اللہ تعالی اور یہہ ہی کلام طحاوی کا شرح معانی الآثار مین خبر
القلتین صحیح واسنادہ ثابت لاکن انما ترکناہ لانا لا نعلم ما القلتان انتہے اور کہا محلی مین ہے
اعترف الطحاوی بصحتہ انتہی اور کہا فتح الباری مین المفصل بالقلتین اقوی بصحۃ الحدیث فیہ وقد
اعترف الطحاوی من الحنفیۃ بذلک انتہی اقول اعتراف طحاوی حنفی کا سخت حجت ہی حنفیہ پر الحاصل حدیث قلتین
صحیح اور ثابت اور اسناد اوسکی جید اور راوی اوسکی ثقات اور یہی وجہ اور اسی نظر سی صحیح کہا ہے اسکو امام شافعی نے
اور امام احمد بن حنبل نے اور امام اسحق نی اور امام ابو عبید نے اور امام ابو ثور نے اور ابن خزیمہ نی اور ابن حبان نے
اور ابن ماجہ نی اور دارقطنی نی اور بیہقی نی اور حاکم نی اور یحیی بن معین نی اور علامہ منذری نی اور طحاوی نے بس

سلہ اور صحت کی اسکی ابن خزیمہ اور ابن حبان اور حاکم نی ہو چکی عبارت بلوغ المرام کی سلہ اور حاکم نی کہا ہی کہ یہہ حدیث صحیح الاسناد
ہے اور شیخین نی سبب اوس اختلاف کی جو ولید بن کثیر سے ہے اسکو روایت نہین کیا ہو چکی عبارت محلی کی سلہ اور کہا ابن
معین نے یہہ اسناد جید ہے اور بیہقی نے کہا موصول صحیح ہے اور منذری نی کہا جید ہے اسپر کچہ غبار نہین ہو چکی عبارت محلی کی سلہ
بلاشک صحت کی ہی اوسکی ابن ماجہ اور ابن خزیمہ اور حاکم اور ایک جماعت اہل حدیث نی سلہ حدیث قلتین کی صحیح ہی اور
اسناد اوسکی ثابت ہی لیکن ہمنے اسلئے اوسپر عمل نہین کیا کہ ہم قلتین کے معنے نہین جانتے سلہ اور اقرار کیا طحاوی نے اوسکی صحت کا ہو چکی عبارت
محلی کی سلہ مذہب فاصل قلتین کے بہت قوی ہے بسبب صحیح ہوجانے حدیث کے اسباب مین اور حنفیون
مین سے طحاوی بلاشک اوسکی صحت کا مقر ہے ہو چکی عبارت فتح القدیر کی ٭

اب کلام سی اون لوگون کے جو ان حدیثون کو ضعیف کہتے ہین جواب دینا چاہیے تو واضح ہو کہ جنکا مولف نے ذکر کیا ہے
اون بہھون کی کلام سے ضعف حدیث قلتین کا ثابت نہین ہوتا اصلی کہ بیہقی کی اوس قول کی جو زیلعی نے نقل کیا ہے
یہہ معنی ہین کہ یہہ حدیث الیس قوی نہین کہ علی شرط الشیخین ہے نہ یہہ معنی کہ ضعیف ہی ورنہ وہ کلام بیہقی کا محلی
مین منقول ہو چکا ہے بی معنی ہو جاویگا اور ضعیف کہنا غزالی کا اور رویانی کا اور دبوسی کا اور صاحب ہدایہ کا اور شیخ
ابن الہمام کا اور بعضی مالکیون کا حدیث کو ضعیف نہین کر دیتا کیونکہ یہہ لوگ مقلدین ہین ائمہ جرح اور تعدیل سے
نہین ہین ایسے ایسے سیکڑون علماء شافعی اسکی تصحیح کر رہے ہین تو جیسا کہ انہنے ان سب کے تصحیح پر اعتماد نہین کیا ایسا ہی
اون علماء کی جرح کا جنکا مولف نے شمار کیا ہے یہی خیال کرنا چاہیئے اب رہا ضعیف کہنا ابن عبدالبر کا اور ابو داؤد کا اور
علی بن المدینی کا سو البتہ جرح انکا بایہ اعتبار نہین ہے لاکن اگر بابیان سبب اور بادلیل ہو تو معتبر ہے ورنہ بلے بیان سبب انکا
جرح بہی مقبول نہین ہوئیگا جیسا کہ وجیہ الدین علوی اس ابن عبدالبر سی حاشیہ شرح نخبہ مین نقل کرتے ہین اور فرماتے ہین
وقد عقد ابن عبد البر فی کتاب العلم بابا لکلام المعاصرین بعضهم فی بعض ورای ان اهل العلم لا یقبل جرحهم الا ببیان واضح انتهی
اور سوائے انکی اورون کا بہی یہی مذہب ہے کہ جرح کیکا بی بیان سبب کے قبول نہین کیا جاتا جیسا کہ کہا ہی شرح نخبہ اور
حاشیہ علوی مین والجرح مقدم علی التعدیل واطلق ذلک جماعة لکن محله التفصیل وهو انه مقدم ان صدر مبینا سببه من عارف
باسبابه لانه ان کان غیر مفسر لم یبین سببه مثل قولهم فلان ضعیف وفلان لیس بشیء او نحو ذلک مقتصرا علی ذلک لم یقدح
فیمن ثبتت عدالته لان الناس یختلفون فیما یجرح ومالا یجرح فیطلق احدهم الجرح بناء علی امر اعتقده جرحا ولیس بجرح فی نفس الامر فلا بد من
بیان سببه وان صدر من غیر عارف بالاسباب لم یعتبر به ایضا وهو ظاهر انتهی اور کہا شرح نخبہ مین قبل اس کلام کے قال الذهبی وهو من اهل الاستقراء التام فی نقد
الرجال لم یجتمع اثنان من علماء هذا الشان قط علی توثیق ضعیف ولا علی تضعیف ثقة انتهی ولهذا کان مذهب النسائی ان لا یترک حدیث الرجل حتی یجتمع الجمیع علی ترکه

؎ اور بلاشک ابن عبدالبر نے ہمعصر لوگون کے کلام کرنے مین ایک باب منعقد کر کی کہا کہ اہل علم ان ہمعصرون کی جرح بغیر بیان کے قبول نہین کرتی ؎ اور جرح مقدم
تعدیل پر اگرچہ ایک جماعت نے علی الاطلاق ہی کہا لیکن یہہ بات تفصیل طلب ہے وہ یہہ ہے کہ جرح جب مقدم ہے کہ کوئی جرح کی سببون کا جاننی والا مع سبب کے
جرح کرے کیونکہ اگر سبب جرح کا بیان نکیا مثلا کہدیا کہ فلانہ ضعیف ہی یا فلانہ ہیچ پوچ ہے یا اور کوئی ایسا لفظ کہدیا تو کسی شخص ثابت العدالت کو یہہ
کہنا مضر نہوگا کیونکہ لوگ اون باتون مین جو جرح کرتی ہین اور نہین کرتین مختلف ہین سو بعضون نے وہ باتین جو اونکی اعتقاد مین جرح ہین بہ جرح
ٹہرا رکہی ہین حالانکہ حقیقت مین وہ جرح نہین ہے سو اس بنا پر جرح کا بیان ضرور ہے اور اگر انجان سی جرح ہوگے
تو اوسکا اعتبار نہوگا اور یہہ امر ظاہر ہے ہو چکے عبارت شرح نخبہ کی ؎ ذہبی نے کہ جو پورا اہل استقرا مین سے ہے
نقد الرجال مین کہا ہے کہ اصول حدیث کے علما مین سے دو عالم ہرگز نہ ضعیف کے ثقہ بتانی پر جمع ہوتی ہین
نہ ثقہ کے ضعیف بتانے پر ہو چکے عبارت نقد الرجال کی اور اسی سبب سے نسائی کا مذہب یہہ تہا کہ کسی
راوی کی حدیث نچہوڑی جاوی جبتک کہ سب اوسکی چہوڑنی پر جمع نہو جاوین ؎

فليجتنب المتكلم في هذا الفن فانه ان عدّل بغير تثبت كان كالمثبت حكما ليس بثابت فيخشى عليه ان يدخل في
زمرة من روى حديثا وهو يظن انه كذب وان جرح بغير تحرز اقدم على الطعن في مسلم بري من ذلك ووسمه بميسم سوء يبقى عليه عاره ابدا
والآفة تدخل في هذا تارة من الهوى والغرض الفاسد وكلام المتقدمين سالم من هذا غالبا وتارة من المخالفة في العقائد وهو موجود
قديما وحديثا انتهى كلام الحافظ في شرح النخبة اور ظاہر ہے کہ کسی جارح متعصب کا کلام متضمن جرح ضعف کا اور سبب جرح کا
نہیں ہے پس کیونکر مجرد اقوال بے دلیل سے حدیث صحیح ثابت کو جسکو جماعت محدثین کی اور خود وہ امام حدیث کی ان اماموں میں
جنکا ذکر گذرا صحیح کہتے ہیں ضعیف مانا جاوے جائے انصاف کی ہے اور مقام داد کا اور اگر کوئی اعتراض کرے کہ ضعیف کہنا انکا
باوجہ ہے اور وجہ یہہ ہے کہ حدیث قلتین کی مضطرب ہے الفاظ میں اور معنوں میں جیسا کہ حضرت مولف آگے ذکر کرینگے
اور مضطرب ہے اسناد میں جیسا کہ ذکر کیا ہے محلی میں ووجهه انه اختلف في سنده عن ابي اسامة فمرة يقول عن
الوليد بن كثير عن محمد بن عباد بن جعفر ومرة عن محمد بن جعفر بن الزبير ومرة يروي عن عبد الله بن عبد الله بن عمر ومرة عن
عبيد الله بن عبد الله بن عمر انتهى وكذا ذكره في البحر الرائق یعنے اسکی اسناد میں اختلاف ہے کیونکہ ولید کی روایت
کبھی تو محمد بن جعفر سے اور کبھی محمد بن عباد بن جعفر سے اور انکی روایت کبھو ہے عبد اللہ بن عبد اللہ سے اور کبھو عبید اللہ
بن عبد اللہ سے تو جواب اسکا یہہ ہے کہ یہہ جرح بھی کالعدم ہے کیونکہ اس حدیث میں تینوں میں سے کوئی بھی اضطراب نہیں ہے
ہونا اضطراب لفظی اور معنوی کا تو وہیں پر بیان کیا جاویگا جہاں پر مؤلف اسکو ذکر کرینگے دوجگہہ کیا ضروری ہے پر اضطراب
اسناد کو یہاں رفع کیا جاتا ہے تو معلوم کرنا چاہیئے کہ اضطراب اس اختلاف کا نام ہے جسمیں توفیق یعنی جمع یا ترجیح بعض روایات کو
خلاف کے اوپر بعض کی ممکن نہو اور جہاں کہیں جمع یا ترجیح ہو سکی تو اوس محل میں اضطراب نہیں پایا جاتا جیسا کہ کہا ہے الشیخ
علی قاری نے حاشیہ شرح نخبہ میں قال ابن الصلاح هو ما اختلف الرواة فيه فيرويه بعضهم على وجه وبعضهم على وجه آخر مخالف له والا يترجح احدى الروايتين على
الاخرى ولا يمكن الجمع بينهما فان ترجحت فالحكم للراجح فلا يكون الحديث حينئذ مضطربا وكذا ان امكن الجمع انتهى مختصرا

اور اس فن میں بولنے والے کو ڈرنا چاہیے کیونکہ اگر بغیر دلیل کسیکو ثقہ بتاویگا تو ایک امر غیر ثابت کا گویا ثبوت کیا تو خوف ہی ہے اسکا کہیں انکی گروہ میں نہ داخل ہو جاوے جو
جھوٹی حدیث کی روایت کی پہچان اسکو روایت کرتے ہیں داخل ہو جاویگا اور اگر بے دلیل کسیکو غیر ثقہ بتادیا اور وہ اوس سے بری ہے تو اوسکا وبال ہمیشہ اوسکے سر پر رہیگا
اور آفت اس فن میں کبھی نفسانیت اور کسی بری غرض سے ہوتی ہے اور اگلی لوگوں کا کلام اکثر اس طرح کی جرح سے خالی تہا اور کبھی وہ آفت عقیدے کے
اختلاف سے ہوتی ہے یہہ بات پہلے سے ابتک موجود رہی یہہ کلام حافظ کا شرح نخبہ میں تمام ہوا ۵ اور سبب یہہ ہے کہ اسکی سند میں اسامہ نے اختلاف کیا ہے
سو کبھی کہتا کہ روایت کی ولید بن کثیر نے محمد بن عباد بن جعفر سے اور کبھی محمد بن جعفر بن زبیر سے اور کبھی روایت کرتا ہے عبد اللہ بن عبد اللہ بن عمر سے اور کبھی عبید اللہ
بن عمر سے یہہ عبارت محلی کی ہے اور یوں ہی بحر الرائق میں ہے ۵ کہا ابن صلاح نے مضطرب وہ ہے کہ مختلف ہو روایت اسکی بعض راوی ایک طرح پر روایت
کریں اور بعضی اسکی دوسری طرح پر کہ وہ اوسکی مخالف ہو اور ایک کو ان دونوں روایتوں میں سے ترجیح نہو اور ان دونوں میں باہم جمع ممکن نہو اور اگر ایک کو دوسرے پر
ترجیح ہوجاوے تو وہی حکم راجح کا ہے اسوقت حدیث مضطرب نہ کہلاویگی اور اسیطرح جبکہ ان دونوں میں جمع ممکن ہو یہہ عبارت شرح نخبہ کی مختصر ہوئی

اور اس اسناد مین ولیکن ترجیح بہی ممکن ہے اور جمع بہی ہوسکتا ہے پہر کہان ہوا اضطراب تو صورت ترجیح کی یہہ ہے کہ جو روایت ولید بن کثیر کی محمد بن جعفر بن زبیر سے اور اوسکی عبید اللہ بن عبد اللہ بن عمر سے ہی وہ مرجح ہے اور شاہد ہے اوپر روایت محمد بن اسحاق کی محمد بن جعفر بن الزبیر سے اور اوسکی عبید اللہ بن عبد اللہ بن عمر سے جیسا کہ اول روایت مین ترمذی کی اور دوسرے روایت مین ابو داؤد کی گذرا اور اختیار کیا اسکو خطابی نے جیسا کہ ذکر کیا ہے محلی مین واجاب[١] عنہ الخطابی بان ھذا اختلاف من قبل ابی اسامۃ حماد بن اسامۃ القرشی رواہ بن محمد بن اسحاق بن یسار عن محمد بن جعفر بن الزبیر فالخطاء فی احدی روایتیہ متروک والصواب معمول بہ ولیس فی ذلک ما یوجب توھین الحدیث انتہی اور صورت جمع کی یہہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ ولید نے محمد بن جعفر بن الزبیر سے بہی روایت کی ہو اور محمد بن عباد بن جعفر سے بہی کی ہو ایسا ہی عبید اللہ نے دونون سے بہی روایت ہوا اور عبید اللہ بن عبد اللہ بن عمر سے بہی روایت ہوا اور یہہ سب ثقات ہین اما[٢] الاول فھو ثقۃ من السادسۃ والثانی ایضا ثقۃ من الثالثۃ والثالث ایضا کذلک وھکذا الرابع کذا فی تقریب التہذیب اور اختیار کیا اسکو امام نووی نے جیسا کہ ذکر کیا ہی بحر الرائق مین واجاب[٣] النووی عن ھذا بانہ لیس اضطرابا لان الولید رواہ عن کل من المحدثین فحدث مرۃ عن احدھما ومرۃ عن الآخر ورواہ ایضا عبد اللہ وعبید اللہ ابنا عبد اللہ بن عمر عن ابیھما وھما ایضا ثقتان انتہی وکذا فی المحلی علاوہ یہہ کہ ترمذی کی روایت مین اور ابو داؤد کی دوسری روایت مین نہ ابو اسامہ دہوکہ ہی اور نہ ولید بن کثیر پس اونمین اتنا دہوکہ ظاہری بہی نہین ہوتا اور اونمین اضطراب کی بوہی بہی نہین آتی تو ثابت ہوا کہ اس اسناد مین اضطراب نہین ہے الیسا کہ ہونا اضطراب کا متن مین اور معنون مین بہی ثابت کیا جاویگا انشاء اللہ تعالی پس جب جرح مضعفین کی ثابت نہوئی اور جرح اونکی بی وجہ باقی رہا تو پہر اسکو کون قبول کرتا ہے تا ایکہ صحت حدیث کی ثابت ہو وبھذا[٤] التحقیق اندفع ما قال بعض قاصری الانظار المغنی وزین فی بعض الحواشی علی بعض الکتب ولا یخفی ان الجرح مقدم علی التعدیل فلا یدل فعہ تصحیح بعض المحدثین لمن ذکرہ ابن حجر وغیرہ

---

[١] اور جواب دیا اوس سے خطابی نے اسطرح کہ یہہ خلاف جانب ابی اسامہ حماد بن اسامہ قرشی سے ہی چنانچہ روایت کیا اوسکو محمد بن اسحاق بن یسار نے محمد بن جعفر بن زبیر سے تو خطا ایک روایت میں چہوڑ دیگئی اور ٹہیک بات پر عمل کیا گیا اب اسمین یہہ نہین رہا کہ حدیث کو ضعیف کری ہو چکی عبارت محلی کی [٢] پہلا شخص ابتر چہٹے مین کا ثقہ ہے اور دوسرا بہی طبقہ تیسری مین کا ثقہ ہے اور تیسرا بہی اور اسیطرح چوتہا بہی یونہین ہے تقریب التہذیب مین [٣] اور جواب دیا نووی نے اس سے اسطرح کہ یہہ اضطراب نہین کیونکہ ولید نے سب استادون سے روایت کی ہی سو ایکدفعہ ایک اپنے اوستاد سے روایت کی ہی اور دوسرے دفعہ دوسرے سے اور روایت کی ہی اسیطرح عبید اللہ اور عبد اللہ دونو بیٹون ابن عمر نے اپنے باپ سی اور وہ دونو ثقہ ہین ہو چکی عبارت بحر الرائق کی اور یونہین ہے محلی مین [٤] اور اس تحقیق سے اوٹہہ گیا وہ شبہہ جو بعضے کوتاہ نظرون معذورون نے لکہی حاشیون مین بعضے کتابون کی کیا ہے کہ جرح مقدم ہے تعدیل پر تو اب اس جرح کو بعضے محدثون کا صحیح کہنا نہین اوٹہا سکتا کہ ابن حجر وغیرہ نی ذکر کردیا

ووجه لانه فاع لايخفى عليك بعد التامل الصادق الانزى ان تقديم الجرح على التعديل فرع لوجود الجرح وقد نفيناه لعدم وجود وجهه وجعلناه هباء منثورا فاين المقدم واين التقديم وان سلمنا ان وجه الاضطراب فى الاسناد والمتن والمعنى فقد نفينا الاضطراب فى الافراد وستنفى الاخيرين ووقد قال فى المسلم اذا تعارض الجرح والتعديل فالتقديم للجرح مطلقا وقيل بل للتعديل عند زيادة المعدلين ومحل الخلاف اذا اطلقا او عين الجارح شيئا لم ينفه المعدل او نفاه لا بيقين واما اذا نفاه بيقينا فالمصير الى الترجيح اتفاقا انتهى وقال العلوى فى حاشيته على شرح النخبة نعم ان عين سببا نفاه المعدل بطريق معتبر فانهما يتعارضان انتهى فثبت صلوح معارضة الجرح للتعديل ثم الترجيح للتعديل لجودة الاسانيد من جهت ثقاة الرواة ومن الله التائيد فافهم

اب دار ہیہ رہا کہ اضطراب معنوی اور متنی سی جواب دیا جاویگا سو مؤلف کی وجہ ثانی کی جواب کی بعد اسکی جواب اجاویگا **قال** اور وجه دوسری یہہ ہے کہ ہیہ حدیث قلتین کی مخالف ہے اجماع صحابہ کی جیسا کہ کہا شیخ عبدالحق نی بیچ شرح مشکوۃ وغیرہ کے

قال علی بن مدینی وهو امام ائمة الحدیث وشیخ البخاری انه مخالف لاجماع الصحابة فان الزنجی وقع فی بئر زمزم فامر ابن عباس وابن الزبیر بنزح الماء کله بمحضر الصحابة ولم ینکر منهم احد انتهى اور کہا محدث دہلوی نے وکان ذلک الافتاء بحضرة الصحابة ولم ینکر منهم احد انتهى اور کہا شیخ نے بیچ لمعات شرح مشکوۃ کی وکان ذلک الافتاء بحضر الصحابة ولم ینکر علیهما من احد منهم الانکار فیکون حدیث قلتین مخالف الاجماع انتهى **اقول** اس مقلد سی تین جواب ہین اول ہیہ ہی کہ اس مجتہد

اللہ وجادہ ہہ بیان ادر شبہ کے بعد تامل صادق کی پوشیدہ نہیں ہے کیا تجہی سوجہتا نہیں کہ مقدم ہونا جرح کا تعدیل پادس باتکی ایک شاخ ہے کہ ثابت ہووے جرح ہو تو ہم نی اسکی ہمنے سبب نہ ہونے وجہ جرح کی ادسکو باطل اور اڑا کر مٹیا میل کردیا تو اب تقدیم و مقدم کہان رہا اور اگر وجہ اضطراب کو ہیہ متن حدیث یا معنی حدیث مین مان لیوین تو اسنادکی اضطراب کو تو ہم اڑا چکی اور دو اخیر اضطرابون باقی مانده کی عنقریب بحث کرینگی اور بیچ مسلم مین کہا ہے کہ جب جرح کو تعدیل معارض ہیہ تو تقدیم جرح کو ہی بر حال میں اور بعض وقت کہا ہے کہ تقدیم تعدیل کو ہی جس وقت کہ تعدیل کرنیوالی زیادہ ہوں اور موقع خلاف کا جب ہی کہ یا تو جرح اور تعدیل دونو بلا سبب ہین یا جرح کرنیوالی نی جو سبب بتایا ہو ادسکو تعدیل کرنیوالا اوٹہا نسکا ہو یا اوٹہایا ہو مگر مضبوط نہو اور جس وقت کہ اچہی طرح اوٹہا دے تو بالاتفاق تعدیل کی طرف رجوع کرنا ہے ہوچکی عبارت مسلم کی اور علوی نے اپنے حاشیہ مین جو شرح نخبہ پر ہے کہا ہے کہ ہان اگر معین کردی جرح کرنیوالا سبب اور اوٹہا دی ادسکو تعدیل کرنیوالا معتبر طور پر تو دونو باہم متعارض ٹہرینگی ہوچکی عبارت حاشیہ کی تو ثابت ہوگیا قابل ہونا جرح کا معارضہ تعدیل کی اور پہر ترجیح تعدیل کو ہی ہے سبب قوت سند کے جہان کہ راوی ثقہ ہون اور اللہ ہی سی ہی مدد ہی سمجہ لے ہیہ

سلہ کہا علی ابن مدینی اور وہ حدیث کی اماموں کے امام ہین اور بخاری کی استاد کہ ہیہ قلتین کی حدیث اجماع کی مخالف ہے کیونکہ حبشی زمزم مین گرا اور ابن عباس اور ابن زبیر نے حکم دیا تمام صحابہ کی مجمع مین کہ اوسکا سارا پانی نکالا جاوی اور کسینے انکار نکیا ہوچکی عبارت شرح مشکوۃ سلہ اور شہادہ ہی تو اسمی فرق ہی اور الدہن ہی غرض نہ کیا ہوچکی عبارت محدث کی سلہ اور تہا وہ فتوا صحابہ کی مجمع مین اور اوسپر کسینے انکار ظاہر نہین کیا تو حدیث قلتین کی اجماع کی مخالف ہوئی ہوچکی عبارت

اور اجماع کی ثبوت ہی مین کلام ہے جیسا کہ سابق ذیل مین حدیث زنجی کی انکار امام شافعی کا انکار سفیان بن عیینہ کا اور انکار ابو عبید کا اس قصے کی وقوع سی بضمن عبارت سنن کبری اور محلی کی گذرا اور حسب روایت سی حنفی اس قصہ کو ثابت کہتی ہین اور روایت کا منقطع ہونا عبارت سی سنن کبری اور محلی کے ثابت کیا گیا دوسرا جواب یہہ ہے کہ ہمنے فرض کیا کہ یہہ قصہ ثابت ہے اور اجماع پایا گیا لیکن پہر بہی اجماع سکوتی ہوا اور اجماع سکوتی امام شافعی بلکہ بعضے حنفی حجۃ شرعی نہین جانتی جیسا کہ کہا مسلم الثبوت مین بعد بیان مسئلہ اجماع سکوتی کے ویختار الآمدی والکرخی ظنی وعن الشافعی رحمہ اللہ لیس بحجۃ وعلیہ ابن ابان والبا قلانی انتہی قلت وذہب اکثر الشافعیۃ الی ان ہذا ہو مذہب الشافعی کذا فی منہیۃ المسلم فلا تغتر بما ذکرہ ابن الحاجب عن الشافعی من روایتہ علی خلافہ ایضا فان صاحب البیت ادری بما فی البیت من غیرہ پہر کسطرح یہہ اجماع سکوتی تمہارا شافعی پر حجت ہوگا تیسرا جواب یہہ ہے کہ فرض کیا کہ یہہ اجماع سکوتی بہی حجت ہی لیکن یہہ اجماع پانی کے نکالنی پر بوجوب اور تحرز اسبات کا کہان ہوتا ہی کہ پانی کو نجس جانکر وجوبا نکالا تہا بلکہ بلحاظ حدیث الماء طہور جو بیر بضاعہ کی جواب مین وارد ہے اور خود ابن عباس سے مروی ہے اور صحت اوسکی سابق مین ثابت کی گئی ہی اور بلحاظ ثبوت اس امر کی کہ ابن عباس نے ایسے حوض مین سی وضو کیا ہے جسمین کچہہ مردار پڑا ہوا تہا جیسا کہ ضمن مین عبارت سنن کبرے کے گذرا اور بلحاظ صحت حدیث قلتین کے یہی کہینگے کہ نکالنا صحابہ کا پانی کو زمزم کی اس سبب سے تہا کہ گرنے سے زنجی کے پانی پر خون کی نجاست غالب ہوگئی تہی اور زمزم پینے کا پانی تہا پس بطور نظافت اور لطافت کے پانی اوسکا نکلوا دیا تہا نہ بطور تطہیر نجاست کی پہر کہان مخالف ہوئی حدیث قلتین سے اجماع کذا قال الامام الہمام الشافعی کما مر سابقا فی عبارۃ المحلی وسنن کبرے قال تیسری وجہہ یہہ ہے کہ حدیث قلتین کی مضطرب ہے یعنے الفاظ اور معانی اسکے مختلف ہین آ گئی ہین اصلی کہ ایک روایت عبد اللہ بن عمر سے یہہ ہے کہ کہا سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الماء یکون فی الفلاۃ من الارض وما ینوبہ من الدواب والسباع فقال اذا کان الماء قلتین لم یحمل الخبث رواہ الترمذی والنسائی وابو بکر وابو داؤد واحمد بس یہہ حدیث کہ روایت کیا ان محدثین نے دلالت کرتی ہے اسپر کہ جبکہ ہو پانی قدر قلتین کے نہ اوٹہا سکیگا نجاست کو پانی سی یعنی نجس ہو جائیگا جیسا کہ مقتضائی ان حدیثون کا کہ اوپر مذکور ہوئین اصلی کہ معنی حمل کے لغت مین اور قرآن شریف مین اوٹہانیکی ہین کہا فی منتخب اللغات وغیرہ کہ الحمل بر داشتن انتہی

۵۱ اور پسندیدہ آمدی اور کرخی کا یہہ ہے کہ اجماع سکوتی ظنی ہے اور امام شافعی سی منقول ہی کہ وہ اجماع حجت نہین ہے اور ابن ابان اور باقلانی اسیپر ہین تمام ہوچکی عبارت مسلم کی مین کہتا ہون کہ اکثر شافعیہ اسطرف گئی ہین کہ مذہب شافعی کا یہی ہے ایسا ہی منہیہ مسلم مین ہے پس نہین ہے سزاوار ہو کہ فریفتہ ہو کا ندگی وہ تقریر جو ابن حاجب نے اپنے روایت سی امام شافعی کا خلاف بہی اسمین ذکر کیا ہے کیونکہ گہر والا گہر کی موجودات غیر سی زیادہ جانتا ہے ۵۲ جیسا کہا امام شافعی نے جیسا کہ گذر چکا پہلے عبارت محلی اور سنن کبرے مین ۵۳ آنحضرت صلعم سے سوال کیا گیا اوس پانیکے حق مین جو جنگل مین ہوتا ہے اور اوسمین چوپائے پہرتے ہین تو آپنے فرمایا کہ جب پانی قلتین کے حد کو پہونچ جاوے تو ناپاکی اوسی مضر نہین روایت کی ترمذی اور نسائی اور ابو بکر اور ابو داؤد اور احمد نے + + + + + + + + +

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے وحمّدؐ وفضّلنا المتون مشہور لکہ دمار دمادی فرمایا ہے مثل الذین حملوا التوریۃ ثم لم یحملوھا کمثل الحمار یحمل
اسفارا اور دوسری روایت عبد اللہ بن عمر سے یہہ ہے قالؓ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان الماء قلتین لم
ینجسہ شیٔ رواہ ابن ماجۃ ابو داؤد دمیں یہہ روایت دلالت کرتی ہی اسپر کہ جبکہ بڑی پانی قلتین مین کوئی نجس چیز تو ناپاک نہین
ہونیکا سو یہہ معنی مخالف ہین پہلی حدیث کی معنی کو باعتبار معنی والفاظ کی اور تیسری روایت عبد اللہ بن عمر کی یہہ ہے کہ کہا
فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اذا بلغ الماء قلتین او ثلاثا لم ینجسہ شیٔ رواہ ابن ماجہ میں یہہ روایت شامل ہی شک پر کہ دو
قلی فرمائی ہین یا تین قلی پس یہہ روایت مخالف ہوئی دونون روایتون پہلی کو اور نہ معلوم ہوا کہ حضرت نے دو قلی فرمائی ہین
یا تین اور چوتھی روایت عبد اللہ بن عمر سے یہہ ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اذا کان الماء اربعین قلۃ لم ینجسہ شیٔ
رواہ محمد بن المنکدر اور کہا شیخ ابن ہمام نے فتح القدیر مین قد وقع الاضطراب فی ذلک الحدیث ففی بعض الروایات لفظ قلتین وفی
بعضہا ثلث قلال وفی بعضہا اربعین قلۃ وفی بعضہا اربعین غربا انتہی اور مانند اسکی کہا ملا علی قاری نے شرح مشکوۃ مین
پس ثابت ہوا ان روایتون سے اضطراب اس حدیث کا **اقول** اس قول مین مولف نے بہت ابلہ فریبی کی ہے اصلی اسکی رد کو
توجہ تام سے سننا چاہیے تو پہلے سنو کہ جو خلاف ایسا ہو کہ اوسکی بعض وجوہ بعض پر مرجح ہون یا سب وجوہ آپس مین جمع اور
موافقت قبول کرلین تو ایسی اختلاف سے حدیث مین اضطراب نہین واقع ہوتا چنانچہ ضمن جواب وجہ ثانی کی قول ابن صلاح کا
عبارات حاشیہ حلوی مین مصدق اسکا گذرا اب سنو کہ مؤلف نے دو وجہین اضطراب کی اس حدیث مین بیان کین ہین
وجہ اول یہہ کہ بعضے روایتون مین لم یحمل الخبث آیا ہے اور اسکی معنی یہہ ہین کہ نہ اوٹھا سکیگا نجاست کو یعنی نجس ہو جائیگا
اور دوسری روایت مین لم ینجسہ آیا ہے اور اسکی معنی یہہ ہین کہ نجس نہین کرتی اوسکو کوئی چیز یعنے نجس نہین ہوتا دوم
دوسری یہہ کہ ایک روایت مین دو قلی آئی ہین اور ایک مین ساتھہ شک کے دو یا تین اور ایک مین چالیس قلہ اور کسی مین چالیس جزیا
فقط تو جواب وجہ اول کا یہہ ہے کہ خلاف لم یحمل الخبث و لم ینجسہ کا حدیث مین اضطراب پیدا نہین کرتا اسلئے کہ معنی لم یحمل الخبث کی
وہی ہین جو کہ لم ینجسہ کے ہین یعنی لیتا اوپر نجاست نہین ظاہر ہونی دیتا اور نجس نہین ہوتا اور جو معنی مؤلف نے لکھے ہین ہیں
ہرگز نہین ساتھہ تین دلیلون کے دلیل اول یہہ کہ معنی لم یحمل الخبث کی لغت مین یہہ ہین کہ نہین اوٹھاتا نجاست کو جیسا کہ خود
مولف نے منتخب اللغات سے اور آیات قرآن سے ان معنی کو نقل کیا ہے پھر اس نہ اوٹھانیکی دو معنی ہین ایک یہہ کہ اوٹھا نہ

ف اور مدت حمل اوسکے دودھ چھڑانا ڈھائی برس ہین ف کہ بار لادی گئی توریت پھر نہ اوٹھایا اونہون نے جیسے کہ بات گدہے کی پیٹھ پر
پجلتا ہے کتابین ف فرمایا رسول خدا صلعم کہ جسوقت پانی مقدار دو قلی کو پہونچ جاوے تو اوسکو کوئی چیز نجس نہین کرتی روایت کی ابن ماجہ
والہ ابو داؤد نے ف جسوقت پہونچ جاوے پانی بقدر دو قلی یا تین کے تو نہین نجس کرتے اوسکو کوئی چیز ف جسوقت پہونچ
جاوے پانی بقدر چالیس قلے کے تو اوسکو کوئی چیز نجس نہین کرتے روایت کی محمد بن منکدر نے ف بلا شک واقع ہوگیا اضطراب
حدیث مین کسلئے کہ بعضے روایتون مین دو قلی کا لفظ ہے اور بعضے مین تین قلی کا اور بعضے مین چالیس کا اور بعضی مین چالیس ڈول کہ مجہ عبارۃ

نجاست کی انکار کرتا ہے جیسے کہتے ہین کہ زید صندوق نہین اوٹھا تا یعنی اوٹھانیمین صندوق کی طاقت نہین رکھتا ہی اور ظاہر ہے کہ ایسا معنی
اوٹھانا حدیث قلتین مین متصور بہی نہین اور ایک یہہ معنی ہین کہ نجاست کو اپنی اوپر آنی اور ظاہر ہونی نہین دیتا جیسے کہتے
ہین کہ زید پیدل چلنی مین تکلیف نہین اوٹھاتا یعنی پیدل چلتی ہوئی اوسپر تکلیف نہین طاری ہوتی اور وہ آسمین تکلیف
نہین پاتا اور یہی معنی متصور اور محقق اور متعین ہین حدیث قلتین مین اور خود مولانا قطب الدین خان نے مظاہر حق ترجمہ
مشکوۃ مین لکہتے ہین کہ جسوقت کہ ہووی پانی دو قلہ نہین اوٹہاتا ناپاکی کو یعنی پلید نہین ہوتا پلیدی پڑنیسے انتہی کلامہ
اور نزدیک امام ابو یوسف رح کی بہی یہی معنی متعین اور محقق ہے قال فی البزازیۃ اندروی عن ابی یوسف رحمہ اللہ صلی
الجمعۃ مغتسلا من الحمام ثم اخبر بفارۃ میتۃ فی بیر الحمام فقال ناخذ بقول اخواننا من اہل المدینۃ اذا بلغ
الماء قلتین لم یحمل خبثا انتہی ما فی رد المحتار ہکذا فی الطحطاوی وغیرہما اور جو معنی مؤلف نی بیان کئے ہین نہین اوٹھا سکیگا
وہ معنی لم یحمل کے نہین ہوسکتی بلکہ وہ معنی لم یحتمل کے ہین جو تحمل سے مشتق ہی اور اس حدیث مین اسکا ذکر نہین ہی سیوطی نے خطاب کے
ترجمہ حملہ کا حاشیہ مین یہہ کیا ہے یعنی اوٹھانا اوسکا انتہی اور یہہ ترجمہ نکیا کہ اوٹھا سکنا اور ترجمہ حملوہ کا یہہ کیا ہے اوٹھائی گئی
انتہی اور یہہ نہین ترجمہ کیا کہ اوٹھا سکی گئی اور ترجمہ ثم لم یحملوہا کا یہہ کیا پہر نہ اوٹھایا اوسکو انتہی اور یہہ نہین ترجمہ کیا
کہ نہ اوٹھا سکی غرض کہ حمل کے معنے اوٹھانا ہی اوٹھا سکنا نہین اور اوٹھا سکنا تحمل کے معنی ہین جسکا اس حدیث مین ذکر نہین
اور ان دونو معنون مین ہزارون کوس کا فرق ہی کیونکہ بنا بر معنی اوٹھانیکی معنی لم یحمل کے ہماری موافق ہوتی ہین جیسا کہ
بیان کیا گیا اور بنا بر معنی اوٹھا سکنی کی معنی لم یحمل کے موافق مؤلف کی یعنی نہین اوٹھا سکیگا نجاست کو بلکہ نجس ہو جائیگا ہوتے
ہین اور جبکہ معنی لم یحمل کے نہین اوٹھاتا مؤلف کی تراجم اور زبان سی ثابت ہوئی تو نہ اوٹھا سکی یعنی نجس ہو جانیکی معنے
خود مؤلف کی تحریر اور اقرار سی باطل ہوئی اور ثابت ہوا کہ معنی حدیث لم یحمل کے بہی وہی ہین جو معنی حدیث لم ینجسہ کے ہین
یعنی کہ نہین سمانے اور طاری ہونی دیتا نجاست کو اپنے اوپر اور نہین نجس ہوتا دوسری دلیل یہہ کہ جب کہ حدیث صحیح ابوداؤد کی
جو مؤلف کے کلام مین گذری ہی اور ابن ماجہ کے لفظ لم ینجسہ سے ثابت ہوگیا تو واجب ہوا کہ معنی لم یحمل الخبث کی یہی ہی
کئے جاوین جو لم ینجسہ کے ہین اس لئے کہ علماء کا اتفاق ہے اسپر کہ ایک حدیث سی دوسری اوس مضمون کی حدیث تفسیر کرنی
چاہیئے جیسا کہ کہا نووی نی شرح مہذب مین چنانچہ عنقریب آویگا اسیواسطی شیخ عبدالحق محدث حنفی نے شرح عربی مشکوۃ مین اقرار
کیا ہے کہ معنی لم یحمل الخبث یہی ہین کہ اپنے اوپر نجاست نہین آنی دیتا اوسکو دفع کر دیتا ہے اور جو کہ بعضی حنفیون نے یہہ معنی لم
یحمل النجث کی کئی ہین کہ نجاست اوٹھا نہین سکتا بلکہ ضعیف ہو جاتا ہے صحیح نہین چنانچہ فرماتی ہین قولہ لم یحمل الخبث

۵۱ بزازیہ مین کہا ہے کہ ابو یوسف سی مروی ہے کہ اونہون نے ایک حمام کے پانی سی نہاکر جمعہ کی نماز پڑہی پہر لوگون نے خبر دی کہ اوس
حمام کے کنوئین مین مرا ہوا چوہا نکلا تو ابو یوسف نی کہا کہ ہم اپنے بہائی اہل مدینہ کی قول پر عمل کر لیتی ہین کہ جسوقت پانی بقدر دو قلونکی پہونچ جاوے
تو نجس نہین ہوتا ہے یہی وہ عبارت جو رد المحتار مین ہی اور طحطاوی وغیرہ مین بہی یونہین ہے ۵۲ نجاست نہین اوٹھاتا

ای لم یقبلہ بل یدفعہ وجاء روایۃ لابی داؤد فانہ لا ینجس وہذہ الروایۃ ان صحت دلت علی ان تاویل لم یحمل خبثا بانہ لا یحملہ ولا یطیق حملہ لضعفہ بل ینجس کما قال بعض اصحابنا الحنفیۃ غیر صحیح انتہی کلام الشیخ اقول وصحۃ روایۃ ابی داؤد کالشمس فی نصف النہار کما حققناہ فافہم اور کہا مولانا عبد العلی حنفی نے ارکان اربعہ مین واذکرہ صاحب الہدایۃ انہ لضعفہ لا یطیق حمل النجاسۃ یردہ ما وقع فی روایۃ لابی داؤد فانہ لا ینجس انتہی مختصرا اسکے دلیل یہہ کہ اگر یہی معنی ہون کہ جبکہ پانی قدر قلتین کو پہونچا ہے تو نجس ہوجاتا ہے تو پھر یہہ کیون حد مقرر کردی کہ جبکہ بقدر قلتین کے ہو تب نجس ہوجاتا ہی کیا جبکہ بقدر قلتین نہو تو نجس نہین ہوتا یہہ تو کوئی عاقل نہین کہتا جیسا کہ ابن نجیم حنفی نے بحر الرائق مین کہا ہی ذکر شمس الائمۃ السرخسی وتبعہ فی الہدایۃ ان معنی قولہ لم یحمل خبثا انہ یضعف وینجس وہذا مردود من وجہین ذکرہما النواوی فی شرح المہذب الاول انہ ثبت فی روایۃ صحیحۃ لابی داؤد اذا بلغ الماء قلتین لم ینجس فتحمل الروایۃ الاخری علیہا فمعنے لم یحمل خبثا لم ینجس وقد قال العلماء احسن تفسیر غریب الحدیث ان یفسر بما جاء فی روایۃ اخری کذلک الحدیث الثانی انہ صلی اللہ علیہ وسلم جعل القلتین حدا فلو کان کما زعم ہذا القائل لکان التقیید بذلک باطلا فان ما دون القلتین یساوی القلتین فی ہذا انتہی مختصرا اور کہا ملا علی قاری نے مرقات مین ما ذکرہ شمس الائمۃ السرخسی وتبعہ صاحب الہدایۃ ان معناہ انہ یضعف عن النجاسۃ یردہ روایۃ ابی داؤد اذا بلغ الماء قلتین لم ینجس انتہی جواب ثانی کا یہہ ہی کہ حدیث دو قلتون کی مروی ہے ساتھ سند صحیح اور قوی کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سی اور سوا اسکے اور مقابل مین اسکے سب ہین یعنی تین قلتون کی ہی اور چالیس قلتون کی ہی اور چالیس غرب کی ہی سب نامقبول ہین ا ہ

یعنی نجاست کو قبول نہین کرتا بلکہ دفع کرتا ہے اور ایک روایت ابوداؤد مین آیا ہی کہ نجس نہین ہوتا یہہ روایت اگر صحیح ہوجاوے تو دلالت کرتی ہے اسپر کہ یہہ تاویل کہ پانی نجاست کو نہین اوٹھاتا یعنے نجس ہوجاتا ہے جیسا کہ بعض ہماری ساتھی حنفیون نے کی ہی صحیح نہ ٹھہریگی ہوچکی عبارت شیخ کی مین کہتا ہون کہ صحت روایت ابی داؤد دوپہر کی سورج کی طرح چمکتی ہے جیسا کہ ہم نے اسکی تحقیق کرچکی سمجھ لے ۱ ه اور دلیل صاحب ہدایہ کو کہ بسبب ضعیف کے نجاست کو نہین اوٹھاتا رد کرتا ہے وہ جو ابوداؤد کی روایت مین آیا کہ نجس نہین ہوتا ۲ ه شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا اور صاحب ہدایہ نے اسکی پیروی کی ہوا کہ معنے اسکی کہ پانی نجاست نہین اوٹھاتا یہہ ہین کہ نجاست سی دب کر ناپاک ہوجاتا ہے اور یہہ بات سرخسی کے دو وجہ سے مردود ہے دونو وجہین وہ ہین جو نووی نے شرح مہذب مین ذکر کی ہین اول تو یہہ کہ روایت صحیح مین ابی داؤد کی ثابت ہوچکا کہ جب قلتین پانی بقدر دو قلی کی پہونچ جاوی تو ناپاک نہین ہوتا سو اس روایت پر دوسری روایت بھی لگا لیجاویگی تو اب اسکی معنی کہ پانی نجاست کو نہین اوٹھاتا یہی ہونگی کہ نجس نہین ہوتا علماء نے بلاشک کہا ہی کہ بہتر تفسیر حدیث کی نادر لفظونکی یہی ہی کہ دوسری روایت سی کیجاوے دوسری یہہ کہ آنحضرت صلعم نے دو قلونکو حد ٹھرایا ہی اس صورت مین اگر سرخسی کا کہنا ٹھیک ہو تو دو قلونکی حد لگانا رائگان ہے کیونکہ اب وہ پانی جو دو قلون کی حد کو پہونچ گیا ہی اور وہ پانی جو اس حد کی کم ہے ناپاک ہونی مین برابر ہین ہوچکی عبارت بحر الرائق کی مختصر ۳ ه یہہ وہ جو ذکر کیا سرخسی نے اور صاحب ہدایہ اسکا تابع ہوا کہ معنی اسکی کہ پانی نجاست کو نہین اوٹھاتا یہہ ہین کہ نجاست سے دب جاتا ہے رد کرتی ہی اسکو ابوداؤد کی وہ روایت کہ جب پہونچے بقدر دو قلونکی ہو تو ناپاک نہین ہوتا ہوچکی عبارت ملا علی کے

تو حدیث قلتین مین اضطراب جب ہوتا جبکہ سب روایتین برابر کی قوۃ کی ہوتین مخالفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت
ہوتین جیسا کہ معنی مین اضطراب کے گذرا اس ایک ایک کو تفصیل وار سنئے جا د حدیث اول یعنی جسمین یون آیا کہ دو قلی یا تین
تو شاذ ہے جیسا کہ کہا بحر الرائق مین واجاب النووی عن ہذا الاضطراب اما عن الشک فی قولہ قلتین او ثلثا فی روایۃ شاذۃ
وہی متروکۃ فوجودہا کعدمہا انتہے وھکذا فی المحلے اقول شاذ کیا بلکہ منکر کیونکہ تمام روایتون صحیحہ مین یعنی ترمذی کے
اور ابو داؤد کی مین اور نسائی اور ابن خزیمہ کی بلکہ خود ابن ماجہ کی دو روایتون مین یہی آیا ہی کہ اذا بلغ الماء قلتین یعنے
دو قلی اور سب ائمہ تعدیل نے اسکو صحیح کیا ہے اور روایت شک والی کو صحاب ستہ مین سے مخص ابن ماجہ ہی نے تخریج کیا ہی اور اسکی
بعضے راویون مین کلام ہے از انجملہ حماد بن سلمہ کہ انکی حافظہ مین آخر عمر مین فتور ہو گیا ہے جیسا کہ تقریب عسقلانی مین کہا ہے
حماد بن سلمۃ بن دینار ثقۃ عابد وتغیر حفظہ باخرہ انتہی مختصرا اور از انجملہ وکیع بن محرز کہ اسکو اوہام بہت رہتے
ہتے جیسا کہ کہا تقریب مین وکیع بن محرز بن وکیع البصری صدوق لہ اوہام انتہی ملخصا اور از انجملہ علی بن محمد کہ یہہ بھی بہول کر جاتے
جیسا کہ کہا تقریب مین علی بن محمد بن ابی الخصیب صدوق ربما اخطأ انتہے مختصرا بس بظن غالب یہہ شک انہین تینون مین سے
کسی سے صادر ہوا ہے تو یہہ حدیث ضعیف مقابلہ مین احادیث صحیحہ کی حدیث منکر ہوئی جیسا کہ کہا نخبۃ الفکر مین فان خولف
بارجح منہ فالراجح المحفوظ ومقابلہ الشاذ وان مع الضعیف فالراجح المعروف ومقابلہ المنکر انتہی اور حدیث منکر
کیونکر مقابل ہو کر حدیث صحیح کے موجب اضطراب کی ہوگی حدیث دوسری جسکو مولف نے چوتھی مرتبہ لاکر کہا ہے رواہ محمد بن المنکدر
یہہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہین اور نسبت کرنا مولف کا اس روایت کو طرف محمد بن المنکدر کی کذب صریح
اور بہتان قبیح ہے اگر کوئی پوچھے کہ محمد بن المنکدر نے کونسی کتاب مین اس روایت کو رسول اللہ سے روایت کیا ہے تو جناب
مولف قیامت تک ثبوت نہ پہونچا سکینگے نعوذ باللہ من الخیانۃ اصل حال یہہ ہے کہ حدیث اربعین قلہ کی روایت کی
دار قطنی اور ابن عدی وغیرہ نے ساتھہ اسناد قاسم بن عبد اللہ عمری کے بواسطہ جابر کے رسول اللہ سے مرفوعا اور یہہ صحیح نہین
کہا یہہ خود انہین محدثون نے جنہون نے اسکو روایت کیا ہے اسلئے کہ راوی اسکا قاسم جھوٹا ہے اور جھوٹھین حدیثین موضوع
کیا کرتا تہا اور متروک الحدیث ہی امام احمد بن حنبل نے اسکو جھوٹھا قرار دیا ہی جیسا کہ کہا نور الدین علی نے مختصر تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن حدیث

ف۵۱ اور جواب دیا نووی نے اس اضطراب کا کہ جو ابن ترکمانی نے کہ بعضے روایتون مین دو قلی آئے ہین اور بعضے مین تین سو اسطرح کہ یہ روایت شاذ متروک ہے
اور اسکا ہونا نہ ہونا برابر ہے ہو چکی عبارت بحر الرائق کی اور یونہین ہے محلے مین ف۵۲ حماد بن سلمۃ بن دینار ثقہ اور عابد ہی اور
آخر عمر مین اوسکا حافظہ متغیر ہو گیا تہا ہو چکی عبارت تقریب کی بطور مختصر کے ف۵۳ وکیع بن محرز بن وکیع بصری سچے ہین
کچہہ اوسی وہم رہتے ہتی ہو چکی عبارت تقریب کی ف۵۴ علی بن محمد بن ابی الخصیب سچے ہین کبہی چوک جاتا تہا ہو چکی
عبارت تقریب کی ف۵۵ اگر مخالف پڑے بہت راجح حدیث ایک حدیث کی تو راجح کا نام محفوظ اور مقابل اوسکی شاذ اور اگر
اسطرح کی مقابلہ مین حدیث ضعیف ہو تو راجح کا نام معروف اور مقابل کا نام منکر ہے ہو چکی عبارت نخبہ کی ؛

اذا بلغ الماء اربعين قلة لم يحمل خبثا من حديث جابر ولا يصح خلط فيه القاسم بن عبد الله العمری اور دوسری جگہ
اس کتاب میں کہا ہے قاسم بن عبد الله العمری یکذب ویضع اور کہا تقریب التہذیب میں القاسم بن عبد الله بن عمر
حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب العمری المدنی متروک رماہ احمد بالکذب انتہی اور کہا ابن طاہر حنفی نے
تذکرہ موضوعات میں دار قطنی نے جابر اذا بلغ الماء اربعين قلة لم يحمل الخبث خلط فيه القاسم بن عبد الله العمری انتہی
اور کہا قاضی شوکانی نے فوائد المجموعہ فی الاحادیث الموضوعہ میں حدیث اذا بلغ الماء اربعين قلة لم يحمل الخبث رواه
ابن عدی عن جابر مرفوعا وقال لا يصح خلط فيه القاسم بن عبد الله العمری انتہی اور کہا بحر الرائق میں وروی
الدارقطنی وابن عدی والعقیلی فی کتابه عن القاسم باسناده الی النبی صلی الله علیه وسلم اذا بلغ الماء قلتين فانه لا يحمل الخبث وضعفه
الدارقطنی بالقاسم انتہی البتہ حدیث چالیس قلوں کی روایت کی ہے دارقطنی نے اسناد صحیح سے بوسیلہ روح بن قاسم
محمد بن المنکدر سے لاکن نہ رسول اللہ سے مرفوعا جیسا کہ مؤلف نے افترا کیا ہے نعوذ باللہ منہ بلکہ ابن عمر سے موقوفا یعنی ابن عمر کا
قول نقل کیا ہے رسول اللہ کا قول نہیں نقل کیا جیسا کہ کہا بحر الرائق میں وروی الدارقطنی باسناد صحیح من جهة روح بن القاسم
عن ابن المنکدر عن ابن عمر رض قال اذا بلغ الماء اربعين قلة لم ينجس انتہی اور کہا زیلعی نے مختصر میں
ثم قال ای الدارقطنی کذا رواه القاسم عن ابن المنکدر عن جابر ووهم فی اسناده وکان ضعيفا
كثير الخطاء وخالفه روح والثوری ومعمر ورووه عن محمد بن المنکدر عن ابن عمر موقوفا اخرجه الدارقطنی انتہی

۱ـ جس وقت پہونچ جاوی پانی چالیس قلوں کو تو نجاست کو نہیں اوٹھاتا یہہ حدیث جابر کی معلوم ہے اور درجہ صحت کو نہیں پہونچی اوس میں
کچھ قاسم بن عبد اللہ عمری نے خلط ملط کر دیا ہے ۲ـ قاسم بن عبد اللہ عمری جھوٹا ہے اور حدیث کا بنانے والا ۳ـ قاسم بن عبد اللہ
بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن خطاب عمری مدنی متروک ہے امام احمد نے کہا ہے کہ یہہ جھوٹا تھا ہو چکی عبارت تقریب کی ۴ـ
یہہ جابر سے روایت ہی جس وقت پہونچ جاوی پانی چالیس قلوں کو تو نجاست نہیں اوٹھاتا اسمین قاسم بن عبد اللہ عمری نے خلط
کر دیا ہے ہو چکی عبارت تذکرہ کی ۵ـ جس وقت پہونچ جاوے پانی چالیس قلوں کو تو نجاست نہیں اوٹھاتا روایت کی ابن عدی نے جابر سے
مرفوع اور کہا کہ درجہ صحت کو نہیں پہونچ سکتی کچھ ملا دیا ہی اسمین قاسم بن عبد اللہ عمری نے ہو چکی عبارت فوائد المجموعہ کی ۶ـ اور روایت
کی دار قطنی اور ابن عدی اور عقیلی نے اپنے کتاب میں قاسم کی اسنادسی آنحضرت تک کہ جس وقت پہونچ جاوی پانی دو قلوں کو تو وہ نجاست
نہیں اوٹھاتا اور دار قطنی نے اوسکو بسبب قاسم کے ضعیف کہا ہے ہو چکی عبارت بحر الرائق کی ۷ـ اور روایت کی دار قطنی
نے سند صحیح سے کہ روایت کی روح بن قاسم نے ابن منکدر سی اور انہوں نے ابن عمر سے کہ جس وقت پانی بقدر چالیس قلوں کی
پہونچ جاوے تو ناپاک نہیں ہوتا ہو چکی عبارت بحر الرائق کی ۸ـ پھر کہا یعنی دار قطنی نے ایسا ہی روایت کی قاسم نے
ابن منکدر سے اور انہوں نے جابر سے اور اوسکی سند میں قاسم کو وہم پڑ گیا ہے اور اہل حدیث کی نزدیک ضعیف تھا بہت
اور روح اور ثوری اور معمر نے اوسکی برخلاف روایت کیا کیونکہ انہوں نے روایت کی ہے محمد بن منکدر سے اور انہوں نے ابن عمر سی موقوف روایت کی

اور ایسا ہی روایت چالیس غرب کی جسکو شیخ ابن الہمام حنفی اور ملا علی قاری سی مؤلف نی نقل کیا ہی وہ بہی رسول اللہ کا قول نہین
بلکہ ابو ہریرہ کا قول ہی جیسا کہ کہا بحر الرائق مین وما رؤی عنہ ﷺ اربعین غربا ای دلوا عن ابی ہریرۃ انتہے وکذا فی الحلے لحاصل رسول اللہ سی اربعین یعنی چالیس قلہ کی جابر کے واسطی سی یا ابن عمر کے واسطی سی ثابت نہین اور محمد بن المنکدر نی یہہ نہین کہا جیسا کہ مؤلف
نی جو یہہ کہدیا ہے اور ایسا ہی چالیس غرب کی روایت بہی رسول اللہ سی ثابت نہین بلکہ چالیس قلے عبد اللہ بن عمر سے مروی
ہین اور چالیس غرب ابو ہریرہ سی اور ظاہر ہے کہ قول رسول اللہ کا مرفوع مقدم ہے قول صحابی پر جو موقوف ہی جیسا کہ کہا
بحر الرائق مین وحدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم مقدم علی غیرہ قال النووی وہذا ما نعتمدہ فی الجواب انتہی ما فی البحر وہکذا فی کتب الاصول
پس ثابت ہوا کہ حدیث قلتین مین کسیطرح کا اضطراب نہین نہ تو اسناد مین اور نہ لفظون مین اور نہ معنون مین اب چوتہی وجہ کا
مؤلف کی جواب دیا جاتا ہے **قال** اور چوتہی وجہ یہہ ہی کہ لفظ قلہ کا مشترک ہی درمیان معانی کثیرہ کی اسواسطی کہ کہا جاتا ہے
قلہ واسطی اوس چہوٹے سے لکڑی کی کہ کہیلتے ہین ساتہہ اوسکی لڑکے ساتہہ ماری ایک لکڑی لمبی سکے اوپر کر اوسکو کلی
کہتی ہین اور کہا جاتا ہے قلہ واسطی اوس چیز کے کہ پانی پیتے ہین ساتہہ اوسکی اور کہا جاتا ہے قلہ اوس چیز کو کہ ہلکا جاتا ہے
اوسکو اونٹ اور کہا جاتا ہے قلہ حُب کو یعنے بڑے مٹکے کو اور کہا جاتا ہے قلہ جرہ کو یعنے ٹہلیا کو اور کہا جاتا ہی قلہ قربہ
یعنی مشک کو پس یہہ معانی مختلف ہین آپسمین پس ہوئی یہہ حدیث مشترک درمیان معانی متغایرہ کی **اقول** لفظ قلہ کا
بلحاظ اصل وضع کی بیشک مشترک ہی معنی ذکر کیئے ہوئی مؤلف کی مین سوائی معنی گلی کے اسلیئے کہ گلی کہیلنی کی معنی قُلّہ مخفف
کی ہین نہ مشددہ کی کذا فی الرشیدی وغیرہ لاکن اس حدیث مین بقرینہ پانی کی سوائی متعلقات اور ظروف پانی کی
کچہہ مراد نہین ہوسکتا جیسا کہ لفظ عین کا بیچ قول اللہ تعالیٰ فیہا عین جاریۃ کے فی نفسہ تو مشترک تہا بولا جاتا تہا آنکہہ کو
بہی اور چشمہ پانی کو بہی لاکن اس آیت مین بقرینہ لفظ جاریہ کی سوائی چشمہ کی کچہہ مراد نہین کہتے پس لغو ہوگیا نقل کرنا مؤلف
کا قلہ کے ان معنی کو کہ اونٹہہ کی ہلکی جانی گئی چیز کو بولتی ہین اسلیئی کہ اس چیز کو پانی کی تقدیر سی کیا علاقہ اب رہا اشتراک
پانی پینے کی چیز اور چہوٹی ٹہلیا مین اور بڑی ٹہلی مین اور مشک مین آیا انمین سی کیا مراد ہے تو ہم کہتے ہین کہ ان سب معنون سی
بڑا مشکا موضع ہجر کا جو بقدر تخمیناً اڑہائی مشک حجازی کی ہوتا مراد اور متعین ہے اور اشتراک مرفوع ہے تین وجہ سی اول یہہ کہ
حدیث نقل کی ہی امام شافعی نی اپنے مسند مین کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جبکہ پانی ہو بقدر دو قلون کی ساتہہ قلون
موضع ہجر کی تو وہ نجس نہین ہوتا اور ابن جریج راوی اس حدیث کی کہتے ہین کہ مین نی دیکہا قلال ہجر کو تو اوسمین سا دو مشکین اور کچہہ
زیادہ پانی آتا تہا تو کہا امام شافعی نے کہ پس احتیاطاً اسمین ہی کہ اڑہائی مشکین ایک قلہ ہجر کے مین مقرر کیجاوین چنانچہ کہا بحر الرائق مین
فانہ ای الشافعی قال فی مسندہ اخبرنی مسلم بن خالد الزنجی عن ابن جریج باسناد لا یحضرنی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم

[1] اور چالیس قول ابی ہریرہ کے روایت ہی ہوچکی عنایہ بحر کی اور سطر جیسے محلی مین ہے [2] اور حدیث آنحضرت صلعم مقدم ہے غیر پر ہونہ دیکہا یہہ تقریر ہے کہ جسیر جواب مین
اعتبار ہی ہین ہوچکی وہ عنایہ جو بحر الرائق مین ہی اور کتب اصول مین بہی یونہین ہے [3] بلا شک شافعی نے اپنے مسند مین کہا کہ خبر دی مجہی مسلم ابن خالد جبشی نی ابن جریج سے ایسی اسناد سی

قال اذا کان الماء قلتین لم یحمل خبثا و قال فی الحدیث بقلال ہجر قال ابن جریج رایت قلال ہجر فالقلۃ تسع فیہ قربتین او قربتین وشیئا و قال الشافعی فالاحتیاط ان تجعل قربتین ونصفا فاذا کان خمس قرب کبار کقرب الحجاز لم ینجس انتہی وہکذا فی المحلی و قال ابن طاہر الحنفی فی مجمع البحار فی تفسیر القلۃ الجب العظیم وجمعہ القلال و فی تفسیر قلال ہجر فہی قریۃ بہا القلال انتہی و قال الشیخ جلال الدین السیوطی فی الدر النثیر و القلۃ الجب العظیم لانہا تقل ای ترفع وتحمل انتہی اور کہا شیخ عبد الحق حنفی نے شرح مشکوۃ میں القلّۃ بضم القاف و تشدید اللام بمعنے الجرۃ العظیمۃ ای الکوز الکبیر الذی یجعل فیہا الماء وتسمیتہا بالقلۃ اما من جہۃ علوہا وارتفاعہا اولان الرجل العظیم یرفعہا والقلۃ اسم لکل مرتفع منہ قلۃ الجبل وجمع القلۃ قلال بکسر القاف والمراد ہہنا قلال ہجر بفتحتین کما جاء صریحا فی بعض روایات ہذا الحدیث و ایضا کان المعروف فی ذلک الزمان فالظاہر وقوع التحدید بہ و ہجر اسم قریۃ ینسب الیہ القلال و قال ابن جریج رایت قلال ہجر کان کل قلۃ منہا قربتین ای قربتین و شیئا و قال الشافعی کان ذلک الشیئ مبہما فاخذ نا نصفا احتیاطا وکان القلتان خمس قرب انتہی مختصرا اقول وما قیل روایۃ الشافعی منقطع للجہالۃ و وجہہ ما قال الشافعی باسناد لا یحضرنی

دریا کی صورت ہو ہیجی جاوی پانی بقدر دو قلوں کی نزر کا ست نہیں اوٹہا تا اور حدیث میں یہہ ہی مذکور ہی کہ قلی ہجر کی کہا ابن جریج نے میں نے ہجر کی قلی دیکہی الیسی ہو اونمین ہا ایک مین دو مشکیز سی سماتی ہین یا کچہہ اوپر دو اور امام شافعی نے کہا کہ بہتر یہہ ہے کہ ڈہائی مشکیزی لی جاوین تو جب وقت پانچ مشکیزی بڑی عرب جیسی ہون تو پانی ناپاک نہو گا ہو بکی حبارت ہجر کی اور اسیطرح محلی میں ہی اور ابن طاہر حنفی نی مجمع البحار میں کہا ہے کہ بڑا مٹکا قلہ کی تفسیر ہے اور قلال جمع ہی اور ہجر ایک گانو کا نام تہا یا بستی جسمین وہ بڑے مٹکی عرب کے بنتے ہین اور شیخ جلال الدین سیوطی نی در نثیر میں کہا کہ قلہ بڑی ٹنگی کو کہتے ہیں اور یہہ اسی کہ اقلال کی معنی اوٹہانیکی ہین اور مٹکا ہی اوٹہایا جاتا ہے اور شیخ عبد الحق نے کہا ہے قلہ قاف کی پیش اور لام کی تشدید سی بڑی ٹہلیا یا ٹنکی ہے اور قلہ یا تو بلندی اوس ٹہلیا کی سی اوسکا نام رکہا گیا ہی یا یہہ کہ بلند قد آدمی اوسکو اوٹہا سکتا ہے اور قلہ ہر بلند چیز کو کہتے ہین جیسی کہ قلہ پہاڑ کا اور قلہ کی جمع قلال قاف کی زیر ہے اور یہان مراد ہجر گانو کی ٹنکی ہین چنانچہ بعضے روایتوں میں اس حدیث کی کہلا کہلا آیا اور اوس زمانہ میں مشہور بہی وہین کا مٹکا تہا سو ظاہر یہہ ہے کہ یہہ مقدار پانی کثیر کے حد ہو گئی اور ہجر وہ گانو ہے جسکے طرف مٹکے عرب میں نسبت کئی جاتی ہین اور ابن جریج نی کہا ہے کہ مینے وہ مٹکے دیکہے ہین ہر ایک میں دو مشکیزے یا کچہہ اوپر دو سماتی ہین اور امام شافعی نے کہا کچہہ اوپر دو کہنا ایک مبہم تہا اسلئے بنظر احتیاط ہمنے آدہا لیکر ڈہائی کر لئے تو دو قلے پانچ مشکیزوں کی ہو گئے میں کہتا ہون وہ جو کہا گیا ہے کہ روایت شافعی کی منقطع ہے کیونکہ اوسکی راویونکا حال معلوم نہیں امام شافعی نے خود کہدیا ہے کہ مجہہ کو یاد نہیں سو معلوم ہوا کہ اوس سند کی لوگ ثقہ ہین یا نہین سو یہہ کہنا ٹہیک نہین اسطرح کہ اگرچہ امام شافعی نی اوس سند کی لوگونکا نام نہین لیا

بلا تسمية الرواة فلم يعلم ان رواته عدول اولا فهو مدفوع بان الشافعي وان ترك تسمية الرواة
لكنهم عدول عنده والشافعي معدل لهم بدليل العمل على روايتهم وقد صرح في رد المحتار نقلا عن
التحرير وغيره ان عمل المجتهد على رواية تصحيح لها واطال ان الشافعي من ائمة التعديل والجرح فكيف اجاز على
زعم جهالة رواة روايته فان قلتم ان تعديل الشافعي غير مسلم ورواته مجروحون فهذا يحتاج الى بيان واثبات
جرح رواتها والا فناهيك تعديل معدل واي معدل لے وجہ دوسرے کہ دافع ہے وجوہ اشتراک کو اس
حدیث میں درمیان چھوٹی ٹھلیا اور بڑی مشکی کے یہہ ہی کہ اگر بڑا مٹکا مراد نہیں تھا تو حاجت اختیار کرنے اور بولنی دو قلوں کے
کیا تھے ایک قلہ کبیر کہہ دیتے میں دو صغیر آسکتے ہیے جیسا کہ کہا حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں الفصل بالقلتین قوی
لصحة الحديث فيه وقد اعترف الطحاوي من الحنفية بذلك لكنه اعتذر عن القول به بان القلة في العرف تطلق
على الكبيرة والصغيرة كالجرة ولم يثبت من الحديث تقديرها فيكون مجملا فلا يعمل به وقواه ابن دقيق العيد
لكن استدل لغيرهما فقال ابو عبيد القاسم بن سلام المراد القلة الكبيرة اذ لو اراد الصغيرة لم يحتج
لذكر العدد فان الصغيرتين قدر واحدة كبيرة ويرجع في الكبيرة الى العرف عند اهل الحجاز والظاهر ان الشارع تركهما على سبيل
التوسعة والعلم محيط بانه ما خاطب الصحابة الا بما يفهمون فانتفى الاجمال انتهى وجہ تیسری یہہ کہ جبکہ اس حد
قلہ کی چار معنوں کا احتمال ہوا یا پانی پینے کی چیز اور ٹھلیا صغیرہ اور مشکا اور بڑا مٹکا تو اگر ہم اعتبار کریں پانی پینے کی چیز کو
پینے پیالہ وغیرہ کو یا ٹھلیا کو یا مشک تو ہمیں شک رہتا ہے کہ شاید مٹکا مراد ہوا اور اگر مٹکا بڑا ہجر کی مقدار اڑھائی مشک کا ہی
کی تعیین کریں تو اسمیں پانی پینے کی چیز کا مقدار بھی آجاتا ہی اور ٹھلیا کا مقدار بھی موجود ہی اور مشک بھی اگر غرضکہ مٹکا بڑا

لیکن وہ لوگ اونکی نزدیک ثقہ ہیں اور دلیل اسکی یہہ ہے کہ امام شافعی نے اونکی روایت پر عمل کیا ہے اور رد المحتار میں تحریر وغیرہ سے نقل کر کے تقریر کی ہے
کہ مجتہد کا کسی روایت پر عمل کرنا اوس روایت کو صحیح کر دیتا ہے اور اسمیں بڑے طول کلامی کی ہے کہ امام شافعی اماموں جرح اور تعدیل میں سے ہی تو جو
راویوں کے اونہوں نے روایت لی ہی وہ مستور الحال نہیں ہو سکتی پھر اگر تم کہو کہ تعدیل امام شافعی کی مسلم نہیں اور راوی اوسکی جرحی ہی سو یہہ بات قابل
بیان اور لائق اثبات ہی ورنہ اتنے بڑے تعدیل کرنیوالے کی تعدیل کفایت کرتی ہے ف مدفاصل دو قلوں کی ساتھ بہت قوی ہی کیونکہ اوسکی
حدیث صحیح ہو چکی ہے اور بلاشک طحاوی نے حنفیوں میں سے اسکا اقرار کیا ہی لیکن اوسکی قائل ہونے سے یہہ عذر پیش کیا ہے کہ قلہ عرف عرب میں چھوٹی بڑے
مٹکے دونوں کو کہتے ہیں مثل ٹھلیا بڑی چھوٹی کے اور حدیث میں اونکا اندازہ ثابت نہیں ہوا تو یہہ اندازہ مجمل ہوا سواسطے عمل کیونکر ہو سکتا ہے
اور اسی تقریر کو ابن دقیق العید نے تقویت دی ہی لیکن اور لوگوں نے اوس حدیث سے استدلال کیا ہے سو کہا ابو عبید القاسم بن سلام نے کہ مراد
قلہ سے بڑا مٹکا ہے اس سبب سے کہ اگر چھوٹا مراد ہوتا تو دو کو ذکر کی حاجت نہ تھی کیونکہ دو چھوٹے ایک بڑے کی برابر ہو کر ایک
بڑا ہو جاتا عرف اہل عرب میں اور ظاہر یہہ ہے کہ شارع نے اون سے ایک حد بیان نہ کی ہے فراخی کی طور پر
اور یہہ بات معلوم ہے کہ آپ صحابہ کرام سے ایسی باتیں فرماتے تھے جو سمجھہ میں آویں تو اجمال اوٹھہ گیا

مراد کہنا البیقین اختلاف سی نکالتا ہے اور یہ معانی لفظ مشترک کی کو محیط اور متضمن تمام اصلی ہی نہیں ہوا دقلال دلیلی
ہے نے حلیہ دم یا بیبک الی مالایہ یبک اگر کہو کہ قلہ چوٹی پہاڑ کو بہی کہتی ہیں اس معنی محیط اور متضمن سب معانی کو وہ تمہاری
متضمن اسکا نہیں تو جواب اسکا یہہ ہی کہ اگرچہ قلہ پہاڑ کی چوٹی کو کہتی ہیں لکن اس حدیث مین مراد نہیں ہے پانی کی بہت
نہیں ہوسکتی واسطی ثبوت حدیث بیر بضاعہ کی حالانکہ اسمین پانی بقدر چوٹی پہاڑ کی نہہا اور باوجود اسکی آنحضرت نی اسکو
نجاست پڑنی سی بہی نجس نہیں قرار دیا اور فرمایا کہ یہہ پاک ہی جیسا کہ سابق مین گذرا اور سوال ہی قلہ تو ادہر اسکی پانی کی
نہ چوٹی پہاڑ سے ف بریں عقل و النہش بابدگریست پس ثابت ہوا کہ حدیث قلتین کی صحیح لو ثابت ہی از راہ اسناد کی
ہی اور تصریحات آئمہ جرح اور تعدیل سی ہی اور یہی قابل ہے عمل کے اور کسیطرح کا اسمین جرح او رخدشہ نہیں اور نہ مخالف اجماع
اور نہ مضطرب الاسناد والالفاظ والمعنی اور نہ مشترک درمیان معنی کثیرہ کی فالحمد لله علی توفیقہ والہام الحق بحقیقتہ اب مولف کی ایک
وجہ کا جواب دیا جاتا ہی بعد اسکے عشر آخر عشر کی خدمت گذاری سی شرف حاصل کیا جاویگا **قال** اور ایک وجہ اوپر قلتین کی
حدیث پر عمل نکرنی کے یہہ ہے کہ تحقیق یہہ حدیث ان رسول الله صلی الله علیہ وسلم قال الماء طہور لا ینجسہ شیٔ صحیح تر ہی حدیث
قلتین کی سی یہانتک کہ منعقد کیا ہے بخاری نے صحیح بخاری میں باب بخلاف حدیث قلتین کی اور موافق حدیث الماء طہور
لا ینجسہ شیٔ کے کہ عبارت اوسکی یہہ ہی باب ما یقع من النجاسات فی السمن والماء وقال الزہری لا باس بالماء ما لم
یغیرہ طعم او ریح او لون انتہی اور یہی مذہب ہی امام مالک اور اتباع اونکی کا بس ہوگی حدیث قلتین کی معارض حدیث الماء طہور لا
ینجسہ شیٔ کی اور نہیں ہی ممکن حمل کرنا حدیث الماء طہور لا ینجسہ شیٔ کا اوپر حدیث قلتین کی یعنی یون کہا جاوے کہ مراد حدیث الماء
طہور لا ینجسہ شیٔ سی قدر قلتین کی ہی سو یہہ نہیں ممکن اسلئی کہ حدیث قلتین کی ضعیف ہی اور حدیث الماء طہور لا ینجسہ شیٔ
صحیح ہے اوس سی پس اگر مراد لیجاوی حدیث الماء طہور لا ینجسہ شیٔ سی قدر قلتین کی تو لازم آویگا باطل کر دینا عموم حدیث
قوی کا ساتھہ حدیث ضعیف کی اور یہہ باطل ہی بالاتفاق پس ہوگی حدیث قلتین کی متروک العمل ساتھہ حدیث الماء طہور
لا ینجسہ شیٔ کی **اقول** اولاً تو حدیث الماء طہور مین لفظ ماء کا عام ہی نہین بلکہ معہود بعہد خارجی ہے اسلئے کہ یہہ ہے
اسم جنس معرف باللام اور اسم معرف باللام عام اوسوقت ہوتا ہی جبکہ عہد نہو جیسا کہ کہا مسلم الثبوت مین ومنہا الموصولات
والجمع المحلی والمضاف واسم الجنس کذلک حیث لا عہد انتہی اور کہا تحریر مین ومنہا ای الفاظ العام المفرد المحلی باللام اذا لم یکن للمعہود انتہی
اور ایسا ہی سب کتابون مین اصول کی لکھا ہی اور ظاہر ہے کہ اسم معرف باللام مین اصل عہد خارجی ہی تو جبتک کوئی

سلہ ۹۱ فرمایا رسول خدا صلعم نی چہوڑدی وہ چیز جو تجہی شک مین ڈالی اور کر جو غیر مشکوک ہو سلہ ۹۲ آنحضرت صلعم نی فرمایا
پانی پاک ہے اوسی کوئی چیز ناپاک نہین کرتی ۹۳ یہہ باب ہی اوس بیان مین کہ نجاستین کہی اور پانی مین پڑتی اور کہا زہری نی
اوسکا کچہ خوف نہین جبتک کہ اوسکا مزا اور بو اور رنگ بدلی ہو جسکی عبارت بخاری کی ۹۴ اور اسمین موصولات والف لام
والی جمع اور مضاف اور اسم جنس ہی اینکا جہان عہد نہو جسکی عبارت مسلم کی ۹۵ لفظ عام کی ہی مفرد الف لام والی جبتک الف لام

قرینہ مقتضی عموم کا متحقق نہو گا ہرگز اوس اسم کو عام نہیں لینے کی جیسا کہ کہا توضیح مین اعلم ان اللام للتعریف اما للعهد
الخارجی والذهنی واما للجنسیة ای الجنس واما التعریف الطبیعة لکن العهد هو الاصل ثم الاستغراق ثم تعریف الطبیعة
لان اللفظ الذی یدخل علیه اللام دال علی الماهیة بدون اللام فحمل اللام علی الفائدة الجدیدة اولی من حمله علی تعریف الطبیعة
والفائدة الجدیدة اما تعریف العهد او استغراق الجنس وتعریف العهد اولی من الاستغراق لانه اذا ذکر بعض
افراد الجنس خارجا او ذهنا فحمل اللام علی ذلک البعض اولی من حمله علی جمیع الافراد لان البعض متیقن والکل
محتمل انتهی اور کہا تلویح مین اذا تمهد هذا فنقول الاصل ای الراجح هو العهد الخارجی لانه حقیقة التعیین
وکمال التمییز ثم الاستغراق الی اخر ما قال من تحقیق وتدقیق مع الجرح علی بعض کلام
صدر الشریعة غرض کہ عہد خارجی بالاتفاق اصل ہوتا ہی اسم معرف باللام مین جبتک کوئی قرینہ عموم کا نہو
پس ہم کہتے ہین ساتھہ توفیق اللہ کی کہ الماء طہور اس حدیث مین یہہ معنی رکہتا ہے کہ وہ پانی جسسے تم سوال کرتی ہو یعنے
پانی بیر بضاعہ کا وہ پاک ہے اور ظاہر ہی کہ پانی بیر بضاعہ کا قدر قلتین سی کم نہین تہا پس اس الماء طہور سے پاکی اوس
پانی کی جو قلتین سی کم ہو ثابت نہوئی اور الماء طہور کا حدیث قلتین سی تعارض نہوا اور واضح ہو کہ کئی حنفیون کو بہی اسپر
اقرار ہے کہ الماء طہور مین عموم نہین بلکہ مراد اس سی پانی بیر بضاعہ کا ہے ازانجملہ حضرت مولف ظاہر حق حضرت قطب الدین
خانصاحب دام اقبالہ کہ مقلد محمد شاہ کی ہین اپنی ترجمہ مشکوۃ مسمی بمظاہر حق مین فرماتی ہین تحت حدیث الماء طہور کے
بعد بیان معنی بیر بضاعہ کی بس پانی اوسکا بہت تہا اور چشمہ دار تہا بلکہ لکہا ہی علما نی کہ وہ جاری تہا اوسوقت مین کہ راہ
رکہتا تہا طرف باغ کی مثل نہر جاری کی اوسکا حکم حضرت سی پوچہا جواب مین اوسکی پانی کا حکم بیان فرمایا جو کہ مذکور ہوا حاصل
یہہ کہ اسکی ظاہر عبارت سی کوئی یہہ نسمجہلی کہ کوئی کا پانی پلید نہین ہوتا تہوڑا ہو یا بہت بلکہ یہہ جانی کہ یہہ حکم پانی کثیر کا ہے
اور بعضی روایت مین ہماری علما سی منقول ہے کہ کنوان چشمہ دار حکم پانی جاری کا رکہتا ہے الخ انتہی کلامہ بعینہ اور اوسی
مظاہر حق مین تحت حدیث قلتین کی فرماتی ہین اور یہہ جو حدیث بیر بضاعہ کی مین آیا ہی کہ الماء طهور لا ینجسه شئ یعنی پانی پاک ہے
نہین نجس کرتی اوسکو کوئی چیز اور اوسکو دلیل اپنی ٹہرایا ہے اصحاب ظواہر نی مراد تہہ اوسکی پانی کثیر ہی انتہی کلامہ اور ازانجملہ ابراہیم

سلہ جان کہ لام تعریف کا یا تو عہد خارجی کی لئی ہے یا ذہنی کی لئے یا جنس کے لئے یا تعریف کی لئی لیکن عہد اصل ہے پہر استغراق ہے
پہر تعریف کیونکہ وہ لفظ جسپر لام داخل ہے بغیر لام کی بہی ماہیت پر دلالت کرتا ہی پہر حمل کرنا لام کا نئی فائدہ پر اچہا ہی تعریف پر
حمل کرنی سے اور نیا فائدہ یا تعریف عہدی ہی یا استغراق جنس کا اور تعریف عہدی استغراق سی اولی ہے اس سبب سے کہ جسوقت
بعضے فرد جنس کے خارج یا ذہن کے طور پر ذکر کئی گئی تو حمل کرنا لام کا اون بعضوں پر ساری افراد کی حمل کرنے سے بہتر ہے کیونکہ بعضے
یقینی ہین اور سب احتمالی سلہ جوقت یہہ تمہید ہو چکے تو کہتے ہین ہم راجح عہد خارجی ہے کیونکہ اوسمین تعیین اور تمیز
پورے ہے پہر استغراق ہے آخر اوس عبارت تک جو تحقیق اور دقیقہ سنجی سی کہا ہی اور بعضی باتون صدر الشریعت پر اعتراض کیا ہے

حلبی حنفی ہیں کہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں علم ان المراد بہ مورد النص وھو بیر بضاعۃ خاصۃ انتہی کلامہ مختصرا
پس افسوس کا مقام ہے کہ تنویر الحق کی ترجمہ میں اپنے پہلی تحریر کو خواب خرگوش کر دیا کیونکہ وہاں تو اس حدیث کے
عموم کو باطل کرتے ہیں اور تنویر الحق میں تقلید محمد شاہ کی ثابت کرتی ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون وانجملہ مولوی
احمد علی سہارنپوری ہیں کہ بعض حواشی ترمذی میں فرماتے ہیں قولہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الماء
الالف واللام للعہد الخارجی فتاویلہ ان الماء الذی تسالون عنہ فالجواب مطابق لا لعموم کلی
کما قال مالک انتہی وانا محمد طحاوی ہیں کہ شرح معانی الآثار میں ایسا ہی کہتی ہیں اور بہت علما
حنفیہ نے بھی اقرار کیا ہے کہ یہہ حدیث عموم پر نہیں اگرچہ انہوں نے وجہ بالتخصیص پاک ہونی بیر بضاعہ کی حدیث طلبہ
وہ نہیں بیان کی جو ہم نے بیان کی ہے بلکہ کہا ہے کہ وہ بیر بضاعہ باغوں کیطرف جاری تھا تو حکم میں نہر جاری کی ہوا
لاکن ہم نے سابق میں بضمن تاویل حدیث زنجی کی ثابت کر دیا ہے کہ یہہ بات یعنی جاری ہونا اوسکا طرف باغوں کی
غلط ہے اور راوی اسکا واقدی ہے کذاب اور متروک اور وضع حدیثوں کا اور مشتبل حدیثوں کا نزدیک ائمہ حدیث کے
کما عن التقریب للعسقلانی والمختصر لنور الدین علی ومجمع البحار لابن طاہر الحنفی وبھذا التحقیق اندفع ما
اورد علی من قال بان المراد من الماء فی حدیث الماء طہور لا ینجسہ شئ الماء الذی ورد عنہ السوال وھو ماء بیر
بضاعۃ من انہ مخالف لقولھم العبرۃ لعموم الالفاظ لا لخصوص المحل ووجہ الاندفاع غیر خفی علی من یعلم الفاظ
العام لانہ اذا علم الفاظ العام تیقن ان الماء فی ھذا الحدیث لیس من الفاظ العام فان کونہ عاما موقوف علی عدم
کونہ للعہد الخارجی الذی ھو الاصل وعدم کونہ للعہد بلا قرینۃ العموم انتفاء الاصل وھو کما تری فاذا تیقن انہ
لیس من الفاظ العموم فی ھذا الحدیث جزم بانہ فات الایراد لانہ بعد ثبوت عموم لفظ الماء فافہم ولا تغتر من تمثیل

ملہ سمجھا گیا کہ مراد پانی اس موقع سوال ہے اور وہ خاص بیر بضاعہ ہی ہے ہو چکا کلام حلبی کا بطور مختصر ملہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے پانی
پاک ہے یہاں لفظ الماء پر جو الف لام ہے وہ عہد خارجی کی لئی ہی تو تاویل حدیث یہہ ہوئی کہ اے لوگو جس کو
تم پوچھتے ہو وہ پاک ہے تو اب جواب سوال کی مطابق ہے عام نہیں جسطرح مالک کہتی ہیں ہو چکا کلام مولوی احمد علی کا ملہ
جیسا کہ گذر چکا عسقلانی کی تقریب اور مختصر نور الدین علی اور مجمع البحار ابن طاہر حنفی سی اور اس تحقیق سی اوٹھ گیا وہ اعتراض
جو اون لوگوں پر کیا گیا تھا کہ جو حدیث الماء طہور میں کہتے ہیں کہ مراد پانی سے یہاں بیر بضاعہ ہے اور وہ اعتراض یہہ تھا
کہ یہہ تمہارا مقولہ اس مشہور مسئلہ کی مخالف ہے کہ اعتبار عموم لفظ کا ہوتا ہے موقع کی خصوص کا نہیں اور وجہ اس کے
اوٹھ جانے کی وجہ مخفی نہیں واسطے اوسکے جو الفاظ عام کو جانتے ہیں کیونکہ الفاظ عام کی تفصیل جاننے کے بعد یہاں تو معلوم ہو گیا کہ الماء
لفظ عام نہیں کیونکہ لفظ عام ہونا موقوف تھا اس پر کہ یہاں الف لام عہد خارجی کی لئی جو اصل ہے نہووے اور بغیر قرینہ عموم کی یہہ بات
اصل کی نفی کرتا ہے اور یہہ ٹھیک نہیں سو جب تحقیق یقین ہو گیا کہ حدیث میں لفظ الماء الفاظ عام سے نہیں تو اوس اعتراض کی اوٹھنی کا

بعض الاعلام بقاعدة العبرة لعموم الالفاظ بحديث الماء طهور وبعد تحرير هذا التقريب رايت ما فى غنية المستملى
شرح منية المصلى لابراهيم الحلبى الحنفى فى هذا التحرير فوجدته موافقا لى فى التقرير وهكذا نصه
ولا يقال العبرة لعموم اللفظ لا لخصوص السبب لانا نقول لا نسلم عموم اللفظ وانما يكون لو كانت اللام للجنس
او للاستغراق وهو ممنوع ولا دليل عليه بل هى للعهد فان الاصل انه اذا امكن جعل اللام للعهد
لا تجعل لغيره وقد امكن ههنا لذكره فى السوال فان قول السائل انتوضا من بئر بضاعة المراد به من
مائها قطعا ودعوى كونه صلى الله عليه وسلم استانف جوابا عاما يشتمل المسئول عنه وغيره لا بد له من دليل انتهى كلام الحلبى
اور اگر تسليم كيا جاوے كہ اس حديث الماء طهور سے ہر پانى كا پاک ہونا معلوم ہوتا ہى تو كہا جاويگا كہ اس حديث كى يانى عام
وہ پانى جو كہ قلتين سى كم ہو مخصوص ہے جيسا كہ نقل كيا ہے شيخ سلام اللہ حنفى نى بعض شافعيہ سى چنانچہ كہا ہى محلى مين
بلفظه عموم حديث الماء طهور لا ينجسه شئ مخصوص بمفهوم حديث القلتين عند الشافعية انتهى تو حديث الماء طهور كى يہہ معنى
ہونگى كہ ہر پانى جو كہ قلتين سى كم نہو پاک ہى اور اسمين بطلان عموم قوى كا ساتھہ حديث ضعيف كى لازم نہين آتا جيسا كہ
مولف نى كہا ہے اسلئے كہ حديث قلتين مين كسيطرحكا ضعف نہين اور يہہ حديث بهى صحيح اور قوى اور جيد ہى قابل عمل كے
تنقيحہ جبكہ ثابت ہوگيا كہ حديث الماء طهور كى اور حديث قلتين كى تعارض نہين اور دونو كا محل ايک ہى ہے تو وہ حديثين
جو مولف نى اپنے سند مين پيش كى ہين يعنى حديث ولوغ كلب اور حديث اذا استيقظ اور حديث نهى عن البول
فى الماء الدائم اور سواى اسكى اور كچهہ ايكى روايتين جو دلالت كرتى ہين پانيكى نجس ہونى پر اون حديثون مين اور
حديث الماء طهور مين اسيطرح موافقت اور جمع كيجاويگى جيسى كہ حديث قلتين كو اس حديث سى موافق اور جمع كيا تها پہر
باطل اور لغو ہوگيا مولف كا بيان كرنا دو وجہ كو واسطے اسقاط حديث الماء طهور كى نقل كرنا اون دو وجہونكا اور رد كرنا اسكا
موجب حرج اوقات ہى ہمارى غرض بوجہ كامل حاصل ہوگئى يعنى ثابت ہوا كہ حديث قلتين ہى كى سزاوار ہى عمل كے
اور اسمين كسيطرحكا نقصان نہين اور مولف نى جو پانچ وجہ سى اسكا متروک ہونا بيان كيا تها وہ سب باطل ہوگيا جاء
الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا اب حضرت مولف كى عشر فى عشر كيخدمت گذارى كيجاتى ہى قال جبكہ ہوے

كيونكہ وہ حضرت جب تها كہ پہلى عموم يہان ثابت ہو جاوے سمجهہ لے تو اور يہہ دعوى كا كہنا بعضى لوگون كے اس شان نبى سى كہ اعتبار عموم لفظ كا ہوتا ہے
اور بعد لكهنى اس تقرير كے ديكهى مين وہ عبارت جو غنية المستملى شرح منية المصلى ابراہيم حلبى حنفى مين ہے تو اس مسئلہ مين يعنى اونكى تقرير اپنے
موافق پائى اور وہ عبارت اونكى يہہ ہے كہ اعتراض نكيجيے كہ اعتبار عموم لفظ كا ہى خصوص سبب كا نہين كيونكہ ہم جواب دينگى كہ ہم عموم لفظ كا
يہان نہين مانتى يہہ تو جب ہوتا كہ الف لام جنسى يا استغراقى ہوتا اور وہ ممنوع بلا دليل ہے بلكہ يہان الف لام عہد خارجى كى لئى ہے كيونكہ اصل يہى ہے
كہ جبتک الف لام كو عہد خارجى كى لئى لينا ممكن ہو تو اور غير كى واسطى نہين كيا جاتا اور يہان بسبب سوال كى وہ ممكن ہے كيونكہ سوال سائل كا بير
بضاعہ كى پانيكا حكم تها اور يہہ دعوى كرنا كہ آپنے نيا عام جواب ديا كہ بير بضاعہ اور سب متفرق پانيونكو شامل ہے اسكے لئى كوئى دليل چاہيے ہو چكا كلام حلبى كا

یا امام محمد کے حق و ثابت نہین اور کوئی امام اسکا قایل نہین اور کچہہ اسپر دلیل نہین ما انزل اللہ بہا من سلطان اسیواسطی
اکابر حنفیہ سے بہی مروی ہی کہ امام ابوحنیفہ کا اور ابو یوسف کا مذہب اعتبار رای مبتلی بہ کی ہی نہ دہ در دہ اور اسکی طرف
رجوع کیا ہی امام محمد نے جیسا کہ کہا شمس الائمہ سرخسی نے مبسوط مین کہ یہی ظاہر المذہب اور یہی صحیح ہی چنانچہ بحر الرایق مین
ذکر کیا ہے قال ابوحنیفة فی ظاہر الروایة عنہ یعتبر فیہ اکبر رای المبتلی ان غلب علی ظنہ انہ بحیث تصل
النجاسة الی الجانب الاخر لایجوز الوضوء والا جاز وممن نص علی انہ ظاہر المذہب شمس الائمة السرخسی
فی المبسوط وقال انہ الاصح انتہے اور کہا امام ابوبکر رازی نے احکام القران فی سورة الفرقان مین ان مذہب اصحابنا ان کل
ما تیقنا فیہ جزء من النجاسة او غلب فی الظن ذلک لایجوز الوضوء بہ سواء کان جاریا او لا انتہے
اور کہا امام ابوالحسن کرخی نے اپنی مختصر مین وما کان من المیاہ فی الغدران او فی مستنقع من الارض وقعت
فیہ النجاسة نظر المستعمل فی ذلک فان کان فی غالب رایہ ان النجاسة لم تختلط بجمیعہ لکثرتہ توضا من الجانب الذی
ہو طاہر عندہ فی غالب رایہ فی اصابة الطاہر منہ وما کان قلیلا یحیط العلم ان النجاسة قد وصلت الی
جمیعہ او کان ذلک فی غالب الرای لم یتوضا انتہی اور کہا رکن الاسلام ابوالفضل عبدالرحمن کرمانی نے شرح ایضاح مین واختلف
الروایات فی تحدید الکثیر والظاہر عن محمد انہ عشر فی عشر والصحیح عن ابی حنیفة انہ لم یوقت
فی ذلک بشیء فانما ہو موکول الی غلبة الظن فی خلوص النجاسة انتہی اور کہا حاکم شہید نے اپنی کافی مین
فی الماء الذی ہو جمع کلام محمد قال ابوعصمة کان محمد بن الحسن یوقت عشرة فی عشرة ثم رجع الی قول ابی حنیفة
لا وقت فیہ شیئا انتہے اور کہا امام اسبیجابی نے شرح مختصر طحاوی مین ثم الحد الفاصل بین القلیل والکثیر عند اصحابنا

جو مولف
حدیث الماء
باطل اور لغو ہو گیا

ابوحنیفہ نے ظاہر روایت مین کہا کہ اس باب مین برتنے والے کی ظن غالب کا اعتبار ہے اگر اوسکا گمان غالب ہو جاوے
موجب حرکت او قارورہ کی پلیدی دوسرے جانب تک پہونچ جاتی ہے تو وضو جایز نہین اور نہین تو جایز ہے اور جس شخص نے یہہ کہا کہ یہی
اور یہین کسیطرح کا نقص اس الائمہ سرخسی ہین کہ اونہون نے مبسوط مین بیان کر کے یہہ کہا کہ یہی بہت صحیح ہے ۱۲ مذہب ہمارے اصحاب کا
الحق وزہق الباطل ان البا مین نجاست کے مخلوط ہونیکا ہمین یقین ہو یا گمان غالب ہو تو وضو اوس سے جایز نہین برابر ہی کہ وہ پانی جاری
کیونکہ وہ مقرر ہی جب تہا کہ پہلی عموم بیان ۔ یا گڈہے مین ہو اور اسمین نجاست پڑ جاوے برتنے والا غور کرے اگر اوسکی گمان غالب یہہ
اور بعد لکہنے اس تقریر کے دیکہی مین وہ عبارت جو عینیہ نہین ملی جو کہ اوسکی عندیہ مین نجاست سے بچا ہوا اوس سے وضو کرے اور اگر پانی تہوڑا ہو
موافق پانی اور وہ عبارات ذکی ہیہ کہ عہص نکرے کہ اعتبار عموم ہے وضو نکرے ہو جسکی عبارات مختصر کرخی کی ۱۲ مختلف ہوئین روایتین کثیر پانی کی
بیان نہین ہوتی ہیہ تو جب ہوتا کہ الف لام مین استغراق ہوتا اور ظاہر یہہ الی حنیفہ سے یہہ ہی کہ اونہون نے کوئی حد مقرر نہین کی بلکہ اونہون نے سپرد کی
رہیگا الف لام کو عہد خارجی کی لی لینا ممکن ہو تو اور غیر کی وسکی نہین کیا جاتا جمع ہی کلام امام محمد کی یہہ کہ ابوعصمہ نے کہا کہ محمد بن حسن دہ در دہ مانتے
ہی کم بر نصاف کی پانیکا حکم فرمایا اور یہہ دعوی کرنا کہ آپ نیا عام چلا دیا کہ بریں تمام اور یہہ مقدار اسکی ہو گی مگر شاز ۱۲ ہونکی عبارت کافی کی ۱۲ پہر دہ حد جو کثیر اور قلیل

من الخلوص وهو ان يتخلص بعضه من جانب الى جانب ولم يفسر الخلوص فى رواية الاصول وسئل محمد عن
حد الحوض فقال مقدار مسجدى فذرعوه فوجدوه ثمانية وبه اخذ محمد بن سلمة وقال بعضهم مسحوا مسجد
محمد وكان داخله ثمان وخارجه عشرا فى عشر ثم رجع محمد الى قول ابى حنيفة وقال لا اوقت فيه شيئا انتهى
اور معراج الدرایہ میں لکھا ہے الصحيح عن ابى حنيفة انه لم يقدر فى ذلك شيئا وانما قال هو موكول الى غلبة الظن فى خلوص
النجاسة من طرف الى طرف وهذا اقرب الى التحقيق لان المعتبر عدم وصول النجاسة وغلبة الظن فى ذلك تجرى
مجرى اليقين فى وجوب العمل كما اذا اخبر واحد بنجاسة الماء وجب العمل بقوله وذلك يختلف بحسب اجتهاد الرای وظنه انتهى
اور ایسا ہی کہا ہے شرح جمع الجوامع اور مجتبیٰ میں اور کہا غایۃ البیان میں ظاهر الرواية عن ابى حنيفة اعتبار غلبة الظن وهو الاصح اور ینابیع میں کہا ہے
قال ابو حنيفة الغدير العظيم هو الذى لا يتخلص بعضه الى بعض ولم يفسره فى ظاهر الرواية وفوضه الى رای المبتلى به وهو الصحيح وبه
اخذ الكرخى انتهى خاتم المتاخرین ابن نجیم حنفی بعد نقل کرنے روایات مذکورہ کے بحر الرائق میں فرماتے ہیں وهكذا فى كثير من كتب
ائمتنا فثبت بهذه النقول المعتبرة من مشائخنا المتقدمين مذهب امامنا الاعظم ابى حنيفة وابى يوسف
ومحمد رحمهم الله فتعين المصير اليه اما ما اختاره كثير من مشائخنا المتاخرين بل عامتهم كما نقل فى معراج
الدراية من اعتبار العشر فى العشر فقد علمت انه ليس مذهب اصحابنا فان قلت ان فى الهداية وكثير من الكتب ان

کہ ہی ہمارے اصحابون کے نزدیک نجاست کا پہیلاؤ ہے اور وہہ یہہ ہے کہ ایک طرف کی نجاست دوسری طرف پہونچ جاوے اور ظاہر
روایت میں پہیلاؤ کی تفسیر نہیں ہی اور کسی نے پوچھا امام محمدؒ حوض کی مقدار کو کہا کہ جتنی مقدار میری مسجد پہر لوگون نے جو نا پا تو زر ل
دعرض آٹھ گز پایا سو محمد بن سلمہ کا یہہ مذہب ٹہر گیا اور بعضون نے کہا کہ مسجد جو ناپی تو اندر طول وعرض آٹھ گز تہا اور باہر دہ در دہ
پہر رجوع کیا امام محمد نے ابی حنیفہ کے قول کیطرف اور کہا کہ میں کوئی حد مقرر نہیں کرتا ہوں جسکی عبارت شرح مختصر لکھی ہے اور یہ روایت
صحیح امام ابی حنیفہ سی یہہ ہے کہ انہون نے کوئی حد مقرر نہیں کی بلکہ گمان غالب پہیلاؤ نجاست پر سونپا ہے اور یہ امر تحقیق کے
قریب ہے کیونکہ اعتبار نجاست کے نہ پہونچنے کا ہے اور گمان غالب اسمین قایم مقام یقین کے ہی وجوب عمل میں
جیسا کہ ایک آدمی خبر دیوی پانی کی ناپاک ہونیکی تو اوسکی قول پر عمل واجب ہوجاتا ہے اور یہہ گمان مقتضا لوگون کے عقلون کے مختلف
ہے ظاہر روایت امام ابی حنیفہ سی گمان غالب کا اعتبار ہے اور یہہ بہت صحیح ہے جسکی عبارت غایۃ البیان کی ہے امام ابی حنیفہ
نے کہا کہ بڑا تالاب وہی ہے کہ ایک طرف کی نجاست دوسری طرف نہ پہونچے اور ظاہر روایت میں اسکی تفسیر نہیں کی بلکہ برتنی والیکی رای پر رکہا ہے
اور یہہ صحیح ہے اور کرخی کا معمول یہہ ہے جو جسکی عبارت ینابیع کی ہے اور اسیطرح بہت ہمارے اماموں کی اکثر
کتابوں میں معتبر نقلون سے پہلے مشائخوں کی مذہب ہمارے امام ابی حنیفہ اور ابی یوسف اور محمد کا ثابت ہوا پس اسیطرف رجوع کرنا
ٹہر گیا ہے اور دہ در دہ جو بہت سے مشائخ متاخرین نے اختیار کیا بلکہ عام متاخرین نے جیسی کہ معراج الدرایہ میں نقل کیا
کہ اعتبار دہ در دہ کا تو یہہ تو جان چکا کہ مذہب ہمارے اصحاب کا نہیں پہر اگر تو کہے کہ ہدایہ اور بہت کتابوں میں یہہ ہے

العشر على اعتبار العشر في العشر واختاره اصحاب المتون فكيف ساغ لهم ترجيح غير المذهب قلنا لما كان مذهب
ابي حنيفة التفويض الى راى المبتلى به وكان الراى يختلف بل من الناس من لا راى له اعتبر المشائخ العشر في
العشر توسعة وتيسيرا على الناس فان قلت هل يعمل بما صح من المذهب او بفتوى المشائخ قلت يعمل بما صح
من المذهب فقد قال الامام ابو الليث في النوازل سئل ابو نصر في مسئلة وردت عليه ما تقول رحمك الله
وقعت عندك كتب اربعة كتاب ابراهيم بن رستم وادب القاضي عن الخصاف وكتاب المجرد وكتاب
النوادر من جهة هشام هل يجوز لنا ان نفتي منها اولا وهذه الكتب محمودة عندك فقال ما صح
عن اصحابنا فذلك علم محبوب مرغوب فيه مرضي به واما الفتيا فاني لا ارى لاحد ان يفتي بشئ
لا يفهمه ولا يحتمل اثقال الناس فان كانت مسائل قد اشتهرت وظهرت وانجلت عن اصحابنا
رجوت ان يسع الاعتماد عليها في النوازل انتهى وعلى تقدير عدم رجوع محمد رح عن هذا التقدير
فما قدر به لا يستلزم به تقديره به الا في نظره وهو لا يلزم غيره بل يختلف باختلاف ما يقع في
قلب كل وليس هذا من قبيل الامور التي يجب فيها على العامي تقليد المجتهد اليه اشار في فتح القدير ويؤيده ما في شرح الزاهدي
عن الحسن والاصح عنده ما لا يخلص بعض الماء الى بعض بظن المبتلى به واجتهاده ولا يناط المجتهد فيه انتهى فعلم من هذا
ان التقدير بعشر لا يرجع الى اصل شرعي يعتمد عليه كما قاله محي السنة فان قلت قال في شرح الوقاية انما قدرنا على قوله

دہ در دہ پر اور فقہ متنوں میں اوسی کو پسند رکھا ہے تو انہوں نے غیر مذہب کے ترجیح کیونکر دی پہلا تو جواب یہہ ہے کہ جب امام ابی حنیفہ کا مذہب یہہ تھا کہ مبتلی کی رای
سونپنا ٹھہرا اور رائے مختلف ہوتی ہی بلکہ بعضی آدمیونکو رائے ہی نہیں ہی تو مشائخ نے دہ در دہ کو لوگوں کی آسانی کیلئے معتبر کر لیا ہے پھر اگر تو کہے
کہ کیا عمل کیا جاوے اوسپر جو مذہب کے روسے صحیح ہوا ہی یا مشائخ کی فتوی پر تو جواب یہہ ہے کہ عمل کیا جاوے اوسپر جو مذہب کی روسی صحیح ہوا کیونکہ کہا ہے
امام ابو لیث نے نوازل میں کسی نے پوچھا ابو نصر سے کہ کیا کہتے ہو تم ان چار کتابوں کے نسبت ایک کتاب ابراہیم بن رستم دوسرے ادب القاضی
خصاف کی تیسری کتاب المجرد چوتھی کتاب النوادر ہشام کی کیا ہمیں جائز ہے کہ ہم فتوا دیویں ان سے یا نہیں اور یہہ کتابیں تمہارے نزدیک
اچھی ہیں انہوں نے جواب دیا کہ جو ہمارے اصحاب سے صحیح ہوگیا تو وہ مسئلہ نہایت پسندیدہ ہے رہا فتوا دینا سو میں کسیکے واسطے جائز نہیں کرتا
کہ بغیر سمجھے فتوا دیوے اور لوگوں کا بوجہہ اپنے ذمہ لیوے ہاں اگر مسائل شہرت پکڑ جاویں اور ہمارے اصحاب سے ظاہر ہو جاویں تو مجھے امید ہے
کہ نوازل میں ہر ایک پر اعتماد جائز ہو سکتا ہے اور برتقدیر نہ رجوع کرنے امام محمد کی اس اندازہ سے خواہ مخواہ انہوں نے اپنے رای سے یہہ اندازہ کیا ہوگا سو
غیر کو کچھ ضرور نہیں بلکہ ہر ایک اپنے اپنے جی میں پڑنے سے مختلف ہے اور یہہ کچھ اون امور میں سے نہیں کہ انمیں عوام کو مجتہد کی تقلید ضروری ہو چنانچہ
اسطرف فتح القدیر میں اشارہ کیا ہے اور اسکی تائید کرتی ہے وہ تقریر جو شرح زاہدی میں ہے حسن سے اور بہت صحیح حسن کے نزدیک کثیر پانی کا اندازہ یہی ہے کہ مبتلی کے
والی ظن غالب میں ایک طرف کی نجاست دوسری طرف نہ پہونچے اور ظنی مجتہد فیہ مسئلہ میں کچھ تکرار نہیں ہو سکتی سو اب اس سے معلوم ہوگیا کہ اندازہ
دہ در دہ کا کسی ایسے اصل شرعی کیطرف نہیں رجوع کرتا جسپر اعتماد کیا جاوے چنانچہ محی السنہ نے کہا ہے پھر اگر تو کہے کہ شرح وقایہ میں کہا ہے کہ یہ اندازہ [illegible] اسی قول کے

صلی اللہ علیہ وسلم من حفر بیرا فلہ حولہا اربعون ذراعا فیکون لہ حریمہا من کل جانب عشرۃ ففہم من ہذا انہ اذا اراد اخر ان یحفر فی حریمہا بیرا یمنع لانہ یجذب الماء الیہا وینقص الماء فی البیر الاولی وان اراد ان یحفر بیرا بالوعۃ یمنع ایضا لسرایۃ النجاسۃ الی البیر الاولی وتنجس ماءہا ولا یمنع فیما وراء الحریم وہو عشر فی عشر فعلم ان الشرع اعتبر العشر فی العشر فی عدم سرایۃ النجاسۃ حتی لو کانت النجاسۃ تسری یحکم بالمنع قلت ہو مردود من ثلثۃ اوجہ الاول ان یکون حریم البیر عشرۃ اذرع من کل جانب قول البعض والصحیح انہ اربعون من کل جانب کما سیاتی ان شاء اللہ تعالی الثانی ان قوام الارض اضعاف قوام الماء فقیاسہ علیہا فی مقدار عدم السرایۃ غیر مستقیم الثالث ان المختار المعتمد فی البعد بین البالوعۃ والبیر نفوذ الرائحۃ فان تغیر لونہ او ریحہ او طعمہ ینجس والا فلا کذا فی الخلاصۃ وفتاوی قاضی خان وغیرہما وصرح فی التاتارخانیۃ ان اعتبار العشر فی العشر علی اعتبار حال اراضیہم والجواب یختلف باختلاف صلابۃ الارض ورخاوتہا انتہی اور کہا اشباہ والنظائر میں ومنہا حد الماء الکثیر الملحق بالجاری الاصح تفویضہ الی رای المبتلی بہ لا التقدیر بشیء من العشر فی العشر ونحوہ انتہی اور صاحب تفسیر نیشاپوری نے لکھا ہے کہ تقدیر عشر فی عشر کی محض اصل ہے اسکی دلیل شرع سے ثابت نہیں ہوتی اور کہا مولانا بحر العلوم عبد العلی حنفی نے ارکان اربعہ میں ثم اختلفت الروایات فی تحدید الغدیر العظیم ففی ظاہر الروایۃ عن الامام

کہ جو کوئی کنواں کھودے تو اسکی گرد کی چالیس گز زمین ہی تو چار دیواری اسکی ہر جانب سے دس گز ہوگی تو اس سے سمجھا گیا کہ جس وقت دوسرا شخص کھودنا چاہے پہلی شخص کے حریم کی اندر تو منع کیا جاویگا کیونکہ پانی دوسرے کنوئیکی طرف کہنچیگا پہلی کنوئیکا پانی گہٹ جاویگا اور اگر دوسرا شخص گندی نالہ یعنی بدرو کہودنا چاہے تو بھی منع کیا جاویگا کہ نجاست کنوئین میں سرایت نکرے اور پانی ناپاک نہو اور اگر چار دیواری کے باہر کہودے تو ممانعت نہیں اور یہیں کی مقدار دہ در دہ ہوتی سو معلوم ہو گیا کہ شرع نے دہ در دہ کا اعتبار کیا نجاست سرایت نکرنے میں کیونکہ اگر اس سے زیادہ مقدار میں بہی نجاست سرایت کرتے تو ممانعت مذکورہ بالا ہوتی تو جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض تین طرح سے ساقط ہے اول یہ کہ ہر طرف سے چار دیواری کا دس گز ہونا بعضوں کا قول ہے اور صحیح یہ ہے کہ ہر طرف سے چالیس گز ہو چنانچہ انشاء اللہ تعالی آگے آتا ہے۔ دوسرے یہ کہ زمین پانی سے کئی درجہ موٹی چیز ہے پس پانی کا قیاس زمین پر کرنا ٹھیک نہیں ہے۔ تیسرے یہ کہ پسندیدہ اور معتمد علیہ کنوئین اور نجاست کی جگہ میں اتنی دوری چاہیے جسمیں بدبو نہ پہنچے سو اگر پانی کا رنگ اور بو مزہ بدل جاویگا تو ناپاک ہو جاویگا اور نہیں تو نہیں یونہیں ہے خلاصہ میں اور فتاوی قاضی خان میں اور اور کتابوں میں اور تاتارخانیہ میں تصریح کی ہے کہ اعتبار دہ در دہ کا زمین کے حال پر ہے تو جواب یہ ہے کہ کہیں زمین سخت ہے اور کہیں نرم ہو چکے عبارت بحر الرائق کی ختم ہوئی اور حد پانی کثیر کی کہ جو حکم میں جاری کے ہے صحیح یہی ہے برتنے والے کی رای پر سونپا ہے اندازہ دہ در دہ کا نہیں یہی ہو چکی عبارت اشباہ کی ختم ہوئی پھر مختلف ہوئیں روایتیں بڑے تالاب کی حد میں سو ظاہر روایت میں امام

ابی حنیفة عدم التقدیر وحل التفویض الی رای المبتلی به کما هو دابه الشریف فی امثال هذا فان غلب علی الظن انه لا یصل النجاسة توضأ والا لا وفی الروایات الاخر یعتبر التحریک وقدره المتاخرون المساحة انتهی مختصرا اور کہا شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے شرح مشکوٰة میں وظاہر الروایة عن ابی حنیفة غلبة الظن ان غلب الظن وصول النجاسة الطرف الاخر لم یتوضأ والا توضأ واعتبر ابو سلیمان الجوزجانی الکثیر بالمساحة واختاره المتاخرون ففوم اعتبروا ثمانیة فی ثمانیة وقوم بخمسة عشر فی خمسة عشر والاکثرون بعشر فی عشر انتهی مختصراً اور شیخ عبد الحق نے ترجمہ فارسی مشکوٰة میں بھی ده در ده کو مذہب متاخرین ہی کا قرار دیا ہے اگرچہ امام کا مذہب تحریک ٹھہرایا ہے لاکن ہمکو اسکی تحقیق منظور نہین کہ مذہب امام کا اعتبار تحریک ہے یا عبتار رای مبتلی یہ ہمارا مقصود تو اثبات اس امر کا ہے کہ ابو حنیفہ کا مذہب تحدید ده در ده کی نہین سو وه اوس کلام شیخ کی جو ترجمہ مشکوٰة مین ہے بہی ثابت ہوتا ہے چنانچہ فرماتی ہین ونزد امام ابو حنیفہ واصحاب او اگر آب آن قدر بود کہ بجنبانیدن اجزای او از ہم جدا نگردد کثیر است والا قلیل ونزد متاخرین مشایخ بمساحت قرار یافتہ وبعض غلبہ ظن معتبر دارند اگر ظن غالب شد وصول نجاست بجانب دیگر ست وضو نکند والا بکند انتہی مختصراً اور ایسا ہی برہان الدین صاحب ہدایہ نے کہا ہے یعنے ده در ده کو قول بعض مشایخ کا قرار دیا ہے نہ ابو حنیفہ کا اگرچہ فتوی دینا اسپر کہا ہے لاکن صاحب بحر نے اسکو بہی رد کر دیا ہے یعنے ثابت کیا ہے کہ ہمکو عمل کرنا اور فتوا دینا اسپر نچاہیے جیسا کہ عنقریب عبارت بحر الرائق مین گذرا علاوه یہہ کہ ہمکو اس سے بحث نہین کہ فتوی حنفیون کا کسپر ہے غرض یہی ہے کہ ده در ده مذہب ابو حنیفہ کا نہین سو وه ہدایہ سے صاف معلوم ہوتا ہے جیسا کہ کہا ہدایہ مین والغدیر العظیم الذی لا یتحرک احد طرفیه بتحریک الطرف الاخر اذا وقعت نجاسة فی احد جانبیه جاز الوضوء من الجانب الاخر لان الظاهر ان النجاسة لا تصل الیه اذ اثر التحریک فی السرایة فوق اثر النجاسة ثم عن ابی حنیفة رح انه یعتبر التحریک بالاغتسال وهو قول ابی یوسف رحمه الله وعنه بالتحریک بالید وعن محمد رحمه الله بالتوضی ووجه الاول ان الحاجة الیه فی الحیاض اشد منها الی التوضی وبعضهم قدروا بالمساحة عشرا فی عشر بذراع الکرباس توسعة للامر علی الناس وعلیه الفتوی انتهی اور سب سے سخت حجت اور دلیل اوپر نہونی ده در ده کی مذہب ابی حنیفہ کا اقرار جناب مترجم تنویر مولف ظاہری کا یعنی نواب محمد قطب الدین خان صاحب

ابی حنیفہ سے یہی روایت ہی کہ اسکی حد معین نہین بلکہ دہونے اوس کے عادت کی موافق جو ایسے مسئلہ مین اونکی ہے بہت تنی والیکی رای پر سونپا ہے سواوسی اگر گمان غالب ہو جاوے کہ یہہ پانی نجاست نہین قبول کرتا تو وضو کر لیوے اور نہین تو نہین اورا ور روایتون مین پانیکی ہلانیکو لیا اور متاخرون نے پانیکی ناپ کو لیا ہے ہو چکی عبارت ارکان اربعہ کی بطور خلاصہ کی سطر ۱۵ اور ظاہر روایت ابو حنیفہ سے گمان غالب کا ہے سو اگر گمان غالب ہے نجاست کا پہونچنا دوسری طرف معلوم ہو تو وضو نکری اور اگر معلوم نہو تو وضو کر لے اور ابو سلیمان جوزجانی نے کثیر پانی کو ناپنی سے اعتبار کر دیا اور اسکو متاخرین نے اختیار کر لیا ہے سو ایک قوم نے ہشت در ہشت اور ایک قوم نے پانزده در پانزده اعتبار کیا ہے اکثر لوگون نے ده در ده اختیار کیا ہے ہو چکی عبارت شرح مشکوٰة کی

کاہی اور یہی کافی ہے دہلی بالالزام کی تو سنو کہ آپ مظاہر حق ترجمہ مشکوۃ مین صاف اقرار کیا ہی کہ مذہب امام اعظم کا تحدید پانی کا نہین
تحریک سے جیسا کہ شیخ عبدالحق کی ترجمہ مین اور ہدایہ مین گذرا اور دہ در دہ کی تقدیر بعض متاخرین کی نزدیک ہے چنانچہ تحت حدیث
قلتین کہے فرماتی ہین پس لوگ اختلاف کیا ہی ائمہ اربعہ ن بیچ مقدار قلیل و کثیر کی امام مالک تو کہتی ہین کہ جس پانی کا رنگ مزہ بو
متغیر نہو نجاست کی پڑنے سی وہ کثیر ہے اور جو متغیر ہو جاوی وہ قلیل ہی اور امام شافعی اور احمد رح کہتی ہین کہ جو مقدار
قلتین کی ہو کثیر ہے اور اگر کم ہو قلیل ہے اور امام اعظم رح اور اونکی مذہب والی کہتی ہین کہ اگر پانی ہتدر ہو کہ ایک طرف کی ہلانی سی
دوسری طرف نہ ہلی وہ کثیر ہے والا قلیل اور بعض متاخرین نی دہ در دہ کو کثیر کہا ہے انتہی کلام النواب مولانا قطب الدین نقلا عن مظاہر حق
اب اسمین غور کرو کہ مولوی قطب الدین صاحب نے کیا صریح کہدیا کہ دہ در دہ مذہب ابو حنیفہ کا نہین بلکہ بعض متاخرین کا ہے
اور پہر تنویر الحق مین بتقلید محمد شاہ کی کہدیا کہ دہ در دہ ہی مذہب ہی ابو حنیفہ رح اور اونکی اتباع کا واللہ اعلم اس اختلاف اور تعارض
کا سبب معلوم نہین ہوتا آیا پہلی تحریر مظاہر حق سی اونکو سہو واقع ہوئی یا جان بوجھ کر ایسے تعصب مین گرفتار ہوئی
یا مظاہر حق مین تقلید شیخ عبدالحق رح کی ہی اور تنویر الحق مین محمد شاہ کی تقلید اختیار کی ہے پس جبکہ اتباع ائمہ حنفیہ کی
تصریحات سی بلکہ خود مؤلف ظاہری یعنی مولوی قطب الدین خانصاحب کی مظاہر حق کی عبارت سی ثابت ہوا کہ دہ در دہ
کسی کے نزدیک متقدمین سی معتبر نہین اور ظاہر ہی کہ جو لوگ متاخرین اسکی قایل ہین اونکی پاس بہی کوئی دلیل شرعی سیر نہین ہے
اور یہہ دہ در دہ کسی اصل شرعی کیطرف رجوع نہین کرتا جیسا کہ کلام سی خاتم المتاخرین ابن نجیم حنفی کی جو بحر الرایق سی منقول ہوا
گذر چکا ہے تو قول مولانا شہید فی سبیل اللہ مہاجر الی اللہ عالم ربانی حافظ قرآن محی سنت عالم نبیل مولانا و مقتدانا محمد
اسمعیل رضی اللہ عنہ کا کہ یہہ تحدید عشر فی عشر یعنی دہ در دہ کی بدعت حقیقۃ ہے ثابت اور مصدق ہوگیا اور رد قول مولوی محمد
صاحب کا یہہ ہے جو ایضاح الحق مین فرماتی ہین مسئلہ خامسہ استحسانات اکثر متاخرین از فقہا و صوفیہ کہ محض بنا بر ظن حصول بعضی منافع دینیہ
و مصالح شرعیہ بدون تمسک بدلیلے از دلائل شرعیہ عبادات یا معاملات اختراع نمایند یا مستحب یا اصلی از اصول دینیہ بحد
خاص احداث میکنند مثل تحدید کلمہ شاہین با وضاع مخصوصہ از اعداد و ضربات و جلسات و تحدید ما الکثیر بعشر فی عشر ہمہ از قبیل بدعات حقیقیۃ
است انتہی مختصرا غایۃ الاختصار دوم تعامل فی جواب الباب الثانی جملۃ الروایات الدالۃ علی عدم الالتزام بمذہب معین
اور جو کہ مولف نی مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ سے نقل کیا ہے کہ امام اعظم دہ در دہ کی قائل تہی اسکے خود مولف کا اقرار تا

سلہ بڑا تالاب دہ ہی کہ ایک کنارہ کا پانی دوسرے کنارے کی پانی کو ہلانی سی نہ ہلی تو جو وقت ایک کنارہ پر نجاست پڑ جاوے
دوسرے کنارہ سی وضو جایز ہے کیونکہ ظاہر یہی ہی کہ وہانتک نجاست نہین پہونچی اسواسطے کہ حرکت پانی کی نجاست سے زیادہ دور تک ہی یہہ
امام ابی حنیفہ سی روایت یہہ ہے کہ وہ پانی کی حرکت جو نہانی سی ہوتی ہی اوسکو اعتبار کرتے تہی اور یہی امام ابی یوسف کا قول ہی اور
ایک روایت ہاتہہ کی حرکت بہی ہی اور امام محمد نے وضو کی حرکت کو لیا اور پہلی صورت کی وجہ یہہ ہے کہ حوضون مین وضو کی نسبت
نہانیکی زیادہ ضرورت پڑتی ہی بعضون نی دہ کا اندازہ فرما کے لکہا ہی اور اسپر فتوا ہے سلہ اور ہر طرح کی حرکت جا بہین یا ت ثابت بالہ عدم استنجا

ہوتا ہی کہ کسی عالم حنفی المذہب نے اپنے کتاب مین یہہ مذہب امام اعظم کا نقل نہین کیا ہی کہ اگر کسی کتاب حنفی مین یہہ مذہب امام اعظم کا
منقول ہوتا تو جناب مؤلف اہی کتابون معتبرہ کو جیسے منیہ قنیہ شرح وقایہ ہدایہ کنز درمختار بحر الرائق وفتاوی قاضیخان
فتاوی عالمگیری جسکو کالوحی من السماء جانتے ہین چہوڑکر اپنی مذہب ابی بکر کی کتاب سی جو حنفی مذہب سی بالتقلید واقف
نہین بلکہ وہ ایک محدث ہی نہ حنفی نہ شافعی کیون نقل کرتے اسبات مین غور کرنا چاہیی اور اسکے سمجہہ لینا چاہیی کہ امام
اعظم دہ دردہ کی قائل نہین اور عشار لکہتی ابوبکر بن ابی شیبہ کا یہہ ہی کہ اوسکو التزام ہے رد اور طعن کرنیکا ابوحنیفہ کے
اسی لئی اونکی بعض اتباع کو عشر فی عشر کے قایل دیکہہ کر یہہ سمجہا کہ ابوحنیفہ بہی اسکی قایل ہونگی اسپر پہلی حدیث عکرمہ کے
متضمن پاک ہونے کو مطلق حوضون کے جنکین کتی اور درندی پانی پی جاوین مخالف حنفی مذہب کے نقل کی بعد اسکی بطور طعن کے
حنفیون کے مشہور مذہب کو امام اعظم کا مذہب سمجہہ کر نقل کر دیا اور در اصل یہہ طعن ابوبکر کا ابوحنیفہ رح پر درست نہین
کیونکہ وہی عشر فی عشر کے قائل نہین جیسا کہ سب اکابر حنفیہ نقل کرتے چلے آتے ہین چنانچہ سابق مین عبارتین
انکی گذرین اور جو کہ مؤلف نی اخیر مین کہا ہے کہ یہی ہے مذہب امام ابوحنیفہ اور ابو یوسف کا اور امام محمد کا اور کہا یہہ
ہدایہ مین اسپر فتوی ہے انتہی اسمین بڑی فریب بازی کی ہے اور دروغگوئی اختیار کی اسلئے کہ ہدایہ مین تو اسقدر ہے
کہ اسپر فتوے ہے اور اوسمین یہہ نہین کہا کہ یہی مذہب امام ابوحنیفہ اور ابو یوسف اور امام محمد کا ہے بلکہ اس عشر فی
عشر کو بعض مشایخ کا مذہب ٹہرایا ہے جیسا کہ عنقریب عبارت ہدایہ کی نقل کی گئی ہے تو مولف محمد شاہ کی دروغگوئی
اور چالاکی کو دیکہو کہ دونون امر یعنے عشر فی عشر مذہب ہونا امام اعظم اور صاحبین کا اور فتوی ہونا اوسپر ہدایہ کی طرف نسبت
کرتا ہے نعوذ باللہ من ہذہ الخیانۃ اور جو کہ مؤلف نی بعد اسکی کہا ہے کہ موافق مذہب امام اعظم کی مذہب ہے امام احمد بن حنبل کا بیچ
نجاست رقیقہ کے اور اسکو نسبت کیا ہے طرف ترجمہ مشکوۃ شیخ عبد الحق کی اور ارکان اربعہ مولوی عبد العلی کی تو ظاہر ہے
کہ غرض مولف کی یہی ہوگی کہ امام احمد بن حنبل بہی قائل ہین دہ دردہ کی بیچ نجاست رقیقہ کی اور یہہ محض غلط اور کذب
صریح اور بہتان ہی مولنا عبد العلی پر اور شیخ عبد الحق پر کیونکہ مولوی عبد العلی نی اور شیخ نی ہرگز نہین کہا کہ امام اعظم اور احمد
بن حنبل نجاست رقیقہ مین دہ دردہ کا مذہب رکہتی ہین بلکہ مولوی عبد العلی کی کلام سی جو ارکان اربعہ سی نقل کیا گیا ہے
اور شیخ کی کلام سی جو ترجمہ مشکوۃ سی اور شرح اونکی سی نقل کیا گیا ہے صاف معلوم ہوتا ہے کہ دہ دردہ مذہب امام
اعظم کا نہین چہ جائیکہ امام احمد بہی اونکی اس مذہب مین موافق ہون تو دیکہو کہ جناب مولف نی کسقدر جہوٹ لکہنا
اختیار کیا ہے اور حوالے جہوٹے دیتے ہین اس مقام مین مولف کی دیانت سی مطلع ہونا چاہیے پس ثابت ہوا کہ یہہ دہ دردہ
کی حد چارون اماموں کی خلاف ہی تو بزعم مولف جو قائل ہین اسبات کے کہ جو کچہہ مخالف ہے ائمہ اربعہ کی وہ باطل ہے
بالاجماع یہہ تحدید عشر فی عشر کی باطل ہوئی اور قول مولوی اسمعیل شہید کا کہ تحدید دہ دردہ کی بدعت حقیقی ہے
خوب ثابت ہوا اور اگر بطور محال فرض بہی کیا جاوے کہ امام ابوحنیفہ اور اونکی صاحبین قایل ہین عشر فی عشر کی تو اونکا

قائل ہونا مقابل خصم کی کیا صحت ہے جس حالت مین کہ شافعی کی حدیث مرفوعہ پر مولف نے اتنی ال دی کی اور اوسکی مذہب کو
برغم خود ضعیف کردیا کیا امام ابوحنیفہ اور صاحبین کا قول اگرچہ بے دلیل ہو مثل قرآن کی ہی اللہ وہ کیا ہی ہین کہ جناب نے اونکے
قول اور انکا بے دلیل نقل کردیا قول صاحب ہدایہ کا کہ سہیہ فتوی ہے مثل حدیث اور قرآن کی نقل کرکی خوش ہوگئی مرد انگی یہ
ہی کہ جیسطرح حدیث کو رسول اللہ کی جسپر شافعی کا عمل ہے رد کردیا تہا اسیطرح وہ وہ دہ کو کسی حدیث سی یا قرآن سی یا اجماع
شرعی سی یا قیاس سی ثابت کرتے مجرد مذہب کا معرض استدلال اور محل ترجیح بالدلائل مین پیش کرنا شان اور شعار اہل علم
کی نہین کچہ تو شرم اور لحاظ چاہیے خیرت الماضی لاندکر آیندہ پہر جناب مولف کی خدمت مین التماس ہے کہ وہ دردہ کو کسی دلیل شرعی
سی دو برس مین یا چار برس مین یا دس برس مین ثابت کرکے ہم مشتاقون کو مسرور وممتاز فرمادین الحمد للہ اولاً واخراً
وظاہراً وباطناً علی ما ارانا الحق فی تحقیق حدیث القلتین الصحیح الثابت المروی عن رسول اللہ سید الثقلین صلی اللہ علیہ
والہ وصحبہ الطالبین المحسنین **تنبیہ** جواب دینا آیندہ کلام مولف کا حرفاً حرفاً نقل کرکے موجب تضیع اوقات ہے اور
راقم کو اشتغال علمی سی کہان فرصت ہی کہ سب انکی توجیہات رکیکہ ضعیفہ ودلایل نامرضیہ کو نقل کرے اسلیئے
حاصل کلام کو اوسکی مع تمام متمسکات اوسکی کے اپنے عبارت وجیزہ مختصر مین بیان کرکی ہر ایک کا انکا مجمل جواب دیوینگی

قال مسئلہ دوسرا بیچ بیان وقت مستحب فجر کے **اقول** ہمارے نزدیک رسول اللہ صلعم سی یون ثابت ہے کہ آنحضرت اکثر نماز
فجر کی غلس مین پڑہا کرتے اور یہہ تغلیس مروی ہے بہت صحابہ سے جو رسول اللہ سے روایت کرتے ہین اونمین سی ہین ابن عمر اور انس
بن مالک اور جابر اور ابوبردہ اور سہل بن سعد اور علی اور عائشہ اور ام سلمہ اور قیلہ بنت مخرمہ کما قال فی المحلی المجامع الترمذی
اور بہت طرق اور اسانید سی یہہ تغلیس ثابت ہے اور بہت حدیثین اس مضمون کی وارد ہین از انجملہ یہہ کہ روایت ہی عائشہ سے
کن نساء المؤمنات یشہدن مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوۃ الفجر متلفعات بمروطہن ثم ینقلبن الی بیوتہن حین یقضین الصلوۃ لا
یعرفہن احد من الغلس روایت کی یہہ حدیث بخاری اور مسلم اور امام مالک اور ترمذی اور ابو داود اور نسائی اور ابن ماجہ وغیرہم نے
ساتہہ اسانید صحیحہ کے باتفاق معانی کے اگرچہ لفظون مین بعضی روایتین مختلف ہین مثلاً بعضی مین مؤمنین متلفعات ہے اور بعض
مین یرجعن اور بعض مین ینصرف النساء وعلی ہذا القیاس غرضکہ اس حدیث مین کسیطرح کا ضعف نہین اور حاصل معنی اس
حدیث کی یہہ ہین کہ آنحضرت کی ساتہہ جو عورتین اپنے چادرون مین لپٹی ہوئین فجر کی نماز مین حاضر ہوتین تو وہ ایسی غلس مین
نماز پڑہ پڑہا کر اپنے گہرون کو چلیتین کہ اوسوقت اتنی تمیز کسیکو نہوتی کہ یہہ عورتین ہین یا مرد اور یہی معنی حق ہین عدم امتیاز
مین جیسا کہا عینی حنفی نے شرح بخاری مین وقیل معنی لا یعرفن احد ای لا یعرف اعیانہن وہذا بعید والاوجہ ان یقال

ف تعریف اسم کی لئے ہے اول اور آخر اور ظاہر اور باطن اوسپر کہ اوسنی ہمکو جو حدیث قلتین صحیح ثابت آنحضرت سردار دو جہان صلعم سی تحقیق کی اوسمین مدد کی
دکہائی ف سومنوکی عورتین فجر کی نماز مین آنحضرت صلعم کے ساتہہ اپنے کپڑے اوڑہی ہوئی آتی تہین اور پہر نماز پڑہ کر اپنے گہر چلی جاتے تہین اور اندہیری کے سبب
اونکو پہچانتی کیکو نہین ہوتی تہی ف اور بعضون نے کہا ہے کہ معنی اسکی کہ اونکو پہچانا نہین سکتا ہے یہہ ہین کہ اونکی صورتین کوئی نہین پہچانتا تہا اور یہہ بات

مایعرفهن احد ای لنساء ہن ام رجال انتہی اور کہا امام نووی نی شرح مسلم مین معناہ مایعرفن النساء ہن ام رجال وقیل مایعرف اعیانہن وھذا ضعیف انتہی وھکذا فی المحلے وفتح الباری مع مالہ وما علیہ اور سیاق حدیث سی ظاہر یہی معلوم ہوتا ہی کہ حضور عورتون کا نماز فجر مین اور فارغ ہونا اونکا نماز سی اور پہرنا اونکا حالت غلس مین امر مدامی تہا اور رسول اللہ علیہ السلام ہمیشہ نماز فجر کی غلس ہی مین پڑہتے کما یدل علیہ قولہا کن یشہدن ثم ینقلبن او یرجعن لا سیما اسمیۃ الجملۃ المصدرۃ بان المخففۃ من المثقلۃ التی وردت فی روایۃ من حلا الشیخین اعنے مالکا والترمذی و ابا داؤد والنسائی وابن ماجۃ باآنکہ ایک روایت صحیحہ مین صاف آگیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نی تمام عمر مین ایک ہی مرتبہ فجر کی نماز اسفار کر کی ادا کی ہے اور باقی تمام عمر غلس مین پڑہتی رہی جیسا کہ روایت کیا ابو داؤد نی اپنے سنن مین ابو مسعود سے انہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی الصبح مرۃ بغلس ثم صلی مرۃ اخری فاسفر بہا ثم کانت صلوتہ بعد ذلک التغلیس حتی مات لم یعد الی ان یسفر پس سیوطی کے سیاق سے حدیث عایشہ کی بہی مواظبت معلوم ہوتی ہے اور حدیث ابو مسعود کی سی تو ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت نی تمام عمر سوائی ایک مرتبہ کی غلس ہی مین پڑہی ہی کہا فتح الباری مین وحدیث عایشۃ تقدم فی ابواب ستر العورۃ ولفظہ صریح فی مرادہ فی ہذا الباب من جہۃ التغلیس بالصبح ان سیاقہ یقتضے المواظبۃ علی ذلک واصرح ما اخرجہ ابو داؤد من حدیث ابی مسعود انہ صلی اللہ علیہ وسلم اسفر بالصبح مرۃ ثم کانت صلوتہ بعد بالغلس حتے مات لم یعد الی ان یسفر انتہی اگر اعتراض کرو کہ یہہ حدیث ضعیف ہے اسلئی کہ ایک راوی اسکا یعنی اسامہ بن زید ضعیف ہے کہا نسائی اور دار قطنی نے کہ قوی نہین اور کہا احمد نی کہ کچہ نہین اور کہا ابو حاتم نے کہ اس سے احتجاج نہین چاہیئے تو جواب اسکی دو ہین اول یہہ ہی کہ اس حدیث کو صحیح کہا ہی ابن خزیمہ نی اور سکوت کیا ہے اسپر جرح کرنیسی ابو داؤد نی جبکہ نقل کیا اونسی اس حدیث کو اپنے سنن مین اور کہا بیہقی نی کہ اس حدیث کی سب راوی ثقات ہین اور کہا خطابی نے کہ یہہ حدیث صحیح ہے اسناد اور راوی اسکا اسامہ بن زید لیثی ثقاہت سی متصف ہے کہ بخاری کے راویون مین سے ہے اور تحقیق کہا ائمہ محدثین نی کہ جس راوی سے بخاری اور مسلم روایت کرین یا بخاری اکیلا ہی روایت کرے تو اس راوی کی حق مین کسی طعن او جرح کرنیوالی کا قول مقبول نہین

کہ اونکی یہہ شناخت نہوتی تہی کہ وہ مرد ہین یا عورت ہو چکی عبارت عینی کی ۵ معنی اوسکی یہہ ہین کہ اونکی شناخت نہوتی تہی کہ وہ مرد ہین یا عورت اور بعضون نی کہا ہے کہ اونکی صورت نہین پہچانی جاتی تہی اور یہہ قول ضعیف ہے ہو چکی عبارت نووی کی اور یہی ہے محلی اور فتح الباری مین مع عذر اور جواب کی ۵ جیسا کہ دلالت کرتا ہی اوسپر یہہ قول حضرت عائشہ کا کہ عورتین آنکر بیٹہ جاتی تہین خصوصا جبکہ ہو بالفاظ ان حنیفہ کے ساتہہ جو سوا امام بخاری اور مسلم کی مالک اور ترمذی اور ابو داؤد اور نسائی اور ابن ماجہ کی روایت مین آیا ہی ۵ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز ایک دفعہ اندہیری مین پڑہی تہی پہر تمام عمر سویرے پڑہتے رہے اندہیرے مین پڑہتے رہے یہانتک کہ انتقال فرمایا ۵ اور عورتون کی باب مین حدیث عایشہ کی گذر چکی اور اوسکی الفاظ بالکل خوب کہلی ہوئی ہین اس مراد مین کہ صبح کی نماز اندہیرے مین تہی اور اوسکا طرز کلام ساتہی ہمیشگی کو چاہتا ہے اور وہ حدیث بہت واضح ہی جو ابو داؤد اور ابن خزیمہ نے روایت کیا کہ آنحضرت صلعم ایک دفعہ سویرے نماز پڑہی پہر اندہیرے مین پڑہتے رہے

اگرچہ وہ طاعنین کتنے ہی ہوں جیسا کہ کہا محلی حنفی مین وقد اخرج ابو داؤد وصححہ ابن خزیمۃ من طریق اسامۃ بن
زید اللیثی عن ابن شہاب عن عروۃ عن بشیر بن ابی مسعود عن ابیہ انہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی الصبح بغلس ثم
صلی مرۃ اخری فاسفر بہا ثم کانت صلوتہ بعد ذلک التغلیس حتی مات لم یعد الی ان یسفر وقد سبق تخریجہ فان
قیل فیہ اسامۃ بن زید اللیثی وقد قال فیہ النسائی والدارقطنی لیس بالقوی وقال احمد لیس بشیء وقال
ابو حاتم لا یحتج بہ قلنا الحدیث مما صححہ ابن خزیمۃ وسکت علیہ ابو داؤد وما سکت ہو علیہ لا ینزل عن درجۃ الحسن قال البیہقی
رواتہ کلہم ثقات وخبر الاسفار مختلف فی اسنادہ ومتنہ وقال الخطابی ہو حدیث صحیح الاسناد واسامۃ من رجال البخاری وقد قال ابن
روی عنہ الشیخان ولہما عندہ لا ینظر للطاعنین فیہ ان کثروا انتہی بس جبکہ امام بخاری رئیس الناقدین نے اسامہ بن زید سے روایت کی
تو یہ جرح کسیکا کیا ضرر کرتا ہے دوسرا یہہ کہ فرض کیا کہ بخاری کی رواۃ پر جرح مقبول ہے لاکن پہر بہی وہ جرح مقبول ہوتا ہی جو کہ بیان
سبب ہو جیسا کہ شرح نخبہ اور حاشیہ علوی مین کہا ہے لانہ ان کان غیر مفسر ای لم یبین سببہ مثل قولہم فلان ضعیف
وفلان لیس بشیء ونحو ذلک مقتصرا علی ذلک لم یقدح فیمن ثبت عدالتہ لان الناس یختلفون فیما یجرح
وما لا یجرح فیطلق احدہم الجرح بناء علی امر اعتقدہ جرحا ولیس بجرح فی نفس الامر فلا بد من بیان سببہ انتہی اور کہا
مسلم الثبوت مین اکثر الفقہاء والمحدثین لا یقبل الجرح الا مبینا ولو حکما کما عن علماء ہذا الشان بخلاف التعدیل انتہی
اور کہا نووی نے مقدمہ شرح صحیح مسلم مین لا یقال الجرح مقدم علی التعدیل لان ذلک فیما اذا کان الجرح ثابتا مفسر السبب
والا لا یقبل الجرح انتہی اور ظاہر ہے کہ جارحین اسامہ نے بیان سبب کا نہین کیا یہی کہا لیس بالقوی ولیس بشیء الا
یحتج انتہی اور یہہ معتبر نہین کما قالوا بس ان حدیثون سے ثابت ہو گیا کہ حضرت کا فعل یہی تہا کہ ہمیشہ غلس مین نماز پڑہے

یہانتک کہ انتقال فرمایا ہو چکی عبارت فتح الباری کی ا اور یہاں شک ابو داؤد نے روایت کی اور ابن خزیمہ نے اسکو صحیح بتایا اسامہ بن زید لیثی کی سلسلہ
کرادنکو ابن شہاب کی روایت کی اللہ انکو عروہ نے بشیر بن ابی مسعود سے اور انکو انکے باپ سے یہہ کہ آنحضرت صلعم نے ایکدفعہ نماز اندہیری مین پڑہی پہر دوسرے دفعہ
سویری پہر اندہیرے مین پڑہتے رہے یہانتک کہ انتقال فرمایا اور یہہ روایت آگے گذر چکی پہر اگر کہا جاوے کہ اسمین اسامہ بن زید لیثی ہے اور اوسکی بابت
نسائی اور دارقطنی نے کہا ہے کہ وہ قوی نہین ہے اور احمد نے کہا ہے کہ نا چیز ہے ابو حاتم نے کہا ہے کہ اوسکی حدیث حجت نہین ہم کہینگے کہ یہہ حدیث
وہ ہے جسکی صحت ابن خزیمہ نے کی اور ابو داؤد نے اوسپر سکوت کیا اور جسپر ابو داؤد سکوت کرے وہ درجہ حسن سے کم نہین ہوتی اسنے کہا کہ راوی اسکی
سب ثقہ ہین اور سویرے پڑہنیکی حدیث کی سند مین اختلاف ہے اور خود متن حدیث مین بہی اور خطابی نے کہا کہ وہ حدیث اسناد کی طور پر صحیح ہے
اور اسامہ بخاری کی راویون سے ہے اہل حدیث کا مقولہ ہے کہ جس شخص سے دو شیخ یا ایک روایت کریں تو اسمین گنجایش طعن کی نہین اگرچہ
طعن کرنیوالے کتنے ہی ہون ہو چکی عبارت محلی کی ع اس سبب سے کہ اگر جرح بلا تفسیر ہو مثلا یون کہدینا کہ فلان شخص ضعیف ہے یا نا چیز ہے یا اور لفظ
مثل اسکے کہہ کر تفسیر نکرے تو یہہ جرح نہوگی اوس شخص کے حق مین جسکی عدالت ثابت ہو چکی کیونکہ لوگ جرح اور غیر جرح مین مختلف ہین بعضے اپنے
عندیہ کی موافق کسی پر جرح کر دیتے ہین اور حقیقت مین وہ جرح نہین ہوتی سو ضرور پڑا سبب کا بیان کرنا ہو چکی عبارت شرح نخبہ کی ع اکثر فقہا

اسفار مین فقط ایک ہی دفعہ پڑہی ہی کہ بعد اسکی تمام عمر کبہی اسفار مین نہین پڑہی اور یہی یہی مذہب بہت سی صحابہ کا اور تابعین کا جنمین سی ہین ابو بکر اور عمر اور ابن الزبیر اور ابو موسی اشعری اور عمر بن عبد العزیز اور یہی مذہب ہے امام مالک کا اور امام شافعی کا اور امام احمد کا اور اسحق اور جمہور آئمہ کا جیساکہ کہا ترمذی نی حدیث عائشہ حدیث حسن صحیح ہو الذی اختارہ غیر واحد من اہل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم منہم ابوبکر وعمر ومن بعدہم من التابعین وبہ یقول الشافعی واحمد واسحاق یستحبون التغلیس بصلوۃ الفجر انتہی اور کہا امام نووی نی شرح صحیح مسلم مین وھو مذہب مالک والشافعی والجمہور انتہی اور کہا محلی مین وعن ابی موسی وابن الزبیر وعمر بن عبد العزیز انہم کانوا یغلسون انتہی اور جناب مولف کا یہہ دعوی ہے کہ حدیث غلس مین نماز پڑہنے کی منسوخ ہی اس حدیث ابن مسعود کی سی کہ ما رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی صلوۃ الا لمیقاتہا الا صلوتین صلوۃ المغرب والعشاء بجمع وصلی الفجر یومئذ قبل میقاتہا مع اون روایات ابن مسعود کی جو عبد الرحمن بن یزید سی اسی مضمون کی مولف نی نقل کین ہین اور حدیث اسفروا بالفجر فانہ اعظم للاجر سی واتی منشاہ اور روایات ابراہیم نخعی سے کہ کہا ما اجتمع اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم علی شئ ما اجتمعوا علی التنویر بالفجر پس جواب یہہ ہی کہ دعوی نسخ کا صریح البطلان ہی اسلئی کہ ناسخ کا متاخر ہونا یقیناً ضرور چاہیے جیساکہ کہا مسلم الثبوت ونخبۃ الفکر وغیرہما مین حالانکہ یہان معاملہ برعکس ہے یعنی جسکو منسوخ کہتے ہو یعنی غلس اوسکا موخر ہونا اور اس پر مداومت رسول اللہ کی سند صحیح سے ثابت ہی جیساکہ ابہی سنن ابی داود سی منقول ہو چکا اور جن حدیثون کو مولف نی سند پکڑا ہے اونسی ہرگز نسخ ثابت نہین ہوتا حدیث ابن مسعود سی اس لئی ثابت نہین ہوتا کہ جبکہ ثابت ہوئی موظبت رسول اللہ صلعم کی تغلیس پر جیساکہ ثابت کیا گیا تو واجب ہوا حمل کرنا حدیث ابن مسعود کا جمعاً بین الدلیلین اسپر کہ اوسدن نماز مین داخل ہوئی ہونگی بعد طلوع فجر کے باوجودیکہ غلس دور نہین ہوئی ہو اسلئی کہ غلس کے معنی تاریکی آخر شب کی ملی ہوئی روشنی صبح سی ہین جیساکہ کہا محلی مین فالغلس بقایا ظلمۃ اللیل یخالطہا بیاض الفجر نقلہ عیاض عن الازہری والخطابی انتہی وہکذا فی عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری للعینی الحنفی

اور محدث نہین قبول کرتے جرح کو مگر وہ جرح کہ مع بیان اور تفسیر سبب کے ہو اور نہین تو جرح مقبول نہوگی بخلاف تعدیل کی ہو چکی عبارت مسلم کی ۵۴ کوئی نہین کہہ سکتا ہے کہ جرح مقدم ہے تعدیل پر اسکیونکہ جرح مع بیان اور تفسیر سبب کے ہو تو مقبول ہی اگر نہین نامقبول ہی ہو چکی عبارت مقدمہ شرح مسلم کی ۵۵ قوی نہین اور ناچیز ہی اور اوسکی روایت حجت کی لایق نہین ۵۱ حدیث عائشہ رض کی حدیث حسن صحیح ہے اور یہہ وہ مسئلہ ہی کہ اختیار کیا اسکو بہت ساری علمای صحابہ نے کہ اونمین سی ابوبکر اور عمر اور اونکی بعد کی لوگ تابعین ہین اور یہی مذہب ہے شافعی اور احمد اور اسحاق کا مستحب جانتی ہین اخیر میں صبح کی نماز پڑہنے کو ہو چکی عبارت ترمذی کی ۵۲ اور یہہ مذہب مالک اور شافعی اور جمہور کا ہے ہو چکی عبارت شرح صحیح مسلم کی ۵۳ اور ابو موسی اور ابن زبیر اور عمر بن عبد العزیز سے روایت ہی کہ غلس مین نماز پڑہتی تہی ہو چکی عبارت محلی کی ۵۴ نہین دیکہا مین آنحضرت صلعم کو نماز پڑہتی ہوئی مگر نماز کی وقت پر اون دو نماز کی یعنی مغرب اور دوسرے عشاء مزدلفہ مین ایک وقت پڑہین اور صبح کی نماز بہی اوس روز وقت مقرری سی پہلی پڑہی ۵۵ اوجالا کر صبح کی نماز مین کیونکہ اسمین بڑا ثواب ہے ۵۶ نہین جمع ہوئی اصحاب رسول اللہ کسی چیز پر جیسیکہ جمع ہوئی اوجالی مین صبح کی نماز پڑہنی پر ۵۷ غلس کے معنی پچہلی رات کی اندہیری ہین جسمین صبح کی سفیدی ملی ہوئی ہو

[illegible]

اور ظاہر ہے کہ وہ کچھ آپنے اور قلیل ہی نہیں تکتے تا تنویر کامل وہ تاریکی باقی رہتی ہے اور اوسکی بدایت بہی بہی اور نہایت بہی ہے
اور یہین تقدیم فعل بہی ممکن ہے تاخیر بہی ممکن ہی اسیواسطے کہا فتح الباری مین واما حدیث ابن مسعود الذی اخرجہ المصنف
وغیرہ انہ قال مارایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی صلوۃ فی غیر وقتہا غیر ذلک الیوم یعنی الفجر یوم المزدلفۃ فمحمول علی انہ دخل
فیہا مع طلوع الفجر من غیر تاخیر وان فی حدیث زید بن ثابت وسہل بن سعد ما یشعر بتاخیر یسیر لا انہ صلاہا قبل ان
یطلع الفجر انتہی اور کہا محلی حنفی نے واجاب عنہ الحافظ وغیرہ بانہ محمول علی انہ دخل فیہا مع اول طلوع الفجر وکان
المعتاد التاخیر منہ بحیث لا یفوت التغلیس واللہ اعلم انتہی اور موید ہی اس تاویل کو حدیث صحیح
بخاری کی عبد الرحمن بن یزید سی قال خرجنا مع عبد اللہ الی مکۃ ثم قدمنا جمعا فصلی الصلوتین کل صلوۃ وحدہا باذان واقامۃ والعشاء
بینہما ثم صلی الفجر حین طلع الفجر قائل یقول طلع الفجر وقائل یقول لم یطلع الفجر الحدیث حاصل وہ غلس جسین ابن مسعود کی مقام مزدلفہ میں
ایکدفعہ نماز پڑہی تہی اور کہا تہا کہ ایسا ہی ایکدفعہ اسمقام مین رسول اللہ نے پڑہی تہی اور سوا اسکی کبہو آپنے وقت معتاد سے
متجاوز نہین کی وہ غلس ابتدائے تہی اور جسپر رسول اللہ کو مواظبت تہی وہ غلس مع آخر غلس اتبہی تہی پس کہان رہا
تعارض قول ابن مسعود مین اور احادیث غلس مین اور کیونکر بے دلیل ناسخ ہوگا قول ابن مسعود کا حدیث تغلیس کو ایسا ہی حدیث
اسفروا بالفجر وما فی معناہ سی بہی نسخ حدیث تغلیس کا ثابت نہین ہوتا اصلی کہ جبکہ ثابت ہوئی حدیث غلس کی روایت شیخین وغیرہما
سے اور معارض ہوئی اوسکی حدیث اسفار کی جو شیخین نے نقل نہین کی اور قاعدہ وقت تعارض کی درمیان دو حدیثون کے
نزدیک اہل حدیث کی یہہ ہے کہ اولا تو انکو آپسمین جمع اور موافق کرین اور اگر موافق نہو سکین تو دیکہین کہ دونون مین کون
از راہ تاریخ موخر ہے پس موخر کو ناسخ سمجہکر اختیار کرین اور اگر تاریخ بہی معلوم نہو تو ایک کو دوسرے پر ترجیح دیوین اگر ترجیح بہی
ممکن نہو تو دونون عمل سے متوقف رہین اور رجوع کرین طرف اوس کی جیسا کہ کہا شرح نخبہ مین واعلم ان عنو منہ فلا یخلو اما ان یمکن
الجمع بین مدلولیہما بغیر تعسف اولا فان امکن الجمع فہو النوع المسمے بمختلف الحدیث وان لم یمکن الجمع فلا یخلو اما ان
یعرف التاریخ اولا فان عرف وثبت المتاخر بہ او باصرح منہ فہو الناسخ والاخر المنسوخ وان لم یعرف التاریخ فلا یخلو

لہ اور حدیث ابن مسعود کی جسی بخاری وغیرہ نے روایت کی ہی کہ مینی سوا اسکی اور نماز غیر وقت مین آنحضرت کو پڑہتے نہین دیکہا یعنی فجر کی نماز مزدلفہ
سوہ محمول ہی اسپر کہ بغیر تاخیر آپنے طلوع فجر ہوتی ہی نماز شروع کری جیسا کہ حدیث زید بن ثابت اور سہل بن سعد کے سمجہہ مین آتا ہے کہ آپنے طلوع فجر کے
کچہہ تہوڑے سے تاخیر کی اور اوسکی یہہ معنی نہین کہ فجر سی پہلی پڑہ لی ہو یہی عبارت فتح الباری کی سے اور جواب دیا اسکا حافظ ابن حجر وغیرہ نے اسطرح کہ وہ حدیث
محمول ہی اسپر کہ اول طلوع فجر میں آپنے نماز شروع کی اور روز مرہ اوسکی نسبت دیر کی پڑہنی کی عادت تہی اسطرح کہ پچہلی رات کی اندہیری فوت نہو گی اسے تائید ہوتی ہے حدیث
بخاری سے کہا عبد الرحمن بن یزید نے کہ مین عبد اللہ کے ساتہہ مکہ کو گیا اور ہم دونو مزدلفہ کو پہنچی سو دو نمازین ملا کر دونون پڑہین ہر ایک جدا جدا اذان اور
تکبیر سے اور کہانا عشا کا درمیان اون دو نمازونکے پہر جب طلوع ہوئی فجر نماز پڑہی ایسی وقت میں کہ بعضے کہتے تہے صبح ہو گئی اور بعضی کہتی تہی کہ نہین ہوئی الخ اور اگر
[illegible]

اما ان یمکن ترجیح احدهما بوجه من وجوه الترجیح اولا فان امکن الترجیح تعین المصیر الیه والا فلا فصار ما
ظاهره التعارض واقعا علی هذا الترتیب الجمع ان امکن فاعتبار الناسخ والمنسوخ فالترجیح ان تعین ثم التوقف عن العمل
باحد الحدیثین انتهی پس بنا بر اس قاعده کی اگر دونون حدیثون مین سو فقت اور جمع کرو تو ممکن ہی کئی وجہ سی وجہ اول یہہ کہ
مراد اسفار سی ظہور صبح کا ہے اس انداز پر کہ کسیکو شک نرہے باوجودیکہ تاریکی بہی باقی رہے جیسا کہ کہا فتح الباری مین و
اما ما رواه اصحاب السنن وصححه غیر واحد من حدیث رافع بن خدیج قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اسفروا
بالفجر فانه اعظم للاجر فقد حمله الشافعی وغیره علی ان المراد بذلک تیقن طلوع الفجر انتهی اور کہا ترمذی نی اپنی جامع
مین بطور حکایت کی شافعی و احمد و اسحاق سی ان معنی الاسفار ان یضح الفجر فلا یشک فیه ولم یروا ان معنی الاسفار تاخیر الصلوة
انتہی پہر اس تاویل پر عینی اور شیخ ابن الہمام حنفیون نی اعتراض کیا ہے کہ رفع شک اور تیقن صبح کا تو مدار ہی صحت نماز کا پہر کیا
معنی ایسی اسفار کی اعظم للاجر ہونیکی لاکن بعض منصف حنفیون ہی نی جواب بہی دیا ہے کہ مدار صحت کا تو مطلق تبین ہے
خواہ چند آدمیونکو ہو اور مدار بڑائی اجر کا اس حدیث مین نزدیک آئمہ کی یہہ ہے کہ ایسا ظہور صبح کا ہو گا کہ ایک شخص بے غور و
تامل کے پہچان لی چنانچہ ابوداود کی انتقاد باب سی صاف واضح ہوا باب فی وقت الصبح حدثنا اسحق بن اسمعیل نا سفین عن
ابن عجلان عن عاصم بن عمر بن قتادة بن النعمان عن محمود بن لبید عن رافع بن خدیج قال قال رسول الله صلعم اصبحوا
بالصبح فانه اعظم لاجورکم او اعظم للاجر انتهی ما رواه ابوداود قوله اصبحوا بالصبح قال فی النهایة ای صلوها
عند طلوع الصبح یقال اصبح الرجل اذا دخل فی الصبح قلت بهذا یعرف ان روایة من روا هذا الحدیث بلفظ
اسفروا بالفجر مروية بالمعنی وانه دلیل افضلیة التغلیس بها علی التاخیر الی الاسفار کما فی المرقات

اور پہچانی تاریخ کی حدیث تاریخ ثابت ہو یا تاریخ نسخ صریح ہو تو آخر ہے اور دوسرا منسوخ اور اگر تاریخ معلوم نہوئی تو اس سی خالی نہین کہ یا تو وجہ
ترجیح ممکن ہوگی یا نہین سو اگر ترجیح ممکن ہے تو اوسی طرف رجوع ٹہر جاویگا نہین تو نہین اور ظاہر مین جو دو حدیثون مین متعارض ہوا کرتا ہے تو اسکا دفع اس
ترتیب پر کہ اول جمع کرنا ہے جو ممکن ہووے پہر بعتبار ناسخ اور منسوخ کا پہر ترجیح اگر ہوسکی پہر توقف کرنا عمل سی ہم ایک حدیث کی دن دو تو مین سے ہو چکی عبارت شرح نخبہ کی
اور وہ جو اہل سنن نی رافع بن خدیج سی روایت کی ہے اور بہت لوگون نے اوسکو صحیح بتایا ہے کہ رسول اللہ صلعم نی فرمایا ہے فجر روشنی مین پڑہا کرو بڑا اجر ہے
تو اسکو امام شافعی وغیرہ نے یہہ حمل کیا ہے کہ فجر کا طلوع ہونا یقینی ہو جاوے مراد ہی ہو چکی عبارت فتح الباری کی معنی اسفار کی یہہ ہین کہ صبح مین
شک نرہے نہ یہہ کہ نماز مین تاخیر کرے ہو چکی عبارت ترمذی کی یہہ باب ہے بیان وقت صبح مین روایت کی ہمین اسحاق بن اسمعیل نی
اور کہا کہ روایت کی ہمکو سفیان نے ابن عجلان سے اور اونہون نے عاصم بن عمر بن قتادہ بن النعمان سی اونہون نی محمود بن لبید سی اونہون نے رافع
بن خدیج سی کہا فرمایا رسول اللہ صلعم نے روشنی مین صبح کی نماز پڑہو اجر پاوگی یا یہہ فرمایا کہ بڑا اجر ملیگا ہو چکی روایت ابی داود کی نہایہ مین
کہا ہے معنے اسکے یہہ ہین کہ صبح کی نماز طلوع صبح کی وقت پڑہو جب کہ صبح کو کہتے آدمی اہل عرب اصبح الرجل بولتے ہین مین کہتا ہون
کہ اس سے معلوم ہوا کہ وہ روایت کہ لفظ اسفروا بالفجر کے ہے آتی ہے وہ روایت بالمعنی ہی بلاشک وہ دلیل ہے اندہیرے مین پڑہنے کی افضل ہونے کی بہ نسبت دیر مین پڑہنے کی

پس بنا برین روایت کی اجر عظیم تغلیس مین بھی ثابت ہوا اور نماز غلس ہی مین پڑہنی مرجح ہوئی اور کہا بیہقی ان کہ قول اسفار کا اس حدیث مین یعنی جو کہ مدار بڑائی اجر کا ہے یہی ہے کہ یقیناً معلوم ہو جاوے ورنہ نفس صحت تو قبل تبین یقینی کے واسطے اس شخص کے جو اپنے جانچ اور مہارت سی وقت پہچان لی بہی ہو سکتی ہی جیسا کہ کہا محلی مین واجاب
الاولون عن حدیث الاسفار باجوبة احدها ماحکاه الترمذی عن الشافعی واحمد واسحاق ان معنی الاسفار
ان یضیئ الفجر فلا یشك فیه ولم یروا ان معناه تاخیر الصلوة ورد بانه یاباه تعلیله باعظمیة الاجر فان الصلوة قبل
تیقن الوقت فاسدة لا اجر لها اصلا قلت لعل مراد الائمة بیان الصبح وتیقنه لکل واحد من غیر تعمق النظر فی الافق
لا التیقن مطلقا فانه لا صلوة عند الشك فی الوقت اجماعا قال عیاض فی تفسیر الحدیث ای صلوها بعد تبین وقتها
وسطوع ضوء الفجر ولا تبادروا اول مبادی الفجر قبل تبینه وقال البیهقی والطریق الصحیح ان یحمل حدیث
الاسفار علی تبین الفجر وان کان یجوز الدخول فیها من القیم بالاجتهاد قبل التبین انتهی اور حدیث طبرانی غیرہ
نوّر یا بلال بالفجر قدر ما یبصر القوم مواقع نبلهم جو عینی نی شرح بخاری مین اور مولف نی بوساطت محلی کے تنویر الحق مین نقل کی ہے یہہ
حدیث بدون تصحیح کسی امام کے آئمہ حدیث مین سے حجت نہین اسلئی کہ نفس محلی کی مین جس سے مولف نی نقل کی ہی کہا ہی کہ
یہہ حدیث ضعیف ہے اسناداً اخرجه الطبرانی بسند ضعیف انتهی ما فی المحلی پس کسطرح بلا تصحیح کسی محدث کی اوسکو قبول کیا جاوے
تو یہہ حدیث مانع اور مبطل نہوگی اوس محمل کے جو بیان ہوا وجہ اولین وجہ ثانی یہ کہ حدیث اسفار مین یہہ مراد نہین کہ جسوقت روشنی
ہووے اوسوقت نماز شروع کرے بلکہ مراد اوس سی یہہ ہی کہ شروع نماز غلس ہی مین کری لاکن اتنی طول قراءت پڑہی کہ فراغت
پڑہتی حالت اسفار مین اختتام اسکا ہووے جیسا کہ کہا فتح الباری مین وحمله الطحاوی علی ان المراد الامر بتطویل القراءة
فیها حتی یخرج من الصلوة مسفرا وابعد من زعم انه ناسخ للصلوة فی الغلس انتهی اور کہا ہی طحاوی حنفی نی حدیث غلس مین والذی
ینبغی ان یبدأ بالغلس ویختم بالاسفار وهو قول ابی حنیفة ومحمد وابی یوسف نقل کیا اسکو محلی مین انتهی پہر کہا

٥١ اور حدیث دیر مین پڑہنیکی جو ہے اوس سے سویرے پڑہنے والوں نے کئی طرح جواب دیا ہے ایک وہ جو ترمذی نے امام شافعی سی حکایت کی ہے اور احمد اور اسحاق سے کہ معنی اسفار مین پڑہنیکی یہہ ہین کہ فجر کی نماز پڑہے اسطرح کہ اوسمین صبح کی ہونیکا شک باقی نرہے اور یہہ ارادہ نہین کہ نماز مین دیر کی جاوے اور یہہ جواب اسطرح بیکار ٹہرگیا ہو کہ اسفار کو فضل اجر سے وعدہ دیا اس حدیث نے بکار دیتا ہے کیونکہ نماز یقینی وقت سے پہلی فاسد ہی اوسی اجر ہرگز نہین مین کہتا ہون کہ شاید مراد اماموں کی یہہ ہے کہ صبح خوب ظاہر ہو جاتا ہو اور بغیر غور کرنیکی ہر ایک یقین کر لیوے نہ کہ مطلق یقین کیونکہ بالاتفاق شک کے وقت نماز نہین ہوتی تفسیر حدیث مین عیاض نے کہا ہے کہ وقت کی کہلجانیکی بعد نماز پڑہو یعنی ایسے وقت کہ صبح ظاہر ہو جاوے اور صبح کی ظہور سے پہلے نماز مین جلدی مت کرو اور بیہقی نی کہا اور صحیح طریقہ یہہ ہے کہ حدیث اسفار صبح کی ظہور پر حمل کیجاوے اگرچہ صبح کی حال جانچ جانیکا اجتہاد کی طور پر یقین سے پہلی بہی نماز شروع کر لینا جایز ہے جسکی عبارت محلی کی ہے ٥٢ روشن کر صبح کو ای بلال ایسا کہ لوگ اپنی تیرون کے گرنیکی جگہہ دیکہ لیوین ٥٣ حدیث طبرانی کی سند ضعیف سے ہے جس مین ان کا جواب محلی مین ہے ٥٤ اور حمل کیا طحاوی نے اوسکو اسپر کہ مراد یہہ ہے کہ اتنے لمبی قراءت پڑہے کہ نماز سے اسفار مین فارغ ہو اور وہ شخص بہت بعید ہے جسنے یہہ گمان کیا

وهو احسن وجوه الجمع وبه يجمع الاحاديث والمذاهب ويؤيده ما للنسائي عن انس انه صلى الله عليه وسلم كان يصلي
الصبح الى ان ينفسح البصر وجہ تیسری یہہ کہ امر بالاسفار محمول ہو چاندنی راتوں پر کیونکہ ان راتوں مین اشتباہ روشنی صبح کا
ساتھہ روشنی چاندنی کی بہت ہوتا ہے نقل کیا اسکو خطابی نے جیسا کہ کہا محلی مین ثالث الثانی ان الامر بالاسفار خاص في الليالي
المقمرة احتياطا لعدم تبين الصبح حكاها الخطابي انتهى اقول وما قيل من انه تخصيص بلا مخصص فمردود
بانه اي مخصص اقوى من احاديث الغلس المروية برواية اصحاب الستة وغيرهم المتعارضة للاسفار
فلا بد من الحمل على ما صلح له ومنه الليالي المقمرة وما قيل من انه مخالف لما عن ابراهيم النخعي
من روايته اجماع الصحابة على التنوير فسيجئ وجوابه باثبات ان قول النخعي غير مستقيم على الظاهر
ولا يفيد تعامل جميع الصحابة او اكثرهم على الاسفار الحاصل ان وجوہ سے تعارض حدیث غلس کا اور اسفار کا
مرتفع ہو سکتا ہے یعنی دونوں قسم کی حدیثوں مین ان وجوہ سے جمع اور موافقت ہو سکتی ہے اور حدیث غلس کے معمول بہا رہتے
ہے اور اگر توفیق اور جمع بین الاحادیث نکرو اور بے دلیل اور خلاف قواعد اہل حدیث کی رجوع کرو طرف نسخ کی تو بھی غلس باقی رہتی ہے محل
عمل کے کیونکہ موخر یہی ہے نہ اسفار جیسا کہ روایت مین ابوداؤد کی گذرا تو حدیث غلس جو موخر ہے ناسخ ہوگی اور حدیث اسفار منسوخ
ہوگی اور اگر اسکی بھی انحراف کرو تو تیسری وجہ کو اختیار کرو یعنی حدیث اسفار کی متروک العمل ہوا اور حدیث غلس کے معمول رہی اسلئے
کہ حدیث اسفار کو شیخین نے روایت نہین کیا اور غلس کو شیخین نے اور امام مالک اور باقی اصحاب سنن نے روایت کیا ہے اور یہہ قاعدے
کہ وقت ترجیح کے السے ثابت ہے روایت شیخین کی مقدم ہوتی ہے انکی غیر کی روایت پر جیسا کہ کہا شرح نخبہ مین ومن ثم اي
من هذه الجهة وهي ارجحية شرط البخاري على غيره قدم صحيح البخاري على غيره من الكتب المصنفة ثم صحيح
مسلم لمشاركته للبخاري في اتفاق العلماء على تلقي كتابه بالقبول ثم يقدم في الارجحية من حيث الاصحية
ما وافقه شرطهما انتهى وهكذا في حجة الله البالغة كما سيجئ اقول الامام روى الزهري عن سالم بن عبد الله

کہ یہہ اسفار کی حدیث اندھیرے مین پڑھنے کی حدیث کی ناسخ ہے ہو چکی عبارت فتح الباری کی ١٥ اور لائق یہہ ہے کہ شروع کیجاوے نماز اندھیرے مین اور ختم کیجاوے اجالے
اور یہہ قول امام ابی حنیفہ اور محمد اور ابی یوسف کا ہے ١٦ اور یہہ خوب جمع ہے موافقت کی اس سے جمع ہو جاتے ہین حدیثین اور مذہب اور تائید کرتی ہے اسکی
وہ روایت جو نسائی مین ہے انس سے کہ آنحضرت صلعم صبح کی نماز پڑھتے تھے روشنی تک ١٧ دوسرے یہہ کہ حکم اوجالے کا خاص ہے چاندنی راتوں مین بنظر
احتیاط کے بسبب عدم ظہور صبح کی حکایت کی یہہ توجیہ خطابی نے ہو چکی عبارت محلی کی مین کہتا ہوں کہ وہ جو اعتراض کیا گیا ہے کہ یہہ توجیہ تخصیص بلا وجہ ہے
اسکا جواب یہہ ہے کہ حدیثوں اندھیرے کی حکم کی کہ جنہین اصحاب ستہ وغیرہ نے روایت کیا ہے اور بڑہ کر کوئسی وجہ آویگی سو ضرور ہے محمول کرنا حدیث اسفار کا
مناسب معنے پر اور وہ چاندنی راتین بھی ہو سکتی ہین اور یہہ جو کہا گیا ہے کہ یہہ توجیہ مخالف ہے اوسکی جو ابراہیم نخعی سے روایت ہے اجماع صحابہ کا روشنی پر بھی
تو وہ آتا ہے اور جواب اسکا یہہ ثابت کر دینا ہے کہ وہ قول ٹھیک نہین اور سارے صحابہ یا اکثر کی تعامل کو مفید نہین ١٨ اور اسی جگہہ سے یعنی اسی جہت سے
(یعنی ارجح ہونی شرط بخاری سے غیرہ کی) مقدم رکھی گئی بخاری اور کتابون پر پھر صحیح مسلم بسبب شریک ہونے اسکی کے اتنے بات مین کہ بخاری کی طرح لوگون نے اسکو بھی مقبول

ابن عمر عن ابیہ او محمد بن سیرین عن عبیدۃ بن عمرو عن علی او ابراهیم النخعی عن علقمۃ عن ابن مسعود او غیرہم
المتساوون لهم فی الرتبۃ ولا یخفی ان روایۃ الاسفار لیست بهذه المثابۃ فیقدم علیها ما رواه الشیخان لحصول الترجیح غلس کا بہت
اسفر والی عاقل نہیں کہہ سکتا ہے باوجودیکہ جمع بین الاحادیث بھی ممکن ہے اور متأخر ہونا حدیث غلس کا از راہ تاریخ کے بھی
ثابت ہے اور ترجیح حدیث غلس کے حدیث اسفار پر بھی متحقق ہے ایسا ہی قول ابراہیم نخعی کے سے کہ ما اجتمع اصحاب محمد علی شیء
ما اجتمعوا علی التنویر بھی نسخ تغلیس کا ثابت نہیں ہوتا اسلئے کہ اگر کہو کہ مراد اصحاب مجتمعین علی التنویر سے بیچ کلام نخعی کے
کل صحابہ یا جمہور صحابہ ہیں تو قول اسکا منقطع ہوگا اسلئے کہ نخعی کو سب صحابہ سے یا جمہور سے ملاقات نہیں بلکہ فقط ایک دو صحابی سے
ملاقات ہی جیسا کہ کہا حافظ ابن حجر نے تقریب التہذیب میں ابراهیم بن یزید بن قیس بن الاسود النخعی ابو عمران
الکوفی الفقیہ ثقۃ الا انہ یرسل من الخامسۃ انتہی تو دیکھو حافظ ابن حجر نے نخعی کو پانچویں طبقہ میں شمار کیا ہے اور پانچویں
طبقہ والے وہ لوگ ہیں جنکو ایک دو صحابیوں سے ملاقات ہوئی ہے اور بعضوں کو انمیں سے سماع کسی صحابی سے ثابت نہیں
جیسا کہ خود ابن حجر مقدمہ تقریب میں فرماتے ہیں الخامسۃ الطبقۃ الصغری منهم الذین رأوا الواحد والاثنین
ولم یثبت لبعضهم السماع من الصحابۃ کالاعمش اور شیخ الاسلام امام النقاد جنکو ابن حجر شرح نخبہ میں اور فاضل بہاری سلم الثبوت میں ارکان
فرماتے ہیں کہ ہو من اهل الاستقراء التام فی نقد الرجال یعنی محمد بن احمد ذہبی ابراہیم نخعی کو انمیں سے گنتے ہیں جنکو کسی صحابی سے
سماع حدیث ثابت نہیں اور کہتے ہیں کہ اگر نخعی ابن مسعود وغیرہ سے بلا واسطہ کچھ نقل کریں تو نقل اسکی حجت نہیں میزان الاعتدال
میں فرماتے ہیں ابراهیم النخعی احد الاعلام یرسل عن جماعۃ لم یصح له سماع عن صحابی کان لا یحکم العربیۃ وربما لحن
ولکن الامر علی ذلک وانما اذا ارسل عن ابن مسعود وغیرہ فلیس ذلک بحجۃ انتہی علی ما نقل العلامۃ المحقق عمر بن
یحیی سعد الدین التفتازانی فی المجموعۃ له المشهورۃ بالعقود العشرۃ یعنی بدہ عقد در دہ علم پس ثابت ہوا کہ
نخعی کو ایک دو صحابہ سے ملاقات بدون سماع کے ہے پس جماعتوں سے خبر دینا اوسکا کہ تمام اصحاب یا اکثر اسفار کیا کرتے تھے اپنے
دیکھنے سے اوسکو تو دشوار ہے خواہ نخواہ کسی اور سے سنا ہوگا حالانکہ اوس شخص کا ذکر نہ کیا تو قول اوسکا منقطع ہوا اور یہ قول

رکھا ہے پھر مقدم رکھی جاوے گی وہ روایت جو اونکی شرط کی موافق ہو جیکی عبارت شرح نخبہ کی اور یونہی ہے حجۃ اللہ میں چنانچہ آگے دیکھا میں ہما ہوگا
ان وہ جو روایت کی ہو زہری نے سالم بن عبد اللہ سے انہوں نے اپنے باپ سے یا محمد بن سیرین نے عبیدہ بن عمرو سے اونہوں نے علی سے یا ابراہیم نخعی نے علقمہ سے اونہوں نے
ابن مسعود سے یا سوا انکے اور ساوی درجہ کے لوگ اور یہ امر پوشیدہ نہیں کہ روایت اسفار کی ایسی نہیں تو اوس پر بخاری اور مسلم کی روایت مقدم ہوگی
سلہ نہیں جمع ہوئے تھے اصحاب محمد صلعم کے کسی شی پر جیسا کہ جمع ہوئے اوجالی میں نماز کی پڑھنے پر سلہ ابراہیم بن یزید بن قیس بن اسود نخعی ابو عمران
کوفی فقیہ ثقہ ہے مگر مرسل روایت کرتے ہے پانچویں طبقہ میں سے ہے جیکی عبارت تقریب کی سلہ پانچواں طبقہ چھوٹا ادنی کہ انہوں نے ایک یا دو صحابی کو
دیکھا بلکہ بعضوں کو صحابہ سے سماع بھی ثابت نہیں جیسے اعمش سلہ کہ وہ لوگوں کی پرکھنے میں پوری تلاش کا آدمی ہے سلہ ابراہیم نخعی علماء دین
میں ایک شخص ہے مرسل روایت کرتے ہیں ایک جماعت سے اور کسی صحابی سے سماع نہیں اور زبان عربی میں محکم نہیں بارہا غلطی کرتے تھی سو بات یہ ہے کہ اوسکی

مستطیع ہیں کاملہ عن میزان الاعتدال وهکذا فی کتب اصول الحدیث۔ اور اگر کہو کہ مراد نخعی کی ان صحابہ سے جو اسفار کرتے تھے ایک دو
اصحاب ہیں تو مسلم لیکن ایکد و صحابہ کے فعل سے وہ تغلیس جو رسول اللہ کی عمل میں تھی اور ابوبکر صدیق اور عمر فاروق جیسے صحابی جلیل الشان
کا عمر بھر اسپر عمل رہا کیونکر منسوخ ہو جاویگی اور یہہ تو کسی فہمی ہوش سے آجتک مروی نہیں ہاں البتہ اگر سب اصحابہ خلفاء راشدین اربعہ وغیرہم بلا اختلاف
ایک کی اسفار پر اتفاق کرتے تو کہا جاتا کہ بیشک اتفاق انکا دلالت کرتا ہے منسوخ ہونے پر غلس کے اور جبکہ یہہ اتفاق کسی نے ثابت کیا اور نہ قیامت
تک الله ثابت ہوگا پھر کسطرح بعض صحابہ کی فعل سے فعل دائمی رسول اللہ کا اور معا شیخین ابوبکر صدیق اور عمر وغیرہما رضی اللہ عنہم کا منسوخ
ہوسکتا ہے ولکنه یقول بامکانه الا من اشرب فی قلبه التعصب والجهل من قواعد الاصول ومن شروط النسخ وغیرہا اسیواسطے بعض حنفیہ نے
دعوے نسخ غلس کا قول نخعی سے رد کردیا ہے جیسا کہ کہا شیخ سلام اللہ محدث دہلوی حنفی نے محلی میں والثانی بادعاء النسخ واستدل علی
النسخ بما اخرجه الطحاوی عن ابراهیم ما اجتمع اصحاب محمد صلی اللہ علیه وسلم ما اجتمعوا علی التنویر وهذا اسناد صحیح قالوا ولا یجوز
اجماعهم علی خلاف ما فارقهم علیه النبی صلی اللہ علیه وسلم الا لعلمهم بنسخ التغلیس المروی عن عائشة قلت کیف یدعی نسخ التغلیس وقد
اخرج ابوداود وصحح ابن خزیمة من طریق اسامة بن زید اللیثی عن ابن شهاب عن عروة عن بشیر بن ابی مسعود عن ابیه ان رسول اللہ صلی
اللہ علیه وسلم صلی الصبح مرة بغلس ثم صلی مرة اخری فاسفر بها ثم کان صلاته بعد ذلك التغلیس حتی مات لم یعد الی ان یسفر وقد
سبق تخریجه فان قیل فیه اسامة بن زید اللیثی وقد قال فیه النسائی والدارقطنی لیس بالقوی وقال احمد لیس بشیء وقال ابوحاتم
لا یحتج به قلنا الحدیث مما صححه ابن خزیمة وسکت علیه ابوداود وما سکت هو علیه لا ینزل عن درجة الحسن قال البیهقی رواته
کلهم ثقات وخبر الاسفار مختلف فی اسناده ومتنه وقال الخطابی هو حدیث صحیح الاسناد واسامة من رجال البخاری وقالوا من روی عنه الشیخان او احدهما لا ینظر للطاعنین

حجت ہے اور حبان بن منقذ وغیرہ سے سبیل روایت کرنیکی حجت نہیں ہوسکی دعیات جو نقل کیے علامہ احمد بن یحیی سعد الدین تفتازانی نے مجموعہ میں جو عقود عشرہ کر کے مشہور ہے صلہ چنانچہ
گذر چکا میزان الاعتدال سے اور یہی ہے کتب اصول حدیث میں ۔ اور اسکی امکان کا وہی اقرار کریگا جو متعصب ہے یا قواعد اصول سے جاہل دیکھو شرح الطحاوی وغیرہ سے نقل
کی ۔ اور دوسرے دعوی نسخ کا اور دلیل پکڑی ہے نسخ پر اوس روایت سے جسکو روایت کی طحاوی نے ابراہیم سے کہ نہیں جمع ہوئے اصحاب آنحضرت صلعم کے جیسے کہ جمع ہوئے تنویر
نماز فجر پر اور یہہ سند صحیح ہے مشائخ نے کہا ہے کہ انکا اجماع اونکی خلاف جسپر آنحضرت تھے ۔ او مگر جو جانتے تھے ایکی نہیں ہوسکتا کہ انکو وہ نسخ ہو میں یہہ کہ روایت حضرت عائشہ سے ہے
اوسکی منسوخ ہونیکا علم ہو میں کہتا ہوں کیونکر نسخ کا دعوے کیا جاسکتا ہے حالانکہ روایت کیا ابوداود نے اور تصحیح کی اسکی ابن خزیمہ نے سلسلہ اسامہ بن زید لیثی
اور انہوں نے ابن شہاب اونہوں نے عروہ اونہوں نے بشیر بن ابی مسعود سے اونہوں نے اپنے باپ سے یہہ کہ صبح کی نماز آنحضرت صلعم نے اندھیرے میں ایکدفعہ پڑہی پھر دوسری دفعہ روشنی میں
پڑہی پھر تا بوفات اندھیرے میں پڑہتے رہے اور اوسکی روایت آگے گذر چکی اگر کہا جاوے کہ اس سند میں اسامہ بن زید لیثی ہے اور نسائی نے اور
دارقطنی نے کہا ہے کہ وہ قوی نہیں اور احمد نے کہا کہ ناچیز ہے اور ابوحاتم نے کہا ہے کہ اوسکی روایت حجت نہیں ہے ہم کہینگے کہ یہہ حدیث
وہ ہے جسکی صحت ابن خزیمہ نے بیان کی اور ابوداود نے اوسپر سکوت کیا ہے اور جسپر ابوداود سکوت کرے وہ درجہ حسن سے گہٹتی نہیں ہے اور بیہقی نے کہا ہے
کہ راوی اوسکی سب ثقہ ہیں اور اسفار کے حدیث میں اوسکی سند اور متن میں اختلاف ہے اور خطابی نے کہا ہے کہ وہ حدیث صحیح ہے سند کی طور پر اور اسامہ بخاری کی راویوں میں
ہے اور اہل اصول حدیث نے کہا ہے کہ جس سے دونوں شیخ روایت کریں یا ایک تو پھر اوسکے طعن کرنیوالوں پر نظر نہونگے

فيه وان كثروا وما يقع بعدم النسخ كتاب عمر الى عماله وابي موسى الاشعري ان صلوا الصبح والنجوم بادية مشتبكة كما سيجئ فى الكتاب فلو كان التغليس منسوخا لما خفي على مثل عمر وابي موسى ولانكر عليه الصحابة ذلك وايضا سيجئ فى الكتاب ان ابا بكر الصديق كان يقرء بالبقرة فى صلوة الصبح وهي تقتضي تغليسه بصلوة الصبح وكذلك يحيى عن بن عامر عن عمر انه قرء فيها بسورة يوسف والحج قرءة بطيئة قال فقلت والله اذا لقد كان يقوم حين يطلع الفجر قال نعم واخرج ابن ماجة عن مغيث بن سمى قال صليت مع عبد الله بن الزبير الصبح بغلس فلما سلمت اقبلت على ابن عمر قلت ما هذه الصلوة قال كانت هذه صلوتنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم وابي بكر وعمر فلما طعن عمر اسفر بها عثمان انتهى وروى ابن ابي شيبة كان الناس يغلسون الفجر فى زمن عثمان ما يعرف بعضهم بعضا وعن ابي موسى وابن الزبير وعمر بن عبد العزيز انهم كانوا يغلسون فاذا ثبت التغليس من هؤلاء الصحابة الكبار فما روى النخعي ما اجتمع اصحابه صلى الله عليه وسلم ما اجتمعوا على التنوير لو صح محمول على اجتماع من ادركهم النخعي من الصحابة من اهل العراق لا على جميعهم

انتہی اور کہا فتح الباری میں وابعد من زعم انه ناسخ للصلوة فى التغليس انتہی یہ ثابت ہوا کہ مؤلف کی کسی دلیل سے نسخ تغلیس کا ثابت نہیں ہوتا یعنی نہ حدیث ابن مسعود سے اور نہ اسفروا بالفجر سے اور نہ قول نخعی سے اور جو کہ مؤلف نے حدیث ملس سے اخیر میں مسلّمہ جواب دیا ہے کہ یہ اس حدیث عائشہ والی محمول ہے اوپر اندھیری مسجد کی تھا اور اندھیری میدان کی نہ تھی اسی کا نام ہی تحمّل جسکو مولوی علی نے حذاف لفظ کہا ہے تو باقی ہیں جیسا کہ باب ثانی کے جواب کی ضمن میں گذرا اصلی کہ حدیث عائشہ میں غلس حالت انقلاب میں مسجد سے گھروں کی طرف بیان کی ہے نہ حالت اقامت مسجد کی میں جیسا کہ فرمایا ہے ثم ينقلبن الى بيوتهن حين يقضين الصلوة ما يعرفن احد من الغلس پس دیکھو کہ اس قول سے تاریکی خاص مسجد میں کہاں سمجھی جاتی ہے

اگرچہ کتنی ہی ہو۔ رد جواز منسوخ ہونے اس حدیث کا ثابت کرتا ہے حضرت عمر کا خط لکھنا اپنے عاملوں کو اور ابو موسیٰ کو یہ کہ صبح کی نماز پڑھو اس وقت کہ تارے کھلے ہوں جیسا کہ اگلی روایت میں ہے اندھیری میں پڑھنا اگر منسوخ ہوتا تو حضرت عمر اور ابی موسیٰ پر مخفی نہ رہتا اور صحابہ انکار کرتے اور یہی موطا میں آوے گا کہ حضرت ابوبکر صدیق سورۂ بقر صبح میں پڑھتے تھے سو یہ اندھیرے میں پڑھنا چاہتا ہے اسی طرح یحییٰ ابن عامر سے اور وہ عمر سے روایت کرتے ہیں کہ سورۂ یوسف اور سورۂ حج ترتیل سے پڑھتے تھے صبح میں ابن عامر کہا میں نے لوگوں سے پوچھا قسم خدا کی کیا صبح ہوتی کہتے ہیں صبح ہوتی تھی کہا کہ ہاں اور روایت کی ابن ماجہ نے مغیث ابن سمی سے کہا انہوں نے کہ میں نے عبد اللہ بن زبیر کے ساتھ نماز پڑھی صبح کی تو اندھیرا تھا جب میں نے سلام پھیرا تو میں ابن عمر کے پاس گیا اور کہا یہ کیسی نماز ہے انہوں نے کہا کہ یہ ہماری نماز آنحضرت صلعم کے ساتھ کی ہے اور حضرت ابوبکر اور عمر کے ساتھ کی جب حضرت عمر کا انتقال ہوگیا تو حضرت عثمان نے روشنی میں شروع کر دی ہے جسکی عبارت ابن ماجہ کی ہے اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے کہ لوگ حضرت عثمان کے زمانہ میں اندھیرے میں نماز پڑھتے تھے کہ ایک کو ایک نہ پہچانتا تھا اور ابی موسیٰ اور ابن زبیر اور عمر بن عبد العزیز سے روایت ہے کہ وہ بھی اندھیرے میں صبح کی نماز پڑھا کرتے تھے اس وقت ان بڑے صحابیوں کا اندھیرے میں نماز پڑھنا ثابت ہوگیا تو یہ جو نخعی نے روایت کیا کہ جس طرح صحابہ روشنی میں نماز پڑھنے پر جمع ہوئے ہیں اس طرح کسی بات پر نہیں ہوئے اگر وہ صحت کو پہونچ جاوے تو

علاوہ یہہ کہ سوائی عایشہ رضہ کی اوردن کی روایت مین اتی تحریف کی گنجایش نہین اسیواسطی شیخ سلام اللہ حنفی نی اس قول کو رد کردیاہے جیسا کہا ہے محلی مین واجاب ابن الھمام عن حدیث عایشۃ بحملہ علی غلس داخل المسجد لان حجرتھا کانت فیہ وکان سقفہ مقاربا انتہی وفیہ مع کونہ بعیدا انہ لا یختص روایۃ التغلیس بعایشۃ بل رواھا جماعۃ من الصحابۃ کما سبق انتہی کلام المحدث بس ردہوا کلام مولف کا بجمیع اجزاء اور باقی رہا معمول بہ ہونا حدیث غلس کا جیسا کہ ہمنی ثابت کیا ہے وللہ الحمد اولا واخرا وظاہرا وباطنا علی ما وفقنا لاثبات الغلس المروی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم المعتاد لہ مدۃ عمرہ علیہ الصلوۃ والسلام قال مسئلہ تیسرا ہیچ وقت مستحب ظہر کی اقول کئی حدیثون سی یہ معلوم ہوتا ہی کہ آنحضرت شدت گرمیون مین بہی اول ہی وقت ظہر پڑہا کرتی اور اسکی رغبت دلاتی روایت کی بخاری اور مسلم نی ابوہریرہ سی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو یعلم الناس ما فی النداء والصف الاول ثم لم یجدوا الا ان یستہموا علیہ لاستہموا علیہ ولو یعلمون ما فی التہجیر لاستبقوا الیہ الحدیث اور روایت کی امام احمد اور ابوداود نی زید بن ثابت سی قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی الظہر بالہاجرۃ ولم یکن صلوۃ اشد علی اصحاب رسول اللہ منہا الخ ہکذا فی المشکوۃ اور روایت کی ہی بخاری اور مسلم نی محمد بن عمرو بن الحسن رضی اللہ عنہم سی قال سالنا جابر بن عبد اللہ عن صلوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال کان یصلی الظہر بالہاجرۃ والعصر والشمس حیۃ الحدیث اور روایت کی بخاری مسلم نی سیار بن سلامہ سی قال دخلت انا وابی علی ابی برزۃ الاسلمی فقال لہ ابی کیف کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی المکتوبۃ فقال کان یصلی الہجیرۃ التی تدعونہا الاولی حین تدحض الشمس الحدیث اور روایت کی مسلم نی جابر بن سمرہ سی قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی الظہر اذا دحضت الشمس اور خباب سی قال شکونا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الصلوۃ

اوسکی یہہ معنی ہونگی کہ جن صحابہ کو تحقیق نہ پایا اونکا یہہ دستور ہوگا نہ سارے صحابہ کا ہو چکی عبارت محلی کی اور بہت دیر جیسے یہہ کہا کہ اوجالے مین نماز پڑہنی کی حدیث اندہیرے مین پڑہنے کی حکم کی ناسخ ہے پہر نماز پڑہکر اپنے گہر کو جاتی تہین اور اندہیرے کے سبب سے شناخت نہوتی تہی اور جواب دیا ہی ابن ہمام نی حضرت عائشہ کی حدیث سی یون کہ اندہیرا مسجد کے اندر کا حال تہا اسوجہ سی کہ حضرت عائشہ کا حجرہ اندہی تہا اور اوسکی چہت نیچی تہی ہو چکا کلام ابن ہمام کا اور یہین سوا اسکی کہ یہہ کلام بعید ہے یہہ ہے کہ یہہ روایت کچہہ حضرت عائشہ سے مخصوص نہین بلکہ ایک جماعت صحابہ نی اسکو روایت کیا ہے چنانچہ پہلی گذر چکا ہو چکی عبارت محلی کی اور اللہ کا شکر ہے اول اور آخر اور ظاہر اور باطن کہ اوسنی ہمکو اس اندہیرے مین نماز پڑہنی کی روایت کی ثابت کرنیکی توفیق دی ہی جو حضرت سے ثابت اور ہمیشہ کا برتاؤ تہا کہا آنحضرت صلعم نی اگر لوگ اذان اور صف اول کا ثواب جانتے اور قرعہ ڈالکر اوسکو پاتی تو اوسپر قرعہ ڈالتی اور اگر ظہر کے اول وقت کی ثواب کو جانتی تو اوسکی طرف دوڑتے آخر حدیث تک آنحضرت ظہر کی نماز اول وقت پڑہا کرتے تہی اور کوئی نماز صحابہ پر اس نماز سی زیادہ سخت نہ تہی یونہین ہی مشکوۃ مین کہا محمد بن عمرو بن حسن نی کہ ہمنے جابر بن عبد اللہ سی آنحضرت صلعم کی نماز کا حال پوچہا تو اونہون نی کہا کہ آپ ظہر اول وقت اور عصر آفتاب کی تیزی کی وقت پڑہتے تہے کہا سیار بن سلامہ نی کہ مین میرے باپ ابو برزہ اسلمی کے پاس گئے سو اونسی میرے باپ نی آنحضرت کی فرض نماز کا حال پوچہا تو اونہون نی کہا کہ دوپہر کی ڈہلتی ہی جسی لوگ اول کہتے

فی الرمضاء فلم یشکنا پھر کہا قال زھیر قلت لابی اسحٰق فی الظہر قال نعم قلت افی تعجیلھا قال نعم اور انس سے قال کنا نصلی مع رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی شدۃ الحر فاذا لم یستطع احدنا ان یمکن جبہتہ من الارض بسط ثوبہ فسجد علیہ اور روایت کی ترمذی نے
عائشہ سے قالت ما رأیت احدا اشد تعجیلا للظہر من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا من ابی بکر ولا من عمر پھر کہا وفی الباب
عن جابر بن عبد اللہ وخباب وابی برزۃ وابن مسعود وزید بن ثابت وانس وجابر بن سمرۃ قال ابو عیسیٰ
حدیث عائشۃ حدیث حسن وھو الذی اختارہ اھل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومن بعدھم
قال علی قال یحیی بن سعید وقد تکلم شعبۃ فی حکیم بن جبیر من اجل الحدیث الذی روی عن ابن مسعود عن
النبی صلی اللہ علیہ وسلم من سأل الناس ولہ ما یغنیہ قال یحیی وروی لہ سفیان وزائدۃ ولم
یر یحیی بحدیثہ باسا قال محمد وقد روی عن حکیم بن جبیر عن سعید بن جبیر عن عائشۃ عن
النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی تعجیل الظہر انتھٰی اور روایت کی ہے نسائی نے خباب سے مثل روایت مسلم کے خباب سے جو گذری اور
روایت کی ابن ماجہ نے عبد اللہ بن مسعود سے قال شکونا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حر الرمضاء فلم
یشکنا اور خباب سے مثل اسکی اور ابو برزہ سے قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی صلوۃ الھجیرۃ التی تدعونھا
الظہر اذا دحضت الشمس اور روایت کی ابو داؤد نے جابر بن عبد اللہ سے کنت اصلی الظہر مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فاخذ قبضۃ من الحصا لتبرد فی کفی اضعھا لجبھتی اسجد علیھا لشدۃ الحر اور زید بن ثابت سے قال

کہتے ہیں پڑھتے تھے آخر حدیث تک ف جابر بن سمرہ نے کہا کہ آنحضرت صلعم ظہر پڑھا کرتے تھے جب سورج کے ڈھلتی ہے ف کہا خباب نے کہ شکایت کی
ہمنے آنحضرت صلعم سے ماری جلتی زمین میں تو آپنے وہ شکایت نہیں سنی ف زہیر نے کہا کہ مینے ابی اسحاق سے پوچھا یہ بات کیا ظہر کی
حق میں تھی کہا ہاں پھر پوچھا کہ کیا ظہر کے جلدی کی باب میں تھی کہا ہاں ف انس نے کہا کہ ہم آنحضرت صلعم کے ساتھ نماز پڑھی گرمی کی
بڑا کرتی تھی پھر جب بیں پیشانی نہیں ٹک سکتی تھی تو بعضے لوگ کپڑا بچھا لیا کرتے تھے اور اسپر سجدہ کیا کرتی تھی ف حضرت عائشہ
کہا کہ میں نے آنحضرت اور ابو بکر اور عمر سے زیادہ جلدی کرنیوالا ظہر میں نہیں دیکھا ف اور اس باب میں جابر بن عبد اللہ اور خباب اور ابی برزہ اور ابن
مسعود اور زید بن ثابت اور انس اور جابر بن سمرہ سے روایت ہے کہا ابو عیسیٰ نے کہ حدیث عائشہ کی حدیث حسن ہے اور یہہ مسئلہ ہے جسکو اہل علم نے
پسند کیا صحابہ آنحضرت صلعم میں سے اور انکے بعد لوگوں نے کہا علی نے کہ یحییٰ بن سعید نے کہا کہ شعبہ نے حکیم بن جبیر میں اس حدیث کی سبب کلام کیا
جسے روی ابن مسعود کے وسیلہ سے آنحضرت سے روایت کیا ہے کہ جو شخص لوگوں سے مانگے اور اسکے پاس اتنا مال ہو جو اسکی حاجت رفع کرسکے کہی یحییٰ نے
کہا کہ سفیان اور زائدہ نے اس سے روایت کی ہے اور ابن معین نے حکیم بن جبیر کی حدیث میں کچھہ حرج نہیں بتایا اور محمد نے کہا کہ بلاشک
روایت کی حکیم ابن جبیر نے سعید جبیر سے اور انہوں نے حضرت عائشہ سے اور انہوں نے آنحضرت صلعم سے تعجیل ظہر کی باب میں ہو چکی عبارت ترمذی کی
ف کہا ابن مسعود نے کہ شکایت کی ہمنے آنحضرت صلعم سے جلتی زمین کی گرمی کی سو آپنے شکایت نہ سنی ف کہا ابو برزہ نے کہ آنحضرت صلعم ظہر جسے
ڈھلتی ہی پڑھا کرتے تھی ف جابر بن عبد اللہ نے کہا کہ میں ظہر آنحضرت صلعم کے ساتھ پڑھتا تھا ایک مٹھی کنکر اپنے ہاتھ میں لیکر ٹھنڈی کرکے پیشانی کے نیچے رکھ لیتا تھا

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی الظہر بالهاجرۃ الحدیث پس یہہ روایتین صریح دلالت کرتی ہین اسپر کہ عمل نبی
آنحضرت کی یہی تہا کہ بعد زوال کی نماز پڑہا کرتے اور بعضی روایتون مین جسکی مولف کو شک ہے خلاف اسکا ثابت ہے
جیسا کہ روایت کی ہی بخاری مسلم وغیرہما نی ابو ہریرہ وغیرہ سی کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نی اذا اشتد الحر
فابردوا بالصلوۃ فان شدۃ الحر من فیح جہنم اور روایت کی طحاوی نی ابی خلدہ سی کہ کہا کان رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم اذا کان الشتاء بکر بصلوۃ الظہر اذا کان الصیف ابرد بہا اور اسی مضمون کی ابی مسعود سے اور روایت کی طحاوی نے
مغیرہ بن شعبہ سی کہ کہا کنا نصلی مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوۃ الظہر بالتہجیر ثم قال ابردوا بالصلوۃ فان شدۃ الحر من فیح جہنم
اور ایسے ہے روایت ہی ابن ماجہ کی لیکن اوسمین لفظ ثم کی جگہہ پر لفظ ف کا ہی پس ابراد والی کہتی ہین کہ حدیثین تہجیر
کی منسوخ ہین ساتہہ حدیث مغیرہ کی اور تہجیر والی جواب دیتی ہین کہ جہانتک تاویل ہو سکی نسخ کی قایل نہونا چاہیے جیسا
کہ کہا شرح نخبہ وغیرہ مین وان عورض بمثلہ فلا یخلو اما ان یمکن الجمع بین مدلولیہما بغیر تعسف اولا فان امکن الجمع فہو
النوع المسمی بمختلف الحدیث وان لم یمکن الجمع فلا یخلو اما ان یعرف التاریخ اولا فان عرف وثبت المتاخر بہ او باصرح منہ
فہو الناسخ والآخر المنسوخ انتہی مختصرا تو دیکہو کہ جمع کو نسخ پر مقدم رکہا اور کہا نووی نی شرح صحیح مسلم مین ان النسخ لا یصار
الیہ الا اذا عجزنا عن التاویل اور ان احادیث مین جمع اور تاویل ہو سکتی ہے وہ یہہ کہ تہجیر جو عادت رسول اللہ صلعم
ہی اور شیخین کے یہہ افضل ہے اور امر ابراد کا حدیث ابو ہریرۃ اور انس اور مغیرہ مین ازراہ رخصت کی شفقۃ ہی کیونکہ وجوب باتفاق
جمہور کے نہین جیسا کہ کہا عینی حنفی نے شرح صحیح بخاری مین فان قلت ظاہر الامر للوجوب قلت الاجماع علی عدم
وقال بعضہم وغفل الکرمانی فنقل الاجماع علی عدم الوجوب قلت لا یقال انہ غفل بل الذین نقل عنہم الایجاب
کانہم لم یعتبروا کلام من ادعی الوجوب فصار کالعدم پہر کہا عینی نی کانت العلۃ فیہ دفع المشقۃ عن المصلی
لشدۃ الحر وکان ذلک للشفقۃ علیہ انتہی ایسا ہی نماز پڑہنا آنحضرت کا ابراد سی جیسا کہ روایت ابی خلدہ اور ابو مسعود مین
یہہ اسپر محمول ہے کہ گاہی ابراد کیا واسطی اظہار جواز اور رخصت کی پس کیا حاجت ہے نسخ کی بلکہ کیونکر جایز ہو قول بالنسخ مخالف
قاعدہ اہل حدیث کی جو جمع کو نسخ پر ایک درجہ مقدم سمجہتے ہین کہا نووی نی شرح صحیح مسلم مین اختلف العلماء فی الجمع بین ہذین

---

[۱] زید بن ثابت نی کہا کہ آنحضرت صلعم اول وقت ظہر پڑہا کرتے تہے [۲] جو وقت گرمی کی شدت ہووی تو ظہر کو ٹہنڈا کرکی پڑہو کیونکہ شدت گرمی کی
دوزخ کا سانس ہے [۳] آنحضرت صلعم جاڑے مین تو ظہر سویری پڑہا کرتی تہی اور جب گرمی ہوتی تہی تو ٹہنڈا کرکی پڑہا کرتی تہی [۴] مغیرہ بن شعبہ نے
کہا کہ ہم آنحضرت صلعم کے ساتہہ ظہر سویری پڑہا کرتے تہی پہر آپنے فرمایا کہ ٹہنڈا کرکی پڑہا کرو کیونکہ شدت گرمی کی دوزخ کا سانس ہے [۵] اور اگر حدیثون مین
معارضہ پڑے تو اس سے خالی نہین کہ یا تو ان دونو کی مطلب مین موافقت کرنا ممکن ہوگا بغیر تکلف کی یا نہوگا اگر ہووی تو اسکا نام مختلف الحدیث ہی اور اگر
ناممکن ہو تو اس سی خالی نہین کہ یا تو تاریخ معلوم ہو گئی ہوگی اگر تاریخ معلوم ہو اور پچہلی حدیث کا پیچہے ہونا تاریخ سے ثابت ہو یا کسی اور طرح کی تصریح سے ثابت ہو تاریخ سے زیادہ
تو وہ ناسخ ہی اور دوسری منسوخ ہو جیکی عبارت شرح نخبہ کی مختصر طور پر [۶] نسخ کیطرف رجوع نہین کیا جاتا تا وقتیکہ ہم عاجز ہون تاویل کرنی سی [۷] پہر اگر

الحدیثین فقال بعضہم الابراد رخصۃ والتقدیم افضل واعتمد واحدیث خباب وحملوا حدیث الابراد علی الترخیص
والتخفیف فی التاخیر وبہذا قال بعض اصحابنا وغیرہم و قال جماعۃ حدیث خباب منسوخ باحادیث الابراد
اورکہا فتح الباری مین وجمع بعضہم بین الحدیثین بان الابراد رخصۃ والتعجیل افضل انتہے پر ظاہر ہی کہ ابراد دلیل کے
اور موافق قواعد اہل حدیث کی توجیح یہی ہے کہ گرمیون مین بہی ظہر آفتاب ڈہلتی کی ساتہہ ہی پڑہین لیکن اگر شقت گرمی کی
برداشت نکرسکی اور تہجیر پکڑنہ باندہی اور ابراد اختیار کرے تو ہمکو لازم ہے کہ ایسا ابراد نکرے کہ وقت ظہر کا جوایک مثل ہے نزدیک
تمام جہان کی ائمہ کی سوائی ابوحنیفہ کی خارج ہوجاوے یا قریب جاوی اور مقدمین اس ابراد کی علماء قائلین بالابراد مین
آپس مین اختلاف ہی بعضی کہتے ہین کہ جب قریب ایک ہاتہہ کی سایہ دیوار دنکا ہوجاوے اسوقت ٹہنڈک ہوتی ہی اور بعض کے
نزدیک بعد ربع قامت سایہ کی ٹہنڈک ہوتی ہے اور بعض کے نزدیک بعد ثلث قامت اور بعض کی نزدیک بعد نصف کے
اور سوا اسکے اور قول بہی ہین لاکن یہہ سب کے نزدیک شرط ہی کہ ابراد اس مرتبہ کا نکری کہ ظہر کی آخر وقت کو پہونچ جاوی کہا
فتح الباری مین فقد اختلف العلماء فی غایۃ الابراد فقیل حتی یصیر الظل ذراعا بعد ظل الزوال
وقیل ربع قامۃ وقیل ثلثہا وقیل نصفہا وقیل غیر ذلک ونزلہا المازری علی اختلاف الاوقات
والجاری علی القواعد انہ یختلف باختلاف الاحوال لکن یشترط ان لا یمتد الی اخر الوقت
انتہے اور کہا محلی مین واختلف فی حد الابراد فقال النووی الابراد ان یؤخر
بحیث یحصل للحیطان فیء یمشون فیہا وہو المختار عند الحنفیۃ فی حدہ کما
فی الدر المختار وعند مالک الی ان یزید ظل کل شیء ربعہ و قالت
الحنابلۃ الی ان ینکسر الحر وعن ابن عمر اذا کان الفیء ذراعا ونصفا
الی ذراعین وکان الجدار ان فی ذلک الزمان سبعۃ اذرع

کوئی کہی کہ ظاہر امر کا وجوب کی لئی ہوتا ہے تو جواب یہ ہے کہ اجماع کی خلاف پر قائم ہے اور بعضون نے کہا ہی کہ اسمین غفلت ہوگئی کہ اسمین اجماع نقل
کیا ہے امر کے وجوب کے لئی ہونی پر یہ نہین کہو لنکہ یہہ کہا جاوے کہ کسی کو اسی غفلت ہوگئی بلکہ جن لوگون نے اسکا دعوی کیا ہے اونکا کلام معتبر نہوا تو
بنزلہ نہونی کی ہوگیا ۵۵ اور یہین سبب تھا زوال کے تکلیف کا دفع کرنا تہا اور خیال شفقت کی بہہ ہوا ۵۶ ان دونو حدیثون کی موافقت
کرنے مین لوگ مختلف ہین سو بعضون نے کہا کہ ٹہنڈا کرکی پڑہنا رخصت ہے اور سویری پڑہنا افضل ہے اور اعتماد کیا ہے حدیث خباب پر اور محمول کیا ہی ٹہنڈک
کی حدیثون کو رخصت پر اور یہی قائل ہوئی ہین ہمارے بعضے صاحب اور لوگ اور ایک جماعت نے کہا کہ حدیث خباب کے ٹہنڈک کی حدیثون سی منسوخ ہے
۵۷ اور موافقت کی ہے بعضون نے دونو حدیثون مین اسطرح پر کہ ٹہنڈک کا حکم رخصت ہی اور جلدی پڑہنا افضل ہے یہہ جو کچہ عبارت فتح الباری کی ہے
سو بلا شک مختلف ہوئی ہین علما ٹہنڈک کی حد مین سو بعضون نے کہا کہ سایہ زوال کی بعد جب ہاتہہ بہر سایہ ہوجاوے اور بعضون نے کہا ہے کہ جب آدمی کی قد کی
چوتہائی ہوجاوے اور بعضون نے کہا ہی تہائی قد اور بعضون نے کہا ہے کہ آدہا قد اور بعضون نے سوا اسکی اور باتین کہی ہین اور مازری نے وقتون کی اختلاف

وقیل حتی یکون الظل ذراعا بعد فئ الزوال وقیل ربع القامۃ وقیل الثلث وقیل النصف وقیل
یختلف باختلاف الازمنۃ انتہی **اقول** وما فی الھدایۃ من ان اشتداد الحر فی تلک البلاد
یکون حین بلوغ ظل کل شئ مثلہ فتحقق الابراد فی التاخیر عنہ فھو باطل لا اصل لہ لانہ
لا یبقی حینئذ وقت الظہر کما ستحققہ عنقریب انشاء اللہ تعالی **قال** مسئلہ چوتہا بیان آخر وقت ۱۱
ظہر کا **اقول** بتائید اللہ وتوفیقہ اولاً معلوم کرنا چاہیئے کہ یہہ مسئلہ جو یہاں در اصل دو مسئلے ہیں ایک مسئلہ آخر وقت ظہر کا اور دوسرا
مسئلہ اول وقت عصر کا تو دلایل در نقول مذہب دونوں قسموں کیں لائی جاوینگیں اور جس دلیل سی آخر ظہر کا ثابت ہوگا اوسی
بعینہٖ اول وقت عصر کا ثابت ہوگا اور جس دلیل سی اول وقت عصر کا ثابت ہوگا اوسی سی یہہ بہی معلوم ہوجاویگا
کہ آخر وقت ظہر کا قبل اوسکی ہی ایسا ہی حال ہے نقول کا اب سنو کہ اس مسئلہ مین تمام امام مجتہد ایک طرف ہین اور اکیلے امام
ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بنا بر مذہب مشہور کی ایکطرف یہانتک کہ امام محمد اور ابو یوسف شاگرد اونکی بہی اس مسئلہ مین اون سی
الگ ہین اور موافق جمہور علماء کی یعنی جمہور علماء قایل ہین اس بات کی کہ وقت ظہر کا بعد ایک مثل کی باقی نہین رہتا
بلکہ وقت عصر کا داخل ہوجاتا ہے اور کہتے ہیں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ سی یہہ مشہور ہے کہ دو مثل تک وقت ظہر کا رہتا ہے
اور عصر داخل نہین ہوتی مگر بعد دو مثل کی کہا **قاضی ثناء اللہ** پانی پتی حنفی نی تفسیر مظہری مین واما آخر وقت الظہر
فلم یوجد فی حدیث صحیح ولا ضعیف انہ یبقی بعد مصیر ظل کل شئ مثلہ ولذا خالف اباحنیفۃ
فی ھذہ المسئلۃ صاحباہ ووافقا الجمہور انتہی وسیجئ الباقی اور کہا فتح الباری مین ولم ینقل عن احد من اھل العلم
مخالفۃ فی ذلک الا عن ابی حنیفۃ فی المشہور عنہ قال اول وقت العصر مصیر ظل کل شئ مثلیہ
قال القرطبی خالفہ الناس کلھم فی ذلک حتی اصحابہ الاخذین عنہ انتہی اور کہا نووی نی شرح صحیح مسلم مین تحت احادیث

اور قاعدہ یہہ ٹہرا ہے لیکن اتنی شرط ہے کہ آخر وقت تک ٹہنڈک کا انتظار نہہ ہوجاوی ۱۲ء اختلاف کیا گیا ہے ٹہنڈک کی حد مین سو نووی نی
کہا کہ ٹہنڈک یہہ ہے کہ دیوار کا اتنا سایہ ہوجاوے کہ اوسمین نمازی چلین اور حنفیوں کی نزدیک یہی بات پسندیدہ ہے چنانچہ درمختار مین ہے
اور امام مالک کے نزدیک یہانتک ہے کہ ہر چیز کا سایہ اوسکی چوتہائی برہجاوی اور حنبلیوں نے کہا ہے کہ گرمی کی شدت ٹوٹ جاوی اور ابن
عمر سی یہہ روایت ہی کہ جن روز دمین دیگر سایہ اصلی ہوتو دو گز تک ٹہنڈک کی حد ہے اور اوس زمانہ مین دیوارین سات گز کی ہوتے
تہین اور بعضوں نے کہا ہے کہ سایہ اصلی کی سوا گز بہر سایہ ہوجاوے اور بعضوں نے کہا ہے کہ چوتہائی قد آدم اور بعضوں نے کہا ہے تہائی اور بعضوں نے
آدہا اور بعضوں نے کہا ہے کہ وہ ہر زمانہ مین مختلف ہے ۱۲ء مین کہتا ہون کہ وہ جو ہدایہ مین ہی کہ اون شہرون مین گرمی کی شدت ایک
مثل تک رہتی ہے اور ٹہنڈک اوس سی بعد ہے سو یہہ بے اصل بات ہے اسوقت تو ظہر کا وقت ہی نہین رہتا چنانچہ عنقریب اسکی تحقیق ہم کرینگے ۱۲ء
اور آخر وقت ظہر سو کسی حدیث صحیح یا ضعیف مین نہین پایا جاتا کہ بعد ایک مثل کی باقی رہتا ہی سیواسطے صاحبین نے اس مسئلہ مین امام ابی حنیفہ کی
مخالفت کی ہے جمہور کی موافقت کی ہی ہو چکی عبارت تفسیر مظہری کی اور عنقریب باقی عبارت اوسکی ۱۲ء اور کسی اہل علم سی منقول نہین کہ اونہون نی

اول وقت عصر کی وفی هذه الاحادیث وما بعدها دلیل لمذهب مالک والشافعی واحمد وجمهور العلماء
ان وقت العصر یدخل اذا صار ظل کل شیء مثله وقال ابوحنیفة لا یدخل حتی یصیر ظل الشیء مثلیه وهذه
الاحادیث حجة للجماعة علیه مع حدیث ابن عباس رضی الله عنه فی بیان المواقیت وحدیث جابر وغیره انتهی
اور کہا ملا علی قاری نے شرح مسلم میں اعلم انه قال الجمهور اذا صار ظل شیء مثله بعد ظل نصف النهار خرج وقت الظهر و
دخل وقت العصر وقال ابوحنیفة فی المشهور عنه انه لا یخرج الظهر بمصیر الظل المثل ولا یدخل العصر الا یکون الا
وقت العصر بمصیر ظل کل شیء مثلیه قال القرطبی خالف الناس کلهم حتی اصحابه انتهی مختصرا وسیجیء تمامه ورکہا ملا ابو الحسن سندی نے
لطیفہ شرح مسند ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ میں ذیل میں اس حدیث امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ابوحنیفة عن شیبان عن یحیی عن بریدة رضی الله
قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم بکروا بصلوٰة العصر اختلف العلماء فی دخول وقت العصر فالجمهور علی ان وقت العصر
یدخل بصیرورة ظل کل شیء مثله بالافراد بدلیل ما اخرجه البخاری الی اخر ما سیجیء فی الادلة
دلائل جمہور کے یہ ہیں کہ روایت کی ہے نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اخبرنا یوسف بن سعید نا عبد الله بن الحارث قال حدثنی سلیمان بن موسی
عن عطاء بن ابی رباح عن جابر قال سأل رجل رسول الله صلی الله علیه وسلم عن مواقیت الصلوٰة فقال صل معی فصلی الظهر
حین زاغت الشمس والعصر حین کان فیء کل شیء مثله والمغرب حین غابت الشمس والعشاء حین غاب
الشفق قال ثم صلی الظهر حین کان فیء الانسان مثله والعصر حین کان فیء الانسان مثلیه والمغرب حین

یہیں مخالف کی ہیں سوا امام ابی حنیفہ کے قول مشہور میں کہ انہوں نے کہا ہی کہ اول وقت عصر کا دو مثل ہیں قرطبی نے کہا ہے سب لوگوں نے
مخالف ہیں یہاں تک کہ انکی شاگرد بھی ملخصا اور ان حدیثوں میں اور انکے بعد کی حدیثوں میں امام مالک اور شافعی اور احمد اور جمہور علما کے
مذہب کی دلیل ہے کہ ایک مثل پر عصر کا وقت داخل ہوجاتا ہے اور امام ابی حنیفہ نے کہا ہے کہ دو مثل پر داخل ہوتا ہی اور یہ حدیثیں دلیل
حجت ہوسکتی ہیں مع اوس حدیث ابن عباس کے جو وقتوں کی بیان میں ہی اور حدیث جابر کے اور اور حدیثیں ہیں جنکی عبارت شرح مسلم کی ختم
جان کہ جمہور نے کہا ہے کہ سایہ اصلی کے بعد جب ایک مثل سایہ ہو تو ظہر کا وقت جاتا رہتا ہے اور عصر کا وقت داخل ہوجاتا ہے اور امام ابی حنیفہ
قول مشہور میں کہا ہے کہ ایک مثل پر ظہر کا وقت نہیں جاتا اور عصر کا وقت داخل نہیں ہوتا بلکہ عصر کا اول وقت دو مثل پر ہوتا ہی اور
قرطبی نے کہا ہے کہ امام سب لوگوں کی مخالف ہیں یہاں تک کہ انکی شاگرد بھی ہوچکی عبارت ملا علی کی بطور مختصر اور آگے آویگی تمام روایت کی
ابوحنیفہ نے شیبان سے اونہوں نے یحیی سے اونہوں نے بریدہ رضی سے کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ عصر کی نماز اول وقت پڑھو اور دخول وقت
عصر میں علما نے اختلاف کیا ہے تو جمہور تو اسپر ہیں کہ ایک مثل پر عصر کا وقت داخل ہوجاتا ہے بدلیل اوس حدیث بخاری کی آخر تک کہ جو بیان ہوگا
دلیلوں میں اونکی مسلہ روایت کی ہے نسائی نے خبر دی ہمکو عبید الله بن سعید نے اور کہا کہ روایت کی ہمیں عبد الله بن حارث نے اور کہا کہ کہا ثور نے روایت کی مجھے سلیمان
بن موسی نے عطاء بن ابی رباح سے اور اونہوں نے جابر سے کہ کہا جابر نے کہ پوچھا ایک شخص نے آنحضرت صلعم سے نماز کی وقتوں کو تو فرمایا کہ تو میری ساتھ
نماز پڑھ تو ظہر پڑھی سورج ڈھلتی ہی پڑھی اور عصر ایک مثل پر اور مغرب سورج کی ڈوبتے ہی اور عشا شفق چھپتی ہی پھر دوسرے دن ظہر ایک مثل پر اور عصر دو مثل پر

كان قبل غيبوبة الشفق قال عبد الله بن الحارث ثم قال في العشاء أرى الى ثلث الليل راوی اسکی سب
معتمد اور قابل سند کی ہین اما الاول فهو ابو قلابة البصري والثاني ابو محمد ثقة الثالث ايضا ثقة الرابع صدوق فقيه الخامس
فقيه فاضل والسادس صحابي جليل الشان كذا في تقريب التهذيب اور معنی مختصر اسکی یہہ ہین کہ ایک شخص سائل مواقیت کے لئے
آنحضرت نے پہلی دن ظہر تو بمجرد زوال آفتاب کے پڑہی اور عصر جب پڑہی جبکہ ایک مثل سایہ آگیا اور دوسرے دن ظہر سے ایکمثل پر
فارغ ہوئے اور عصر کو دو مثل پر جا پڑہا ایسا ہی کہا ہی معنی مین اس حدیث کی شیخ سلام اللہ محدث حنفی نے اور امام
نووی شافعی نے جیسا کہ کلام اونکا عنقریب آویگا اور یہہ معنی نہین ہین کہ ظہر پڑہنی شروع کی دوسرے دن اسی وقت مین
جسمین پہلی دن عصر پڑہی تہی اور کچہہ وقت بقدر چار رکعت کی دونون نماز ومین مشترک ہی جیسا کہ مذہب ہے
بعض کا اور جیسا کہ جناب مولف نے پانچوین طریق مین کہا ہی دلیل مرجح باعث اختیار کرنے معنی اول کی یہہ ہے
کہ روایت کی ہی مسلم نے عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے ان النبي صلى الله عليه وسلم قال اذا صليتم الظهر فانه وقت
الى ان يحضر العصر اور ایک روایت مین مسلم کی یون آیا ہی وقت الظهر ما لم يحضر العصر اور ایک مین یون آیا ہے
وقت صلوة الظهر اذا زالت الشمس عن بطن السماء ما لم يحضر العصر اور کہا اللہ تعالی نے ان الصلوة كانت على
المؤمنين كتابا موقوتا یعنی ہر نماز کا وقت علحدہ علحدہ ہے اسیواسطے فرمایا آنحضرت نے انما التفريط على من لم
يصل حتى يجيئ وقت الصلوة الاخرى رواه مسلم وغيره قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی نے تفسیر مظہری مین کہا ہی قوله تعالى ان
الصلوة كانت على المؤمنين كتابا موقوتا يقتضي الكون لكل صلوة وقتا علحدة ولذا قال رسول الله
صلى الله عليه وسلم انما التفريط ان يؤخر الصلوة حتى يجيئ وقت الاخرى انتهى بعضه یعنی تمامہ تو مقتضای ان
احادیث اور اس آیۃ کا یہی ہی کہ ایک نماز کی وقت مین دوسرے نماز ادا نہین ہوسکتی پہر اگر حدیث جابر مین جو گذری معنے
ثم صلى الظهر حين كان فئ الانسان مثله کے وہ کرین جو ہمنے کئی ہین یعنی یہ کہ پڑہ چکے ایک مثل مین بلکہ یہ کرین کہ پڑہنی شروع
جبکہ ایک مثل ہوئی تو تعارض ہوگا درمیان اون احادیث کی جنسی امتیاز اوقات ہر نماز کی معلوم ہوتی ہی اور اس حدیث
جابر مین جس سے اشتراک نکالتی ہین اور عنقریب شرح نخبہ سے منقول ہوچکا کہ وقت تعارض کی درمیان دو حدیثون کی موافقت
اور جمع کرنی چاہیے اور صورت موافقت کی یہہ ہے جو ہمنے بیان کی ہی یعنے پہلے دن عصر شروع کی جبکہ ایک مثل سایہ آگیا اور

شفق یعنی سرخی سے پہلے کہا عبد اللہ بن حارث نے کہ شاید فرمایا نے عشا کو تہائی رات تک کہا ہے ف١ پہلا ابو قلابہ بصری ہی اور دوسرا ابو محمد بصری
اقتيرالبصری ثقہ ہے اور چوتہا صدوق فقیہ ہے اور پانچوان فقیہ فاضل ہے اور چہٹا صحابی عالیقدر ہے یہہ سب تقریب التہذیب مین کہا ہے
ف٢ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جب ظہر کی نماز پڑہ چکو تو اوسکا وقت ہی جب تک عصر کا وقت نہین آیا ف دقت ظہر کا جبتک ہے کہ عصر کا
وقت نہین آیا ف نماز ظہر کا وقت سورج کی ڈہلنی سے عصر کی آنی تک ہی ف اسکا یہ ہے کہ اوسنے ایک نماز نہین پڑہی اور دوسرے
اسکا وقت آگیا ف آیۃ ان الصلوة كانت على المؤمنين كتابا موقوتا چاہتی ہے کہ ہر نماز کا وقت علحدہ ہے اور اسیواسطے آنحضرت صلعم نے فرمایا ستستحق

دوسرے کی ظہر کی فارغ ہوئی ایک مثل پر کہا امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں تحت حدیث اذا صلیتم الظہر فانہ
وقت الی ان یحضر العصر کے قولہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلیتم الظہر فانہ وقت الی ان یحضر العصر معناہ وقت لاداء الظہر وفیہ
دلیل للشافعی وللاکثرین انہ لا اشتراک بین وقت الظہر ووقت العصر بل متی خرج وقت الظہر بمصیر ظل الشئ مثلہ غیر الظل
الذی یکون عند الزوال دخل وقت العصر واذا دخل وقت العصر لم یبق شئ من وقت الظہر وقال مالک رح
وطائفۃ من العلماء اذا صار ظل کل شئ مثلہ دخل وقت العصر ولم یخرج وقت الظہر بل یبقی بعد ذلک قدر اربع رکعات
صالح للظہر والعصر اداء واحتجوا بقولہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حدیث جبریل صلی بی الظہر فی یوم الثانی حین صار ظل کل شئ
مثلہ وصلی بی العصر فی الیوم الاول حین صار ظل کل شئ مثلہ فظاہرہ اشتراکہما فی قدر اربع رکعات
واحتج الشافعی والاکثرون بظاہر الحدیث الذی نحن فیہ واجابوا عن حدیث جبریل بان معناہ فرغ من الظہر
حین صار ظل کل شئ مثلہ وشرع فی العصر فی الیوم الاول حین صار ظل کل شئ مثلہ فلا اشتراک بینہما فہذا التاویل
متعین للجمع بین الاحادیث وانہ اذا حمل علی الاشتراک یکون اخر وقت الظہر مجہولا لانہ اذا ابتداء بہا حین صار
ظل کل شئ مثلہ لم یعلم متی فرغ منہا وحینئذ یکون اخر وقت الظہر مجہولا ولا یحصل بیان حدود الاوقات واذا حمل علی ذلک
حصل معرفۃ اخر الوقت وانتظمت الاحادیث علی اتفاق وباللہ التوفیق انتہی اقول وجہ ما قال من انہ لم یعلم متی فرغ منہا ویکون
اخر وقت الظہر مجہولا الخ انہ لیس وراء المثل حدا معینا من الشارع وتحدید المثلین لا اصل لہ وانما ہو تخریص
عند الرای وما انزل اللہ بہا من سلطان ولذا قال القاضی الپانی پتی فی التفسیر المظہری واما اخر وقت الظہر فلم یرد

ایک نماز میں یہانتک تاخیر کرے کہ دوسری نماز کا وقت آجاوے مع تحقیق عبارت تفسیر مظہری کی اور پوری اگلی ادیکھی شہ پیشتر ظہر کی نماز ایک مثل پر
ل یہ فرمانا آنحضرت کا کہ جب پڑھ چکو ظہر تو اوسکا وقت ہی یہانتک کہ عصر کا وقت آوے معنی اوسکی یہہ ہین کہ وہ وقت ظہر کی ادا کرنیکا ہے
اوسمین امام شافعی رح اور اکثر کے لئے دلیل ہے ایسا کہ ظہر عصر کے نماز مین شرکت وقت کی نہین بلکہ سوا سایہ اصلی کی ایک مثل سایہ ہوکر جاتا
ظہر کا وقت گیا عصر کا وقت آیا اور جب عصر کا وقت آیا ظہر کا وقت تو پہر باقی نہین رہتا اور امام مالک رح اور ایک گروہ علما کا کہا
کہ جہان ایک مثل سایہ ہوا تو عصر کا وقت آجاتا ہے اور ظہر کا وقت بہی باقی رہتا ہے بقدر چار رکعت کی اور دلیل لائی ہین یہہ لوگ جبریل
والی حدیث مین آنحضرت صلعم کے اس فرمانیکی کہ دوسرے دن جبریل نے نماز پڑہائی ظہر کی اوسوقت کہ سایہ ہر چیز کا ایک مثل تہا اور پہلے دن
عصر اوسوقت پڑہائی کہ ہر چیز کا سایہ ایک مثل تہا تو اس سے بظاہر یہہ معلوم ہوا کہ بقدر چار رکعت کی یہہ وقت مشترک ہی اور امام شافعی رح
اور اور علما نے اس پہلی ظاہر حدیث سے حجت پکڑی ہی اور حدیث جبریل سے یون جواب دیا کہ معنے اوسکی یہہ ہین کہ ظہر کی نماز سے ایک مثل پر
فارغ ہوئی اور پہلے دن عصر ایک مثل پر شروع کی تہی اب شرکت وقت کی نہی تو یہہ تاویل بسبب موافقت پیدا کردینے دونو حدیثوں کی ٹہر چکی ہے
کیونکہ جب شرکت وقت کی ہوگی تو ظہر کا آخر وقت مجہول رہیگا کیونکہ جب اوسی ایک مثل پر شروع کیا تو یہہ نہ معلوم ہوا کہ اوس سے فارغ کب ہوئی اب ظہر کا آخر وقت
مجہول رہا اور وقتونکی حد نہ حاصل ہوگی اور جب ہمارا تاویل لیجاوے تو آخر وقت کی پہچان بہی معلوم ہوگئی اور حدیثین متفق ہوگئین و باللہ التوفیق انتہی

فی حدیث صحیح ولا ضعیف انه یبقے بعد مصیر ظل کل شئ مثله ولذا خالف ابا حنیفة فی هذه المسئلة صاحباه
ووافقا الجمهور انتہے وکذا قال غیره احد من العلماء فافهم ولا تغتر اور کہا محلی حنفی نے اعلم انه قال الجمهور اذا صار
ظل کل شئ مثله بعد ظل نصف النهار خرج وقت الظهر ودخل وقت العصر وقال طائفة لا یخرج وقت الظهر بل یبقے
قدر اربع رکعات صالح للظهر والعصر ونسب ذلک الی مالک واحتجوا بان جبریل صلی الظهر فی الیوم الثانی حین
ما صلی العصر فی الیوم الاول وهو حین ما صار ظل کل شئ مثله فظاهره یدل علی اشتراکهما فی قدر اربع رکعات واجابوا
عنه بان معناه فرغ من الظهر حین صار ظل کل شئ مثله فلا اشتراک وهذا التاویل متعین للجمع بین الاحادیث
انتہی جو جناب مولف نے دعوی نسخ سے دفع تعارض کیا ہے سو اول تو یہہ خلاف قاعدہ اہل اصول حدیث کی ہے کہ وہ جمع
نسخ پر مقدم کہتے ہیں اور دوسرے یہہ کہ حدیث نسائی کی جو ہمنے دلیل ٹہرائی ہی یہہ حدیث جبریل کی نہیں کہ مقدم ہو بسبب حادثہ
میقات پر بلکہ یہہ حدیث سایل کی اور اوسکی تقدیم اور تاخیر حدیث اذا صلیتم الظهر فانه وقت الی ان یحضر العصر سے معلوم نہیں
حالانکہ ناسخ کا موخر ہونا از راہ تاریخ کی یقینا معلوم ہونا چاہیے پس دعوی مولف کا باطل ہوا اور باطل ہوا جو کچہہ مولف نے
پانچویں طریق میں بزعم خود زور و شور سے حدیث جبرئیل کو مبطل تحدید ایک مثل کے اور مثبت مثلین کے قرار دیا ہی تو اوسکا جواب ہم
اوسکا جواب دیا گیا دوبارہ یہی کہا جائیگا اور شاہد مقوی اس حدیث کی وہ حدیث جبریل کی ہی جو روایت کی ہی ترمذی اور ابوداؤد
اور ابن حبان اور حاکم نے اور تحسین کی ہی اوسکی ترمذی نے اور تصحیح کی ہی حاکم نے یعنی حدیث ابن عباس کے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم
قال امنی جبرئیل عند البیت مرتین فصلے الظهر فی الاولی منهما حین کان الفئ مثل الشراک ثم صلی العصر حین کان کل شئ مثل
ظله وصلی المرة الثانیة الظهر حین کان ظل کل شئ مثله لوقت العصر بالامس ثم صلی العصر حین کان ظل کل شئ مثلیه
انتہی مختصرا اور معنی اوسکی بہی وہی ہیں جو حدیث نسائی کی بیان کی گئی یعنے پہلے دن عصر شروع کی ایک مثل پر اور دوسرے دن

توضیح یہہ ہے جو انکی عبارت تو دیکہی میں کہتا ہوں کہ وجہ اس قول کی کہ یہہ نہ معلوم ہوا کہ اوس سے فارغ کب ہوئی اور ظہر کا وقت مجہول رہیگا یہہ ہی کہ ایک
مثل کے اور کوئی حد معین نہیں شارع کیطرف سے اور دو مثل کے کوئی اصل نہیں بلکہ وہ ایک عقلی شرع ہے کوئی دلیل اوسکی نہیں نازل ہوئی ایسیواسطے قاضی
پانی پتی نے تفسیر مظہری میں کہا ہے کہ آخر ظہر کا وقت ایک مثل کی بعد باقی رہنا کسی حدیث صحیح یا ضعیف میں نہیں پایا جاتا اسلئے صاحبین نے اس مسئلہ میں
امام ابی حنیفہ سے مخالفت کر کے جمہور کی موافقت کی ہی جو انکی عبارت مظہری کی اوپر گذری اور علما کہتے ہیں سو سمجہو اور دہوکا نکہاؤ جان کہ جمہور نے یہہ کہا ہے
کہ سایہ اصلی کے سوا جب ایک مثل سایہ ہوا تو ظہر کا وقت جاتا رہتا ہے اور عصر کا وقت آجاتا ہے اور ایک گروہ نے کہا ہی کہ ظہر کا وقت نہیں جاتا
بلکہ بقدر چار رکعت کی وقت مشترک باقی رہتا ہے اور یہہ مقولہ امام مالک کیطرف منسوب ہی اور دلیل ان لوگونکی یہہ ہے کہ جبریل نے دوسرے دن اسی وقت
ظہر پڑہی کہ پہلے دن عصر پڑہی تہی یعنے ایک مثل پر تو ظاہر یہہ بات معلوم ہوئی کہ بقدر چار رکعت کی وقت مشترک ہی اور اس مقولہ کا جواب یوں دیا
گیا ہے کہ معنے اوسکی یہہ ہیں کہ ایک مثل پر ظہر سے فارغ ہوئی تو اب اشتراک نرہا اور یہہ تاویل موافقت احادیث کی لئے ٹہہرگئی ہی انتہی مختصر
فرمایا اما مت کی جبرئیل نے میرے دو دفعہ پہلے دن ظہر دوپہر ڈہلتے ہی پڑہی اور عصر ایک مثل پر اور دوسرے دن ظہر ایک مثل پر پڑہی یعنی پہلے دن کے عصر کے وقت اور

فارغ ہوئی ظہر سی ایک مثل تک سایہ اوس دلیل سی جو گذری حدیث نسائی مین اور روایت کی ہی بخاری نی عائشہ
سی قالت کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی العصر والشمس لم تخرج من حجرتہا اور ایک روایت مین بخاری کی یون ہی
ان رسول اللہ صلی العصر والشمس فی حجرتہا لم یظہر الفیٔ من حجرتہا اور ایک روایت مین یون ہی کان النبی صلی
اللہ علیہ وسلم یصلی صلوٰۃ العصر والشمس طالعۃ فی حجرتی لم یظہر الفیٔ بعد یہہ کہا بخاری نی قال ابو عبداللہ وقال
مالک ویحیی بن سعید وشعیب وابن ابی حفصۃ والشمس قبل ان تظہر اور روایت کی ہی مسلم نی عائشہ سی کان النبی
صلی اللہ علیہ وسلم یصلی العصر والشمس طالعۃ فی حجرتی لم یفیٔ الفیٔ بعد یہہ کہا مسلم نی وقال ابو بکر لم یظہر الفیٔ بعد اور
مسلم کی ایک روایت مین اسطرح ہے یصلی العصر والشمس واقعۃ فی حجرتی اور روایت کی ہی ترمذی نی صلی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم العصر والشمس فی حجرتہا یہہ کہا وفی الباب عن انس وابی اروی وجابر ورافع بن خدیج
اور روایت کی ہی ابن ماجہ نی عائشہ سی اسطرح کہ صلی النبی صلی اللہ علیہ وسلم العصر والشمس فی حجرتی لم یظہر الفیٔ بعد
اور نسائی نی اسطرح کہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی صلوٰۃ العصر والشمس فی حجرتہا لم یظہر الفیٔ من حجرتہا
اور ابو داؤد نی اسطرح ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی العصر والشمس فی حجرتہا قبل ان تظہر
اور ایسی ہی روایت کی ہی امام مالک نی عائشہ سی اور روایت کی ہی مالک نی نافع مولیٰ ابن عمر سی ان عمر بن الخطاب کتب الی عمالہ
ان اہم امرکم عندی الصلوٰۃ فمن حفظہا وحافظ علیہا حفظ دینہ ومن ضیعہا فہو لما سواہا اضیع ثم
کتب ان صلوا الظہر حین کان الفیٔ ذراعا الی ان یکون ظل احدکم مثلہ الحدیث قال ابن عبد البر تحت حدیث ابی ہریرۃ
الذی یجیٔ فی متمسکات المؤلف لانہ موقوف فی الموطاء الا انہ فی حکم المرفوع فان المواقیت لا تؤخذ بالرای
کذا فی المحلی فکان ہذا الحدیث لعمر ایضا فی حکم المرفوع کہا شیخ الاسلام حافظ ابن حجر نی فتح الباری مین

ف کہا حضرت عائشہ نی کہ آنحضرت عصر کی نماز پڑہا کرتی تہی اور سورج میری حجرہ مین ہوا کرتا تہا ف آنحضرت عصر کی نماز پڑہا کرتی تہی ایسی وقت
سورج میری حجرہ سے نکلتا تہا اور نہ حجرہ کی دیوار کا سایہ ظاہر ہوتا تہا ف آنحضرت عصر کی نماز پڑہا کرتی تہی اور سورج میری حجرہ مین چمکتا رہتا تہا اور دیوار کا
سایہ ظاہر نہوتا تہا ف کہا ابو عبداللہ نی کہ کہا مالک اور یحیی بن سعید اور شعیب اور ابن ابی حفصہ نی کہ قبل نکلنی آفتاب کی حجرہ سے ف آنحضرت
صلعم عصر کی نماز ایسی وقت پڑہتے تہی کہ سورج میری حجرہ مین رہتا تہا اور دیوار پر سایہ نچڑہتا تہا ف اور اسیطرح ابو بکر نی کہا ہی ف نماز پڑہتے
اور سورج حجرہ مین ہوتا تہا ف نماز عصر پڑہی اور سایہ حجرہ مین آتا تہا ف اور اس باب مین انس اور ابی اروی اور جابر اور رافع بن خدیج سی روایت ہی ف
نماز پڑہی نبی صلعم عصر کی ایسی وقت کہ سورج میری حجرہ مین ہوتا تہا اور دیوار پر سایہ نچڑہتا تہا ف آنحضرت نی عصر کی نماز پڑہی کہ سورج میری حجرہ مین تہا
اور دیوار پر سایہ آیا تہا ف آنحضرت صلعم عصر کی نماز پڑہتی تہی کہ سورج میری حجرہ مین آتا تہا اور نہ حجرہ سے باہر ہوا تہا ف عمر بن خطاب نی اپنے
عاملونکو خط لکہا کہ ضروری امر میرے نزدیک نماز ہے جسنے اوسکی حفاظت کی تو تمام دین کی توکی حفاظت کی اور جسنی اوسکو کہو دیا تو وہ کہوتا بعد دین ہوا پہر لکہا
کہ ظہر اوس وقت پڑہو کہ سایہ گز بہر ہوتا ایک مثل آخر حدیث تک کہا ابن عبد البر نی بذیل اوس حدیث ابی ہریرہ کے جو مولف کی دلیلون مین آویگی کہ یہہ موقوف ہی

قوله باب وقت العصر وقال ابو اسامة عن هشام فى قعر حجرتها كذا وقع هذا التعليق فى رواية ابى ذر والاصيلى
وكريمة والصواب تاخيره عن الاسناد الموصول كما جرت به عادة المصنف والحاصل ان انس بن عياض وهو ابو ضمرة
الليثى وابا اسامة رويا الحديث عن هشام وهو ابن عروة بن الزبير عن ابيه عن عائشة وزاد ابو اسامة التقييد بقعر الحجرة
وهو اوضح فى تعجيل العصر من الرواية المطلقة وقد وصل الاسماعيلى طريق ابى اسامة فى مستخرجه لكن
بلفظ والشمس واقعة فى قعر حجرتى وعرف بذلك ان الضمير فى قوله فى حجرتها لعائشة وفيه نوع التفات واسناد ابى
ضمرة كلهم مدنيون والمراد بالحجرة وهى بضم المهملة وسكون الجيم البيت والمراد بالشمس ضوءها قوله فى رواية الزهرى والشمس
فى حجرتها اى باقية وقوله لم يظهر الفئ اى فى الموضع الذى كانت الشمس فيه وقد تقدم فى اول المواقيت من طريق مالك عن
الزهرى بلفظ والشمس فى حجرتها قبل ان تظهر اى ترتفع فهذا الظهور غير ذلك الظهور ومحصله ان المراد بظهور الشمس خروجها من الحجرة و
بظهور الفئ انبساطه فى الحجرة وليس بين الروايتين اختلاف لان انبساط الفئ لا يكون الا بعد خروج الشمس قوله ابن عيينة فى
رواية الحميدى فى مسنده عن ابن عيينة ثنا الزهرى وفى رواية محمد بن منصور عند الاسماعيلى عن سفيان سمعته اذناى ووعاه قلبى من الزهرى قوله
والشمس طالعة اى ظاهرة قوله بعد بالضم بلا تنوين قوله وقال مالك الى آخره يعنى ان الاربعة المذكورين رووه عن الزهرى بهذا الاسناد

سو وہ مین اگر حکم مین مرفوع کی ہی سو ایسی کہ نماز کا وقت بغیر آنحضرت سے سنے کوئی اپنے عقل سے نہین کہہ سکتا یو ہنین ہی محلی مین تو یہہ حدیث
بھی حضرت عمر والے حکم مین مرفوع کی تہی سا [illegible] یہہ باب وقت عصر کی بیان مین ہی روایت کی ابو اسامہ نے ہشام سے کہ دہوپ بیچ حجرہ مین تہی یہی
یہہ نسخہ اسیطرح ہے روایت ابی ذر واصیلی اور کریمہ مین اور ٹہیک بات یہہ ہی کہ اصل روایت سے اسکو پیچھے روایت کرنا چاہیے جیسی کہ مصنف
کی عادت ہی اور حاصل یہہ ہے کہ انس بن عیاض یعنی ابو ضمرہ لیثی اور ابو اسامہ دونو حدیث کو ہشام بن عروۃ بن زبیر سے روایت کرتی ہین اپنا
اپنے باپکے وسطے سے حضرت عائشہ سے اور ابو اسامہ نے بیچ حجرہ کی قید لگادی ہی اور یہہ قید تعجیل عصر مین بہت کہلی ہوئی ہی روایت بی قید سے
اور اسماعیلی نے اپنے مرویات مین ابو اسامہ کی روایت کو موصول کردیا ہی لیکن لفظ اوسکی یہہ ہین کہ سورج ایسحول بیچ حجرہ مین ہوتا تہا
اور اس سے جانا گیا کہ حجرتہا مین ضمیر جو ہے وہ حضرت عائشہ کیطرف پہیرتی ہے اور اسمین ایکطرح کا التفات ہی اور ابو ضمرہ کی سند مین سب راوی
مدنی ہین اور حجرہ سے مراد گہر ہے اور سورج سے مراد دہوپ ہے اور یہہ قول روایت زہری مین کہ سورج میرے حجرے مین ہوتا تہا مراد اوس سے یہہ ہے کہ سورج
باقی رہتا تہا اور یہہ قول کہ سایہ نہین چڑہتا تہا یعنی جہان آفتاب ہوتا تہا اور اسکی بحث وقتوں کی بحث مین اول گذری روایت زہری سے جو تہی اوسمین
ہوچکی ہے جسکے لفظ یہہ ہین کہ سورج حجرہ مین ہوتا تہا پہلی اس سے کہ چڑہے یعنی بلند ہو سو یہان ظہور کے معنے ظہور کے نہین اور محصل یہہ ہے کہ مراد سورج
ظہور سے اوسکا حجرہ سے نکلنا ہے اور مراد سایہ کے ظہور سے اوسکا حجرہ مین پہیل جانا ہے اور دونو روایتون مین خلاف نہین کیونکہ سایہ کا پہیلنا سورج کی نکلنے کی بعد ہوتا ہے
اور قول کہ ابن عیینہ سے حمیدی کی روایت مین اوسکی مسند مین ہی کہ روایت کی ابن عیینہ نے اور کہا کہ روایت کی ہمسے زہری نے اور روایت
محمد بن منصور مین نسخہ اسماعیلی مین روایت کی سفیان نے میرے کانون نے اوس سے سنا اور دل نے یاد رکہا زہری سے
اور یہہ قول کہ سورج چمکتا تہا یعنی خوب ظاہر تہا اور یہہ قول کہ مالک نے آخر تک یعنی چارون شخصون مذکورین نے زہری سے اسی سند کی ساتھ روایت

فجعل الظهور للشمس وابن عيينة جعله للفيء وقد منا توجيه ذلك وطريق الجمع بينهما وان طريق مالك وصلها المؤلف
في اول المواقيت واما طريق يحيى بن سعيد وهو الانصاري وصلها الذهلي في الزهريات واما طريق شعيب وهو ابن ابي
حمزة فوصلها الطبراني في مسند الشاميين واما طريق ابن ابي حفصة وهو محمد بن ميسرة فرويناه من طريق ابن عدي
في نسخة ابراهيم بن طهمان عن ابن ابي حفصة والمستفاد من هذا الحديث تعجيل صلوة العصر في اول وقتها وهذا
هو الذي فهمته عائشة وكذا الراوي عنها عروة واحتج به على عمر بن عبد العزيز في تاخيره صلوة العصر كما تقدم وشذ
الطحاوي فقال لا دلالة فيه على التعجيل لاحتمال ان الحجرة كانت قصيرة الجدار فلم تكن الشمس تحتجب عنها الا بقرب
غروبها فيدل على التاخير لا على التعجيل وتعقب بان الذي ذكره من الاحتمال انما يتصور مع اتساع الحجرة
وقد عرف بالاستفاضة والمشاهدة ان حجر ازواج النبي صلى الله عليه وسلم لم تكن متسعة ولا يكون ضوء
الشمس باقيا في قعر الحجرة الصغيرة الا والشمس قائمة مرتفعة والا متى مالت جدا ارتفع ضوءها عن قعر الحجرة
ولو كانت الجدر قصيرة قال النووي كانت الحجرة ضيقة العرصة قصيرة الجدار بحيث كان طول جدارها اقل من مسافة العرصة بشيء يسير
فاذا صار ظل الجدار مثله كانت الشمس بعد في اواخر العرصة انتهى والى هنا انتهى كلام الحافظ **اقول** قوله تعقبه
لا ريب فيه لمن له قريحة سليمة عن التعصب والجواب عنه بان لا وجه للتعقيب فيه لان الشمس لا تحجب عن الحجرة القصيرة الجدار الا
بقرب غروبها ولا دخل ههنا لاتساع الحجرة ولا لضيقها وانما الكلام في قصر جدارها جهل بحت وتعصب محض

سو ظہور سورج کی طرف کیا ہے اور ابن عیینہ نے سایہ کی طرف کیا ہے اور اسکی توجیہ اور موافقت کا طریقہ وہ دونوں ابھی تو بیان آگے گذر چکا اور مالک والی سند کو
مولف نے اول وقتوں کی بحث میں موصول کیا ہے اور یحیی بن سعید کی سند زہری کی مرویات میں ذہلی نے اوسکو موصول کر دیا ہے اور شعیب کی سند کو
طبرانی نے اپنے شامیوں کی مسند میں اوسی موصول کر دیا ہے اور سند ابن ابی حفصہ کہ وہ محمد بن میسرہ ہی سو روایت کی اوسی ہم نے طریق ابن
عدی کی نسخہ ابراہیم بن طہمان میں کہ جسکی روایت ہے ابن ابی حفصہ سے اور فائدہ اس حدیث سے عصر کا جلدی پڑھنا اول وقت پر ہے
اور یہی حضرت عائشہ نے اس سے سمجھا اور اسیطرح انکی راوی عروہ نے چنانچہ عمر بن عبد العزیز پر عصر کی نماز دیر کر کے پڑھنے دیکھ کر عروہ نے اسی
حدیث سے حجت پکڑی ہی جیسا کہ اوپر گذرا اور طحاوی انوکھے سب سے کنارہ ہو کر یہہ کہدیا کہ اس حدیث میں تعجیل عصر کی دلالت نہیں بسبب ممکن ہونے
اسبات کی کہ حجرہ کی دیواریں چھوٹی ہوں تو اوس سے سورج رک نہیں سکتا تھا سوا غروب کے وقت کے تو دلالت اس حدیث کی عصر کی دیر پر ہوئی نہ
جلدی پر اور یہہ قول طحاوی کا یوں رد کیا گیا ہے کہ یہہ احتمال جب چلتا کہ حجرہ چوڑا ہوتا اور یہہ بات بطور نقل و مشاہدہ کی معلوم ہے کہ ازواج
مطہرات کی حجرے چوڑے نہ تھے اور چھوٹے حجرے کی وسط میں دھوپ باقی نہیں رہ سکتی کہ سورج بلند ہو کیونکہ سورج کے نیچے ہوتے ہی
دھوپ حجرہ سے جاویگی اگرچہ دیوار اپنی چھوٹی ہے ہوں کہا نووی نے کہ حجرہ کا تنگ تھا صحن اور چھوٹی تہیں دیواریں اوسکی بمقدار کہ صحن
سے کچھ چھوٹی تہیں تو جب دیوار کا سایہ ایک مثل ہوتا تھا تو سورج صحن کے کنارہ پر ہوتا تھا ختم ہو چکی عبارت نووی کی اور یہانتک تھا کلام حافظ
ابن حجر کا میں کہتا ہوں کہ یہہ قول طحاوی کا جو شخص عقلمند ہے اور کچھ اوسی تعصب نہیں ہے اسکی نزدیک بلا شک رد ہے اور یہہ جواب دینا کہ

لان جرم قصر الجدار لا يصلح سببا لتاخير الاحتجاب الى قرب الغروب حتى ينضم معه اتساع العرصة فانا اذا فرضنا جدارا
ارتفاعه ذراعان وفرضنا ساحة قدامه ذراعا فلا يمكن ان يصير ظل الجدار مثلا ومثليه ما دامت الشمس صعودها في
الساحة بل غاية ما يوجد الظل مقدار نصف الجدار واذا فرضنا ساحة قدام ذلك الجدار قدر اربعة اذرع شيئا فاذا يحصل
الظل للجدار مثليه ومع ذلك لا تخرج الشمس عن الساحة وهذا لا يخفى على من له عقل سالم من التعصبات الجاهلية فعلم
هذا التمثيل البديهي انه لا بد من انضمام اتساع العرصة مع قصر الجدار والحال انه كان عرضة حجرة عائشة مساويا للجدار
المغربي بشيء يسير كما قال النووي فثبت شرذمة الجاهلية وسقط جواب المجيب عن التعقيب فافهم اور کہا نووی نے
شرح صحیح مسلم کے تحت حدیث عائشہ کی قوله كان يصلي العصر والشمس في حجرتها قبل ان تظهر وفي رواية يصلي العصر والشمس طالعة
في حجرتي لم يفيء الفيء بعد وفي رواية والشمس واقعة في حجرتي معناه كله التبكير بالعصر في اول وقتها وهو حين
يصير ظل كل شيء مثله وكانت الحجرة ضيقة العرصة قصيرة الجدار بحيث يكون طول جدارها اقل من
مساحة العرصة بشيء يسير فاذا صار ظل الجدار مثله دخل وقت العصر ويكون الشمس بعد في اواخر
العرصة لم يقع الفيء في الجدار الشرقي انتهى **اقول** وما اورد عليه بانه يمكن ان يكون طوله
اقل من نصف مساحة العرصة فيكون الصلوة عند المثلين والشمس في حجرتها فهو جهل بحت لانه اختراع الامكان
على خلاف الواقعيات المرئيات المشاهدات كمن قال في حق زيد موجود انه يمكن ان يكون ميتا وهو كما ترى

کچھ حاجت نہیں کہ جس طرح چھوٹی دیوار کی وجہ سے سوا وقت غروب کے نہیں رک سکتا چوڑائی اور تنگی کو بھی کچھ دخل نہیں الخ دیوار کی چھوٹی میں
گفتگو ہے تو یہہ جواب محض نادانی اور تعصب ہے کیونکہ فقط دیوار کا چھوٹا ہونا بغیر چوڑائی کی طلائی سورج کی روک کا سبب نہیں ہو سکتا کیونکہ
مثلا ہم جب دو گز کی اونچی دیوار فرض کریں اور صحن گز بھر کا تو جب تک دھوپ انگنائی میں ہی دیوار کی ایک مثل یا دو مثل سایہ نہیں ہو سکتا بلکہ بہت ہوگا تو
دیوار سے آدھا ہوگا اور جب صحن کچھ اوپر چار گز لیا تو ابھی دھوپ انگنائی میں ہوگی کہ دیوار کا سایہ دو مثل ہو جاویگا اور یہہ اوس شخص پر ظاہر ہے جسکی عقل
بلا امیزش ہے اور اوسکو کچھ تعصب نہیں ہی تو اب اس کھلی ہوئی مثال سے معلوم ہو گیا کہ دیوار کی چھوٹی ہونیکی حالت میں صحن کے چوڑائی کا ملانا بھی
ضروری اور حال یہہ ہے کہ چوڑائی حضرت عائشہ کے حجرہ کی دیوار کی لنبائی سے کچھ ہی بڑی تھی جیسا کہ نووی نے کہا تو اب بلوادی کا کہنا جاتا رہا اور
جواب مجیب کا ڈھ گیا سمجھ لے ف یہہ قول کہ عصر کی نماز پڑھتے تھے اور سورج حجرہ میں رہتا اور دھوپ دیوار پر نہیں چڑھتی تھی مطلب ان سبکا یہ ہوا
عصر کے نماز جلدی پڑھنی کا ہے اور وہ ایک مثل ہی ہے اور حجرہ تنگ تھا اور دیوار اوسکی چھوٹی تھی اسطرح کہ لنبائی دیوار کی انگنائی سے کچھ چھوٹی تھی تو جب
ایک مثل دیوار کا سایہ ہوتا تھا تو عصر کا وقت ہو جاتا تھا اور سورج کنارہ میں صحن کی ہوتا تھا اور سامنے کی دیوار پر سایہ نہیں چڑھتا تھا ہوکی عبارت نووی کی
میں کہتا ہوں اور یہہ جو اعتراض کیا گیا ہے کہ یہہ ممکن ہی کہ دیوار کے لنبائی انگنائی کی آدھی سے بھی کم ہو تو دو مثل پر نماز ہو جب بھی سورج حجرہ میں
رہے تو یہہ نادانی ہے کیونکہ خلاف ایک امر واقعی دیکھے ہوئے کے ہے یہہ تو ایسا ہے کہ کوئی زید موجود کو یوں
کہدیوے کہ ممکن ہی کہ مردہ ہو اور یہہ جیسی بات ہی سب جانتی ہیں ؂

اور کہا محلی حنفی نے بیچ شرح قول عائشہ کی کان یصلی العصر والشمس فی حجرتھا قبل ان تظہر ای تعلو و تصعد من قاعۃ الدار الی الجدار الشرقی قال الخطابی معنی الظہور ھہنا الصعود ومنہ قولہ تعالیٰ ومعارج علیہا یظہرون قال عیاض قیل المراد تظہر علی الجدار وقیل ترتفع کلہا عن الحجرۃ وعلی ھذا فتظہر بمعنے تزول عنہا کما قال ۱ وتلک شکاۃ ظاہر عنک عارھا انتہی بیچ خلاصہ مطلب حدیث عائشہ کا یہ ہوا کہ عائشہ کی حجرہ تنگ صحن والی تھی جسکی دیوار قدری چھوٹی تھی صحن میں تک آفتاب کی دہوپ باقی رہتی تھی اور سایہ دیوار مغربی کا صحن میں سے دیوار شرقی پر نہیں چڑھتا تھا یعنی سایہ ایک مثل ہوتا تھا کہ آنحضرت علیہ السلام عصر کی نماز پڑھتے تھے اور روایت کی بخاری نے سیار بن سلامہ سے قال دخلت انا وابی علی ابی برزۃ الاسلمی فقال لہ ابی کیف کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی المکتوبۃ فقال کان یصلی الہجیر التی تدعونہا الاولیٰ حین تدحض الشمس ویصلی العصر ثم یرجع احدنا الی رحلہ فی اقصی المدینۃ والشمس حیۃ کہا ابو داؤد نے حدثنا یوسف بن موسیٰ ثنا جریر عن منصور عن خیثمۃ قال حیاتھا ان تجد حرھا اور کہا حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں قولہ الی رحلہ بفتح الراء وسکون المہملۃ ای مسکنہ قولہ فی اقصی المدینۃ صفۃ للرحل قولہ والشمس حیۃ ای بیضاء نقیۃ قال الزین بن المنیر المراد بحیاتھا قوۃ اثرھا حرارۃ ولونا وشعاعا انارۃ وذلک لا یکون بعد مصیر الظل مثلی الشی انتہی وفی ابی داؤد باسناد صحیح عن خیثمۃ احد التابعین قال حیاتھا ان تجد حرھا انتہی اور روایت کی بخاری نے انس بن مالک سے قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یصلی العصر والشمس مرتفعۃ حیۃ فیذھب الذاھب الی العوالی فیاتیھم والشمس مرتفعۃ وبعض العوالی من المدینۃ علی اربعۃ امیال او نحوہ انتہی اور مسلم نے انس سے

---

۱ آنحضرت عصر کی نماز پڑھتے تھے اور سورج حجرہ میں ہوتا تھا اور دہوپ دیوار شرقی پر نہیں چڑھتے تھے خطابی کہا ہے کہ معنی ظہور یہاں چڑھنے کے ہیں اور اسے قسم سے ہے اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ سیڑیاں ہیں کہ اوسپر وہ چڑھتے ہیں عیاض نے کہا کہ بعضوں نے کہا ہے کہ مراد یہ ہے کہ دہوپ دیوار شرقی پر نہیں چڑھتی تھی اور بعضوں نے کہا ہے کہ سب دہوپ حجرہ سے باہر ہونا مراد ہے تو اب ظہور کے معنے زائل ہونیکی ہونگی جیسے اس مصرعہ عربی میں ہیں ہونیکی عبارت مکمل ۲ کہا سیار بن سلامہ نے کہ میں اور میرے باپ ابی برزہ کی پاس گئے تو میری باپ نے اون سے پوچھا کہ آنحضرت صلعم فرض نماز کس وقت پڑہا کرتے تھے کہا کہ ظہر تو سورج ڈھلتے ہی پڑہا کرتے تھے اور عصر پڑھکر لیتے لوگ کنارہ شہر کی رہنے والی اپنے گہر پہونچ جاتے تھے اور آفتاب تیز رہتا تھا ۳ روایت کی ہمیں یوسف بن موسیٰ نے کہا کہ روایت کی ہمیں جریر نے اور کہا کہ یہ دوا منصور کی وہ اوس خیثمہ سے ہی کہ حیات سورج کی یہ ہے کہ اوسکی تیزی موجود رہے ۴ رحل کے معنے گہر کی ہیں اور کنارہ مدینہ کو رحل کی صفت ہی اور شمس حیۃ سے مطلب ہے یعنی سفید ہے کہا زین بن منیر نے کہ مراد اوسکی حیات سے سب لوازم آفتاب کا قائم رہنا ہی اور یہ مثل تک نہیں رہتی ہوگی عبارت فتح الباری کی ۵ اور ابو داؤد میں صحیح اسناد سے خیثمہ کی روایت ہی کہ وہ منجملہ تابعین ہیں کہ حیات سورج کی یہ ہے کہ حرارت موجود رہے ۶ آنحضرت عصر کی نماز پڑھتے تھے اور آفتاب بلند اور تیز ہوتا تھا سو بعضی جانے والا چار میل یا اوس سے قریب جاتا تھا اور سورج بلند رہتا تھا

قال كنا نصلي العصر ثم يذهب الذاهب إلى قباء فيأتيهم والشمس مرتفعة ان دونوں الفاظ سے امام مالک نے انس سے اور روایت کی ہے نسائی نے
انس سے ان رسول الله صلی الله علیه وسلم كان يصلي العصر ثم يذهب الذاهب إلى قباء فقال أحدهما الضمير إلى الزهري وإسحاق بن عبد الله
الراويان عن انس فيأتيهم وهم يصلون وقال الآخر والشمس مرتفعة اور نسائی کی دوسری روایت میں یوں ہے ان رسول الله صلی الله علیه وسلم كان يصلي
العصر والشمس مرتفعة حية ويذهب الذاهب إلى العوالي والشمس مرتفعة اور تیسری میں یوں ہے کہ ان رسول الله صلی الله علیه وسلم
يصلي بنا العصر والشمس بيضاء محلقة اور روایت کی ہے ابن ماجہ نے انس بن مالک سے ان النبي صلی الله علیه وسلم
كان يصلي العصر والشمس مرتفعة حية فيذهب الذاهب إلى العوالي والشمس مرتفعة اور روایت کی ابوداؤد نے انس سے ان رسول الله
صلی الله علیه وسلم كان يصلي العصر والشمس بيضاء مرتفعة حية ويذهب الذاهب إلى العوالي والشمس مرتفعة پھر کہا حدثنا الحسن بن علي حدثنا
عبد الرزاق انا معمر عن الزهري قال والعوالي على ميلين أو ثلاثة قال وأحسبه قال أو أربعة انتہى اور روایت کی ہے امام مالک نے نافع
بن عمر سے ان عمر بن الخطاب كتب إلى عماله ان أهم أمركم عندي الصلاة فمن حفظها وحافظ عليها حفظ دينه ومن ضيعها فهو لما سواها أضيع
ثم كتب ان صلوا الظهر إذا كان الفيء ذراعا إلى ان يكون ظل أحدكم مثله والعصر والشمس مرتفعة بيضاء نقية قدر ما يسير الراكب فرسخين أو
ثلاثة قبل غروب الشمس اور امام مالک کی ایک روایت میں یوں آیا ہے ان عمر بن الخطاب كتب إلى أبي موسى الأشعري ان صل العصر والشمس
بيضاء نقية قدر ما يسير الراكب ثلاثة فراسخ کہا حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں قوله والشمس مرتفعة حية فيه إشارة إلى بقاء
حرها وضوئها كما تقدم أي في كلام أبي داود وابن المنير قوله بعد ذلك فيأتيهم والشمس مرتفعة أي دون ذلك

ف۱ انس نے کہا کہ ہم عصر کی نماز پڑھتے تھے اور بعض جانیوالے قبا جاتے تھے اور سورج بلند رہتا تھا ف۲ آنحضرت صلعم عصر کی نماز پڑھتے تھے اور پھر بعضے
جانیوالے قبا پہنچ جاتے تھے اب ایک راوی کا تو یہ قول ہے کہ انکو نماز پڑھتے جا پکڑتے تھے اور ایک کا یہ ہے کہ وہاں پہنچنے کی بعد سورج بلند رہتا تھا
ف۳ آنحضرت صلعم عصر پڑھتے اور سورج بلند اور تیز رہتا تھا اور بعضے جانیوالے نجد کی طرف جاتے تھے اور سورج بلند رہتا تھا ف۴ آنحضرت صلعم
ہمارے ساتھ عصر کی نماز پڑھا کرتے تھے اور سورج کی ٹکیہ تیز رہتی تھی ف۵ آنحضرت صلعم عصر کی نماز پڑھتے تھے اور سورج اسقدر بلند ہوتا تھا کہ نجد کے طرف
جانیوالے وہاں پہنچ جاتے تھے اور سورج پھر بھی بلند رہتا تھا ف۶ نبی صلعم عصر کی نماز پڑھتے تھے اور سورج تیز اور بلند رہتا تھا اور بعد نماز کی نجد کے
جانیوالے وہاں پہنچ جاتے تھے پھر بھی سورج بلند ہی رہتا تھا ف۷ روایت کی ہمکو حسن بن علی نے اور کہا روایت کی ہمکو عبد الرزاق نے اور کہا کہ روایت کی
ہمکو معمر نے زہری سے کہ انہوں نے کہا کہ نجد کی سمت جانا دو میل تھا یا تین معمر کہتے ہیں مجھے یوں ہی یاد پڑتا ہے کہ شاید چار میل کہی ہو یہی عبارت
ابوداؤد کی ف۸ حضرت عمر نے اپنے عاملوں کو خط لکھا کہ بڑا ضروری کام میرے نزدیک نماز ہے اسکا حفاظت کرنیوالا دین کی باتوں کا حفاظت کرنیوالا
ہے اور اسکا ضائع کرنیوالا اور دین کی باتوں میں بالکل ضائع کرنیوالا ہے پھر یہ لکھا کہ ظہر سایہ ایک مثل تک پڑھا کرو اور عصر ایسی پڑھا کرو کہ سورج
بلند اور تیز ہو اور کہ بعد نماز کی غروب سے پہلی سوار دو تین فرسنگ چلا جاوے ف۹ حضرت عمر بن خطاب نے ابو موسیٰ اشعری کو لکھا کہ عصر ایسے پڑھنا کہ سورج صاف
رہتا ہو کہ نماز کی بعد سوار تین فرسنگ چلا جاوے ف۱۰ آفتاب بلند اور تیز ہو اس قول میں اشارہ ہے کہ روشنی اور تیزی باقی رہی جیسا کہ آگے گذر چکا بعضے
ابوداؤد اور ابن منیر کی کلام میں اور یہ قول کہ بعد نماز کے وہاں پہنچ جاتی تھی اور سورج بلند رہتا تھا یعنے پہلی بلندی سے کم

الارتفاع لكن نهاية تصل الى الحد الذي يوصف بانها متغيرة وفي ذلك دليل على تعجيله صلى الله عليه وسلم بصلوة العصر لوصف الشمس بالارتفاع بعد ان يمضي مسافة اربعة اميال وروى النسائي والطحاوي واللفظ له من طريق ابي الابيض عن انس قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي بنا العصر والشمس بيضاء محلقة ثم ارجع الى قومي في ناحية المدينة فاقول لهم قوموا فصلوا فان رسول الله صلى الله عليه وسلم قد صلى قال الطحاوي نحن نعلم ان اولئك يعني قوم انس لم يكونوا يصلونها الا قبل اصفرار الشمس فدل ذلك على انه صلى الله عليه وسلم كان يعجلها **قوله** وبعض العوالي كذا وقع ههنا اي بين بعض العوالي والمدينة المسافة المذكورة وروى البيهقي حديث الباب من طريق ابي بكر الصغاني عن ابي اليمان شيخ البخاري فيه وقال في آخره وبعد العوالي بضم الموحدة وبالدال المهملة وكذلك اخرجه المصنف في الاعتصام تعليقا ووصله البيهقي من طريق الليث عن يونس عن الزهري لكن قال اربعة اميال او ثلثة وروى هذا الحديث ابو عوانة في صحيحه وابو العباس السراج جميعا عن احمد بن الفرج ابي عتبة عن محمد بن حمير عن ابراهيم بن ابي عبلة عن الزهري ولفظه والعوالي من المدينة على ثلثة اميال واخرجه الدارقطني عن المحاملي عن ابي عتبة المذكور بسنده المذكور فوقع عنده على ستة اميال ورواه عبد الرزاق عن معمر عن الزهري فقال فيه على ميلين او ثلثة فيحصل من ذلك ان اقرب العوالي من المدينة مسافة ميلين وابعدها مسافة ستة اميال وكانت رواية المحاملي محفوظة **قوله** وبعض العوالي الى آخره مدرج من كلام الزهري ولم يقف الكرماني على هذا فقال هو كلام البخاري او انس او الزهري كما هو عادته انتهى مختصرا

اور طیب سلیم کہا کہ اس مرتبہ تک نہیں ہوتا ایسے میں اور اسکو پست کہا جاوے اور اسمین آنحضرت صلعم کے عصر جلدی پڑہنے کی دلیل ہی کیونکہ چار میل جانیکی سورج بلند رہتا تہا اور نسائی اور طحاوی نے ابی الابیض کی سند سے بروایت حضرت انس کے روایت کی ہی کہ آنحضرت صلعم ہمارے ساتہہ عصر پڑہتے تہی اور سورج کی ٹکیہ روشن رہتی ہی پہر مین مدینہ کی طرف اپنے قوم مین جاتا تہا اور انسے کہتا تہا اوٹہو نماز پڑہو آنحضرت صلعم تو نماز پڑہ چکی یہ طحاوی نے کہا ان لوگ یعنی قوم انس کی سورج کی زرد ہونے سے پہلے ہی عصر پڑہتی ہتی تو اس سے یہہ بات نکلی کہ آنحضرت صلعم جلدی عصر پڑہتے ہتی **قولہ** اور بعضی نجد کی زمین یہان یون مروی ہے یعنی بعضی نجد کی زمین اور مدینہ میں یہی مسافت ہے اور بیہقی نے حدیث باب کی روایت کی ہی ابو بکر صغانی سے اور انہون نے ابی الیمان بخاری کے استاد سے اور اسمین لفظ بعد کے جگہہ دال سے بعد یا موحدہ پیش کے ساتہہ ہے اور اسیطرح بخاری نے تعلیقا کی ہی اور بیہقی نے اسکو موصول کیا ہے لیث کے سند سے بروایت یونس کے زہری سے روایت کرتی ہین لیکن کہا ہی کہ چار میل یا تین میل اور ابو عوانہ نے اپنے صحیح میں یہہ حدیث روایت کی ہی اور ابو عباس سراج نے اور دونوں کے سند یہہ ہے روایت ہی احمد بن فرج ابی عتبہ سے کہ روایت کی انہون نے محمد بن حمیر سے اور انہون نے ابراہیم بن ابی عبلہ سے انہون نے زہری سے اور لفظ اسکی یون ہین نجد زمین مدینہ سے تین میل ہے اور روایت کی دارقطنی نے بروایت محاملی اور ابی عتبہ کے سند مذکور کی ساتہہ اور ذکر کیا اسمین چہہ میل اور روایت کی عبد الرزاق نے زہری سے تو اسمین دو یا تین میل ہی تو ان سب روایتوں سے حاصل ہوا کہ اول جانب زمین نجد کا مدینہ منورہ سے دو میل کے مسافت پر ہے اور بڑی چہہ پر اور محاملی کی روایت چہہ میل والی ہی سچے ہے اور یہہ میلوں کی تفصیل زہری کا کلام ہے کرمانی کو یہہ حال نہ کہلا تو وہ بطور شک کی اپنی عادت کی موافق کہنے لگا کہ یہہ کلام بخاری کا ہے یا انس کا یا زہری کا ہو چکے عبارت فتح الباری کے مختصر طور پر

اور کہا فتح الباری میں تحت اس حدیث انس کی کنا نصلے العصر ثم یذہب الذاہب منا الی قبا فیاتیہم والشمس مرتفعۃ **قولہ** کنا نصلے العصر ای مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کما یظہر ذلک من الطریق الاخری **قولہ** رواہ خالد بن مخلد عن مالک کذلک مصرحا بہ اخرجہ الدارقطنی فی غرائبہ **قولہ** ثم یذہب الذاہب الی قبا کان انسا اراد بالذاہب نفسہ کما یشعر بذلک روایۃ ابی الابیض المقدمۃ **قولہ** الی قبا فیاتیہم ای اہل قبا وہو علی حذف قولہ واسال القریۃ واللہ اعلم قال النووی فی الحدیث المبادرۃ بصلوۃ العصر فی اول وقتہا لانہ لا یمکن ان یذہب الذاہب بعد صلوۃ العصر میلین او اکثر والشمس لم تتغیر الا اذا صلی العصر حین صار ظل الشیء مثلہ ففیہ دلیل للجمہور فی ان اول وقت العصر مصیر ظل کل شیء مثلہ خلافا لابی حنیفۃ وقد مضی ذلک فی الباب الذی قبلہ انتہی مختصرا کہا امام نووی نے فی **قولہ** والشمس مرتفعۃ حیۃ قال الخطابی حیاتہا صفاء لونہا قبل ان تصفر وتتغیر وہو مثل قولہ بیضاء نقیۃ وقال ہو ایضا وغیرہ حیاتہا وجود حرہا والمراد بہذہ الاحادیث وما بعدہا المبادرۃ لصلوۃ العصر اول وقتہا لانہ لا یمکن ان یذہب الذاہب بعد صلوۃ العصر میلین وثلثۃ والشمس بعد لم تتغیر بصفرۃ ونحوہا الا اذا صلی العصر حین صار ظل الشیء مثلہ ولا یکاد یحصل ہذا الا فی الایام الطویلۃ انتہی اور روایت کی ہی بخاری اور مسلم اور مالک نے انس سے کنا نصلے العصر ثم یخرج الانسان الی بنی عمرو بن عوف فیجدہم یصلون العصر اور روایت کی ہی مسلم نے انس سی انہ قال صلی لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العصر فلما انصرف اتاہ رجل من بنی سلمۃ فقال یا رسول اللہ انا نرید ان ننحر جزورا لنا ونحن نحب ان تحضرہا قال نعم فانطلق وانطلقنا معہ فوجدنا الجزور لم تنحر فنحرت ثم قطعت ثم طبخ منہا ثم اکلنا قبل ان تغیب الشمس اور روایت کی ہی مسلم نے رافع بن خدیج سی یقول کنا نصلی العصر مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم ننحر الجزور فتقسم عشر قسم ثم نطبخ فناکل لحما نضیجا قبل مغیب الشمس کہا حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں **قولہ** الی بنی عمرو بن عوف ای بقباء لانہا کانت منازلہم اخراج المصنف لہذا الحدیث مشعر

ف یہہ قول کہ سورج بلند تہا کہا خطابی نے سورج کی حیات سی یہہ مراد ہی کہ اوسکا رنگ صاف ہو زرد نہوا ور سپیدہ سورج کے صاف ہونی سے مراد ہے اور خطابی اور علما نے کہا ہے کہ حیات سی مراد گرمی اور تیزی کا رہنا ہے اور مراد ان سب حدیثوں سی عصر کی نماز میں جلدی ہے کہ اول وقت پڑہو کیونکہ یہہ نہیں ہوسکتا کہ جانیوالا دو تین میل چلا جاوی اور آفتاب متغیر نہو جبتک کہ عصر ایک مثل پر نہ پڑہے اور یہہ لمبے دنوں میں نہیں ہو سکتا ف ہم عصر کی نماز پڑہتی تہی پہر بعضی لوگ بنی عمرو بن عوف کی پاس جاتی اور اونکو نماز عصر پڑہتے پاتی ف آنحضرت صلعم ہم لوگونکو جب عصر کی نماز پڑہا چکی تو ایک شخص انکے پاس آیا بنی سلمہ میں سے اور کہا کہ ہمارا اونٹ ذبح کیا جاتا ہے اور آپ بہی تشریف لی چلیں آپ نے فرمایا کہ اچہا پہر آپ اور ہم سب گئے تو اونٹ ہمارے سامنی ذبح ہوا اور پارچہ ہوکر بقدر ضرورت پکا اور غروب سے پہلی ہمنی کہا لیا ف رافع بن خدیج کہتی ہیں کہ ہم عصر کی نماز آنحضرت صلعم کی ساتہہ پڑہتی تہی پہر اونٹ ذبح ہوتا اور دس حصی ہوکر پکتا اور غروب سے پہلی اچہا پکا ہوا گوشت ہم کہاتی تہی ف یہہ قول کہ بنی عمرو بن عوف یعنی قبا کیونکہ وہ وہاں رہتی تہی اور اس حدیث کو لایا

بان کان یریان قول الصحابی کنا نفعل کذا مسند ولو لم یصرح باضافتہ الی زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو اختیار الحاکم وقال الدارقطنی والخطیب وغیرھما ھو موقوف والحق انہ موقوف لفظا مرفوع حکما لان الصحابی اوردہ فی مقام الاحتجاج فیحمل علی انہ اراد کونہ فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقد روی ابن المبارک ھذا الحدیث عن مالک فقال فیہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی العصر الحدیث اخرجہ النسائی قال النووی قال العلماء کانت منازل بنی عمرو بن عوف علی میلین من المدینۃ وکانوا یصلون العصر فی وسط الوقت لانہم کانوا یشتغلون باعمالہم وحرثہم فدل ھذا الحدیث علی تعجیل النبی صلی اللہ علیہ وسلم بصلوۃ العصر فی اول وقتہا وسیاتی فی حدیث الزہری عن انس ان الرجل کان یاتیہم والشمس مرتفعۃ انتہی کہا ملا عابد سندی حنفی نے کہ حدیث رافع بن خدیج کی یعنی جسمین ذبح کرنے اونٹ کا ذکر ہے دلیل ہے مذہب جمہور پر کہ بعد ایک مثل کی وقت عصر کا داخل ہو جاتا ہی چنانچہ کلام انکا بعینہ عنقریب آویگا اور کہا نووی نے ذیل مین اوسی حدیث بحر جزور کی ھذا تصریح بالمبالغۃ فی التبکیر بالعصر اور ذیل مین حدیث بنی عمرو بن عوف کی فی ھذہ الاحادیث وما بعدھا دلیل لمذہب مالک والشافعی واحمد وجمہور العلماء ان وقت العصر یدخل اذا صار ظل کل شیء مثلہ وقال ابو حنیفۃ لا یدخل حتی یصیر ظل الشیء مثلیہ وھذہ الاحادیث حجۃ للجماعۃ علیہ مع حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ فی بیان المواقیت وحدیث جابر وغیر ذلک انتہی

خلاصہ مطلب ان احادیث کا یہہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز ایسی وقت مین پڑہتے تہی کہ بعد عصر کے دو کوس یا تین کوس یا چہہ کوس تک کوئی جاتا تو بہی آفتاب کو بلند پاتا اور ایسی وقت مین پڑہتی کہ آفتاب مین خوب گرمی اور روشنی اور شعاع اور تیزی ہوتی اور ایسی وقت مین پڑہتے کہ بعد نماز کی اونٹ کو ذبح کر کر اور قطع کر کی اور دس حصے تقسیم کر کے اور خوب پکا کر کہا لی تو بہی آفتاب باقی رہتا تو دیکہو کہ یہہ امور سوا اسکی کہ عصر ایک مثل پر پڑہی کیونکر ہو سکتی ہین مقام غور اور تامل کا ہے بشرطیکہ انصاف ہو اور حدیث سی اعتقاد ہو اور روایت کی ہے بخاری اور

روایت کرنا چاہتا ہے سو اسکو کہ بخاری کا عقیدہ یہہ ہے کہ صحابی کا یہہ کہنا کہ ہم یون کیا کرتے تہے مسند حدیث کی قسم سے ہے اگرچہ آنحضرت کی زمانہ مین کرنیکی تصریح صحابی نکرے اور یہہ بات حاکم کی بہی مختار ہے اور دار قطنی اور خطیب وغیرہ نی کہا ہے کہ ایسی حدیث موقوف ہی اور حق بات یہہ ہے کہ ایسی حدیث لفظون مین موقوف ہوتی ہے اور حکم مین مرفوع اسواسطے کہ صحابی نے دلیل کے مقام پر لایا ہے تو محمول ہوگی اس پر کہ اوسکی مراد آنحضرت کی زمانہ مین اس فعل کا کرنا ہی اور ابن مبارک نے یہہ حدیث مالک سے روایت کی ہے اور اوسمین کہا کہ آنحضرت عصر کی نماز پڑہا کرتی تہی آخر حدیث تک نسائی مین یہہ روایت ہی نووی نے کہا ہے کہ علما نے کہا ہے بنی عمرو بن عوف کی گہر مدینہ سے دو میل پر تہی اور بیچ کے وقت مین وہ لوگ نماز پڑہا کرتی تہی کیونکہ کہیتی وغیرہ کا کام کیا کرتے تہی تو دلالت اس حدیث نے آنحضرت کی عصر جلدی پڑہنے پر اول وقت مین اور آگی حدیث زہری کی روایت مین آویگا کہ لوگ وہان پہونچ جاتی تہی اور سورج بلند رہتا تہا ١٢ یہہ تصریح ہے عصر کی جلدی کرنے مین ١٢ یہہ اور آگلی حدیثین دلیل ہین امام شافعی اور مالک اور احمد اور سب علما کی مذہب کی کہ عصر کا وقت ایک مثل پر ہوتا ہے اور امام ابو حنیفہ نے کہا کہ نہین ہوتا جبتک دو مثل سایہ نہو اور یہہ حدیثین اور حدیث ابن عباس اور جابر وغیرہ کی

مسلم نے ابو بکر بن عثمان سے قال سمعت ابا امامة يقول صلينا مع عمر بن عبد العزيز الظهر ثم خرجنا حتى دخلنا على انس
بن مالك فوجدناه يصلي العصر فقلت يا عم ما هذه الصلوة التي صليت قال العصر وهذه صلوة رسول الله صلعم التي كنا نصلي معه اور
روایت کی ہی مسلم نے علاء بن عبد الرحمن سے انه دخل على انس بن مالك في داره بالبصرة حين انصرف من الظهر وداره
بجنب المسجد فلما دخلنا عليه قال اصليتم العصر فقلنا له انما انصرفنا الساعة من الظهر قال فصلوا العصر فقمنا
فصلينا فلما انصرفنا قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول تلك صلوة المنافق يجلس يرقب الشمس حتى اذا كانت بين
قرني الشيطان قام فنقرها اربعا لا يذكر الله فيها الا قليلا کہا شیخ الاسلام حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں قوله سمعت ابا امامة
وهو اسعد بن سهل بن حنيف وهو عم الراوي في القصة دليل على ان عمر بن عبد العزيز كان يصلي الصلوة في آخر وقتها تبعا
لسلفه الى ان انكر عليه عروة فرجع اليه كما تقدم وانما انكر عليه عروة في العصر دون الظهر لان وقت
الظهر لا كراهة فيه بخلاف وقت العصر وفيه دليل على صلوة العصر في اول وقتها ايضا وهو عند انتهاء وقت
الظهر ولهذا تشكك ابو امامة في صلوة انس اهي الظهر او العصر فيدل ايضا على عدم الفاصلة بين الوقتين وقوله
يا عم هو على سبيل التوقير لكونه اكبر سنا مع ان نسبهما يجتمع في الانصار لكن ليس عمه على الحقيقة والله اعلم انتهى
اور کہا امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں فیل میں اون دونو حدیثوں کی هذان الحديثان صريحان في التبكير بصلوة العصر في
اول وقتها وان وقتها يدخل بصيرورة ظل كل شیء مثله ولهذا كان الاخرون يؤخرون الظهر الى ذلك الوقت وانما اخرها عمر بن عبد العزيز

جو دونو قولوں کی بیان میں ہیں اونہیں صحیح ہیں ۔ سے کہا عثمان نے میں ابو امامہ سے سنا کہ وہ کہتے تھے کہ ہمنے عمر بن عبد العزیز کی ساتھہ نماز پڑھی ظہر
پہر وہاں سے نکلکر انس بن مالک کے پاس گئے تو ہمنے دیکھا کہ وہ عصر کی نماز پڑھ رہے تھے میں کہا اے چچا یہہ کیسی نماز ہی کہا کہ عصر کی
نماز ہے اور ایسی نماز ہے کہ ہم آنحضرت صلعم کی ساتھہ پڑہا کرتے تھے ۔ علاء بن عبد الرحمن انس بن مالک کے پاس گئے بصرہ میں ظہر پڑھ کر
اور انکا گھر مسجد کے پاس تھا غرض کہ جب انکی پاس گئی تو انہوں نے کہا کیا تمنے عصر پڑھ لی ہمنے کہا کہ ہم تو ابہی ہم ظہر پڑھ کر چلی آتی
ہیں کہا عصر پڑھو ہمنے کہڑے ہوکر عصر پڑہی جب پڑھ چکی تو انہوں نے کہا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ یہہ نماز منافق کے
ہے بیٹھا ہوا سورج کو دیکہتا رہتا ہے جب غروب ہونے لگا تو چار ٹکریں لگا لیتا ہے کچہ یاد نہیں اوسمیں تہوڑا سا پڑھ لیتا ہے
ف یہہ قول کہ ہمنے ابو امامہ سے سنا یہہ شخص اسعد بن سہل بن حنیف راوی کی چچا ہیں اور اس قصہ میں دلیل ہے کہ عمر بن عبد العزیز آخر وقت
نماز پڑھا کرتے تھی اپنے بزرگوں کے دیکہا دیکہی یہانتک کہ عروہ نے اونپر نکیر کیا تو وہ ہوشیار ہوئے اور اس سے رجوع کیا چنانچہ یہہ قصہ اوپر گذر چکا اور سوا
اسکے نہیں کہ عروہ نے اونپر عصر کی باب میں نکیر کیا ظہر کی باب میں نکیا کیونکہ ظہر کے وقت میں کراہت نہیں بخلاف وقت عصر کی اور اسمیں یہہ بہی
دلیل ہی نکلی کہ عصر کی نماز کا اول وقت انتہای ظہر ہے اسیواسطے ابو امامہ نے انس کی نماز میں شک کر کی پوچھا کہ یہہ ظہر کی نماز ہی یا عصر کی تو اس سے
دلالت کی کہ ان دونوں وقتوں میں فاصلہ نہیں اور ابو امامہ نے حضرت انس کو چچا توقیر اور بڑا جانکر کہا تہا ورنہ وہ اونکی چچا حقیقت میں نہیں ہاں انکو
نسب انصار میں ہی آگی اللہ جانے ہو چکی عبارت فتح الباری کی تمام ف یہہ دونو حدیثیں عصر کی جلدی پڑھنی میں کہلی ہوئی ہیں اور اسمیں یہ کہ عصر کا وقت

على عادة الامراء قبله قبل ان تبلغه السنة في تقديمها فلما بلغته صار الى التقديم وهذا حين ولي عمر بن
عبد العزيز المدينة نيابة لا في خلافته لان انسا رضي الله عنه توفي قبل خلافة عمر بن عبد العزيز بنحو تسع سنين انتهى
اور کہا ملا عابد سندی حنفی نے مواہب لطیفہ شرح مسند ابی حنیفہ میں فالجمهور على ان وقت العصر يدخل بصيرورة ظل كل شئ
ز مثله بالاقوال بدليل ما اخرجه البخاري عن رافع بن خديج قال كنا نصلي مع النبي صلى الله عليه وسلم صلوة العصر ثم ننحر الجزور
فتقسم على عشر قسم ثم نطبخ فنأكل لحما نضيجا قبل ان تغيب الشمس وعند الشيخين عن انس قال كان رسول الله صلى
الله عليه وسلم يصلي العصر والشمس مرتفعة حية فيذهب الذاهب الى العوالي فيأتيهم والشمس مرتفعة وبعض العوالي
من المدينة على اربعة اميال وفي رواية الى قبا وفي حديث اسعد بن سهل بن حنيف فيما اخرجاه عنه قال صلينا مع عمر بن
عبد العزيز الظهر ثم خرجنا حتى دخلنا على انس بن مالك فوجدناه يصلي العصر فقلت يا عم ما هذه الصلوة قال العصر
وهذه صلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم التي كنا نصلي معه وعندهما من حديث عائشة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يصلي العصر
والشمس في حجرتها قبل ان تظهر وقد ثبت ان جبرئيل صلى بالنبي صلى الله عليه وسلم في اليوم الاول صلوة العصر عند صيرورة ظل الشئ
مثله وصلى في اليوم الثاني عند صيرورة ظل كل شئ مثليه وقال الوقت ما بين هذين الوقتين وعلى هذا كافة العلماء من الصحابة والتابعين.

انتہی پس حاصل مطلب مع الشرح حدیث اول کا یہہ ہوا کہ عمر بن عبد العزیز نے باقتدا اسلاف امراؤں کی نماز ظہر کی مثلاً آخر
پڑہتے یعنے قریب ایک مثل کی نہ بعد اوسکی جیسا کہ مقتضی ہے اجماع صحابہ اور تابعین اور تمام آئمہ کا سوا امام
اور بدخول وقت عصر کے بعد ایک مثل کے جیسا کہ کلام میں سبہو نہی گذرا اور بسبب صحیح دلالت کرنیکے الا اسپر کہ
بن عبد العزیز کے ایک مثل تک تہی نہ خارج اوسکے قول امام نووی کا شرح صحیح مسلم سے نقل ہو چکا تو ایسے وقت

ایک مثل پر ہوتا ہے یہ سوالی ظہر کی تاخیر اوس وقت تک وہ لوگ کرتے تہی اور عمر بن عبد العزیز نے اسوقتی تاخیر کی اور
اور جلدی کی بابت حدیث کی پہونچی تہی پہلی تاخیر کیا کرتے تہی اور جب عمر بن عبد العزیز کو جلدی کی حدیث پہونچ گئی تو اوسیوقت
رجوع کیا اور یہہ قصہ اوس زمانہ کا ہے کہ عمر بن عبد العزیز نیابت کی طور پر مدینہ کی والی تہی انکی خلافت نہ تہی کیونکہ انس خدا انکی خ
کی نوبت پہلی چکی تہیں ہو چکی عبارت نووی کی سله سو جمہور کا مذہب یہہ ہے کہ ایک مثل پر عصر کا وقت داخل ہو جاتا ہی بدلیل اوس حدیث
کے جسی بخاری نے روایت کیا ہی کہ رافع بن خدیج نے کہا کہ ہم آنحضرت صلعم کے ساتھ عصر کی نماز پڑہتے تہی پھر اونٹ
دس حصہ کرتے اوسے پکاتے اور غروب سے پہلی خوب پکا ہوا گوشت کہالیتی اور شیخین نے انس سے روایت کی ہے
نماز پڑہتی تہی اور سورج بلند اور تیز رہتا تہا اور عوالی مدینہ کا جانے والا بعضے گانوؤں میں پہونچ جاتی تہی اور بعضی گانو مدینہ سی چار میل
قبا کا جانا آیا ہے اور اوس حدیث میں جو سعد بن سہل بن حنیف سی شیخین نے روایت کی ہی کہ اونہوں نے کہا کہ ہم عمر بن
نکلی انس کی پاس گئے تو اونکو عصر پڑہتے ہوئے پایا تو میں نے کہا کہ چچا یہہ کونسی نماز ہے تو اونہوں نے کہا عصر اور
ساتھ ہم عصر اسی وقت پڑہا کرتے تہی اور شیخین نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہی کہ آنحضرت عصر کی نماز پڑہتے اور سورج اونکی حجرہ میں ہوتا تہا

دا امام کی ساتھ عمر بن عبد العزیز کی ظہر پڑہی اور بعد نماز کی جب انس کے پاس گئی تو اونکو عصر پڑہتی پایا تو پوچھا کہ یہہ کونسی
نماز پڑہتے ہو انس نے جواب دیا کہ عصر پڑہتا ہون اور اسی وقت مین ہم صحابہ رسول صلعم کی ساتھہ پڑہا کرتی تہی اور حاصل
دوسری حدیث کا یہہ ہوا کہ علا ابن عبد الرحمن اپنے وقت معمولی پر یعنی ایک مثل کی قریب نماز سے خارج ہوکر ظہر پڑہکر انس کے
ہان گئی وہ گہر مسجد سی قریب ہی تہا گئی تب انس نے پوچھا کہ عصر پڑہ چکی ہو اونہون نے کہا کہ ہمنے ابہی ظہر پڑہی ہی انس نے
کہا کہ ابہی پڑہو نماز عصر کی تو پڑہی ہمنے عصر اور پہری تب کہا انس نے کہ نماز تاخیر کرکے وقت اول سی پڑہنی نماز ہے
منافق کی اور روایت کی ہی نسائی اور ابو داؤد نے ابن مسعود سی قال كانت قدر صلوة رسول الله صلى الله عليه
وسلم في الصيف ثلاثة اقدام الى خمسة اقدام وفي الشتاء خمسة اقدام الى سبعة اقدام کہا مرقاة مین ہی قال الخطابي
هذا امر يختلف في الاقاليم والبلدان وذلك لان العلة في طول الظل وقصره هي زيادة ارتفاع الشمس في السماء
وانحطاطها وكانت صلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم بمكة والمدينة وهما من الاقليم الثاني وقول
ابن مسعود ينزل على هذا التقدير في ذلك الاقليم دون الاقاليم التي هي خارجة عن الاقليم الثاني انتهى
مختصرا اور کہا فتح الودود مین والمراد ان يبلغ مجموع الظل الاصلي والزائد هذا المبلغ لا ان يصير الزائد هذا المبلغ
ويعتبر الاصلي سوى ذلك اقول والدليل عليه ظاهر الحديث اذ هو ليس بمستثنى عنه الظل الاصلي بل الاطلاق على سبيل الشمول كما لا يخفى
اور کہا ارکان اربعہ مین وخمسة الاقدام يكون اقل من المثل انتہی پس حاصل مطلب اس حدیث کا یہہ ہوا کہ آنحضرت
کی نماز ظہر کہ مدینہ مین پڑہتے اندازسی ہوتی تہی کہ گرمی مین ابتدا مین اوسکی تین قدم مع سایہ اصلی کی ہوتی تہی اور انتہا پانچ قدم مع سایہ
اصلی کے اور جاڑے مین ابتدا مین اوسکی پانچ قدم مع سایہ اصلی کے ہوتی اور انتہا اوسکی سات قدم مع سایہ اصلی کی ہوتی
الغرض دونو موسم کی نماز وقتی انتہا البتہ وضع کرنے سایہ اصلی کے ایک مثل کی قریب ہوتی ہے اور اس سی کبہی آپ
صلی اللہ علیہ وسلم نے تجاوز نہین کیا پس یہہ ہین دلایل تو جمہور کی اس مذہب پر کہ آخر وقت ظہر کا ایک مثل تک ہے اور
بعد اوسکی وقت عصر کا داخل ہوجاتا ہے اور دلایل انصار مذہب مشہور امام ابی حنیفہ رح کی جنکی سی جناب مولف ہین چار

دہوپ دیوار ونیز بحر پہتی اور بلا شک یہہ ثابت ہوچکا کہ جبرئیل نے آنحضرت کو نماز پڑہائی پہلی دن عصر کی ایک مثل پر اور دوسرے دن دو مثل پر
اور کہا کہ وقت ان دونو وقتونکی درمیان ہے اور یہی اکثر صحابہ اور تابعین اور امام ہین ہوچکی عبارت مہذب کی سلہ ابن مسعود نے کہا کہ آنحضرت
صلعم نماز کی مقدار گرمی مین تین قدم سی لیکر پانچ قدم تک تہی اور جاڑے مین پانچ قدم سی لیکر سات قدم تک سلہ خطابی نے
کہا کہ یہہ امر اقلیموں اور شہرون مین مختلف ہے اسلئے کہ لنبائی سایہ کی اور کوتاہی سورج کی بلندی اور پستی سی ہے اور آنحضرت صلعم کا
مکہ اور مدینہ مین تہی اور یہہ دونو جگہہ دوسرے اقلیم مین ہین اور قول ابن مسعود کا اسی قدر پر اونہین اقلیمون مین لگیگا اور ولایتون مین نہین جو کہ
ختم ہوا کلام خطابی کا بطور مختصر کے سلہ اور مراد یہہ ہی کہ سایہ اصلی اور زائد دونو ملکر اس حد کو پہونچی نہ یہہ کہ صرف سایہ زائد اس حد کو پہونچی اور اصلی الگ
لیا جاوے مین کہتا ہون کہ دلیل اسپر ظاہر حدیث ہے کیونکہ اوسمین سایہ اصلی کو علیحدہ نہین کیا بلکہ مطلق ہر دونو کی شمول کے طور پر بیان کیا ہے چنانچہ ظاہر ہے

جواب مولف نی بیان کئی ہین دلیل اول یہہ کہ روایت ہی ابوہریرہ وغیرہ سی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
اذا اشتد الحر فابردوا بالصلوۃ فان شدۃ الحر من فیح جہنم رواہ الشیخان وغیرہما وجہ استدلال مولف نے
یہہ کہی ہے کہ اس حدیث کی تفسیر یہ روایت عبداللہ بن رافع کی ابوہریرہ سی انہ سال ابا ہریرۃ عن وقت الصلوۃ
فقال ابو ہریرۃ انا اخبرک صل الظہر اذا کان ظلک مثلک رواہ مالک اور یہہ حدیث دال ہے اسپر وقت ظہر کا بعد ایک مثل کے
باقی رہتا ہے اسقدر کہ دس رکعتین نحو کے پڑہ سکین اور اگر مسبوق آملی تو وہ بہی دس رکعتین اپنے پڑہ سکی پہلی مثل کے
آخر وقت کی اور اسمین قریب دو مثل کے وقت آجاویگا پس جواب اسکی دو ہین پہلا جواب یہہ ہی جو شیخ سلام اللہ
حنفی نی محلی مین بیان کیا ہے قالوا معناہ مع الفیء الاصلی بحیث یکون المجموع قدر ذلک الظل ویحصل ذلک بالابراد والصیف
والتکبیر فی التشدد فلا دلیل فیہ لمن قال ببقاء وقت الظہر بعد مصیر الظل مثلا یعنی **اقول** شرح اسکی یہہ ہی کہ ابوہریرہ نے سایہ اصلی
کو مستثنا نہ کیا ہی تو نہین پس مراد ایک مثل سی اونکی کلام مین ایک مثل مع سایہ اصلی کے ہوگی اور وہ بہی تقریبا
تو جبکہ سایہ اصلی کو اسمین سی نکالین اور تحقیقا مقدار سایہ کی کو معلوم کرین تو اسقدر وقت نکلتا ہے کہ بخوبی نماز
ظہر کی امام اور مسبوق قبل ہونا ایک مثل کے فارغ ہوسکتی ہین پس نہین ہوئی دلیل اوپر باقی رہنی وقت ظہر کی
بعد تمام ایک مثل کے بیچ اس حدیث کی **دوسرا جواب** یہہ کہ جب کہ ثابت ہو چکین حدیث صحیحہ اس امر پر کہ بعد
ایک مثل کے وقت ظہر کا نہین رہتا اور مقدم ہونا ان احادیث کا سوا ایک حدیث کی جو جبرئیل کی امامت کی ہی
معلوم نہین تو کہ اوس سبہو کو منسوخ کہین پس واجب ہوا جمع اور اتفاق کرنا اس حدیث ابوہریرہ مین اور اون احادیث مین
تو کہتے ہین ہم کہ مراد ابوہریرہ کی یہہ ہے کہ نماز سی فارغ ہو جا امام ہو کر خواہ مسبوق ہو کر ایسے وقت تک کہ سایہ تیرا مثل تیرے
وا ایسا ہی کہا ہے **امام نووی** نے اور **شیخ سلام اللہ حنفی** نے معنی میقات اسکو لکہی وصلی المرۃ الثانیۃ
الظہر حین کان ظل کل شیء مثلہ لوقت العصر بالامس جو کہ حدیث مین جبرئیل کی وارد ہے واسطی رفع تعارض کی حدیث جبرئیل اور
حدیث اذا صلیتم الظہر فانہ وقت الی ان یحضر العصر سی اور واسطی رفع اشتراک کی جیسا کہ ضمن مین اول حدیث کی ہماری احادیث
میں سی کلام اونکا نقل کیا گیا **دلیل ثانی** مؤلف کی یہہ ہے کہ روایت ہے عبداللہ بن عمر سی ان رسول اللہ

سکے اور پانچ قدم ایک مثل سے کم ہوتی ہین سلے سو وقت گرمی کی شدت ہووی تو ظہر کو ٹہنڈا کرکی پڑہو کہ گرمی کی
شدت دوزخ کی بہاپ ہے روایت کیا شیخین وغیرہ نی اس حدیث کو سلے عبداللہ بن رافع نی ابوہریرہ سی نماز کا وقت پوچہا
تو اونہون نے کہا کہ مین بتاون ظہر ایک مثل پر پڑہ اگر روایت کی مالک نے سلے شارح نی کہا کہ معنی اوسکی یہہ ہین کہ مع سایہ اصلی کے
مجموعہ اسی قدر ہو اور اس قدار مین گرمیکے ٹہنڈک اور جاڑیکی جلدی حاصل ہو جاتی ہین اوس شخص کی دلیل نہین جسنی
ایک مثل کے بعد ظہر کا وقت رہنا بتایا ہے موجبکے عبارت محلی کے سلے اور دوسرے دن ظہر
پڑہی ہم ایک مثل پر جو پہلی دن کی عصر کا وقت تہا سلے جب تم ظہر پڑہو تو عصر کا وقت آنی تک اوسکا وقت ہے

صلی اللہ علیہ وسلم قال انما مثلکم ومثل اهل الکتاب کرجل استاجر اجراء فقال من یعمل لی من غدوة الی نصف النهار علی قیراط قیراط فعملت الیهود ثم قال من یعمل لی من نصف النهار الی صلوة العصر علی قیراط قیراط فعملت النصاری ثم قال من یعمل لی من العصر الی ان تغیب الشمس علی قیراطین فانتم هم فغضب الیهود والنصاری فقالوا ما لنا اکثر عملا واقل عطاء رواه الشیخان والترمذی وجہ استدلال مؤلف کی یہہ ہی کہ یہود نے اپنے عمل کو جو فجر سی ظہر تک تہا اور نصاری نے اپنے عمل کو جو ظہر سی عصر تک تہا عمل سی مسلمین کے بہت ٹہرایا ساتہ صیغہ افعل التفضیل کے کہا تو معلوم ہوا کہ وقت عصر کے سے وقت ظہر کا بہت ہی ٹہرا ہے تو چاہیے کہ دو ثلث وقت ظہر کا ہو اور ایک ثلث وقت عصر کا جیسا کہ دو قیراط ہیں بہ نسبت ایک قیراط کی پس ہو جائیگا وقت ظہر کا سوا سایہ اصلی کی دو مثل تقریبا پس جواب اسکی چار ہیں جو کلام سی شیخ الاسلام حافظ ابن حجر کی جو رد میں قاضی ابو زید دبوسی حنفی کی صادر ہو چکا ہے مستفاد ہوتی ہیں چنانچہ فتح الباری میں فرماتے ہیں قوله فی حدیث ابن عمر ونحن کنا اکثر عملا تمسك به بعض الحنفية کابی زید فی کتاب الاسرار الی ان وقت العصر من مصیر ظل کل شئ مثلیه لانه لو کان من مصیر ظل کل شئ مثله لکان مساویا لوقت الظهر وقد قالوا کنا اکثر عملا فدل علی انه دون وقت الظهر واجیب بمنع المساواة وذلك معروف عند اهل العلم بهذا الفن وهو ان المدة التی بین الظهر والعصر اطول من المدة التی بین العصر والمغرب واما ما نقله الحنابلة من الاجماع علی ان وقت العصر ربع النهار فمحمول علی التقریب اذا فرعنا علی ان اول وقت العصر مصیر الظل مثله کما قال الجمهور واما علی قول الحنفية فالذی من الظهر الی العصر اطول قطعا علی التنزل لا یلزم من التمثیل والتشبیه التسوية من کل جهة وبان الخبر اذا ورد فی معنی مقصود لا تؤخذ منه المعارضة لما ورد فی ذلك المعنى بعينه مقصودا فی امر آخر وبا

سطہ آنحضرت نے فرمایا کہ تمہاری کہاوت اور اہل کتاب کی کہاوت اوس آدمی کی سی ہی کہ اوسنی کئی مزدور لگائی اور کہا جو میرا کام فجر سی دوپہر تک کرے تو اوسی ایک قیراط دونگا پہر یہود نے وہ کام کیا پہر کہا کہ جو تا عصر تک دوپہر سے کری تو اوسی بہی ایک قیراط دیونگا تو نصاری نے کیا پہر کہا کہ جو تا عصر سے شام تک کری تو اوسی دو قیراط دونگا تو تم ہو اور یہود اور نصاری جل گئی کہ ہم نے کام تو بہت کیا اور اجرت تہوڑی سی روایت کی یہہ حدیث شیخین اور ترمذی نی سطہ حدیث ابن عمر میں اس قول کو کہ ہمنے کام بہت کیا بعضے حنفیون نے جیسے ابی زید نی کتاب الاسرار مین سند پکڑا ہے کہ وقت عصر کا اگر ایک مثل پر ہو تو ظہر کے وقت کی برابر ہو جاویگا حالانکہ اونہون نے کہا ہے کہ ہمنے کام بہت کیا تو دلالت کی اسبات پر کہ عصر کا وقت ظہر کی وقت سی کم ہے اور جواب دیا گیا ہے مساوات کی منع سی اور یہہ بات اہل علم اس فن کی نزدیک مشہور ہے کیونکہ وہ مدت جو ظہر اور عصر کی مابین ہے لنبی ہے اوس مدت سی جو عصر اور مغرب کی مابین ہی اور وہ جو حنبلیون نے نقل کیا ہے اجماع اسپر کہ وقت عصر چوتہائی دن ہے تو وہ تقریب پر حمل کیا گیا ہے جب حجت کہ یہہ تقریر کی ہمنے کہ عصر کا وقت ایک مثل پر ہوتا ہے جیسا کہ جمہور نے کہا ہے اور پر کہ حنفیونکی قول پر تو وہ مدت جو عصر اور ظہر کی مابین ہی لنبی ہی یقینی اور اگر ہم کا خلاف مانا نہیں جاوے تو تمثیل مین ہر طرح کی مساوات لازم نہیں ہے اور ایک جواب یہہ ہی کہ ایک ایسی معنی مین جو اصل مراد ہے جب حدیث وارد ہو تو ایسے معنی سے جو امر دیگر مین فقط مراد ہی معارضہ نہیں کیا جاتا

ليس في الخبر نص على ان كلا من الطائفتين اكثر عملا من المسلمين ان كلهم مجتمعين اكثر عملا من المسلمين وباحتمال ان يكون اطلق ذلك تغليبا باحتمال ان يكون ذكر قول اليهود خاصة فيندفع الاعتراض من اصله كما جزم به بعضهم يكون نسبة ذلك للجميع في الظاهر غير مرادة بل هو عموم اريد به الخصوص وبانه لا يلزم من كونهم اكثر عملا ان يكونوا اكثر زمانا لاحتمال كون العمل في زمنهم كان اشق ويؤيده قوله تعالى ربنا ولا تحمل علينا اصرا كما حملته على الذين من قبلنا ومما يؤيد كون المراد كثرة العمل وقلته لا بالنسبة الى طول الزمان وقصره كون اهل الاخبار متفقين على ان المدة التي بين عيسى ونبينا صلى الله عليه وسلم دون المدة التي بين نبينا وقيام الساعة لان جمهور اهل المعرفة بالاخبار قالوا ان مدة الفترة بين عيسى ونبينا عليهما السلام ستمائة سنة وثبت ذلك في صحيح البخاري عن سلمان وقيل انها دون ذلك حتى جاء عن بعضهم انها مائة وخمس وعشرون سنة وهذه مدة المسلمين بالمشاهدة اكثر من ذلك فلو تمسكنا بان المراد التمسك بطول الزمانين وقصرهما للزم ان يكون وقت العصر اطول من وقت الظهر ولا قائل به فدل على ان المراد كثرة العمل وقلته والله سبحانه

تفصیل جوابات مع شرح یہہ ہے کہ صدر کلام شیخ الاسلام کا رد ہے ہو بعید یو سی معنی پر اور قول اونکا وبان الخبر الخ در وسرا جواب ہے استدلال مؤلف کا سودہ جواب کا **اول جواب** یہہ کہ جو حدیث ایک معنی پر دلالت کری اور اوس معنی کی تصدیق میں صاف ہو تو اوسکی معارض ہوگی وہ حدیث جسمین وہ معنی پائی جاتی ہیں لاکن وہ حدیث بقصد اوس معنی کی وارد نہین ہوئی تہی بلکہ ارشاد سی اوسکی غرض کچہہ اور ہے **اقول** تشریح اسکی یہہ ہے کہ احادیث یک مثلی جو سابق مین نقل ہوئین مقصود اونسی تحدید ہی آخر وقت ظہر کی اور اول وقت عصر کی تو دلالت اون حدیثون کی وقت ظہر اور عصر پر بطور عبارت النص کے ہوئی اور حدیث اجارہ کی جسی مؤلف کو استدلال ہے غرض اور قصد اوسکی سوق سی اخبار ہے اس بات سی کہ یہود اور نصاری دونو فریق باوجود کثرت عمل کی اجر امت محمدیہ سی بیچ جزای عمل کی اور بقا اس امت کا قلیل ہے بہ نسبت اون دونون کی ملک پس دلالت اس حدیث کی اوپر کمی و بیشی وقت عصر اور ظہر کے اگر تسلیم بہی کیجاوی تو بطور اشارۃ النص کے ہوگی اور یہہ قاعدہ ہی کہ اشارۃ النص معارض

اور ایک جواب یون ہی کہ حدیث مین کہا یہہ نہین ہی کہ یہود اور نصارا ہرایک کی کام بہت ہین بسبب اسکی کہ یہہ بات بہی صادق اسکتی ہے کہ دونون ملکر مسلمانون سی بہت کام کئی اور ایک احتمال یہہ بہی ہے کہ تغلیب کے طور پر یون فرمایا ہو اور ایک احتمال یہہ ہے کہ خاص قول یہود کا ذکر کر دیا ہے تو اصل مین اعتراض ہی نہین جیسا کہ بعضون نے یہی توجیہ بالیقین کی ہی تو اب ظاہر میں دونو فرقون کی طرف نسبت مراد نہوگی بلکہ عام بولکر خاص مراد لیا گیا ہے اور ایک جواب یہہ بہی ہی کہ عمل مین بہت ہونی سی زمانہ کی زیادتی لازم نہین کیونکہ یہہ احتمال ہی کہ اونپر عمل سخت سخت ہی اور اسکی تائید کرتی ہی یہہ آیت اور اسکی تائید یہہ کہ کثرت عمل بخیال کثرت زمانہ کی یہان مراد نہین یہہ امر ہے کہ اہل تاریخ اسپر متفق ہین کہ حضرت عیسی اور آنحضرت صلعم کے بیچ مدت ہی وہ اوس مدت سی کم ہے جو آنحضرت اور قیامت کے بیچ ہے کیونکہ جمہور تاریخ دانون نے کہا ہے کہ زمانہ فترہ چہ سو برس ہین اور یہہ صحیح بخاری مین سلمان فارسی کی روایت سی ثابت ہے اور بعضون نے اس سی بہی کم کہا یہانتک کہ بعضون سی سوا سو برس کی روایت آئی ہی اور مدت مسلمانونکی جو بلکی دیکہی ہے یہہ بات ہے کہ اوس سی زیادہ ہے سو اگر دلیل مراد اونکی لمبی اور کم زمانہ پر ہو تو دونو زمانونکی مرادی تہی لازم آویگا کہ عصر کا وقت ظہر کی وقت سی لمبا ہوجاوے

عبارۃ النص نہیں ہوا کیونکہ عبارۃ النص مراد اور مسلم ہے اور اشارۃ النص جو مراد اور مشترک ہوتی ہے جیسا کہ کہا صدر الشریعۃ حنفی نے توضیح میں اما
المتن فکذا رجح النص علی الظاھر والمفسر علی النص والمحکم علی المفسر والحقیقۃ علی المجاز والصریح علی الکنایۃ والعبارۃ علی الاشارۃ والاشارۃ علی الدلالۃ
اور کہا علامہ تفتازانی نے تلویح میں اعلم ان الثابت بالاشارۃ والعبارۃ سواء فی الثبوت بالنظم وفی القطعیۃ
ایضا عند الاکثر الا انہ عند التعارض یقدم العبارۃ علی الاشارۃ لمکان القصد بالسوق کقولہ علیہ السلام فی النساء
انھن ناقصات عقل ودین الحدیث سیق لبیان نقصان دینھن وفیہ اشارۃ الی ان اکثر الحیض خمسۃ
عشر یوما وھو معارض بما روی انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اقل الحیض ثلثۃ ایام واکثرہ عشرۃ ایام وھو
عبارۃ فرجح انتھی اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث اجارہ یہود ونصاریٰ سے تاخیر نماز عصر کی فضل اور اولیٰ ہونا
از روی دلالت نص کے اپنے موطا میں اور اس حدیث سے یہہ استدلال کیا کہ وقت عصر کا بعد دو مثل کے ہوتا ہے اب معلوم
ہوا کہ دلالۃ النص کمتر ہوتی ہے اشارۃ النص سے عند التعارض ان الدلالۃ ایضا کالاشارۃ لکن الاشارۃ اولیٰ عند التعارض کذا فی
نور الانوار والتوضیح وغیرھما من کتب الفقہ اور حال اشارۃ النص کا سابق معلوم ہو چکا کہ بمقابلہ عبارت النص کے مرجوح اور غیر معمول
ہوتا ہے اور مولانا شاہ عبد العزیز قدس سرہ نے حدیث موطا کی بستان المحدثین میں نقل کر کے توجیہ وتشریح اس حدیث کی
خوبی سے کی ہے چنانچہ فرماتے ہیں نسخہ شانزدہم از موطا روایت امام محمد بن الحسن الشیبانی ست وامام مذکور بجہت شہرت
وکثرت احوال نویسان محتاج تعریف وتوصیف نیست موطا خود را بایں حدیث ختم نمودہ اخبرنا مالک عن عبد اللہ ابن عمر
ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال انما اجلکم فیما خلا من الامم کما بین صلوۃ العصر الی مغرب الشمس انما مثلکم ومثل
الیہود والنصاری کرجل استعمل عمالا فقال من یعمل لی الی نصف النہار علی قیراط قیراط فعملت الیہود

حالانکہ اسکا کوئی قائل نہیں تو معلوم ہو گیا کہ صرف کمی بیشی عمل کی مراد ہے اگلی اللہ پاک جانے ہو چکی عبارت فتح الباری کی سطر ۵ لیکن
متن سو جیسا کہ غالب ہے نص کا ظاہر پر اور مفسر کا نص پر اور محکم کا مفسر پر اور حقیقت کا مجاز پر اور صریح کا کنایہ پر اور عبارت کا
اشارۃ پر اور اشارۃ کا دلالت پر ہو چکی عبارت توضیح کی سطر ۵ جان کہ جو ثابت ہوا اشارۃ اور عبارت سے نظم قرآن سے ثابت
میں دونوں برابر ہیں اور قطعی ہونے میں بھی اکثر اہل اصول کے نزدیک مگر جب دونوں میں معارضہ پڑے تو عبارت اشارۃ پر مقدم ہے
کہ وہ سیاق کلام کا سبب ہے جیسے کہ عورتوں کی باب میں آنحضرت کا یہہ قول کہ وہ عقل اور دین میں ناقص ہیں آخر حدیث تک
سیاق تو اسکا انکی دین اور عقل کے نقصان کی باب میں ہی اور اس میں اشارۃ یہہ بھی ہے کہ اکثر مدت حیض کی پندرہ دن ہیں اور یہہ
معارض ہے اوسکی جو نبی نے فرمایا کہ اقل مدت حیض تین دن اور اکثر مدت حیض کی دس دن ہیں اور یہہ عبارۃ النص ہے تو یہہ مقدم ہے ہو چکی عبارت تلویح کی
سطر ۵ دلالت بھی اشارہ کی طرح ہے لیکن اشارۃ اولیٰ ہے معارضہ کے وقت اسی طرح ہے نور الانوار اور توضیح اور اور اصول کی کتابوں میں
سطر ۵ روایت کی مالک نے عبد اللہ بن عمر سے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ مدت تمہاری بہ نسبت زمانہ امتوں سابق کی ایسی ہے جیسی کہ عصر سے مغرب تک
اور کہاوت تمہاری اور یہود ونصاریٰ کی مثل اوس شخص کے ہے کہ اوس نے کئی مزدور ٹہرا کر کہا کہ کون میرا کام کرے دوپہر تک ایک قیراط کی اجرت پر

ثم قال من يعمل لی من نصف النهار الی العصر علی قیراط قیراط فعملت النصاری علی قیراط قیراط ثم قال من یعمل
لی من صلوة العصر الی مغرب الشمس علی قیراطین قیراطین الا فانتم الذین تعملون من صلوة العصر الی مغرب الشمس علی
قیراطین قیراطین قال فغضب الیهود والنصاری وقالوا نحن اکثر عملا واقل عطاء قال هل ظلمتکم من حقکم شیئا قالوا لا قال فانه فضلی
اوتیه من شئت ثم قال محمد هذا الحدیث یدل علی ان تاخیر العصر افضل من تعجیلها الا تری انه جعل ما بین الظهر الی العصر اکثر مما بین
العصر الی المغرب فی هذا الحدیث ومن عجل العصر کان ما بین الظهر الی العصر اقل مما بین العصر الی المغرب فهذا یدل علی تاخیر العصر
وتاخیر العصر افضل من تعجیلها ما دامت الشمس بیضاء نقیة لم یخالطها صفرة وهو قول ابی حنیفة والعامة من فقهائنا رحمهم الله تعالی
انتهی راقم الحروف گوید اینجا امام محمد ازین حدیث استنباط کرده اند صحیح است و مدلول حدیث همین قدر است که ما بین صلوة العصر الی مغرب الشمس
کمتر از ما بین نصف النهار الی صلوة العصر میباشد قلت عمل وکثرت عطاء که مقصود از تشبیه است درست گردد و تعیین عدد آن آخر
عدد از اول وقت آن متحقق میشود اما آنچه از بعضے فقها منقول است که باین حدیث تمسک کرده اند که وقت عصر از بعد
المثلین شروع میشود و قبل از آن وقت ظهر است پس دلالت حدیث برآن ممنوع است آری اگر لفظ ما بین وقت العصر الی المغرب
مے بود گنجایش این استدلال می شد لفظ حدیث ما بین صلوة العصر الی مغرب الشمس است و ظاهر است که صلوة العصر در اول
وقت متحقق نمیشود تا مدعا حاصل گردد و مدار تشبیه بر مقدار ما بین نماز عصر بر دفق آنچه معمول آن جناب بود تا وقت غروب
و آن کمتر از ما بین ظهر و عصر میشد گو از ابتدای وقت عصر تا غروب مساوی آن باشد و اگر کسی از ینجا طریق سلوک تشبیه پرسد
تفهیم است و در صورت تخییل لازم آید زیرا که صلوة عصر را تعیینی نیست هر کسی در وقتی از اوقات مشترکه میخواند بخلاف وقت عصر که
فی نفسه متعین است گوئیم تشبیه برای تفهیم مخاطبین است و مخاطبین وقت متعارف نماز آن جناب را میشناختند پس بعبارت ایشان
بوجه حسن تفهیم متحقق شد و دیگر از اسماع اتیان آن معنی واضح شد و تفهیم متحقق شد نظیرش آنکه حضرت عائشه در وقت معمول نماز عصر
آن جناب فرموده است کان یصلی العصر والشمس فی حجرتها لم یظهر الفیئ بعد و معلوم است که این بیان و تفسیر غیر از کسانیکه
آن حجره مبارکه دیده تباشند و بودن آفتاب درآن حجره و ظهور سایه را در آن مقایسه کرده باشند فائده دهنده کما هنا و نیز آنچه
آنچه در کلام امام واقع شده که ومن عجل العصر کان ما بین الظهر الی العصر اقل مما بین العصر الی المغرب بظاهر مخدوش است زیرا که اوقات

پھر کہا کون ہے مجھے ظہر سے عصر تک کرے ایک ایک قیراط پر سو وہ نصاری ہوئی پھر کہا کہ عصر سے شام تک دو دو قیراط پر کون کریگا سو وہ تم ہوئے
کہ عصر سے شام تک دو دو قیراط پر کرتی ہو پھر فرمایا کہ یہود اور نصاری جل گئے کہ ہم نے کام تو بہت کیا اور مزدوری کم ملی خدا نے فرمایا کہ کیا
تمہاری حق تلفی ہوئی کہا کہ نہیں فرمایا کہ یہہ میرا انعام ہے جسکو چاہوں دوں کہا امام محمد نے یہہ حدیث دلالت کرتی ہے
اوپر تاخیر عصر کی اوسکی جلدی سے افضل ہے کیا تجھے سوجھتا نہیں کہ ظہر کی اور عصر کی ما بین جو ہے اوسے زیادہ ٹھہرایا ہے بہ نسبت
ما بین عصر کے تا غروب تک ہے اور جو عصر جلدی کی پڑھیگا ظہر سے عصر تک کا وقت کم ہو جاویگا اور عصر سے غروب تک کا بڑھ جاویگا تو یہہ دلالت
کرتا ہے اوپر کہ تاخیر عصر کی افضل ہے تعجیل سے اور تاخیر جبتک ہے کہ سورج صاف رہے زردی آمیز نہو جاوے اور یہی قول ابی حنیفہ اور ہمارے عام فقہا کا

قاعدہ ظلال انتصاف شمل وقتی بیشود کہ بعد النہار باقی میماند در اکثر بلدان پس تعین مساوی باشند نہ زیادہ وکم ومیتوان توجیہ کرد کہ مراد از امام ابن ابی الظہر تا بین المتعارف للصلوۃ وقتہ است یعنی از ابتدای وقت متاخر خصوصا در ایام صیف کہ ابراد آن مستحب است واللہ اعلم جواب دوسرا یہہ کہ اس حدیث اجارہ میں یہہ نہیں کہا کہ ہر ایک فرقہ نے علیحدہ علیحدہ اپنی اپنی عمل کو زیادہ کہا ہے بلکہ بظاہر الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ دونو فریق نے ملکر کہا ہو کہ ہمنے زیادہ عمل کیا ہے لیکن یا وجود عمل فقط نصاری کی عمل مسلمین سے ثابت ہوئی تو کہ وقت اونکی عمل کا وقت عمل مسلمین سے زائد کہو جواب تیسرا یہہ کہ باعث کثرت عمل یہود کی بنسبت نصاری کی احتمال ہی کہ در اصل زیادہ رکہنی والی اپنی عمل کو یہودی ہوں اور نسبت ظاہری طرف دونوں کی مجازا ہو از راہ تغلیب کے اور بطور اطلاق عام اور ارادہ خاص کے جواب چوتہا یہہ کہ اون لوگوں اپنے عمل کو زیادہ کہا ہے عمل سے مسلمانوں کی اور عمل کے زیادہ ہونیسے مانہ عمل کا زیادہ ہونا ضرور نہیں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ تہوڑے سے زمانہ میں مثلا ایکدن میں کوئی اوسقدر کام کرے کہ وہ کام اوسیقدر دوسرے آدمی سے دو دن میں ہو اور یہہ بات بہت موٹی ہی اور قابل فہم لڑکوں تک کی ہی نہیں اور یہی مراد ہے اس حدیث میں تحقیق عمل نصاری کے یعنی اگر نصاری کو بہی زیادہ رکہنے والے اپنے عمل کو ٹہہراویں تو معنی اوسکی یہی ہیں کہ فقط عمل اونکا زیادہ ہی عمل سے مسلمین کے نہ یہہ کہ زمانہ اونکی عمل کا زیادہ ہی زمانہ عمل مسلمانوں کی سے بدتنبیہ دو وجہ کی حجت اول یہہ کہ ارشاد کرتا ہے اللہ تعالی ربنا ولا تحمل علینا اصرا کما حملتہ علی الذین من قبلنا پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اعمال پہلی امتوں کی کثیر تہی اور شاق تو اس سبب سے عمل اونکا کثیر ہوا امت محمدیہ سے نہ بسبب طول زمانہ کی دوسری یہہ کہ مدت عمل نصاری کی نصف ہی مدت عمل سے مومنین کی بحساب ان دونوں کی اصلی کہ مدت عمل کو مومنین کی چنک بارہ سو برس اور مدت عمل نصاری کی جو میعاد اونکی عیسی علیہ السلام سے لیکر زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک ہی قریب چہہ سو برس کی ہے جیسا کہ روایت کی ہی بخاری نی سلمان سے کہ زمانہ فترت کا عیسی علیہ السلام سے لیکر آنحضرت صلعم تک چہہ سو برس ہیں اور خدا جانی کہ آیندہ اس امت کو کب تک بقا رہیگا ورمدت نصاری کی بہ نسبت مومنین کی کسقدر کم ہو جاویگی پس کسطرح کہونگی کہ زمانہ عمل نصاری کا زیادہ ہے عمل مومنین کی سے تو کہ ظہر کا وقت عصر کے وقت سے بڑا ہو جاوے پس معلوم ہوا کہ نصاری نی اگر اپنی عمل کو زیادہ کہا تو باعتبار شاق ہونی عمل کے جیسا کہ شاہد ہی اسپر قول اللہ تعالی کا ربنا ولا تحمل علینا الی آیۃ نہ باعتبار طول مدت عمل کی تو نہ ثابت ہوا اس قول سے نصاری کے زیادہ ہونا وقت ظہر کا وقت عصر سے فللہ الحمد دلیل ثانی مؤلف کی یہہ ہی کہ روایت ہی ابو ذر سے کہا کنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر فاراد المؤذن ان یؤذن للظہر فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابرد ثم اراد ان یؤذن فقال ابرد ثم اراد ان یؤذن فقال ابرد حتی ساوی الظل التلول فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان شدۃ الحر من فیح جہنم رواہ الشیخان

سلہ اے پروردگار نہ بوجہہ رکہہ ہمپر جیسے کہ تونے ہمسے پہلی لوگوں پر رکہا تہا سلہ ہم آنحضرت صلعم کے ساتہہ سفر میں تہی سو مؤذن نے ظہر کے اذان کا ارادہ کیا سو آپنے فرمایا کہ ٹہنڈک ہونے دے پہر ارادہ کیا تو آپنے یہی فرمایا پہر ارادہ کیا تو فرمایا کہ اتنے ٹہنڈک یہانتک کہ ٹیلوں کا سایہ برابر ہو جاوے اور فرمایا کہ گرمی کی شدت دوزخ کا بہپارہ ہے روایت کی یہہ حدیث شیخین نے

وجہ استدلال مولف کی دو بیان کئی ہین ایک یہہ کہ سایہ ٹیلون کا بعد ڈہل جانی بہت آفتاب کی ہوتا ہی پس اول یہہ کہ
ڈہلی بعد چوتہائی حصہ آدہی دن کی پیش ہوگا اوسوقت سایہ آدمی کا نصف قد اور جب شروع ہو کر ظہر سایہ ٹیلون کی
تو ہوگا سایہ آدمی کا ڈیڑہ قد پس جب ایسی وقت فارغ ہوئی تو پہر نماز بوجہ مسنون سی اور نماز مسبوق سی دو مثل
تک پہلی آخر ہونی وقت کی فرغت ہوگی دوسری یہہ کہ تجربہ کیا گیا یعنے گر لہنا کر مثل ٹیلی کی زمین پر رکہا گیا اور جب
سایہ کو ایک مثل دیکہکر نماز پڑہی تو قریب دو مثل کے پہلی آخر وقت کی فرغت پائی پس جواب اسکی استدلال وہی سے
تو کیا دیوین کیونکہ وہ مجرد ایک ابلہ فریبی ہی اور دعوی بی دلیل آپی کر اولا دعوی یہہ کیا کہ قبل یہہ کہ ڈہلی دن بقدر چوتہائی
آدہی دن کے اور سپہر کوئی دلیل نہین پہر کہا کہ وقت ظہر سایہ ٹیلون کا ڈیڑہ قد سایہ آدمی کا ہوتا ہی اور یہہ محض غلط بلکہ
ظہور سایہ ٹیلون کا آدہے قد سایہ آنے کے بہی پہلی ہوجاتا اور مساوی ٹیلون کی بہی اوسیوقت ہوجاتا ہی جبکہ سایہ
ہر شی کا برابر ہوتا ہے جسکو استفاع ٹیلی کی زمین سی بیچہان ہو وہ جانتا ہے پہر دعوی کیا کہ نماز مسبوق کی اور
امام کے پہلی آخر وقت آنیکے دو مثل کے قریب ہوتی ہے یہہ بہی غلط ہے اور دہوکہا اوٹہان مسبوق کون تہا
جسکو شامل کیا ہی ایک حالت معینہ منقضیہ مین مسبوق کا کیا ذکر کیا یہہ تہدیا ینہ نمازون کی ہی کہ مسبوق کا وقت
پیدا کیا حکایت ماضی مین اوس چیز کا جو ثابت نہو ضم کرنا بڑی حماقت ہی اور پہر دعوی دس رکعت ظہر ہی فرغت ہونیکا
قریب دو مثل کے بہی غلط کیونکہ اگر بالفرض بعد ایک مثل کے نماز شروع ہو تو بہی سوا مثل کے اندر اندر دس رکعت ادا کرکے
فرغت ہوتی ہے ایسا ہی دعوی اوسکا اپنے تجربہ مین کہ جبکہ بعد ایک مثل ٹیلی کی نماز مین شروع ہوئین تو قریب دو مثل کے
فرغت پائی بہی غلط ہے اور فرغت دس رکعت ظہر سی بوجہ مسنون سوا مثل کی اندر حاصل ہوسکتی ہے جناب مولف کا
تعجب ہے کہ امام صاحب کے مع مین کہ حکی ہین کہ وسے ہر شب مین ہزار رکعت پڑہتے تہے جسکے بحساب گہنٹون کی ادا
وضع کرنے جا گہنٹہ کی فی گہنٹہ ایک سو چپیس رکعت ہوتی ہین جیسا کہ باب اول کی رو مین گذرا اور ابہی دس رکعت ظہر کے
اتنی وقت مین فرغت ہونی بیان کرتے ہین کہ ایک مثل ٹیلون کی سی قریب دو مثل کی سایہ گذر گیا تہا سو جبکہ کہ تمام
تو آپکی استدلال تو بالکل واہی ہوئی اور اس حدیث کی ہرگز دو مثل پر دلالت نہین ہان البتہ ظاہر حدیث سی اس
مین اسقدر سمجہا جاتا ہے کہ پڑہنا ظہر کا بعد ایک مثل کی اوس حادثہ سفر مین آنحضرت صلعم سی صادر ہوا ہی اور اس
یہہ شبہہ گذرتا ہے کہ وقت ظہر کا بعد ایک مثل کے باقی رہتا ہی پس جواب اس سی تین ہین اول یہہ کہ مساوی کہنا
راوی کا سایہ ٹیلون کو ظاہر ہے کہ تخمیناً اور تقریباً ہے نہ باین طور کہ گز رکہکر ناپ لیا تہا ہیوا سطی صحیح مسلم اور
ابوداود کی روایت مین مساوات کا ذکر نہین ہے بلکہ اتنا ہی ہے کہ حتی رأینا فی التلول اور صحیح بخاری مین
تین مقام مین بلا ذکر مساوات ہے دو جگہہ کتاب المواقیت مین حتی رأینا فی التلول اور ایک جگہہ بدء الخلق مین ہے

حتی فاء الفیٔ اور راوی ان کی تفسیر کی بعضی التلول یعنی وقع الظل تحت التلول کذا ذکر فی الکرمانی ترجمہ خلاصہ ان
عبارتونکا یہہ ہے یعنی ظاہر ہوا سایہ نیچے ٹیلے کے اور دیکہا ہمنے سایہ ٹیلونکا اور وہ تخمیناً برابر ہونا پہر بہی مع سایہ اصلی کی آ
نسے ظہر سی کہ سایہ اصلی الگ کر کی مساوی کہا ہی وہذا الاخیر علی من لہ ادنی عقل تو دراصل اوسوقت سایۂ ٹیلون کا بعد نکالنے
سایہ اصلی کے تخمیناً آدہی مثل ہوگا یا کچہہ زیادہ اور مثل کی ختم ہونے مین اتنی دیر ہوگی کہ بخوبی نماز سی فارغ ہوئی ہونگی
دوسرا جواب یہہ کہ مساوات سایہ کی ٹیلون سی مقدار مین مراد نہو بلکہ ظہور مین یعنی پہلی سایہ جانب شرق معدوم تہا
اور مساوات نہتی ٹیلون سی کیونکہ وہ موجود نہین اور وقت اذان کی سایۂ جانب مشرق بہی ظاہر ہوگیا پس برابر ہوگیا
ٹیلون کے ظاہر ہونے مین اور موجود ہونے مین نہ مقدار مین جیسا کہ کہا فتح الباری مین ویحتمل ان یراد بہذہ المساواة
ظہور الظل بجنب التل بعد ان لم یکن ظاہرا فساواہ فی الظہور لا فی المقدار انتہی وہکذا فی المحلے تیسرا جواب یہہ
یہہ تاخیر آنحضرت سی سفر مین واقع ہوئی ہے پس شاید کہ آنحضرت نے اس ارادہ سی تاخیر کی ہو کہ ظہر کو عصر سی جمع کر کی پڑہے
جیسا کہ اور سفرون مین جمع کرنا دو نماز دن کا آنحضرت سی ثابت ہی چنانچہ عنقریب ثابت کیا جاوی گا پس سفر کی وقت پر
حضر کے وقت کو قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے یہہ جواب بہی حافظ ابن حجر نے دیا ہے جیسا کہ کہا فتح الباری مین
ویقال کان فی السفر فلعلہ اخر الظہر حتی یجمعہا مع العصر انتہی وہکذا نقل فی المحلی الحنفی علی وجہ القبول فی التسلیم
قلت منشاء تاویلات کا یہی ہی کہ احادیث صحیحہ جنسے یہہ معلوم ہوتا ہی کہ بعد ایک مثل کی وقت ظہر کا نہین رہتا
ہین پس جمعاً بین الادلۃ یہ تاویلین حقہ کی گئین دلیل رابع مولف کی یہہ کہ حدیث مین بریدہ کی واقع ہی فلما ان کان الیوم
الثانی امرہ فابرد بالظہر فابرد بہا فانعم ان یبرد بہا رواہ مسلم فی تمام الحدیث اور روایت میں ابو موسی کی یون وارد ہے
ثم اخر الظہر حتی کان قریبا من وقت العصر بالامس رواہ مسلم وجہ استدلال یہہ بیان کی ہی کہ نماز دوسری دن بہت
ٹہنڈی کر کے پڑہے ہے یاین طور کہ قریب تہا آخر اوسکا ابتداء وقت پہلی دن کی عصر کے اور پہلی دن عصر اوسوقت پڑہی تہی
کہ آفتاب اونچا اور سفید تہا اور اسوقت پانچ گہڑی دن تہا اور دوسرا یہہ کہ لفظ فانعم ان یبرد کا اول خود دلالت کرتا ہی دو مثل پر
اور اگر مجمل کہو تو بیان کر دیا ہے اوسکو حدیث ابی سعید کی نے جو آگے گذری **اقول** وہ حدیث یہہ ہی کہ کہا ابو سعید خدری نے
اذن مؤذن النبی صلی اللہ علیہ وسلم للظہر فقال ابرد ابرد او قال انتظر انتظر فان شدۃ الحر من فیح جہنم فاذا اشتد
الحر فابردوا عن الصلوٰۃ رواہ الطحاوی وغیرہ پس ہر چند کہ جواب اسکا یہی تہا کہ یہہ بولتی ہے نسبت جواب شق کہ جو ب

ف انکا سایہ نیچے ٹیلونکی الباری ذکر کیا کرمانی نی ف اور احتمال ہی کہ ارادہ رکہا جاوے اس برابری ٹیلی کی نیچی سایہ کا ظاہر ہو جانا کہ پہلی بالکل نہ تہا تو برابر ہوگیا
ظہور مین نہ کہ مقدار مین نہوی ہو چکی عبارت فتح الباری کی اور اسیطرح ہے محلی مین ف اور کہا جاتا ہی کہ سفر مین تہی شاید کہ تاخیر ظہر کی ہو تاکہ جمع کرے
ساتہ عصر کے تہ ملادین ہو چکی عبارت فتح الباری کی اور اسیطرح محلی مین نقل کیا اور تسلیم کر کی نقل کیا ہی ف اور جب دوسرا دن ہوا آنحضرت نے حکم کیا اوسکو تو ٹہنڈا کر کے
پڑہا اور خوب ٹہنڈا کیا روایت کی مسلم نے پوری حدیث میں ف پہر تاخیر ظہر کی یہانتک کہ دوسری دن کی عصر سی قریب ہوگئی ف آنحضرت کی مؤذن نے اذان دی

لاکن تاہم دسویں وجہ سے تباہ یعنی اوقفون کی کہا جاتا ہی کہ اس حدیث سی دو مثل تو کیا ایک مثل سی تجاوز کی بو بھی نہین آتی ہی اور آجتک کسی حنفی نی ہی نہیں کہا کہ فالغمران یبرد بہا جسکی یہہ معنی ہین کہ خوب ٹھنڈا کیا اوس ظہر کو دو مثل تک ٹھنڈا کرنا مراد ہے اور یہہ ستنباط اس مؤلف ہی نی اختراع کیا ہے ع بربین عقل و دانش بباید گریست ؛ غور کرو کہ خوب ٹھنڈا کرنے سے یہہ کہان لازم آتا ہے کہ ایک مثل سی باہر نکلجاوی اور جو دو وجہ استدلال کے مؤلف نی بیان کی ہین وہ بالکل واہی اور پوچ ہین وجہ اول یہی کہ عصر پہلی دن کی آنحضرت نی ایک مثل پر پڑہی تہی جسکو مولف کہتا ہے کہ پنج گہڑی دن رہی پڑہی تہی اور پہر ظہر دوسرے دن کی بس پانچ گہڑی دن رہی کی قریب کہتا ہے اور دلیل اس پانچ گہڑی کے مقدار کی یہ سکو ٹہراتا ہے کہ آفتاب اوسوقت بلند اور سفید خالص تہا اور اتنا نہین جانتا کہ پہر ڈیڑہ پہر دن رہے بہی آفتاب بلند اور سفید ہوتا ہے شاید اوسکی نزدیک پہر ڈیڑہ پہر دن رہے آفتاب نیچا اور زرد ہوتا ہوگا اور پانچ گہڑی دن رہے بلند اور سفید ہو جاتا ہوگا یہہ باتین سوای باولون کی کسی سی صادر نہین ہوتین اور وجہ ثانی اسکی یہی کہ لفظ فالغمران یبرد بہا کا جسکی یہہ معنی ہین کہ خوب ٹھنڈا کیا کسی عاقل کے نزدیک خواہ وہ ہندی ہو یا ہو دو مثل پر دلالت نہین کرتا اور نہ اسکی احتمال کو حدیث ابو سعید کی اوٹہاتی ہی کیونکہ اوسمین بہی ایسا کوئی لفظ نہین جس سی ایک مثل سے تجاوز کرنا سمجہا جاوی چنانچہ حدیث بالا اسکی منقول ہے پہر معلوم نہین کہ مؤلف مجنون کس خبط سی فالغمران یبرد بہا سی دو مثل نکالتی ہی قاتلہ اللہ بس ان چارون دلیلون مولف کی ہی بوجہ معقول جوابات ہو لیئی اور ثابت ہو گیا کہ اوسکی ایک دلیل سی بہی ثابت نہین ہوتا کہ وقت ظہر کا بعد ایک مثل کے باقی رہتا ہے چہ جائیکہ دو مثل تک اب خوکہ مولف نی حدیث جبرائیل سی بہی جو متمسک ہو دو کا ایک مثل کے ہے استدلال کیا ہے اسپر کہ وقت ظہر کا دو مثل تک رہتا ہے اور وجہ استدلال یہہ بیان کی ہی کہ جبرائیل نی دوسری دن ظہر اوسوقت پڑہی تہی جسوقت پہلی دن عصر پڑہی تہی یعنی ایک مثل پر پس اس سی اشتراک دونون نمازون کا ایک وقت مین بقدر چار رکعت کی پیدا ہوا اور پہر وہ اشتراک منسوخ ہے حدیث اذا صلیتم الظہر فانہ وقت الی ان یحضر العصر سی تو آخر وقت ظہر کا ایک مثل منسوخ ہوا بدلالت حدیث ابوہریرہ وغیرہ کی اور متعین ہوا دو مثل آخر وقت ظہر کا تو جواب اوسکا تحت اول حدیث کی جواب ایک مثلی مین سی کلام شیخ سلام اللہ حنفی اور امام نووی کی گذرا اور حاصل اوسکا یہہ ہی کہ جبرائیل نی دوسرے دن ظہر سے ایک مثل پر فراغت پائی تہی نہ یہہ کہ شروع کی تہی اور پہلی دن عصر اوسوقت مین یعنی بعد ایک مثل کے شروع کی تہی اور اشتراک نہ ہوا اور اسکی نسخ سی آخر وقت ظہر کا دو مثل ہو جاوی اور ان معنی کو امام نووی نی خوب مدلل بیان کیا ہی پس طرف پہلی حدیث ایک مثلی کی رجوع کرنا چاہیے اور ایک دلیل عقلی مؤلف نی بیان کی ہی وہ یہہ کہ بعد دو مثل کی نماز پڑہی ہونے سے بالیقین نماز اپنے وقت مین ادا ہوتی ہے اور اگر ایک مثل کے بعد پڑہین تو شاید ہے کہ اللہ کی نزدیک وقت نہ ہوا ہو

تو آپنے فرمایا کہ ٹھنڈک کر یا فرمایا ٹہر جا کسلئے کہ گرمی کے شدت دوزخ کا پہیلاؤ ہے جب گرمی کی شدت ہوا کری تو نماز ٹھنڈک مین پڑہا کرو سطر ۵ جو تم ظہر پڑہو تو اوسکا وقت ہے عصر کے وقت ہونے تک

پس ہوگی نماز قبل وقت کی اور یہہ درست نہین بالاجماع پس اسکا جواب یہہ ہی کہ اگر باوجود قیام دلایل قطعیہ کے اتفاق تمام جہان کی اوپر ایک مثل کے خلاف امام ابوحنیفہ کا بی دلیل موجب اس بات کا ہوسکتا ہے کہ بعد ایک مثل کے قبل دو مثل کے نماز عصر کے پڑہنی قبل وقت سی ہوگی اس احتمال سی کہ شاید عند اللہ وقت نہوا ہو تو چاہیے اگر کوئی مدعی بلا دلیل دعوی کرے کہ وقت نماز عصر کا بعد تین مثل کی داخل ہوتا ہی اور اسپر کچہہ دلیل نرکہتا ہو جیسا کہ امام ابوحنیفہ دو مثل پر کوئی دلیل نہین رکہتی تو اوسکی دعوی بلا دلیل سی نماز عصر کو تین مثل کی ورے جایز نہین اس احتمال سی کہ شاید اللہ کی نزدیک تین ہی مثل کی بعد وقت ہوتا ہو اور یہہ کوئی نہین کہیگا حتی المولف الحنفی حالانکہ یہہ قول تین مثل کا اور حنفیون کا دو مثل کا دونو برابر ہین بی دلیل ہونی مین پس معلوم ہوا کہ مجرد خلاف بی دلیل عمل کے اوپر امر با دلیل اور متفق علیہ جمہور کے مانع نہین ہوتا اور باعث عدم احتیاطی کا نہین ہوتا اور ایک دلیل دو مثل پر صاحب ہدایہ نی بیان کی ہی وہ یہہ کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی ابردوا بالظہر فان شدۃ الحر من فیح جہنم یعنی ٹہنڈا کرو ظہر کو شدت گرمیون مین اور شدت گرمی کی دیار عرب مین عین مثل پر ہوتی ہی پس ٹہنڈک اوسی وقت پر ہوگی جبکہ ایک مثل سی سایہ متجاوز ہوگا جیسا کہ ہدایہ مین فرماتی ہین ولقولہ علیہ السلام ابردوا بالظہر فان شدۃ الحر من فیح جہنم و اشد الحر فی دیارہم فی ہذا الوقت پس جواب بنا اس تقریر کا ہمکو ضرور نہین کیونکہ خدا کی فضل و کرم سی حنفیون ہی نے اسکو رد کر دیا ہے کہا قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی نی تفسیر مظہری مین وہذا الاستدلال ضعیف جدا ودلالۃ حدیث الابراد علی بقاء وقت الظہر بعد المثل ممنوع بل الابراد امر اضافی و شدۃ الحر انما یکون عند الزوال وبعض الابراد یحصل قبل بلوغ الظل مثل الشئ ولو کان الحر فی دیارہم حین بلوغ ظل الشئ مثلہ اشد مما قبلہ لکان مقتضی الامر بالابراد تعجیل الصلوۃ فی اول الوقت واللہ اعلم انتہی اور کہا مولانا عبد العلی حنفی نے ارکان اربعہ مین و یحتمل اندروی النسائی وابوداؤد عن ابن مسعود قال کان قدر صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الظہر فی الصیف ثلثۃ اقدام الی خمسۃ اقدام وفی الشتاء خمسۃ اقدام الی سبعۃ اقدام وخمسۃ الاقدام تکون اقل من المثل فعلم ان اللبث فیحصل اذن کان ظل القامۃ خمس اقدامہا فلا یعارض حدیث الابراد حدیث جبرئیل انتہی اور کہا شیخ ابن الہمام نے جو حنفیون کے سردار ہین فتح القدیر حاشیہ ہدایہ مین ان غایۃ مالزم من استدلال الہدایۃ ان وقت الظہر یبقی بعد بلوغ الظل مثلہ ولا یلزم منہ الانتہاء الی بلوغ الظل مثلین فالدلیل قاصر عن المدعی انتہی وما قال ابن الہمام فی الجواب الا ان یقال انہ صلی اللہ علیہ وسلم

سلہ اور یہہ دلیل پکڑنا بہلا ضعیف ہے اور دلالت کرنا حدیث ابراد ظہر کا اوپر کہ ظہر کا وقت بعد ایک مثل کے رہتا ہی مسلم نہین ہی بلکہ ابراد ایک امر اضافی ہے اور شدت گرمیکی عین دوپہر مین ہوتی ہی اور ایک مثل پہلی کچہہ شدت گہٹ جاتی ہی اور اگر اونکی ملک مین ایک مثل پر شدت گرمیکی ایک مثل کے پہلی سے زیادہ ہوتی تو یہہ چاہیے تہا کہ جلدی کرکی اول وقت پر نماز ہوگی اللہ جانی سلہ اور مین نماز شبہ ہے کیونکہ نسائی اور ابوداؤد نی عبد اللہ بن مسعود سی روایت کی ہی کہ آنحضرت کی مقدار نماز ظہر گرمی مین تین قدم سی پانچ تک تہے اور جاڑے مین پانچ سی سات تک اور پانچ قدم ایک مثل سی کم ہوتی ہین سو جانا گیا کہ پانچ قدم سایہ قدم پر ٹہنڈک حاصل ہوجاتی ہتی تو حدیث ابراد اور حدیث جبرئیل مین

وفي اليوم الثاني حين بلغ الظل مثلين فهو المثلين للعصر من دون مثل ما حين فيهما قبله وقت الظهر انتهى فبهذا قال الشيخ سلام الله

الحنفي في مواهب الرحمن استدل بما روي عنه عليه السلام انه صلى العصر حين صار ظل كل شيء مثليه على كون اول وقت العصر مصير الظل مثليه

ودفع في المحلى وهو كما ترى حكاية حال لا يدل على كون اول وقته ذلك انتهى والتشاد عن ايراد ابن الهمام على استدلال صاحب الهداية بانه

لا قائل بكون ما بعد بلوغ الظل المثل وقبل بلوغه مثلين خطأ عظيم لانه خلاف ما هم عليه من ان وقت العصر من بعد بلوغ الظل المثل الى

مثلين قبلهما بعدهما الى الغروب بل المنزل لا يقتحم المانع فانه يطلب الدليل على القول او عدم ذلك القول فكيف يجلب عدم

قوله بلا دليل اطمينانا فافهم فيقع ايراد ابن الهمام كما كان بيان عبارتون حنفيه كي سي چار جواب دليل صاحب هدايه كي معلوم هوتي هين

اول يه كه دعوي حاصل هوني ٹهنڈك كا ديار عرب مين ايك مثل پر ضروري اسكي مخدوش هے كيونكه ابن مسعود كي روايت مين

آيا هے كه آنحضرت گرميون مين پانچ قدم سايه ڈهلني تك نماز ظهر كي پڑها كرتے اور جاڑے مين سات قدم تك جو ايك مثل هونا هي قاريش

هوجكتي اور ظاهر هي كه وه پانچ قدم ايك مثل سي كم هے هين تو معلوم هوا كه اس ديار مين پانچ قدم پر دو قدم پهلي

ايك مثل سي ٹهنڈك هوجاتي هے اور يهي قدر مراد حديث ابردوا مين جو مجمل هي ليس حديث ابراد معارض حديث

جبرئيل كي جسمين ايك مثل وقت ظهر كا پايا جاتا هي نهين هي ٢ ما حاصل جواب مولنا عبد العلي دوسرا جواب يه كه

شدت گرمي كي تو وقت زوال هي كي هوتي هي اور بعد زوال كي ايك مثل كي درمي كچه تو ٹهنڈك هوجاتي هي بس آنحضرت كا

يه مقتضي امر كا اسي قدر اور اگر بقول صاحب هدايه كي ملك عرب مين ايك مثل پر زياده شدت گرمي كي هوتي هي بنسبت

نصف النهار كي يا پونی مثل كے يا آدهي مثل كے تو مقتضى امر كا يه هوا كه قبل ايك مثل كي ٹهنڈك مين نماز پڑهين اقول يهي

مجمل هے قول اوس شخص كے كا جو ابردوا بالظهر كے يه معني كرتا هے كه ظهر اول وقت مين پڑهو يعني اگر تم كهو كه شدت گرمي كي

عين مثل پر هوتي هي بنسبت اول وقت كي تو اول وقت پڑهو تو كه ابراد حاصل هو پهنچ وقت ظهر كي كه ايك مثل هي پر

واقع هوگيا يهان سي اعتراض مولف كا جو مسئله تيسرے مين اس معني پر كيا تها اور اس معني كو وه اپني كهكر دافع بن گيا تها

يه نه سمجها تها كه يه معني مطلقا نهين بلكه اوس تقدير پر هي جو مبني اور هماري پيشواؤن كي مصنفين كي اختراع كي هي كر ديا

گرمي وقت ايك مثل كے بنسبت اول وقت كي زياده هوتي هے فتدبر تيسرا جواب يه كه فرض كيا كه ملك عرب مين ايك مثل

سا يه مثلين ما سوا انتهاء دليل كي يه هے كه ايك مثل كي بعد ظهر كا وقت باقي رهتا هي تو اوس سي يه كيونكر لازم آيا كه دو مثل تك اوس وقت كي انتها هي تو

دليل مين اثبات مدعا سي نقصان رها چوتهي عبارت فتح القدير كي مروجه جواب مين ابن الهمام نے كها كه اگر يه كها جاوے كه حضرت نے دوسرے دن دو مثل پر عصر

تو وه وقت عصر كا معين هوگيا اور اوس سے پهلے ظهر كا وقت رهگيا تو جواب اوسكا وهي هے جو سلام الله حنفي نے محلى مين اوسكي جواب مين كها هے جسكي تقرير اوپر

نماز عصر كے مثلين سي عصر كا اول وقت اول مثل ثابت كيا هے كها كه يه ايك حكايت حال هے اسپر دلالت اسمين نهين كه وه اول وقت هي جيكي عبارت منقول

اور اس سے تمام هدايه كي دليل بعصر اس جو كيا هے اوس يون سند كيا كه كوئي قائل نهين تها سو يه خطا هے كه اوسكي تساهم كي مسلك كا انكار كرتا هي وه

اهرمين كه وقت عصر كا مثل اور مثلين سي موجب آئے اگر وه عذر اذا هي جاوے تو معترض كب جيكار هوسكتا هي وه تو دليل طلب كريگا اور دليل صرف

ہی ٹھنڈک ہوتی ہی لاکن متی تو ہر ملک مین یہی حکم دی رکہا ہے پس ایک ملک کی گرمی پر ہر ملک کو کس دلیل سی قیاس کیا ہے
هذا الجواب ما قال القاضی ثناء الله قدس سرہ چوتہا جواب یہہ کہ بطور فرض محال کی فرض کیا کہ ہر ملک مین عرب ہو خواہ ہند
خواہ روم خواہ شام گرمی وقت ایک مثل تک زیادہ رہتی ہے اور بعد ایک مثل کے ٹھنڈک ہوتی ہے لاکن ایک مثل کے بعد سے
دو مثل تک وقت رہنا ظہر کا کہان سے ثابت ہوا تو دلیل ناقص ہی ہذا مفاد کلام ابن الہمام **اقول** اگر ایک مثل ہی نمازین شروع
ہوان اور لمبی قرارت اور طویل رکوع اور سجود سی بہر رکعتین پڑہین تو ڈیڑہ مثل تک بخوبی فرغت حاصل ہوتی ہی پہر کیا دلیل
ہی باقی رہنی پر وقت ظہر کے دو مثل تک پس ثابت ہوا کہ کوئی دلیل قوی یا ضعیف نہین جس سے وقت ظہر کا دو مثل تک
ثابت ہو سی واسطی جناب قاضی ثناء اللہ پانی پتی جنکو شاہ عبد العزیز بیہقی وقت کہا کرتے باوجودیکہ بڑی حنفی اور
فقیہ ہین صاف کہدیا ہے کہ یہہ وقت دو مثل تک کسی حدیث صحیح یا ضعیف سی ثابت نہین ہوتا اسی واسطی صاحبین امام سے
مخالف ہو کر موافق جمہور کے ہوگئی جیسا کہ ابتدا مسئلہ مین کلام اونکا تفسیر مظہری سی نقل کیا گیا بس اسی واسطی امام
همام عالی مقام الفقہا بین عدل امین امامنا ومولٰنا ابو حنیفۃ النعمان افاض اللہ شآبیب العفو والغفران
اپنے مذہب کو اخیر مین چہوڑ کر قایل ہوئی ہین کہ وقت ظہر کا ایک مثل تک ہے اور حنفی لوگ اونکی متبع پہر بہی
مانند کچہری عدالت کی وکیلون کی اونکی طرف سی وکیل ہو کر جہگڑا اور جدال نہین چہوڑتے بڑا التعجب ہے کہ مدعی
اور مدعی علیہ تو آپسمین راضی اور موافق ہوگئی ہین اور وکیلون کو جنگ و جدال سی ابتک صبر نہین ہی اور رجوع امام کا
اپنے مذہب سے طرف قول صاحبین اور جمہور کے بہت ایمہ حنفیہ نے اپنی کتب مین لکہا ہے ایک اونمین سی صاحب خزانۃ
الروایات ہین کہ ملتقی البحار سے رجوع امام کا نقل کرتے ہین اور ایک صاحب فتاوی شافی ہین اور ایک صاحب کتاب انیس اور
ایک صاحب الجوہر المنیر شرح تنویر الابصار ہین اور ایک امام ہندوانی ہین اور ایک صاحب صراط القویم ہین چنانچہ ملا عابد
سندی حنفی مواہب لطیفہ شرح مسند امام ابی حنیفہ مین فرماتی ہین وقد الف الشیخ زین الدین بن نجیم صاحب البحر الرائق رسالۃ لتائید
مذهب الامام فی هذه المسالۃ الخاصۃ واستدل علی مطلوبہ بادلۃ متعددۃ واجاب عنها الشیخ ابو الحسن السندی فی حاشیتہ علی فتح القدیر لابن
الهمام لكن لما رأیت رجوع الامام الی قول الجمهور لما وسعنی ذکر شئ من الادلۃ والجواب علیها رد اللاختصار مع انہ روی فی المسالۃ
المذکورۃ عن الامام ابی حنیفۃ رح روایات متعددۃ فمنها روایۃ صیرورۃ الظل مثلین سوی فیٔ الزوال

صرف کسیکی قائل ہونی سی اوسکو طمینان کا فائدہ کیونکر ہوگا سمجہ لے تو غرضکہ اعتراض ابن ہمام کا اپنی حال پر رہا ۱۵ یہہ دونو
جواب وہ ہین جنکی تقریر قاضی ثناء اللہ کی ہے ۱۵ اور بلاشک شیخ زین الدین بن نجیم صاحب بحر الرائق نے ایک رسالہ
خاص اس مسئلہ مین تالیف کیا ہے جسمین اپنے امام کی مذہب کے تائید کی ہے اور اپنے مطلوب پر چند دلیلین پیش
کی ہین اور اوسکا جواب شیخ ابو الحسن سندی نی ابن ہمام کے فتح القدیر کے حاشیہ مین دیا ہے لیکن میں جو
امام کا رجوع جمہور کے قول کی طرف دیکہا تو دلیلین اور جوابات ذکر نکئی اور امام سی اس مسئلہ مین چند روایتین ہین یون ہی کہ سوا سایہ

ومنہا بوایۃ المثل والمثلین ان کتا الروایتین فی خروج الظہر ومجی العصر ذکر فی المحیط البرہانی والاصل لا تعرض فی الروایۃ
لمثلہا انما فی مجی العصر منہا ان العصر فی خروج الظہر المثل وفی مجی العصر المثلان ثم المشہور بین الاصحاب
والثانیۃ روایۃ الحسن عنہ والثالثۃ روایۃ اسد
ظاہر الروایۃ وجعلہا صاحب المبسوط الاولی روایۃ
شرح الاثار الروایۃ الاولی روایۃ ابی یوسف والثانیۃ روایۃ الحسن عنہ وذکر فی خزانۃ الروایات ناقلا عن الملتقط العادل المنیۃ
قد رجع فی خروج وقت الظہر ودخول وقت العصر الی قولہما ومن نقل ایضا رجوع الامام الی القول صاحب الفتاوی التاتارخانیۃ وصاحب کتاب
الانیس وصاحب الجوہر المنیر شرح تنویر الابصار وذکر ایضا فی زیادات الہدایۃ علی مستدرک الشیبانی فی باب ما یحل اکلہ وما لا یحل
وقال قد صح رجوع ابی حنیفۃ عن قولہ لا یحل اکل لحم الخیل وعن اختلاف الشفق وخروج وقت الظہر ودخول وقت العصر من المشایخ
وممن نقل الرجوع ایضا صاحب الصراط القویم فاذا کان ہذا القدر مستقرا فی رجوع الامام وانضم الی ذلک قول اہل مذہبنا اذا کان
الامام فی جانب وصاحباہ فی جانب فالمفتی بالخیار ان شاء افتی بقول الامام وان شاء افتی بقول الصاحبین کان العدول الی قول الجمہور واجبا
واما قول صاحب البحر الفتوی ولا نعمل الا بقول الامام الاعظم وان افتی المفتون بخلافہ فذلک محلہ فیما لم تختلف
الروایۃ فی تلک المسئلۃ عن الامام ولم ینقل عنہ الرجوع والا فمتی اختلف الروایات عنہ وکانت احداہما تمسک بہا
ویروی انہ عن الامام فہذہ تلک الاقوال للامام فمن افتی بعضہما فانما روی من قول الامام لا بانہما الخروج عن قول الامام فتنبہ

اور ایک مثل کے بھی روایت ہی اور مشہور یہ ہے کہ یہ دونون روایتین ظہر کے جانے اور عصر آنے میں ہین اور محیط برہانی اور دوسرا مین کہ یہ
دو مثل کے روایت میں ظہر کے جانیکی بحث نہین ہی وہ تو صرف عصر کے آنیکی ہے اور یون بھی روایت ہی کہ ظہر جاتا نہین تو ایک مثل
آتا ہے اور عصر میں دو مثل کا پھر مشائخ مین مشہور یون ہے کہ یہی روایت امام کی امام محمد کی ہے اور دوسری حسن کی اور تیسری اسد
کی اور پہلی ظاہر الروایت ہی سیوطی لوگون کی اور مذہب ٹھہرایا ہے جیسا کہ حنفیون کی رائے ظاہر الروایت میں ہی اور
صاحب مبسوط نے پہلی روایت ابی یوسف کی ٹھہرائی ہی اور دوسری محمد کی اور تیسری حسن کی اور طحاوی نے شرح آثار مین پہلی ابی یوسف کی
اور دوسری حسن کی اور ملتقی البحار کے حوالہ سے خزانۃ الروایات میں مذکور ہے کہ امام ابی حنیفہ نے صاحبین کے قول کیطرف رجوع کیا اور ان
لوگوں میں سے جنہوں نے امام کا رجوع صاحبین کے قول کی طرف نقل کیا ہے صاحب فتاوی تاتارخانی ہے اور صاحب کتاب انیس اور صاحب جوہر منیر
شرح تنویر الابصار اور زیادات ہندوانی بھی جو مستدرک شیبانی پر ہے حلال اور حرام کی باب مین رجوع ذکر کرکے کہا ہے اور
بلاشک صحیح ہوگیا رجوع ابی حنیفہ کا اس قول سے کہ گھوڑے کا گوشت حلال نہین اور اختلاف شفق سے اور وقت ظہر کی جانے اور
عصر کے آنے سے اور کئی مسئلے گرگئی ہین اور ان لوگون میں سے صاحب صراط قویم بھی ہی سو جب یہ روایات رجوع متحقق
اور ایسی ہی عادۃ قول اہل مذہب کا کہ جب امام ایک جانب ہون اور صاحبین ایک جانب تو مفتی کو اختیار ہے کہ صاحبین کے قول پر فتوا دیوے اگر
قول پر تو اب جمہور کے قول کیطرف پھرنا واجب ہوگیا اور یہ قول صاحب بحر کا کہ ہم تو امام ہی کے قول پر فتوا اور عمل کرتے ہین اگرچہ مفتی فتوا

انتہی کلام السندی اور اسی سبب سی بہت سی کتب مشہورہ متداولہ معتبرہ مین جیسی بدایع اور غایۃ البیان حاشیہ
ہدایہ اور ینابیع اور غرر الاذکار اور برہان اور فیض وغیرہا مین ایک مثل کی تصحیح کی ہی اور اسیکو مذکور فی الاصل کہا ہی
اور قابل عمل کے ٹہرایا ہے اور طحاوی نے بہی اسیکو اخذ کیا ہے جیسا کہ کہا شیخ سلام اللہ حنفی نی محلی مین
وروی عن ابی حنیفۃ ان وقت الظہر الی المثل کما قالت الثلثۃ الباقیۃ والجمہور وفی البدایع ہو الصحیح المذکور فی الاصل وفی غایۃ البیان
بہا اخذ ابو حنیفۃ وہو المشہور عنہ وفی الینابیع ہو الصحیح عن ابی حنیفۃ وفی الدر المختار ہو قولہما زفر وقال الطحاوی وبہ ناخذ وفی غرر
الاذکار وہو الماخوذ بہ وفی البرہان ہو الاظہر لبیان جبرئیل وہو نص فی الباب وفی الفیض وعلیہ عمل الناس الیوم وبہ یفتی انتہی اور واضح ہو کہ نقل کرنا ہمارا
رجوع امام کی کو طرف مثل کے اور بیان کرنا ہمارا معتمد ہونے کو اور قابل فتوی کی ہونے کو نزدیک بہت علماء حنفیہ
کی بہی محض بطور الزام ہے اور بصورت اظہار خبر واقعی کے نہ باینطور اور اس نظر سے ہے کہ امام کی رجوع سے
ہمکو گنجایش عمل کے احادیث یکمثلی پر ہوئی حاشا وکلا اسلئے کہ اگر امام ابو حنیفہ اور اونکی صاحبین بہی اور تمام
حنفی اگلے پچہلے ایک مثل کے قایل نہوتے تو بہی ہمکو احادیث یکمثلی صحیحہ مرویہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل
کرنے مین کچہہ تامل نہوتا ہمارے نزدیک عاملون بالحدیث کو اتباع رسول اللہ کی حدیث کا مجتہد کی عمل اور فتوی
سے موقوف نہین جیسا کہ بابت ثانی کی جواب مین بدلایل قطعیہ ثابت کیا گیا واللہ تعالی اعلم بالصواب فالحمد للہ علی ما وفقنا
لاثبات المثل للفصل بین الظہر والعصر بالحجج الساطعۃ والقول الفصل وابی نا علی نفی الفصل بالمثلین الذی لم یثبت فی حدیث صحیح ولا
ضعیف عن النبی سید الثقلین ولم یتلقاہ بالقبول جمہور اہل العلم من المجتہدین الماجدین فی النشاتین وصلی اللہ علی رسولہ
محمد والہ الطالبین للحسنیین **قال** مسئلہ پانچوان جمع کرنا دو نمازونکا بیچ ایک وقت کی **اقول** اس مسئلہ کی تحقیق
کان لگا کر سنی چاہیی کہ اس مسئلہ مین جناب مولف نی بہت ابلہ فریبی اور حق پوشی کی ہی کہ دلایل مین وہ حدیثین
بیان کی ہین جنکی طرف ہمکو کچہہ التفات نہین یعنی ایک روایت ابوداود کی جسکی راوی مین ضعف تہا ہماری دلیل
ٹہرا کر نقل کر دی اور جو روایتین صحیحہ متعددہ اوسمین تہین چہوڑ دین ایسا ہی ایک روایت معجم اوسط طبرانی کی اسی
ایک روایت اربعین حاکم کی سی جنمین کچہہ ضعف تہا دلایل ٹہرا کر نقل کرکے اون کی بعض راویون پر طعن کر دیا اور
جو روایتین صحیحہ متعددہ بخاری اور مسلم اور ترمذی اور ابوداود اور نسائی اور ابن ماجہ اور مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ اور

مختلف ہون اور ایک روایت ایسی ہو کہ صاحبین اپنا عمل ورسانہ اوسپر ٹہراوین اور امام سی اوسکو نقل کرین تو وہ بہی امام سے
ہے نقل کرتے ہین نہ محض اپنے رای سی ہو چکا کلام سندی کا ۞ اللہ کا شکر ہے اسپر کہ اوسنے ہمین توفیق دی
ایک مثل کو ظہر اور عصر مین روشن دلیلون سی اور قول فیصل سے جنسے فاصل ثابت کیا اور اسپر کہ اوسنی ہماری تائید
کی فاصلہ مثلین کے کہ وہ کسی حدیث صحیح یا ضعیف مین آنحضرت سی ثابت نہین اور جمہور علماء مجتہدین نے
اوسکو قبول بہی نہین کیا اور اللہ رحمت نازل کرے اپنے رسول اور اوسکی آل پر جو دو جہان کی نیکیوں کی طالب ہے

مسند ابی یعلی اور مصنفات بیہقی اور موطا امام مالک اور موطا امام محمد و معانی الآثار طحاوی اور مستخرج ابی نعیم وغیرہا مین مشہور اور متداول تہین نقل کرکے اونکا جواب نہین دیا کاش صحاح ستہ ہی کی صحیح حدیثون کو دلیل ٹھہراتا اور پھر اون سی جواب دیتا یہہ کیا دینداری ہے اور کیا مردانگی کہ کتب متداولہ صحیح و مسلم جیسی کو چھوڑکر اربعین حاکم اور اوسط طبرانی کو جا پکڑا اور اونسی دو روایتین ضعیف نقل کرکی اونکا جواب دیدیا تو کہ عوام کو یقین ہو کہ مجوزین جمع بین الصلواتین کی فقط اسیقدر دلیلین رکہتی ہین جنکو مؤلف نی ضعیف کردیا خیریت ہوئی کیا بزعم خود اچہا کیا اب ہم سی تحقیق اس مسئلہ کی کما ینبغی سنی چاہیئی کہ اپنی دلیلین کہ قوم پیش کرتی ہین اور تمام حنفیون کے عذرات کو جو مؤلف نی بیان کئی ہین وہ بہی اور جو اور حنفیون نی بیان کئی ہین وہ بہی کسطرح بالاستیعاب نقل کرکے اونکا جواب دیتی ہین پس مخفی نرہی کہ جمع بین الصلوٰتین فی السفر صحیح اور ثابت ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سی بروایت جماعت عظیمہ کے صحابہ کبار سی جنمین ہین علی اور عبد اللہ بن عمر اور انس اور عبد اللہ بن عمرو بن عاص اور عائشہ اور ابن عباس اور اسامہ بن زید اور جابر اور ابو جحیفہ اور معاذ بن جبل اور ابن مسعود فی احد الروایتین اور سعد بن ابی وقاص اور سعید بن زید اور ابو موسی اشعری اور ابو ہریرہ اور اونکے سوا سی انکی اور مروی ہین روایتین انکی اون تیرہ کتب حدیث مین جنکا ذکر بالا گذرا اور کیتنی اور کتب مین سوا اون کے لاکن مجموعہ روایات مین بعضی تو ایسی ہین کہ اون مین فقط جمع کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دو نمازون کو بیان کیا ہی اور کیفیت اوس جمع کی بیان نہین کی پس حنفی لوگ اون حدیثون مین یہہ تاویل کرتی ہین کہ مراد اون جمع سی جمع صوری ہی یعنی پہلی نماز کو آخر وقت مین پڑہنا اور دوسری نماز کو اول وقت پڑہنا تو یہہ بظاہر اور بصورت جمع معلوم ہوتی ہے اسطور پر کہ اوسمین تاویل جمع صوری کو دخل ہے بیان کی گئی ہے سلی وجہ ہین جنمین تاویل کو مخالف کی دخل نہین ذکر کرتے ہین تو منصفین بافہم اور ناظرین باعلم اون حدیثون مجملۃ الکیفیت کو بہی نہین احادیث مبینۃ الکیفیت پر محمول سمجہین تو واضح ہو کہ جمع بین الصلواتین دو قسم ہے جمع تقدیم اور جمع تاخیر پس دونون قسمون کے حدیثین علیحدہ علیحدہ ذکر کرتے ہین حدیثین جمع تقدیم کین روایت کی ہی مسلم نے طریق سی حکم بن عتیبہ ابو جحیفہ سی قال خرج رسول اللہ صلعم بالهاجرة الی البطحاء فتوضأ فصلی الظهر رکعتین والعصر رکعتین وبین یدیہ عنزة قال شعبة وزاد فیہ عون عن ابیہ ابی جحیفة وکان یمر من ورائها المرأة والحمار اور دوسری روایت بخاری کی اسطرح پر ہی خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالهاجرة فصلی بالبطحاء الظهر والعصر رکعتین ونصب بین یدیہ عنزة کہا امام نووی نے

۵۱ ابو جحیفہ نے کہا کہ نکلے آنحضرت دوپہر کو طرف بطحا کے اور وضو کیا اور ظہر اور عصر پڑہے اور اونکی آگے ایک برچہی کہڑے تہے اور عورتین اور گدہے اوس سے اودہر پہرتے تہے ۵۲ نکلے آنحضرت دوپہر کو اور نماز پڑہے بطحا مین ظہر کے دو رکعت اور عصر کی دو رکعت اور اونکی آگی ایک برچہی کہڑی تہی

شرح صحیح مسلم مین فیہ دلیل علی القصر والجمع فی السفر وفیہ ان الافضل لمن اراد الجمع وہو نازل فی وقت الاول ان یقدم الثانی الی
انتہی اور کہا شیخ سلام اللہ حنفی نے محلی مین وظاہرہ تقدیم العصر فی وقت الظہر انتہی اقول وجہ الظہور کون الہاجرۃ ظرفا للخروج
والوضوء والصلوۃ جمیعا لان کلا من الخروج والوضوء والصلوۃ مرتبا لوقوع ومتقارب الوجود فان الفاء علی لفظۃ
فتوضأ فصل للترتیب بلا مہلۃ قال فی الفوائد الضیائیۃ الفاء للترتیب بلا مہلۃ انتہی وقال المحشی الملا اصاق قولہ قدس سرہ بلا مہلۃ
ہذا القید مما فات المصنف ولا بد منہ لا یقال یستفاد من قولہ وثم مثلہا بمہلۃ لانا نقول لا نم ذلک لجواز ان یستفاد منہ التفاوت
بالعموم والخصوص ونحن نقول لولا تنصیص المصنف علیہ فی شرحہ لامکن ان یقال خالف الجمہور واختار کون الفاء لمطلق الترتیب انتہی فیکون
المعنی علی ما تقتضیہ الفاء انہ علیہ السلام خرج فی الہاجرۃ وتوضأ فی الہاجرۃ وصلی الظہر والعصر فی الہاجرۃ فان قلت یحتمل انہ علیہ
السلام صلی الظہر کما قلتم ای غیر متراخ عن الخروج فی الہاجرۃ والتوضی فیہا لکنہ صلی العصر بعد دخول وقتہا قلنا ہذا خلاف الظاہر وقد تقرر
ان النصوص من الکتاب والسنۃ تحمل علی الظواہر ما لم یصرف منہا مانع قطعی کذا قال فی العقائد النسفیۃ وہنا لم یوجد مانع یمنع حمل الحدیث
علی الظاہر فان قلت ما یتمسک بہ الحنفیۃ من احادیث الجمع الصوری وانکار بعض الصحابۃ کابن مسعود عن الجمع وقطعیۃ ثبوت تعین المیقات للصلوۃ
ونہی عمر بن الخطاب عن الجمع بین الصلوۃ مانع عن حمل الحدیث علی الظاہر قلنا لا شیء ولا واحد مما تمسکوا بہ بمانع لامتناع الجمع بین الصلوتین مطلقا
مقدما کان الجمع او مؤخرا کما ستعرف فی مقام الجواب عن ادلتہم فیبقی ظواہر الاحادیث سالمۃ عن المانع فتعین الحمل علیہا فتدبر علی ان لفظ فصلی
مع متعلقہ لفظ الظہر مع معطوف علیہ وہو لفظ العصر من تنبہ غیر متراخ عن الخروج والتوضی فیہا فکیف یسوغ ربط فصلی مع الخروج والتوضی بعد

٥٢ اور نماز اسکا مقدم کرنا ہے عصر کا ظہر کے وقت مین ہوچکی عبارت محلی کی مین کہتا ہون کہ وجہ ظاہر ہونیکی یہہ ہی کہ دوپہر کو
نکلنا ہے اپنے وضو کیا اور نماز پڑہی اور یہہ سب کچہ حرف فا سی معلوم ہوتا ہے کہ بلا مہلت تہا کہا فوائد ضیائیہ مین فا بلا مہلت کے
ترتیب کے واسطے ہے ہوچکی عبارت اوسکی اور کہا ملا اصاق محشی نے کہ یہہ قول کہ بلا مہلت ہی مصنف کا فیہ سی رہ گیا اور یہہ ضرور چاہیے
کوئی یون نہ کہی کہ اوسکی یہہ کہنی سے کہ ثم فا کی مثل ہے سا مہلت کے مہلت نکلتی ہے کیونکہ ہم کہینگی کہ ہم یہہ نہین مانتے اسلئی کہ جایز ہے
لاوسے فرق عموم اور خصوص کا نکلی اور ہم کہتے ہین کہ اگر اوپر مصنف اپنی شرح مین جتلا نہ دیتا تو ممکن تہا کہ یہہ کہا جاتا کہ اوسنی
جمہور کا خلاف کرکے فا کو مطلق ترتیب کے لئی ہونا پسند کیا ہے ہوچکی عبارت اوسکی تو اب معنی فا کی مقتضا پر یہہ ہوئی کہ حضرت دوپہر کو
نکلے ہے وضو کرکے ظہر اور عصر پڑہتے اگر کوئی کہے کہ خیر ظہر تو جیسے تم کہتے ہو پڑہی لیکن عصر اپنے وقت پر پڑہے ہو تو ہم کہینگی یہہ
خلاف ظاہر ہے اور یہہ ٹہر چکی ہے کہ کوئی مانع قطعی جبتک نہوی تو نصوص اپنے ظاہر معنے پر محمول ہوتی ہین چنانچہ ایسا عقائد نسفی مین
ہے اور یہان کوئی مانع قطعی نہین اگر کوئی کہے کہ وہ حدیثین جمع صوری کی جس سی حنفیون نی دلیل پکڑی ہے اور بعضے
صحابہ جیسے عبد اللہ بن مسعود کا جمع کو انکار کرنا اور نمازونکی وقتونکا قطعی ہونا اور حضرت عمر کا جمع صلوتین کو منع کرنا حدیث
کو ظاہری معنی لینیکا مانع ہے تو ہم کہینگی کہ کوئی بہی ان مین سی مطلق جمع کو خواہ مقدم ہو خواہ موخر مانع نہین ایسے
جواب کی جگہہ معلوم ہوگا تو حدیث اپنے ظاہر معنے پر رہے سمجہہ لے تو علاوہ برین لفظ فصلی مع ظہر اور عصر مرتب ہین نہین

پس حاصل ترجمہ اس حدیث کا یہ ہوا کہ آنحضرت وقت زوال آفتاب کی بطحا میں تشریف لے گئی پس اوسی وقت میں
دونوں کیا پس اسی وقت بلا مہلت ظہر اور عصر کو جمع کرکے پڑھا اور روایت کی ہے ترمذی اور ابوداؤد نے حدثنا قتیبۃ بن سعید نا
اللیث بن سعد عن یزید بن ابی حبیب عن ابی الطفیل عن معاذ بن جبل ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان فی غزوۃ تبوک اذا ارتحل قبل
زیغ الشمس اخر الظھر الی ان یجمعھا الی العصر فیصلیھما جمیعا واذا ارتحل بعد زیغ الشمس عجل العصر الی الظھر وصلی الظھر والعصر
جمیعا ثم سار وکان اذا ارتحل قبل المغرب اخر المغرب حتی یصلیھا مع العشاء واذا ارتحل بعد المغرب عجل العشاء فصلاھا مع المغرب
یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفر غزوہ تبوک میں اگر قبل ڈھلنے آفتاب کی سوار ہوتی تو ظہر کو مؤخر کرکی عصر کی ساتھ ملا کر پڑھتے اور
اگر بعد ڈھلنے آفتاب کی سوار ہوتی تو عصر کو ظہر کی وقت میں ظہر کی ساتھ ملا کر پڑھتے اور اگر سوار ہوتے قبل غروب آفتاب کی تو مغرب کو
مؤخر کرکے عشاء کی ساتھ پڑھتے اور اگر بعد غروب کی سوار ہوتی تو عشاء کو بھی مغرب ہی کی ساتھ پڑھ لیتی راوی اسکی
سب ثقات ہیں اما الاول فھو قتیبۃ بن سعید بن جمیل بفتح الجیم بن طریف الثقفی ابو رجاء البغلانی بفتح الموحدۃ وسکون
المعجمۃ یقال اسمہ یحیی وقیل علی ثقۃ ثبت والثانی ھو اللیث بن سعد بن عبد الرحمن الفھمی ابو الحارث المصری ثقۃ
ثبت فقیہ امام مشھور والثالث ھو یزید بن ابی حبیب المصری ابو رجاء واسم ابیہ سوید ثقۃ فقیہ والباقیان صحابیان
کل ذلک فی التقریب اور کہا ترمذی نے وروی علی بن المدینی عن احمد بن حنبل عن قتیبۃ ھذا الحدیث وحدیث معاذ
حدیث حسن غریب تفرد بہ قتیبۃ لا نعرف احدا رواہ عن اللیث غیرہ وحدیث اللیث عن یزید بن ابی حبیب عن ابی الطفیل
عن معاذ حدیث غریب والمعروف عند اھل العلم حدیث معاذ من حدیث ابی الزبیر عن ابی الطفیل عن معاذ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم جمع فی
غزوۃ تبوک بین الظھر والعصر وبین المغرب والعشاء رواہ قرۃ بن خالد وسفیان الثوری ومالک وغیر واحد عن ابی الزبیر المکی انتھی

ف روایت کی ہمیں قتیبہ بن سعید نے کہا کہ روایت کی لیث بن سعد نے یزید بن حبیب سے اونھوں نے ابو الطفیل سے اونھوں نے معاذ بن جبل سے کہ آنحضرت
غزوہ تبوک میں تھی اور جب آپ سورج کی ڈھلنے سے پہلی سوار ہوتی تھی تو ظہر میں ایسا تاخیر فرماتی تھی کہ عصر کی ساتھ ملا لیتی تھی اور جب
سورج ڈھلی سوار ہوتی تھی تو عصر میں جلدی فرما کر ظہر اور عصر ملا کر پڑھ لیتی تھی اور جب غروب سے پہلی سوار ہوتی تھی تو مغرب میں تاخیر کرکے
عشا کی ساتھ پڑھ لیتی تھی اور جب غروب کے بعد سوار ہوتے تو عشا میں جلدی کرکی مغرب کے ساتھ پڑھ لیتی تھی ف پہلا قتیبہ بن سعید بن
جمیل جیم کی فتحہ سے بن طریف ثقفی ابو رجا بغلانی نام انکا یحیی ہی اور بعضوں نے علی کہا ہی ثقہ اور ثبت ہی اور دوسرا لیث بن سعد بن
عبد الرحمن فہمی ابو الحارث مصری ثقہ ثبت فقیہ امام مشہور ہے اور تیسرا یزید بن ابی حبیب ہی ابو رجا اونکی باپ کا نام سوید ثقہ فقیہ
اور دونوں باقی صحابی ہیں یہ سب کچھ تقریب میں ہی سنا اور روایت کی علی بن مدینی نے احمد بن حنبل سے اونھوں نے قتیبہ سے اس حدیث کو اور حدیث
معاذ کی حدیث حسن غریب ہی اور قتیبہ اکیلا ہے ہم نہیں جانتے کسیکو کہ لیث سے روایت کی ہو اور حدیث لیث کی یزید بن ابی حبیب سے اونھوں نے
ابو طفیل سے اونھوں نے معاذ سے حدیث غریب ہے اور اہل علم کی نزدیک مشہور حدیث معاذ کی حدیث ابی الزبیر کی ہی اونھوں نے ابو طفیل سے روایت کی
اونھوں نے معاذ سے کہ آنحضرت صلعم نے غزوہ تبوک میں جمع کیا ظہر اور عصر اور مغرب اور عشا کو روایت کی یہ حدیث قرہ بن خالد نے

اورکہا ابوداؤد نے ولم یرو هذا الحدیث الا عن قتیبة وحده انتهى اقول لا یخفى على العالم باصول الحدیث ان تفرد
الراوی بروایة انما یستلزم کونها منکرة شاذة مردودة اذا کان ذلک الراوی غیر ضابط ولا ثبت ویخالف
فی تلک الروایة احفظ منه واضبط واما اذا کان المتفرد حافظا ثقة ثبتا ولم یخالفه احد فیها او خالفه احد
لکن المخالف مثله فی الحفظ والتثبت فحینئذ لا تکون روایته التی تفرد بها مردودة بل هی مقبولة ثم المقبول بشرط الاول
صحیحة وبشرط الثانی حسنة قال الامام ابن الصلاح فیه تفصیل فما خالف مفرده احفظ منه واضبط فشاذ مردود وان لم یخالف
وهو عدل ضابط فصحیح وان رواه غیر ضابط لکن لا یبعد عن درجة الضابط فحسن وان بعد فمنکر انتهى نقله
السید جمال الدین المحدث صاحب روضة الاحباب فی رسالته فی اصول الحدیث ثم قال ویفهم من قوله احفظ واضبط
على صیغة التفضیل ان المخالف ان کان مثله لا یکون مردودا انتهى وقال الامام النووی فی مقدمة شرحه على صحیح مسلم
واذا انتفت المتابعات وتمحض فردا فله اربعة احوال حال یکون مخالفا لروایة من هو احفظ منه فهذا ضعیف ویسمى شاذا ومنکرا وحال
لا یکون مخالفا ویکون هذا الراوی حافظا ضابطا متقنا فیکون صحیحا وحال یکون قاصرا عن هذا ولکنه قریب من درجته فیکون حدیثه حسنا وحال
یکون بعیدا عن حاله فیکون شاذا منکرا مردودا فحصل ان الفرد قسمان مقبول ومردود والمقبول ضربان فرد لا یخالف وراویه کامل الاهلیة
وفرد هو قریب منه والمردود ایضا ضربان فرد مخالف للاحفظ وفرد لیس فی راویه من الحفظ والاتقان ما یجبر تفرده والله اعلم انتهى
واذا اتضح هذا فقوله ان تفرد قتیبة بهذه الروایة عن اللیث لا یضر صحة الحدیث لان قتیبة ثقة ثبت کما عن التقریب ولم

سلہ اور یہہ حدیث اکیلی قتیبہ نے روایت کی ہے اور کسی نے نہیں روایت کی ہو چکی عبارت ابو داؤد کی میں کہتا ہوں کہ عالم اصول
حدیث پر پوشیدہ نہیں کہ اکیلا ہونا راوی کا حدیث کو منکر شاذ مردود جب کرتا ہے کہ وہ راوی ضابط ثبت نہو یا اوس روایت میں اپنے سی زیادہ
حافظ حدیث یا زیادہ ضابط کی مخالف پڑے اور جب یہہ ہو کہ وہ ہی حافظ ثقہ ہو اور مخالف نہو یا ہو تو برابر والی سی ہو تو اس صورت میں
وہ روایت مردود نہو گی بلکہ مقبول ہوگی پھر مقبول بشرط اول صحیح ہے اور بشرط ثانی حسن کہا امام ابن صلاح نے اسمین تفصیل ہے سو اگر وہ اپنے
زیادہ سی مخالف ہی تو شاذ ہی اور اگر مخالف نہیں اور خود ہی ثقہ ہے تو صحیح ہے اور اگر ایسی غیر ضابط نے روایت کی ہے کہ وہ درجہ ضابط
سی دور نہیں ہی تو حسن ہے اور اگر دور ہی تو منکر ہے ہو چکی عبارت اوسکی نقل کیا اسکو سید جمال الدین محدث نے کہ جو روضہ کی مصنف ہیں
اپنی اصول حدیث کی رسالہ میں پھر کہا ہی کہ اس سے سمجھا جاتا ہے کہ مخالف ہونا بہت حافظ سی لیا ہے کہ اگر برابر والی سی مخالف ہو تو مردود نہو گی
اور کہا امام نووی نے اپنی اوس مقدمہ میں جو شرح صحیح مسلم میں لکھا ہی کہ جب متابعت حدیث کی اور راویکی روایت سی نہو اور راوی
اکیلا ہے تو چار حال اوسکی ہو سکتی ہیں یا تو اپنے سے بڑھ کر راوی سی مخالف ہے تو یہہ قسم تو ضعیف ہے اور اسکا نام شاذ منکر ہے اور یا مخالف
نہو گا اور خود یہہ راوی حافظ ضابط جید الروایہ ہے تو یہہ قسم صحیح ہے اور ایک حال اس سی کہٹکا ہی وہ یہہ کہ اسکی قریب قریب راوی ہی تو یہہ
حدیث حسن ہوگی اور ایک حال اس سی دور ہے تو شاذ منکر مردود ہے تو اب معلوم ہو گیا کہ اکیلی روایت دو قسم ہی مقبول اور مردود اور مقبول دو طرح
ایک یہہ کہ اپنے سے بڑھکر سی مخالف نہو دوسری اور ایک اس سی قریب اور مردود بہی دو قسم ہی ایک یہہ کہ اپنے سی بڑھکر سی مخالف ہو دوسری

يخالفه احد في تلك الرواية عن الليث ومن ادعى خلافه فعليه البيان وكذا تفرد الليث بهذه الرواية عن يزيد بن ابي حبيب ان قال به قائل لايضر صحة الحديث لان الليث ثقة ثبت فقيه امام مشهور كما مر عن التقريب ولم يخالفه احد في الرواية عن يزيد وكذا تفرد يزيد بن ابي حبيب بهذه الرواية عن ابي الطفيل ان قال به قائل لايضر صحة الحديث لانه وان خالفه ابو الزبير المكي في الرواية عن ابي الطفيل لكن ابا الزبير المكي ليس باثبت من يزيد بل ليس مساويا له لان يزيد ثقة فقيه كما مر عن التقريب فهو في المرتبة الثانية لان مدحه موكد وقد قال الحافظ في التقريب فاما المراتب فاولها الصحابة فاصرح بذلك لشرفهم الثانية من اكد مدحه اما بافعل كاوثق الناس او بتكرير الصفة لفظا كثقة ثقة او معنى كثقة حافظ انتهى وابا الزبير المكي صدوق فقط ومع ذلك مدلس قال الحافظ في التقريب محمد بن المسلم بن تدرس بفتح المثناة وسكون الدال المهملة وضم الراء الاسدي مولاهم ابو الزبير المكي صدوق الا انه يدلس من الرابعة انتهى فهو في المرتبة الرابعة لما قال الحافظ الرابعة من قصر عن درجة الثالثة قليلا واليه الاشارة بصدوق او لاباس او ليس به باس انتهى فكيف يخدش تفرد يزيد بن ابي حبيب بالرواية عن ابي الطفيل خلاف ابي الزبير المكي الذي هو دونه في التثبت والثقاهة فافهم بس ثابت ہوا کہ یہہ حدیث قتیبہ کی باوجود تفرد قتیبہ کی اور توہیم کے کما حققنا ورنہ اسکی حسن مین تو کسی اہل بصیرت کو کلام نہین کما قال الترمذی وحدیث حسن غریب تو غریب ہی بنظر تفرد کی اور حسن ہے اس نظر سے کہ خلاف اسکا کسی حفظ او ضبط کے بہ نسبت اسکی رواۃ کی مروی نہین اور مولف نے زیلعی حنفی سے نقل کیا ہے کہ کوئی حدیث درباب جمع تقدیم کی مضبوط نہین تو جواب اسکا یہہ ہی کہ زیلعی

اور ایک یہہ کہ راوی چھپا ہو گئے بعد جانے ہو چکی عبارات اوسکی جب یہہ تمہید ہو چکی تو ہم کہتے ہین کہ اکیلا ہونا قتیبہ کا اس لیث سی صحت حدیث کو مضر نہین اسلئی کہ قتیبہ ثقہ ثبت ہی چنانچہ گذر چکا تقریب سی اور کوئی اوسکی مخالف اس رویت مین نہین اور جو اسکی خلاف کا مدعی ہی تو وہ بیان کری اور اسیطرح اکیلا ہونا لیث کا اس رویت مین یزید بن ابی حبیب سے کوئی کہی تو صحت حدیث کو مضر نہین کیونکہ یزید کی مخالف اگرچہ اس روایت مین ابو زبیر مکی ہی لیکن وہ یزید کی برابر نہین کیونکہ یزید ثقہ فقیہ ہے چنانچہ تقریب سی گذرا تو وہ مرتبہ ثانی مین ہا کیونکہ اوسکی مدح مین تاکید ہے اور حافظ ابن حجر نے تقریب مین کہا ہے اول مرتبہ صحابہ کا ہے تو ادنکی شرف کی سبب اس امر کا تصریح کرینگے دوسری وہ جسکی مدح موکد ہوا یا تو صیغہ افعل التفضیل کر جیسے اوثق الناس یا دو دفعہ صفت کا بولنا لفظ کی طور پر جیسے ثقہ ثقہ یا معنی کی طور پر جیسے ثقہ حافظ اور ابو زبیر فقط صدوق ہے اور مدلس بہی ہی حافظ ابن حجر نے تقریب مین کہا ہے محمد بن مسلم بن تدرس ابو زبیر مکی صدوق ہے مدلس ہے چوتہی طبقہ مین تو چوتہی مرتبہ مین ہوا چنانچہ تقریب مین کہا ہی چوتہا طبقہ وہ جو تیسری سی کچہ گہٹا ہوا اور اوسکی طرف اشارہ بصدوق کا اور لاباس یا لیس بہ باس کا تو اب کیونکر خدشہ ڈالیگا خلاف ابو زبیر کی کا کہ وہ درجہ ثقاہت اور تثبت مین کم ہی یزید بن ابی حبیب کے رویت مین ابی الطفیل سی کچہ بہی

اور تعدیل میں سے نہیں اوسکا مذہب تو یہہ ہے کہ حنفی مذہب کی فقہ تراشی کرے نہ یہہ کہ حدیثوں کو جرح کرے اور جو کہ مولف نے
یہہ قول ابو داود سے بواسطہ عینی کی نقل کیا ہے تو جواب اسکا یہہ ہے کہ ابو داود نے اپنے سنن میں حدیث صحیح ابو جحیفہ
جو بخاری اور مسلم سے نقل ہو چکی ہے جس سے صاف جمع تقدیم ثابت ہوتی ہے روایت کی ہے اور یہہ حدیث قتیبہ بن سعید کی جسکا
صحیح ہونا ثابت کیا گیا ہے روایت کی ہے اور جرح قدح اوسپر نہیں کیا اور سواے تفرد قتیبہ کی جو کہ منافی صحت حدیث کی نہیں کچھ حقیقتاً
کچھہ زبان پر نہیں لایا پہر کسطرح تسلیم کیا جاوے کہ یہہ قول بہی کہا ہو تو اگر جناب مولف کو کچھہ غیرت آوے تو نشان دیوے کہ کس
کہ ابو داود نے کونسی کتاب میں یہہ قول کہا ہے پس محقق ہوا کہ جمع تقدیم احادیث صحیحہ سے جو بعض اون سے بروایۃ شیخین
ہیں اور بعض کم اونکی درجہ سے ثابت ہے اب سنو حدیثین تاخیر کی روایت کی مسلم نے نافع سے ان ابن عمر کان
اذا جد به السیر جمع بین المغرب والعشاء بعد ان یغیب الشفق ویقول ان رسول الله صلی الله علیه وسلم
کان اذا جد به السیر جمع بین المغرب والعشاء اور روایت کی ہے ترمذی نے ابن عمر سے انه استغیث علی بعض اهله
فجد به السیر اخر المغرب حتی غاب الشفق ثم نزل فجمع بینهما ثم اخبرهم ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان یفعل ذلک اذا جد به السیر
پہر کہا ترمذی نے هذا حدیث حسن صحیح اور روایت کی ہے بخاری نے سالم بن عبد الله سے اخر ابن عمر المغرب
وکان استصرخ علی امراته صفیة بنت ابی عبید فقلت له الصلوة فقال سر فقلت الصلوة فقال سر حتی سار میلین او ثلاثة ثم نزل فصلی ثم قال هکذا رایت النبی صلی الله علیه وسلم
یصلی اذا اعجله السیر اور یہہ بات ہر عاقل جانتا ہے کہ اگر بعد دخول وقت مغرب کی دو تین کوس مسافت چلین تو
اتنی شفق غائب ہو جاتی ہے اور وقت عشاء کا داخل ہو جاتا ہے اور نسائی نے روایت کی ہے بخاری نے اسلم سے
قال کنت مع عبد الله بن عمر بطریق مکة فبلغه عن صفیة بنت ابی عبید شدة وجع فاسرع السیر حتی اذا کان بعد غروب الشفق
ثم نزل فصلی المغرب والعتمة جمع بینهما وقال انی رایت النبی صلی الله علیه وسلم اذا جد به السیر اخر المغرب وجمع بینهما
اور روایت کی ہے نسائی نے اسمعیل بن عبد الرحمن سے قال صحبت ابن عمر الی الحمی فلما غربت الشمس هبت ان اقول

ف۱ حضرت ابن عمر کو جب سفر میں جلدی ہوتا تو بعد غروب شفق کے مغرب اور عشا جمع کر لیا کرتے اور کہتے کہ رسول اللہ کو جب جلدی سفر کی ہوتی تو مغرب عشا کو جمع کر لیتے ف۲ ابن عمر کو
بعضے رشتہ داروں کی پاس سے فریاد رسی کے لیے جلدی جانیکی ضرورت پڑی تو اونہوں نے مغرب میں غروب شفق تک
تاخیر کی پہر اوترکر مغرب اور عشا ملا کر پڑہین پہر لوگون سے کہا کہ سفر میں آنحضرت بہی یونہیں کیا کرتے جلدی کے وقت ف۳ یہہ
حدیث حسن صحیح ہے ف۴ اور تاخیر کی ابن عمر نے مغرب میں اوس سفر میں کہ اپنی بی بی صفیہ کے پاس اونہیں
پہونچنا ضروری تہا سو میں کہا نماز کا وقت آگیا فرمایا کہ ابہی اور چلو یہانتک کہ دو یا تین میل اور چلے پہر اوترکر نماز پڑہی اور
کہا کہ جلدی کی سفر میں آنحضرت بہی یونہیں کیا کرتے تہے ف۵ کہا تہا میں عبد اللہ کے ساتہ مکہ کی رستہ میں تو اونکی بی بی صفیہ
بنت ابی عبید کی بیماری کی خبر پہونچی کہ بہت بیمار ہیں تو وہ جہٹ پٹ چلدیئے جب شفق غروب ہوگئی تو مغرب اور عشا جمع کرکے پڑہی اور کہا
کہ میں نے آنحضرت صلعم کو دیکہا ہے کہ سفر کے جلدی میں مغرب میں تاخیر کرکے جمع کر لیا کرتے تہے ف۶ کہا کہ میں حمی تک حضرت ابن عمر کے ساتہ تہا جب سورج ڈوب گیا

لہ الصلوۃ فسار حتی ذهب بیاض الافق و فحمۃ العشاء ثم نزل فصلی المغرب ثلاث رکعات ثم صلی رکعتین علی اثرها
ثم قال هکذا رایت رسول الله صلی الله علیه وسلم یفعل اور روایت کی ہے ابو داؤد نے نافع سے ان ابن عمر استصرخ علی صفیۃ و هو
بمکۃ فسار حتی غربت الشمس وبدت النجوم فقال ان النبی صلی الله علیه وسلم کان اذا عجل به امر فی سفر جمع بین
هاتین الصلوتین فسار حتی غاب الشفق فنزل فجمع بینهما اور روایت کی ہے ابو داؤد نے عبد اللہ بن واقد سے قال غابت الشمس
وانا عند عبد الله بن عمر فسرنا فلما رایناه قد امسی قلنا الصلوۃ فسار حتی غاب الشفق وتصوبت النجوم ثم انه نزل
فصلی الصلوتین جمیعا ثم قال رایت رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا جد به السیر صلی صلوتی هذه یقول یجمع
بینهما بعد لیل پہر کہا قال ابو داؤد ورواه عاصم بن محمد عن اخیه عن سالم ورواه ابن ابی نجیح عن اسمعیل بن
عبد الرحمن بن ذویب ان الجمع بینهما من ابن عمر کان بعد غیوب الشفق اور روایت کی ہے امام محمد نے موطا میں اسلم سے کہ
ابن عمر نے مغرب کی نماز شفق ڈوبنے سے پہلے پڑھی و ما قال محمد بلغنا عن ابن عمر ای بطریق اخری انه صلی المغرب حین اخر الصلوۃ قبل
ان تغیب الشفق فکیف یسلم بلا اسناد و علی تقدیر وجود الاسناد المتصل کیف یعارض الصحیحین و الترمذی والنسائی و ابا داؤد
مع ان روایۃ الشیخین مقدمۃ علی غیرها کما هو عن شرح النخبۃ و سیجیٔ ایضا پہر حاصل حدیث ابن عمر کا جو اوپر ہو چکا یہہ ہے کہ
مروی ہے ابن عمر نے سفر میں مغرب و عشا کو جمع کیا بعد شفق کے یعنی وقت عشا میں اور کہا کہ رسول اللہ جب سفر میں جلدی کرتے
تھے ایسا ہی کرتے تھے قال کان النبی صلی الله علیه وسلم اذا اراد ان یجمع بین الصلوتین فی السفر اخر الظهر حتی یدخل الی وقت العصر ثم یجمع بینهما

کہ نماز کا وقت آگیا اور وہ شفق کی غروب تک چلے گئے پہر اوترکر تین رکعتین مغرب کی پڑہین پہر دو رکعتین اوسکی بعد
پڑہین اور کہا کہ مین آنحضرت کو یونہین کرتے ہوئے دیکہا ہے ف۱ ابن عمر کو انکی بی بی کی شدت بیماری کی خبر پہونچی
اور وہ مکہ میں تھے تو وہ چلے یہانتک کہ آفتاب غروب ہوا اور تارے ظاہر ہوئے تو کہا کہ جب آنحضرت کو جلد کیا سفر پیش آتا
تھا تو ان دونون نمازونکو جمع کر لیا کرتے تھے پہر چلے یہانتک کہ شفق غروب ہوئی پہر اوترکر دونون نمازین پڑہین ف۲ سورج ڈوب گیا
اور مین عبد اللہ بن عمر کے ساتھ تھا اور چلے گئے جب شام ہوئی تو مین کہا کہ نماز تو وہ چلے ہی گئے یہانتک کہ شفق غروب ہو گئی
اور تارے جہک لگے تو اوترکر دونون نمازین پڑہین پہر کہا کہ مین آنحضرت صلعم کو دیکہا ہے کہ سفر کی ضرورت مین
یونہین پڑہا کرتے تھے یعنی رات پڑی جمع کر لیا کرتے تھے ف۳ اور روایت کی عاصم بن محمد نے اپنے بہائی سے انہون نے
سالم سے اور روایت کی ابن ابی نجیح نے اوسنے اسماعیل بن عبد الرحمن بن ذویب سے یہہ کہ جمع کی دونون نمازین
ابن عمر نے بعد غروب شفق کے ف۴ اور وہ جو محمد نے کہا ہے کہ ابن عمر سے دوسرے روایت یون ہین
پہونچی ہے کہ ابن عمر نے غروب شفق سے پہلی پڑہے تھی تو وہ بلا سند کی کیونکر مسلم ہو سکتی ہے اور سند ہو بہی تو
صحیحین اور ترمذی اور نسائی اور ابو داؤد کی روایت کو کسطرح معارضہ کر سکتی ہے فقط شیخین کی روایت ہوتی تو بہی غیر پر مقدم ہی
چنانچہ شرح نخبہ سے اور بہی آگے معلوم ہوگا اور آگے بہی آویگا ف۵ آنحضرت جب سفر میں دو نمازونکا جمع کرنا چاہتے تھے تو ظہر کی تاخیر کرتے یہانتک

لفظ حتی اس حدیث مین بمعنی الی ہی کیونکہ داخل ہی فعل پر فعل پر کہا مستنتم الحصول مین وقل تدخل ای حتی علی الافعال فتنصبہا بتقدیر ان ویکون للغایۃ الخ درر کما شرح ملا مسکین و حتی کذلک ای مثل الی فی کونہا لانتہاء الغایۃ انتہی اور جناب مؤلف کو بہی بہ اقرار ہی چنانچہ تنویر الحق مین موجود ہی اور جبکہ حتی بمعنی الی ہوا تو ظاہر ہی کہ واسطی انتہا اوس فعل کی ہوگا جسکی متعلق ہوگا نہ واسطی انتہا معمول متعلق اپنی کی چنانچہ بیچ حدیث امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ کے حتی واسطی انتہا اقاتل کی ہے نہ واسطی انتہا الناس کے جو مفعول ہی اقاتل کا اور بیچ آیۃ لا یدخلون الجنۃ حتی یلج الجمل فی سم الخیاط کے حتی واسطی انتہا لا یدخلون کے ہے نہ واسطی انتہا جنت کے جو مفعول ہے لا یدخلون کا جیسا کہ نہین مخفی اوس شخص پر جسے جو بہرہ علم صحیح پڑہا ہوا ہوگا تو اس حدیث مین بہی حتی واسطی انتہا آخر کی ہوگا نہ واسطی انتہا ظہر کی جو مفعول ہی آخر کا پس حاصل مطلب ایسی حدیث کا یہہ ہوا کہ جب آنحضرت ارادہ جمع کرنی دو نماز دن کا کرتی تو تاخیر ظہر کی اس حد تک کرتی کہ منتہی تاخیر کا اول وقت عصر کا ہوتا یعنی ابہی تک ظہر نہ پڑہتے کہ عصر کا وقت آجاتا تو بعد دخول ہونی وقت عصر کی جمع بین الصلوتین کرتی اور ان معنی سی کسیکو اہل علم سی انکار نہین مگر محرفین للنصوص کو کہ واسطی اتباع اور حمایت قول اپنی امام کی باوجود بداہت ان معنی کی کچہہ نہ کچہہ باتین اور نئی محرف معنی خلاف نحو اور لغت کی اختراع کرین گی جیسا کہ جناب مولف فرماتی ہین پس معنی حدیث کی یہہ ہوئی کہ حضرت تاخیر کرتی نماز ظہر کو باین طور کہ منتہی نماز ظہر کا اول وقت عصر کا ہوتا اور اسپر دلالت کرتا ہی پہر ضمیر بینہما کا دونو وقتون کی طرف بیچ حدیث آیندہ کی انتہی کلام المؤلف اور مردود ہونا اس معنی کا معلوم ہو چکا جبکہ ہمنی آیۃ اور حدیث کی سند اور گواہی سی ثابت کر دیا کہ اول وقت عصر کا منتہی تاخیر کا ہی نہ منتہی نماز ظہر کا جو مفعول ہی آخر کا علاوہ یہہ کہ اگر اول وقت عصر کا بقول مؤلف محرف کے منتہی ظہر کا ہو تو تم یجمع بینہما کی کچہہ معنی نہین بنتی کیونکہ بعد انتہا اور ہو چکنی ظہر کی اول وقت عصر تک پہر جمع کرنا اوسکا ساتہہ عصر کے کسطرح ہوا اور یہہ جو مولف نی ضمیر بینہما کا طرف دو وقتون کی راجع ٹہرایا ہے اسکا **جواب** تیسری حدیث مین آویگا اور روایت کی ہی **مسلم** نے انس سے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا عجل علیہ السیر یوخر الظہر الی اول وقت العصر فیجمع بینہما ویوخر المغرب حتی یجمع بینہا وبین العشاء حین یغیب الشفق اسمین بہی الی واسطی انتہا تاخیر کی ہی بعینہ اوسی دلیل اور شواہد سی جو حتی مین گذری پس حاصل مطلب اس حدیث کا یہہ ہوا کہ جب آن حضرت سفر عجلت کرتی تو تاخیر ظہر کی اس حد تک کرتی کہ منتہی تاخیر کا اول وقت عصر کا ہوتا پہر جمع کرتے ظہر اور عصر کو یعنی بعد دخول اول وقت عصر کے اور مغرب کو بہی موخر کرتے یہانتک کہ جمع کرتے اوسکو ساتہہ عشا کی جب کہ شفق غایب ہو چکتی فقط لاکن جناب مولف اس حدیث مین بہی معنی تاخیر ظہر کے ویسی ہی کرتے ہین جو اول حدیث انس رض مین کرتے ہتی پس باطل ہونا اون معنی کا بہی گذر چکا اور علاوہ اس سی دوسری تحریف اس حدیث مین مولف نی یہہ کی ہی کہ حین یغیب الشفق کو ظرف یجمع کا فقط باعتبار عشا کی ٹہرائی ہے جیسا کہ آیۃ فاغسلوا وجوہکم وایدیکم

عصر کا اول وقت آجاتا پہر دونو کو جمع کر لیتے تے **ف۵** آنحضرت صلعم کو جب جلدی کا سفر پیش آتا تو ظہر کے اتنی تاخیر کرتے کہ اول وقت عصر کا آجاتا تو دونو کو جمع کر لیتی اور تاخیر مغرب مین کرکی عشا کی ساتہہ جمع کر لیتی شفق کی غروب کے بعد

الی المرافق مین متعلق ہے فاغسلوا کی فقط باعتبار ایدی کی تو جواب اس تحریف کا یہہ ہی کہ اس آیہ مین تو تعلق الی المرافق کا بمعنی آ
مع لحاظ وجوہ کی ممکن ہی نہین بلکہ وجوہ کی مرافق غایت نہین ہو سکتی اسواسطی الی المرافق کو فقط لحاظ ایدی کی فاغسلوا سی
تعلق دیا ہے بخلاف اس حدیث کی کہ وہان حتی یغیب الشفق کا جمع سی بدون لحاظ مغرب و عشا کی دونو کی ممکن
نہین اور جمع ایسا لفظ ہے کہ اوس سی لفظ مغرب کو جدا کر کی مظروف حین کا ہرگز نہین کہہ سکتی کیونکہ جمع کرنا سوای دو
اشیا کی نہین ہو سکتا فقط ایک ہی شی کو کوئی کیا جمع کریگا اور اوسکی کچھ معنی نہین کہ جب کہ شفق غائب ہو جبکہ تو عشا
اکیلی کو جمع کرتے ہان البتہ اگر لفظ حدیث کی یصلی المغرب والعشا حین یغیب الشفق ہوتی تو کہہ سکتی کہ حین متعلق ہے
یصلی کے فقط باعتبار عشا کی اور در حالتی کہ حدیث مین لفظ جمع کا ہی تو تعلق حین کا ساتھ اوسکی بعد تجرد اوسکی کی مغرب سے
کبھی نہین ممکن فتدبر فیہ اور روایت کی ہی **بخاری اور مسلم** نے انس سی قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا ارتحل قبل ان
تزیغ الشمس اخر الظہر الی وقت العصر ثم نزل فجمع بینہما فان زاغت الشمس قبل ان یرتحل صلی الظہر ثم رکب[^1]
مطلب اسکا احادیث سابقہ سی معلوم ہو چکا لاکن مولف محرف کی اسمین ایک اور تحریف ہی وہ یہ ہے کہ ضمیر بینہما کی راجع ہے
طرف دونون کی یعنی طرف وقت ظہر اور وقت عصر کے تو معنی یہہ ہوئی کہ جمع کیا بیچ دو وقتون کے نہ ایک وقت مین دو نماز کو
پس **جواب** اسکا یہہ ہے کہ اس حدیث مین دو وقت کہین بہی مذکور نہین اگر ہی تو وقت عصر کا اکیلا مذکور ہے پہر جو چیز مذکور نہ ہو
اوسکو مرجع ٹہرانا بڑے حماقت ہی بخلاف ظہر اور عصر کے جسکو ہم مرجع ٹہراتی ہین کہ دونو صریح اور ظاہر موجود ہے شاید بسبب خبث
و تعصب کے نظر نہین آتا ہوگا لاکن اوسکی نسخ دیکہتی ہی لفظ ظہر اور عصر کا جو صریح اوسمین ہی سو معدوم تو نہین ہونیکا ع
گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ۔ چشمۂ آفتاب را چہ گناہ ۔ اب ایک اعتراض اور بہی مولف کا ان احادیث اس پر وہ یہہ ہی کہ ایک
راوی ان حدیثون کا زہری ہے اور اوسکو عادت ہے ادراج کی جیسا کہ کہا طحاوی اور کرمانی اور زیلعی نے پس احتمال ہے
کہ لفظ حتی یدخل اول وقت العصر کا پہلے حدیث انس مین اور لفظ الی اول وقت العصر کا دوسرے اور تیسرے حدیث مین اور لفظ
حین یغیب الشفق کا دوسرے حدیث مین زہری نے اپنے طرف سی ملا دیا ہوگا تو یہہ حدیث مدرج ہوئی اور مدرج ضعیف پس
جواب اسکا یہہ ہے کہ ان حدیثون مین ادراج کی بو بہی نہین آتی اور کسی لفظ کو اونمین سی مدرج نہین کہہ سکتی اسلیے
کہ لفظ حتی یدخل اور الی اول وقت العصر جار مجرور ہین اور متعلق یجمع کے اور حین یغیب الشفق ظرف ہی یجمع کا اور ادنی
پڑہنے والا جانتا ہے کہ جار مجرور کو اور ظروف کو ذرہ بہر استقلال نہین ہوتا اور بغیر اپنے متعلقات کی انکا وجود ہی نہین
ہوتا اور سوای اپنی متعلقات کی کچہہ معنی مستقل نہین رکہتی حالانکہ مدرج وہ کلمہ ہوتا ہے جسکو فی الجملہ استقلال ہو جیسا کہ روایت
کی ہے خطیب نے طریق سی ابو قطن اور شبابہ کی ابوہریرہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسبغوا الوضوء ویل للاعقاب من النار
تو اسمین یہہ لفظ مستقل اسبغوا الوضوء جو درج ہی قول ابوہریرہ کا ہے نہ رسول اللہ کا ابو قطن اور شبابہ نی حدیث مرفوع

[^1]: لہ یعنی جب سفر مین ہماری سکو جلدی ہوتی تو ظہر کو عصر کے وقت تک تاخیر کرکی دونو نماز کو جمع کرلیتی تہی اور اگر سورج ڈہل جاتا ... تو ظہر پڑہکر سوار ہوجاتے

وبیل للاعقاب من النار میں ملا دیا اور روایت کی ہی دار قطنی نے اپنے سنن میں طریق سے عبد الحمید بن جعفر کی بسرہ بنت صفوان سے
قالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من مس ذکرہ او انثییہ او رفغیہ فلیتوضأ تو اسمیں عبد الحمید نے انثییہ اور
رفغیہ کو اپنے پاس سے ملا دیا ذکر کلا الحدیثین مع بیان الادراج العلامۃ العلوی فی حاشیتہ علی شرح النخبۃ
پس الفاظ غیر مستقلہ میں جنکا وجود بے نہیں ہوتا سوا اپنے متعلقات کی اور کچھہ معنی ہی نہیں رکھتی سوا استعلقات
کے احتمال ادراج کا نکالنا بڑے جہالت کی بات ہی خاص کر حسین بغیب الشق کو جو اخیر میں دوسرے حدیث کی واقع ہے
مدرج کہنا کمال درجہ جہالت ہی کیونکہ وہ طرف متعلق یحج کی اور معمول اوسکا ہے اور ادراج اخیر میں حدیث کی سوای جملہ کی
جو معمول ہی ہو کسی لفظ حدیث کا متصور نہیں کہا شرح نخبہ میں ثم الادراج المتن فھو انہ یقع فی المتن کلام لیس منہ فتارۃ یکون
فی اولہ وتارۃ فی اثنائہ وتارۃ فی آخرہ وھو الاکثر لانہ یقع بعطف جملۃ علی جملۃ اور کہا علوی نے یعنی لانہ یقع بعطف جملۃ علی جملۃ ای فی الواقع
فیمکن استقلالہ من اللفظ السابق فیتمیز من لفظ الحدیث انتھی اور کہا ابن دقیق العید نے انما یکون الادراج بلفظ تابع یمکن استقلالہ عن
اللفظ السابق انتھی کذا فی حاشیۃ العلوی اقول مثالہ ما روی ابو خیثمۃ زھیر بن معاویۃ عن الحسن بن الحر عن القاسم بن مخیمرۃ عن
علقمۃ عن عبد اللہ بن مسعود ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علمہ التشہد فی الصلوۃ فقال قل التحیات للہ فذکرہ حتی قال اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان
محمدا رسول اللہ فاذا قلت ھذا فقد قضیت صلوتک ان شئت ان تقوم فقم وان شئت ان تقعد فاقعد کذا رواہ ابو خیثمۃ زاد
فی الحدیث فاذا قلت الخ انما ھو من کلام ابن مسعود لا من کلام النبی صلی اللہ علیہ وسلم کذا ذکرہ العلوی فانظر الی استقلال الجملۃ فاذا قلت
پس ثابت ہوا کہ ان احادیث ثلثہ میں سے کسی میں ادراج متصور نہیں چہ جا وقوع اوسکا اور اگر اعتراض کرو کہ اگرچہ اس حدیث میں
زہری نے ادراج نہیں کیا لاکن اوسکی عادت تو ہی اور جسکی عادت ایسی ہو وہ شخص مجروح ہوتا ہی اور ساقط العدالۃ اور حدیث
اوسکی نامقبول ہوتی ہے جواب اسکا یہہ ہے کہ زہری کی یہہ عادت نہیں کہ ادراج فاحش جو مسقط عدالت ہوتا ہی وہ

ف۵۱ کہا سنا میں نے آنحضرت صلعم سے کہ جس کسے نے اپنے ذکر یا فوطون یا رانی چہو لین تو وہ وضو کری ف۵۲ دونوں حدیثین مع
بیان لفظون کی ملا دینکی علامہ علوی نے اپنے حاشیہ میں جو شرح نخبہ پر ہے ذکر کیا ہے ف۵۳ اور متن حدیث میں لفظ ملا دینا
کہ جو اوسمین نہین تہا کبہی تو اول حدیث میں ہوتا ہے کبہی بیچ میں کبہی آخر میں اور یہہ اکثر ہے کیونکہ ایک بات کی ساتہہ دوسری
بات ملتی ہے ف۵۴ ایک بات کی ساتہہ دوسری ملتی ہی تو پہلی بات سے بالاستقلال الگ رہتی ہی تو حدیث کی لفظ سے جدا رہے
ف۵۵ لفظ کا ملانا ایسی پہلی لفظ سے ہوتا ہے کہ وہ خود ہی پورا ہو سکی یونہین ہی حاشیہ علوی میں میں کہتا ہوں مثال اوسکی
وہ حدیث ہی جو روایت کی ابو خیثمہ زہیر بن معاویہ نے حسن بن حر سے اون نے قاسم ابن مخیمرہ سے اور اون نے علقمہ سے اور اون نے عبد اللہ
بن مسعود سے کہ آنحضرت صلعم نے اونہین تشہد سکہایا تو کہا کہ التحیات للہ پڑہہ پہر سب ذکر کر کی جب یہان پہونچی اشہد ان لا الہ تو کہا اشہد ان لا الہ الا اللہ
و اشہد ان محمدا رسول اللہ اور پہر کہا کہ آنحضرت نے فرمایا کہ جب تو یہہ کہہ چکا تو نماز تیری پوری ہو چکی تو اب کہڑا ہونا چاہی تو کہڑا ہو جا اور
بیٹہنا چاہی تو بیٹہہ جا یونہین روایت کیا ہے ابو خیثمہ نے اور فاذا قلت ہذا اخیر تک ملایا ہوا کلام ابن مسعود کا ہے آنحضرت کا نہین یونہین ذکر کیا

کرتا تہا بلکہ ادراج اوسکا اسقدر ہوتا ہی کہ تفسیر کسی لفظ غریب نادر کی کردی اور ایسے ادراج سے عدالت نہین جاتا
جو ناس کرتے ہون احادیث مین جو بخاری مسلم کے مروی ہون کہا علوی نے حاشیہ شرح نخبہ مین قالوا الادراج
حرام لما فیہ من التلبیس التدلیس و ان کان بعضہ اخف من بعض کتفسیر لفظۃ غریبۃ مثل المزابنۃ والمخابرۃ والعرایا ونحوہا
مما فعلہ الزہری وغیرہ من الائمۃ بل لا یظہر التحریم فیہ لا سیما فی المتفق علیہ قول ابن السمعانی غیرہ المتعمد لہ ساقط العدالۃ وممن
یحرف الکلم عن مواضعہ وہو ملحق بالکذابین یحمل علی ما عداہ وقد ذکرنا من المصنف ومن ابن دقیق العید ما یدل علی
جوازہ فی الجملۃ انتہی اور زہری اس درجہ کا امام ہے کہ کوئی بھی عالم بالحدیث اوسپر کسی نوع کا
طعن نہین رکہتا بلکہ سب متفق ہین اوسکی جلالت شان اور علو مکان پر اور وہ راوی ہی سب اصحاب صحاح کا
پہر جو کوئی زہری کا مجروح ہونا زبان پر لاوے تو وہ قابل فصد لوانے کی ہی کیونکہ وہ مجنون ہی کہا شیخ الاسلام
حافظ ابن حجر نے تقریب التہذیب مین محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن عبد اللہ بن شہاب بن عبد اللہ
ابن الحارث بن زہرۃ بن کلاب القرشی الزہری وکنیتہ ابو بکر الفقیہ الحافظ متفق علی جلالتہ واتقانہ
مات سنۃ خمس وعشرین وقیل قبل ذلک بسنۃ او سنتین وہو من رؤس الطبقۃ الرابعۃ انتہی
اور کہا شیخ سلام اللہ حنفی نے محلی مین محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن شہاب الزہری المدنی الامام المعروف احد الفقہاء وائمۃ المحدثین
والعلماء الاعلام بالمدینۃ المنسوب الیہ فی فنون الشریعۃ انتہی اور کہا شیخ عبد الحق محدث دہلوی حنفی نے ترجمہ مشکوۃ مین
زہری کہ تابعی مشہور است یکی از اعلام مہت وائمہ ایشان است در فقہ وحدیث انتہی اور صاحب صحیح بخاری و مسلم وغیرہ
اوسکی جلالت شان اور ثقاہت اور ضبط احادیث مین اتفاق کرتے ہین تو کیا طاقت ہے کسیکی کہ ایسے امام مجتہد
رئیس کو مجروح کہے اور اوسکی روایت کو جو صحیحین مین مروی ہونا معقول کہے بس یہہ ہین دلایل ہماری جو انہ
جمع بین الصلواتین پر جنہین کسیطرح سی عذر اور تاویل و جرح اور قدح کو دخل نہین لاکن جناب مؤلف تسلیم سی جواب

علوی نے لکہا تو دیکہے اب استقلال اپنی کلام میں ہو گئی کا ملا کہا لوگون نے مدرجین لفظ تاکی ساری قسمین حرام ہین کیونکہ تدلیس ہوتی
اگرچہ بعضی قسمین بعضی سی کمتر ہین جیسی کہ لفظ کی تفسیر جیسے مزابنۃ اور مخابرۃ اور عرایا اور ایسی ہی لفظ جیسا کیا زہری نے اور ائمہ
حدیث نے کیا ہے سو ایسی صورت مین حرمت نہین معلوم ہوتی خصوصاً متفق علیہ مین اور یہہ قول ابن سمعانی وغیرہ کا کہ قصداً کرنیوالا ساقط العدالۃ
اور حرفونکو جگہہ سے بدلنے والا جہوٹونمین سی ہی یہہ اوپر کی بات کی سوا کی صورت مین صادق اوتا ہے اور ہمنی مصنف اور
ابن دقیق العید سے وہ عبارت ذکر کی ہے جو جواز پر کچہہ دلالت کرتی ہی ت ۵ محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن عبد اللہ بن شہاب
بن عبد اللہ بن حارث بن زہرہ بن کلاب القرشی زہری اور کنیت اوسکی ابو بکر ہے فقیہ حافظ ہے اوسکی بزرگی اور حفظ پر سب
متفق ہین سنہ پچیس مین انتقال ہوا اور بعضی برس دو برس اس سی پہلی بتاتی ہین اور وہ طبقہ رابعہ کے لوگونکا ایک سردار ہے
ت ۵ محمد بن مسلم بن عبد اللہ بن شہاب زہری مدنی امام فقہا مین کا اور محدثین مین سی اور بڑے علما مین سے مدینہ مین ایک شخص مشہور تہا اور فنون

جمع حقیقی کی منکر ہین اور کئی عذر پیش کرتی ہین ایک عذر اونکا یہہ ہے کہ آنحضرت سفر مین جمع حقیقی نہین کرتی تھے بلکہ ہمیشہ سفر مین جمع صوری کرتے اور اس عذر پر مولف کو کئی باعث ہین **باعث اول** کہ روایت ہی ابن مسعود سے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یجمع بین الصلوتین فی السفر رواہ الطحاوی اور مراد اس جمع سی اس حدیث مین جمع صوری ہے بشہادت دو شاہدون کے **شاہد اول** یہہ کہ دوسری روایت مین ابن مسعود سی یہہ مروی ہے کہ آنحضرت سوا عرفات اور مزدلفہ کے کوئی نماز اپنے وقت کی سوا نہ پڑہتے تھے جیسا کہ روایت کی ہی نسائی نے عبداللہ بن مسعود سی قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی الصلوۃ لوقتہا الا بجمع وعرفات پس نفی سی جو اس حدیث سی مستفاد ہوتی ہے معلوم ہوا کہ پہلے حدیث مین جمع صوری مراد ہے اور اوسیکا اثبات ہی **شاہد دوسرا** یہہ کہ ابن مسعود نے ایک سفر حج مین جمع صوری کیے ہے جیسا کہ روایت کی ہی طحاوی نے عبد الرحمن بن یزید سی کہ وہ کہتے ہین صحبت ابن مسعود فی حجۃ فکان یوخر الظہر ویعجل العصر ویوخر المغرب ویعجل العشاء ویسفر بصلوۃ الغداۃ پس اس فعل سی ابن مسعود کی ہی معلوم ہوا کہ مراد حدیث مرفوع مین جمع صوری ہے **پس جواب** اسکا یہہ ہے کہ شاہد اول یعنے حدیث نسائی کی نامقبول اور مجروح اور متروک ہی کیونکہ درمیان اسکے رواۃ مین سی مجروح ہین ایک **سلیمان بن ارقم** کہ اسکی توثیق اور تعدیل کسی نے نہین کی بلکہ ضعیف کہا اوسکو جیسا کہ کہا حافظ ابن حجر نے تقریب مین سلیمان بن ارقم البصری ابو معاذ ضعیف اور کہا مقدمہ تقریب مین الثامنۃ من لم یوجد فیہ توثیق لمعتبر ووجد فیہ اطلاق الضعف ولو لم یفسر والیہ الاشارۃ بلفظ ضعیف انتہی اور ایک خالد بن مخلد کہ یہہ شخص رافضی تہا اور صاحب احادیث افراد کا کہا تقریب مین خالد بن مخلد القطوانی بفتح القاف والطاء ابو الہیثم البجلی مولاہم الکوفی صدوق متشیع ولہ افراد انتہی اور ایسا ہی دوسرا شاہد بہی مقبول نہین اس لئی کہ فعل ابن مسعود صحابی کا اوسوقت بیان حدیث مجمل مرفوع کا جو ابن مسعود کے سوا اور بہت صحابہ سی بہی مروی ہے ٹہرایا جاتا جبکہ فعل رسول اللہ صلعم کا بیان اوس مجمل کا نہ پایا جاتا اور جب کہ بروایت رؤسا محدثین بخاری اور مسلم وغیرہما کے فعل آنحضرت کا مبین اون احادیث مجملہ کا ثابت ہوگیا تو حاجت مفسر ٹہرانی فعل ابن مسعود کے کیا ہے یعنے جبکہ بخاری اور مسلم اور ترمذی اور نسائی اور ابو داؤد اور موطا امام محمد کی روایات مین صاف آگیا کہ آنحضرت جمع حقیقی کیا کرتے تھے جیسا کہ آئیگی وہ روایتین

لے آنحضرت صلعم سفر مین دو نمازون کو جمع کیا کرتے تھے روایت کی طحاوی نے ۲ کہا ابن مسعود نے آنحضرت وقت پر نماز پڑہا کرتے تھے مگر مزدلفہ اور عرفات مین ۳ مین ابن مسعود کے ساتھہ سفر حج مین رہا تو وہ ظہر کی تاخیر اور عصر کی جلدی کرتی اور مغرب کی تاخیر اور عشا کی جلدی کرتے تھے اور فجر روشنے مین پڑہتے تھے ۵ سلیمان بن ارقم بصری ابو معاذ ضعیف ہے ۶ آٹہوین وہ لوگ کہ اونمین کسی معتبر سے توثیق نپائی جاوے بلکہ اونمین ضعف پایا جاوے اگرچہ ضعف کی تفسیر نہو اور اسی کی طرف اشارہ ہے لفظ ضعیف سے

نقل ہو چکین تو معلوم ہوا کہ جو حدیثین کیفیت جمع سی مجرد ہین مثلا اول روایت ابن مسعود کے جسمین کلام ہو ابتدا
اسکے اونمین بہی ویسی ہی جمع مراد ہے اور وہ روایتین مرفوعہ شیخین وغیرہما کی اون احادیث مجملہ کی تفسیر کے
بیان پڑے ہین پس کیا حاجت ہے کہ فعل رسول کو چھوڑ کر فعل صحابی کو بیان مجمل ٹہراوین کہا **بحر الرائق** مستفیض
ہین وحکایة النبی صلی اللہ علیہ وسلم مقدم علی غیرہ انتہی پس ثابت ہوا کہ حدیث اول مین ابن مسعود کی
جمع صوری مراد نہین اور ثبت اسکی نہ تو حدیث ثانی ابن مسعود جو نسائی نے روایت کی ہو سکتی ہے اور نہ فعل ابن
مسعود کا اب اگر **اعتراض** کرو کہ اگر جمع حقیقی درست ہوتی تو ابن مسعود کیون نہ اختیار کرتے اور جمع صوری کیون
کرتے تو **جواب** اسکا یہہ ہے کہ جمع حقیقی رخصت ہی اور ترک اسکی افضل اور عزیمت ہے پس اگر فرض بہی کیا جاوے
کہ ابن مسعود نے جمع صوری کی حقیقی بلکہ جمع صوری ہی کی اور نمازین اپنی اپنی اول وقتون مین نہین پڑہین تو اس اختیار کرنے
عزیمت کیلیے یہہ تہوڑی ہی لازم آتا ہے کہ رخصت یعنی جمع حقیقی ممنوع ہو جاوے جیسا کہ کسی نے سفر مین افطار
اختیار نکیا اور روزہ رکہا تو اس سی یہہ تہوڑا ہی لازم آتا ہے کہ اس شخص نے افطار کو منع جانا فتدبر **باعث ثانی**
مؤلف کا عذر اول پر یہہ ہے کہ روایت ہے ابن عباس سے کہا صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سبعا جمیعا وثمانیا
جمیعا الظهر والعصر والمغرب والعشاء رواه الشیخان وغیرهما وفی روایة لمسلم بالمدینة فی غیر خوف ولا مطر وقال اراد ان لا یحرج امته
وللطحاوی عن جابر بالمدینة للرخص من غیر خوف ولا علة اور تفسیر ہی کی یہہ حدیث ابن عباس کی کہ صلیت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم
بالمدینة ثمانیا جمیعا وسبعا جمیعا اخر الظهر وعجل العصر واخر المغرب وعجل العشاء رواه النسائی پس یہہ حدیثین دلالت
کرتی ہین اسپر کہ آنحضرت جمع صوری کیا کرتے تھے پس **جواب** اسکا یہہ ہے کہ یہہ حدیثین جمع کین حالت قیام مین
ہین نہ حالت سفر مین چنانچہ الفاظ حدیث سی ظاہر ہوتا ہے اس سبب سے نسائی راوی اس حدیث کی نے ترجمہ
اس حدیث کا یہہ منعقد کیا ہے کہ الوقت الذی یجمع فیہا المقیم تو کیفیت جمع مقیم پر کیفیت جمع مسافر کو قیاس کرنا
باوجودیکہ مسافر کی جمع حقیقی شیخین وغیرہما کے روایت سی ثابت ہو چکی ہے قیاس مع الفارق ہی اور قیاس
مقابل نصوص کے ہے پس ایسی قیاس کرنے والون کی کیا بعید ہے کہ مسافر کو مقیم پر قیاس کر کے مسافر کی قصر کو بہی
ناجایز کہین تنبیہ اس حدیث مین ابن عباس کے جس سے جمع حالت اقامت مین ثابت ہوتی ہی بڑی جہگڑی اور

خالد مجاز ولفظہ صدوق تہہ ہے اور منفرد جابرین روایت کرتا ہے ۹۱ آنحضرت کے حدیث اور پر مقدم ہے ۹۲
آنحضرت نے سات اور آٹہہ رکعتین اکہٹے پڑہین ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء روایت کی شیخین وغیرہ نے
اور ایک روایت مسلم مین ہے مدینہ مین بغیر خوف اور مینہ کے اور کہا ابن عباس نے آپنے یہہ ارادہ کیا کہ امت پر تنگی نہ ہو
اور روایت کی طحاوی نے کہ مدینہ مین رخصت کے واسطے بغیر خوف اور سبب کے ۹۳ مین آنحضرت کی ساتھ مدینہ مین
آٹہہ اور سات رکعتین اکہٹی پڑہین تاخیر کی ظہر مین اور عصر مین جلدی کی اور تاخیر مغرب مین اور عشاء مین جلدی روایت کی نسائی نے

اختلاف ہین ترمذی کا یہہ دعوی ہے کہ یہہ حدیث منسوخ ہے بالاجماع امام نووی کہتے ہین کہ یہہ دعوی ٹہیک نہین بلکہ حدیث معمول بہ ہی نزدیک بعض کے بظاہر معنی اور نزدیک اکثر کی بمعنی مؤول ہے تو تفصیل ہر ایک کی عبارت مرقومہ الذیل سے معلوم کرنے چاہیے قال النووی فی شرحہ علی صحیح مسلم وللعلماء فیہا تاویلات ومذاہب وقد قال الترمذی فی اخر کتابہ لیس فی کتابی حدیث اجمعت الامۃ علی ترک العمل بہ الا حدیث ابن عباس فی الجمع بالمدینۃ من غیر خوف ولا مطر وحدیث قتل شارب الخمر فی المرۃ الرابعۃ وہذا الذی قالہ الترمذی فی حدیث شارب الخمر ہو کما قال فہو حدیث منسوخ دل الاجماع علی نسخہ واما حدیث ابن عباس فلم یجمعوا علی ترک العمل بہ بل لہم اقوال منہم من تاولہ علی انہ جمع بعذر المطر وہذا مشہور عن جماعۃ من الکبار المتقدمین وہو ضعیف بالروایۃ الاخری من غیر خوف ولا مطر انتہی ورد الحافظ ایضا حیث قال فی فتح الباری قال مالک لعلہ کان فی مطر لکن رواہ مسلم واصحاب السنن من طریق حبیب بن ابی ثابت عن سعید بن جبیر بلفظ من غیر خوف ولا مطر فانتفی ان یکون الجمع المذکور للخوف او للسفر او للمطر انتہی وقال النووی ومنہم من تاولہ علی انہ کان فی غیم فصلی الظہر ثم انکشف الغیم وبان ان وقت العصر دخل فصلاہا وہذا ایضا باطل لانہ وان کان فیہ ادنی احتمال فی الظہر والعصر فلا احتمال فی المغرب والعشاء انتہی وتعقبہ الحافظ بانہ مبنی علی انہ لیس للمغرب الا وقت واحد والمختار عندہ خلافہ وہو ان وقتہا یمتد الی العشاء فعلی ہذا فالاحتمال قائم انتہی وقال النووی ومنہم من تاولہ علی تاخیر الاولی الی اخر وقتہا فصلاہا فیہ فلما فرغ منہا دخلت الثانیۃ فصلاہا فصارت صلوتہ صورۃ جمع

ف کہا نووی نے شرح مسلم مین کہ علما کے اسباب مین کئی مذہب اور چند تاویلین ہین اور ترمذی نے اپنے آخر کتاب مین کہا ہے کہ میرے کتاب بہر مین کوئی ایسے حدیث نہین کہ علما نے اوسکی چہوڑ دینے پر اتفاق کیا ہو مگر حدیث ابن عباس کے جمع صلوتین مین بلا خوف اور مینہہ کے اور حدیث شرابخوار کو چوتہی دفعہ قتل کرنیکے اور یہہ تقریر جو ترمذی نے کی ہے حدیث شراب خوار مین ٹہیک ہے کیونکہ وہ منسوخ ہے اور اجماع اوسکی منسوخ ہونی پر دلالت کرتا ہے رہی حدیث ابن عباس کے تو اوسکی ترک پر اجماع نہین بلکہ اوسکی باب مین علما کے چند قول ہین بعضون نے تو کہا ہے کہ مینہہ کی سبب سے جمع کی تہی اور یہی ایک جماعت متقدمین کا مذہب مشہور ہے اور یہہ دوسرے روایت کی رو سے ضعیف ہے کہ اوسمین بلا خوف اور بلا مینہہ کے آیا ہے اور حافظ ابن حجر نے بہی اسکو رد کیا ہے چنانچہ فتح الباری مین کہا ہے کہ مالک نے کہا ہے کہ شاید وہ جمع کرنا مینہہ مین تہا لیکن مسلم اور اصحاب سنن نے سند حبیب بن ابی ثابت کی سے کہ اونہون نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے اوسمین بلا خوف اور مینہہ کے ہے سو اب یہہ بات نہین ہے کہ وہ جمع کرنا خوف یا سفر یا مینہہ کے سبب سے ہو ہو چکی عبارت اوسکی اور نووی نے کہا ہے اور بعضے علما نے یہہ تاویل کی ہے کہ وہ بادل تہا سو ظہر کی نماز پڑہی اتنی مین کہل گیا اور معلوم ہوا کہ عصر کا وقت آگیا سو اوسی بہی پڑہ لیا اور یہہ بہی باطل ہے کیونکہ اگرچہ کچہہ یہہ شبہہ ظہر اور عصر مین ہو سکتا ہی تو مغرب اور عشا مین تو نہین ہو سکتا اور حافظ ابن حجر نے اسپر یہہ کہا کہ اسکی بنا تو اسپر ہے کہ مغرب کا وقت ایک ہی ہو اور اوس قائل کے نزدیک مغرب کا وقت عشا تک ہے تو وہ شبہہ اپنی حال پر رہا اور نووی نے کہا کہ بعضون نے یہہ سمجہا کہ آخر وقت مین ایک نماز

وهذا ايضا ضعيف او باطل لانه مخالف للظاهر مخالفة لا تحتمل وفعل ابن عباس الذي ذكرناه حين خطب واستدلاله بالحديث
لتصويب فعله وتصديق ابي هريرة له وعدم انكاره صريح في رد هذا التاويل انتهى **اقول** ذلك ما رواه عن عبد الله بن شقيق قال
خطبنا ابن عباس يوما بعد العصر حتى غربت الشمس وبدت النجوم وجعل الناس يقولون الصلوة الصلوة قال فجاءه رجل من بني تميم لا يفتر
ولا ينثني الصلوة الصلوة فقال ابن عباس اتعلمني بالسنة لا ام لك ثم قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم جمع بين الظهر والعصر
والمغرب والعشاء قال عبد الله بن شقيق فحاك في صدري من ذلك شيء فاتيت ابا هريرة فسألته فصدق مقالته رواه مسلم
قال الشيخ سلام الله في المحلى قلت ليس فيها كما ترى ما يدل على ان صلوة ابن عباس المغرب كانت بعد غيبوبة الشفق انتهى وقال الحافظ
هذا الذي ضعفه اي النووي استحسنه القرطبي ورجحه قبله امام الحرمين وجزم به من القدماء ابن الماجشون والطحاوي
وقواه ابن سيد الناس بان ابا الشعثاء وهو راوي الحديث قد قال به فيما رواه الشيخان من طريق ابن عيينة عن عمرو بن دينار
فذكر هذا الحديث وزاد قلت يا ابا الشعثاء اظنه اخر الظهر وعجل العصر واخر المغرب وعجل العشاء قال وانا اظنه قال ابن
سيد الناس وراوي الحديث ادرى بالمراد من غيره قلت لكن لم يجزم بذلك بل لم يستمر عليه فقد تقدم كلامه لايوب
وتجويزه ان يكون الجمع بعذر المطر لكن يقوي ما ذكره من الجمع الصوري ان طرق الحديث كلها ليس فيها صفة الجمع
فاما ان تحمل على مطلقها فيستلزم اخراج الصلوة عن وقتها المحدود بغير عذر واما ان يحمل على صفة مخصوصة لا يستلزم

تب بھی تو ان میں دوسری نماز کا وقت آگیا تو وہ بھی پڑھ لی تو صورت جمع کی ہوئی اور یہ تاویل بھی باطل ہے کیونکہ ظاہر کا ایسا مخالف ہے جسکا احتمال بھی نہیں
ہوسکتا اور ابن عباس کا وہ فعل خطبہ کے وقت جیسے ہم ذکر کر چکے اور حجت پکڑنا اونکا حدیث سے اپنی فعل کے تصدیق میں اور تصدیق کرنا ابوہریرہ کا
اوسکی اور انکار نکرنا صریح ہی اوس تاویل کے رد میں انتہی میں کہتا ہوں یہ وہ ذکر ہے جو عبداللہ بن شقیق سے روایت ہی کہ ابن عباس نے خطبہ
پڑھا ایک دن عصر کے بعد یہاں تک کہ سورج ڈوب گیا اور تارے نکل آئے اور لوگ نماز نماز پکارتے تھے تو ایک آدمی نے بنی تمیم میں سے جب پکار رہی کہا تو ابن عباس نے
کہا کہ تیری ماں مرے کیا تو مجھے سنت سکھاتا ہے پھر کہا کہ میں نے آنحضرت کو دیکھا ہے کہ ظہر اور عصر جمع کی اور مغرب اور عشا عبداللہ بن شقیق نے کہا
کہ یہ بات میرے جی کو کھٹکی تو میں ابوہریرہ کے پاس آیا اور اون سے پوچھا تو انہوں نے بھی اسکی تصدیق کی روایت کی یہ مسلم نے کہا
شیخ سلام اللہ حنفی نے محلی میں مجھے معلوم ہے کہ اوس میں یہ دلالت نہیں کہ نماز ابن عباس کی شفق کے ڈوبنے کے بعد تھی اور کہا حافظ
ابن حجر نے جسکو نووی نے ضعیف کیا ہی اوسکو قرطبی نے مستحسن بتایا ہے اور پہلے اوس سے امام الحرمین نے ترجیح دی جنکی ہیں اور
متقدمین میں سے ابن ماجشون اور طحاوی نے اسکا یقین کیا ہے اور تقویت دی ہے اسکو ابن سید الناس نے یوں کہ حدیث کے راوی ابوشعثاء نے
شیخین کے روایت میں کہ جو ابن عیینہ نے عمرو بن دینار سے روایت کی ہی اسکو مانا ہی چنانچہ اوس میں راوی کہتے ہے کہ میں نے ابوشعثا سے پوچھا کہ
مجھے یہ گمان پڑتا ہے کہ ظہر کی تاخیر کی اور عصر کی جلدی اور مغرب کے تاخیر اور عشا کی جلدی تو اونہوں نے کہا کہ میرا بھی یہی گمان ہے کہا ابن
سید الناس نے کہ راوی حدیث کا مراد حدیث سے خوب جانتا ہی میں کہتا ہوں لیکن ابوشعثا نے اسپر یقین کامل نہیں کیا کیونکہ کلام گذر چکا ایوب سے اور یہ تجویز
اونکی کہ جمع مینہ کے سبب سے تھی اوپر گذر چکا لیکن واسطے جمع صوری کی قوت کے وجہ یہہ ہے کہ ساری راہیں حدیث کی ایسی ہیں کہ جنمیں طریقہ جمع کا کچھ مذکور نہیں

لاخراج الجمع بها بين متفرق الاحاديث وهو اولى والله اعلم انتهى وقال النووي ومنهم من قال هو محمول على الجمع بعذر المرض
ونحوه مما هو في معناه من الاعذار وهذا قول احمد بن حنبل والقاضي حسين من اصحابنا واختاره الخطابي والمتولي والروياني
من اصحابنا وهو المختار في تاويله لظاهر الحديث ولفعل ابن عباس وموافقة ابي هريرة ولان المشقة فيه اشد من المطر انتهى وتعقبه
الحافظ بانه لو كان جمعه صلى الله عليه وسلم بين الصلوتين لعارض المرض لما صلى معه الا من به نحو ذلك العذر والظاهر انه صلى الله
عليه وسلم جمع باصحابه وقد صرح بذلك ابن عباس في روايته انتهى واجيب بانهم انما صلوا معه تحريا لفضل الصلوة خلفه فالجمع ابيح
لهم تبعا للنبي صلى الله عليه وسلم وان لم يجز استقلالا انتهى وقال النووي وذهب جماعة من الائمة الى جواز الجمع في الحضر للحاجة
لمن لا يتخذه عادة وهو قول ابن سيرين واشهب من اصحاب مالك وحكاه الخطابي عن القفال الشاشي الكبير من اصحاب
الشافعي عن ابي اسحاق المروزي عن جماعة من اصحاب الحديث واختاره ابن المنذر ويؤيده ظاهر قول ابن عباس اراد
ان لا يحرج امته فلم يعلله بمرض ولا غيره والله اعلم انتهى وكذا قال الحافظ وزاد بعد ابن سيرين ربيعة فافهم فان
قلت يرد هذا التاويل ما رواه الترمذي عن ابن عباس مرفوعا من جمع بين الصلوتين بغير عذر فقد اتى بابا من ابواب الكبائر
قلنا هذا الحديث لا يصلح للاحتجاج ففيه حنش وهو حسين بن قيس وهو ضعيف بل متروك بل قيل كذاب قال الشيخ سلام الله
المحدث حسين بن قيس وهو قال الحافظ وغفل الحاكم فاستدركه قال الترمذي وحنش ضعيف عندهم ضعفه احمد وغيره
انتهى وقال الحافظ في التقريب حنش متروك وقال نور الدين علي في مختصر تنزيه الشريعة الحسين بن قيس كذاب قال الحافظ

سو اب اگر ظاہر پر حدیثوں کو رکھا جاوے تو ضرور نماز کا اپنی وقت معین سے بغیر عذر کے نکالنا لازم آویگا اور مجھکو یہہ ہے کہ حدیثوں کو ایک طریقہ خاص پر لیسے
محمول کرنا چاہیے کہ وقت سے نکالنا لازم آوے اور احادیث متفرقہ میں یوں موافقت نکالی جاوے تو وہ اولی ہے ہو چکی عبارت اوسکی اور کہا نووی نے اور
بعضوں نے یوں کہا ہے کہ یہہ حکم عذر مرض پر محمول ہے یا اور کوئی ایسا عذر جو بیماری کے قائم مقام ہو اور یہہ امام احمد بن حنبل اور قاضی حسین کا
شافعیوں میں سے مقولہ ہے اور پسند کیا ہے اسکو خطابی اور متولی اور رویانی نے ہماری ساتھیوں میں سے اور یہی پسندیدہ ہے ظاہر حدیث کے
ڈھنگ سر بیٹھا ہے بسبب فعل ابن عباس کے اور اوسپر موافقت کرنے ابوہریرہ کے اور اوسمین بہ نسبت مینہ کے تکلیف بہی زیادہ ہے ہو چکی عبارت
اوسکی اور اوسپر حافظ ابن حجر نے اعتراض کیا ہے کہ اگر اس عذر سے یہہ نماز پڑہی تو اونکی ساتہہ فقط معذور ہی پڑہتے حالانکہ ظاہر یہہ ہے
کہ آنحضرت صلعم نے اپنے عام صحابہ کے زمرہ میں یہہ نماز پڑہی ہے چنانچہ ابن عباس نے ایک روایت میں کہول کر کہا ہے ہو چکا اعتراض حافظ ابن
حجر کا اور جواب یوں دیا گیا ہے کہ آپکے ساتہہ عام صحابہ نے آپکے اقتدا کی بزرگی کیلئے وہ نماز پڑہی ہو تو اونکو بہی آنحضرت کی اتباع میں مباح ہو گئی
اگرچہ جدا مباح نہ تہی ہو چکی تقریر جواب کے اور کہا نووی نے ایک جماعت اماموں کی طرف گئی ہے کہ جو نہ پکڑ لیوے اوسکو عادت تو اقامت میں ضرورت کی وقت جمع کرنا
جایز ہے اور یہہ مقولہ ابن سیرین اور اشہب کا مالکیوں میں سے ہے اور ذکر کیا خطابی نے قفال شاشی کبیر شافعی سے انہوں نے ابو اسحاق
مروزی سے ایک گروہ اہل حدیث سے اور پسند کیا ہے اسکو ابن منذر نے اور تائید کرتے ہیں اسکی ابن عباس کے یہہ بات کہ اپنی رفع تنگی امت کی لیے
یہہ کیا کیونکہ بیماری وغیرہ کو سبب نہ ٹہرایا ہو چکی عبارت اوسکی اور اسیطرح کہا ہے حافظ ابن حجر نے اور بعد ابن سیرین کے ربیعہ کا نام بڑہا دیا ہے

السیوطی فی الوجیز حسین بن قیس کذبہ احمد قال القاضی محمد بن علی الشوکانی فی الفوائد المجموعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ حسین بن قیس کذبہ احمد قیل قد اخرج ہذا الحدیث الحاکم وقال حسین ثقۃ وتعقبہ المنذری فقال لا نعلم احدا وثقہ غیر الحسین بن نمیر کذا ذکرہ نور الدین علی اقول وان سلمنا توثیق الحاکم وغیرہ الحسین لکن التعدیل لا یعارض الجرح الذی یکون مبینا السبب کالکذب فی جرح الحسین مالم ینف المعدل ذلک السبب کما مر عن مسلم الثبوت وشرح النخبۃ وحاشیۃ العلوی وانت تری ان الحاکم وغیرہ لم ینف سبب الجرح فی الحسین وہو الکذب علی انہ قال الذہبی وہو من اہل الاستقراء التام فی نقد الرجال لا یحل لاحد ان یغتر بتصحیح الحاکم مالم ینظر الی تعقباتی وتلخیصاتی ذکرہ الشیخ الاجل شاہ عبد العزیز قدس سرہ فی بستان المحدثین

باعث ثالث مؤلف کا عذر اول یہ ہی کہ احادیث شیخین کین ان سی یعنی جو کہ ہمنی جمع تاخیر مین نقل کین ہین وہ بہی جمع صوری ہی پر دلالت کرتی ہین یا ین طور کہ الی اونمین سی انتہا ظہر کے جو مفعول ہی متعلق الی کا ہے اور ضمیر بینہما کے طرف دو نو وقتو نکی راجع ہے نہ طرف دونمازون کے اور حین لغیب الشفق متعلق ہے بجمع کے فقط الخ معنا کی پس جواب اس خرافات کا ذیل مین اون احادیث کی جو مقام جمع تاخیر مین منقول ہین گذر چکا وہان دیکہو

باعث رابع مؤلف کا عذر اول یہ ہے کہ ابن عمر نے صفیہ بنت ابی عبید کی عیادت کی سفر مین عصر اور ظہر ابین وقت دونو نمازون کے وترکر اول ظہر پڑہی پہر عصر اور ایسا ہی مغرب اور عشاء اور بعض روایتون مین آیا ہے کہ مغرب قبل غیبوبت شفق کی پڑہے اور عشاء بعد اوسکی جیسا کہ روایت ہی عبد اللہ بن واقد و نافع سی ان مؤذن ابن عمر قال الصلوٰۃ قال سر حتی اذا کان

سمجہ لے توپہر اگر تو کہے کہ اس تاویل کو ترمذی کی وہ روایت رد کرتی ہے جو ابن عباس سی مرفوع آئی ہی کہ جس کسی نے بلا عذر نمازون کو جمع کیا تو کبیرہ گناہ کیا تو ہم جواب دینگے کہ یہہ روایت حجت کی لائق نہین ہے اس مین حنش یعنے حسین بن قیس راوی ہے سست اور ضعیف ہے بلکہ اوسکی روایت متروک ہی بلکہ بعضون نے اوسے بڑا جہوٹا کہا ہے کہا شیخ سلام اللہ محدث نی حسین بن قیس رحبی کا سست ہے حافظ ابن حجر نے کہا کہ حاکم نے اسکی استدراک مین غفلت کی ہے کہا ترمذی نے اور حنش اون لوگون کے نزدیک ضعیف ہے اور حافظ ابن حجر نے تقریب مین کہا کہ وہ متروک ہے اور نور الدین علی نے مختصر تنزیہ الشریعۃ مین کہا ہے کہ حسین بن قیس بڑا جہوٹا ہے کہا حافظ سیوطی نے وجیز مین حسین بن قیس کو امام احمد نے جہوٹا بتایا ہے اور کہا قاضی محمد بن علی شوکانی نے فوائد مجموعہ مین جو احادیث موضوعہ کی بیان مین ہی حسین بن قیس کو امام احمد نے جہوٹا بتایا ہی لوگون نے کہا ہے کہ اس حدیث کو حاکم نی روایت کر کے کہا ہے کہ حسین ثقہ ہے اور اوسپر منذری نی اعتراض کیا ہے کہ سوای حسین بن نمیر اور کسی نی اوسکو ثقہ نہین بتایا یونہین ذکر کیا ہی نور الدین علی نی مین کہتا ہون کہ اگر ہم حسین کا ثقہ ہونا حاکم وغیرہ کی قول بموجب مان ہی لیوین تو تعدیل اوس جرح کی معارض نہین پڑا کرتی کہ مع سبب کے ہوا ہی کہ جہوٹ حسین کے جرح مین جب تک کہ تعدیل والا اوس سبب کو دفع نہ کرے چنانچہ مسلم سی اوپر گذر چکا اور شرح نخبہ اور حاشیہ علوی سی اور یہہ بہی معلوم ہی کہ حاکم وغیرہ نے سبب جرح کی نفی نہین کی حسین کے باب مین کہ وہ سبب جہوٹ تہا علاوہ یہہ کہ ذہبی جو بڑی تلاش کا آدمی ہی نقد الرجال مین کہا ہی کہ کسیکو حلال نہین کہ حاکم کی صحت پر دہوکا کہاوی جب تک میری باتون پر نظر نہ ڈال لیوی شیخ

قبل غيوب الشفق نزل فصلے المغرب ثم انتظر حتى غاب الشفق فصلے العشاء ثم قال ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان اذا عجل بہ امر صنع مثل الذی صنعت فسار فی ذلك اليوم والليلة مسيرة ثلاث رواه ابو داود ورواه عن ابن جابر ايضا وقال ابو داود ورواه عبد الله بن العلاء عن نافع قال حتى اذا كان عند ذهاب الشفق نزل فجمع بينهما

اقول رواية ابی داود عن ابن جابر و قوله رواه عبد الله بن العلاء عن نافع تعليقان والتعليق لا يكون حجة فبقی علينا الجواب عن الرواية الاولى الموصولة اور روايت ہی نافع سی کہا خرجت مع عبد الله بن عمر وهو يريد ارضا له فقال نزلنا منزلا فاتاه رجل فقال ان صفية بنت ابی عبيد لما بها فلا اظن ان تدركها فخرج مسرعا ومعه رجل من قريش فسرنا حتى اذا غابت الشمس لم يصل الصلوة وكان عهدی بصاحبی هو محافظ على الصلوة فلما ابطأ قلت الصلوة يرحمك الله فما التفت الى ومضى كما هو حتى كان فی اخر الشفق ونزل فصلی المغرب ثم اقيم العشاء وقد توارت فصلى بنا ثم اقبل علينا فقال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا عجل به امر صنع هكذا رواه الطحاوی والنسائی اور روايت ہی عطاف سی کہ وہ روايت کرتی ہين نافع سی کہ کہا اقبلنا مع ابن عمر حتى اذا كنا ببعض الطريق استصرخ على صفية زوجته بنت ابی عبيد فراح مسرعا حتى غابت الشمس فنودی بالصلوة فلم ينزل حتى اذا امسى فظن انه نسی فقلت الصلوة فسكت حتى اذا كاد الشفق ان يغيب نزل فصلى المغرب وغاب الشفق فصلى العشاء وقال هكذا كنا نفعل مع رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا جد به السير رواه الطحاوی اسامہ بن زيد سی کہ پوچھا ہين سالم بن عبد الله سی هل كان عبد الله يجمع بين شئ من صلاته فی سفره فذكر ان صفية بنت ابی عبيد كانت تحته فكتبت اليه وهو فی زراعة له انی فی اخر يوم من ايام الدنيا واول يوم من ايام الاخرة فركب فاسرع السير حتى اذا حانت صلوة الظهر قال له المؤذن الصلوة يا ابا عبد الرحمن فلم يلتفت حتى اذا كان بين الصلوتين نزل فقال اقم فاذا سلمت فاقم فصلے ثم ركب حتى اذا غابت الشمس

بزرگ شاہ عبد العزيز نی بستان المحدثين مين يہہ ذکر کيا ہی سلے ابن عمر کے موذن نے کہا کہ نماز کا وقت آگيا تو اونہون نے کہا ہی اور چلی چلو يہانتک کہ جب شفق غروب ہونے پر ہی تو اوترکر مغرب پڑہی اور غروب شفق کا انتظار کيا بعد غروب شفق کی عشا پڑہی پہر کہا آنحضرت صلعم کو جب کسی امر مين جلدی ہوتی ہی تو ايسا کيا کرتی ہی جيسی مين نی کيا اوس دن اور رات وہ مين تين منزل گئی روايت کی ابو داود نی اور روايت کی جابر سی ابی اور کہا ابو داود نی کہ عبد الله بن علا نی نافع سی روايت کرکے کہا ہے کہ جب شفق غروب ہونی لگی تو اوترکر دونو نمازين جمع کين سلے مين عبد الله بن عمر کی سات تہا اور وہ اپنی کہيت کو جاتی تہی ايک آدمی نے آکر کہا کہ صفيہ بنت ابی عبيد بيمار ہے مجہی نہين گمان کہ تم اوسی ديکہہ سکو تو وہ جلدی جلدی چلی اور اونکی ساتہہ ايک شخص قريش مين سی تہا ہم چلی يہانتک کہ سورج ڈوب گيا اور نماز نہ پڑہی حالانکہ وہ بڑی پابند نماز تہی جب دير ہوئی تو مين نی کہا کہ الله تجہہ پر رحم کری نماز کا وقت آگيا اونہون نی نہ سنا اور چلی گئی يہانتک کہ جب شفق چہپنے لگے تو اوترکر مغرب پڑہی پہر عشا پڑہی ہے رات بڑی ہی پہر ہماری طرف منہہ کرکی کہا کہ آنحضرت صلعم کو جب کوئی جلد ليکا امر ہوتا تو يونہين کيا کرتی ہی اسيطرح روايت کی ہی طحاوی اور نسائی نی سلے ابن عمر کے ساتہہ ہم گئی ايک رستہ مين اونکی بی بی کی بيماری کی خبر آئی يعنی صفيہ بنت ابی عبيد کی وہ جلدی سی چل نکلی جب سورج ڈوب گيا تو نماز کی لئی کسی نی کہا تو وہ اوتری نہين يہانتک کہ شام ہوگئی لوگون نی گمان کيا کہ نماز کو بہول گئی تو مين نی نماز کو کہا تو چپ ہورہے يہانتک کہ شفق غروب کے قريب پہونچی تو اوتری اور مغرب پڑہی اور جب شفق غروب ہوگئی تو عشا پڑہی اور کہا کہ ہم آنحضرت صلعم کی ساتہہ يونہين کيا کرتی تہی

قال له المؤذن الصلوة فقال كفعلك في صلوة الظهر والعصر ثم سار حتى اذا اشتبكت النجوم نزل ثم قال للمؤذن اقم فاذا سلمت فاقم فصلى ثم انصرف فالتفت الينا فقال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا حضر احدكم الامر الذي يخاف فوته فليصل هذه الصلوة رواه النسائي سے بہ ترجمہ کہا اقبلنا مع ابن عمر فلما كانت تلك الليلة سار حتى امسينا فظننا انه نسي الصلوة فقلنا له الصلوة فسكت وسار حتى كاد الشفق ان يغيب ثم نزل فصلى وغاب الشفق فصلى العشاء ثم اقبل علينا فقال هكذا كنا نصنع مع رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا جد به السير او السير پس یہ حدیثین دلالت کرتی ہین اوپر اسکے کہ آنحضرت جمع صوری کیا کرتی تہی پس جواب اسکا یہہ ہی کہ ابن عمر نے اس کیفیت سے ہرگز نمازین جمع نہین کین جیسا کہ انکی روایتون سے معلوم ہوتا ہے بلکہ جمع کرنا انکا بعد خروج وقت پہلی نماز کی اور بعد غیبوبت شفق کی ہوا ہی جیسا کہ بخاری اور مسلم اور ترمذی سی اور روایت ابو داؤد سی اور ایک روایت نسائی کیسی اور ایک روایت موطا امام محمد کیسی گذر چکا اور یہہ روایات جو مؤلف کیطرفسی بالانقل ہوئین ہین جنسی جمع صوری کرنا ابن عمر کا مفہوم ہوتی ہے یہہ سب بیانات اور مردود اور شاذ اور منکر ہین پس تفصیل اسکا ایک کہونٹ سنئے اور روایت اول ابو داؤد کی جسمین قبل غروب الشفق واقع ہے اسلئی منکر ہے کہ مخالف ہی صحاح کی اور خود ضعیف ہی کیونکہ ایک راوی اسکا محمد بن فضیل بن غزوان ہی اور یہہ مجروح ہی کیشیعہ کہا لیا طرف رفض کے اور مقلب الاحادیث ہی اور حدیث موقوف کے مرفوع کر دیا کرتا تہا کہا حافظ ابن حجر نے تقریب مین محمد بن فضیل بن غزوان بفتح المعجمة وسكون الزاء الضبي مولاهم ابو عبد الرحمن الكوفي صدوق رمي بالتشيع اور کہا نور الدین علی نی مختصر میں محمد ابن غزوان يقلب الاخبار ويرفع الموقوف انتہے اسیطرح روایت دوسری جسمین لفظ آخر الشفق کا واقع اور اسکو طحاوی اور نسائی نی روایت کیا ہے وہ بہی منکر ہے اسلیے کہ اوسکی طحاوی والی اسناد مین بشر بن بکر ہی کہ وہ غریب الحدیث ہی ایسی روایتین لاتا ہی سبکی خلاف قالہ الحافظ في التقريب اور اوسکی نسائی والی اسناد مین ولید بن قاسم ہے

جب آپکو سفر پیش آتا جلد یکار روایت کی طحاوی نے ۵۳ کیا عبد اللہ بن عمر نماز جمع کیا کرتے تہی خبر پہونچی تو اونہون نی ذکر کیا کہ صفیہ بنت ابی عبید نے جو اونکی بی بی تہین اونہین لکہا اور وہ اپنے کہیتے پر تہے کہ میرا وقت اخیر ہے سو وہ جلد چل نکلی جب ظہر کا وقت آیا تو موذن نی کہا ای ابو عبد الرحمن نماز کا وقت آگیا اونہون نے سنا اور جب دو نمازون کی بیچ کا وقت ہوا اوتر کر کہا اقامت کہو جب سلام پہیر دون مین تب پہر تکبیر کہہ پہر نماز پڑہی اور سوار ہو گئی جب سورج ڈوب گیا تو موذن نی پہر کہا اونہون نے کہا مثل ظہر عصر کے کر جلدی کی اور چلی گئی جب تارے نکل آئے تو اوتر کر موذن سی کہا کہ تکبیر کہہ جب سلام پہیر دون پہر تکبیر کہہ پہر نماز پڑہی پہر متوجہ ہوکر کہا کہ آنحضرت صلعم نی فرمایا ہی کہ جب تمہین کوئی ایسا کام پیش آوی کہ تم اوسکی ہاتہہ سی جاتی رہنی کا خوف کرو تو اسطرح کی نماز پڑہا کرو روایت کی نسائی نی ۵۱ نکلی ہم ابن عمر کے ساتہہ جب شام ہوئی تو ہمنے جانا کہ وہ نماز بہول گئی تو ہمنے اون سی کہا کہ نماز کا وقت آگیا وہ چپ ہو رہے اور چلی گئی یہانتک کہ شفق غروب ہونے لگی تو اوتر کر نماز پڑہی اور جب شفق ڈوب گئے تو عشا پڑہی پہر ہمسے متوجہ ہوکر کہا کہ ہم آنحضرت صلعم کے ساتہہ یونہین کیا کرتی تہی جب آپکو سفر درپیش آتا جلد یکار روایت کی نسائی نے ۵۲ محمد بن فضیل بن غزوان صدوق ہی لوگون نی شیعہ کہا ہے ۵۳ محمد بن غزوان حدیثون کو الٹ پلٹ کرتا تہا اور

اور روایت مین اوسنی خطا واقع ہوتی ہی کہا تقریب مین لوگ نے القاسم بن الولید الہمدانی الکوفی صدوق یخطے انتہی
اسیطرح روایت تیسری طحاوی کی جسمین کا دشفع دال سی واقع ہے وہ بہی منکر ہے کیونکہ اوسمین عطا ہی اور
وہی ہے کہا تقریب مین عطاف بتشدید الطاء بن خالد بن عبد اللہ بن العاص المخزومی ابو صفوان المدنی صدوق یہم
انتہی اور یہی راوی عطاف ہے راوی پانچوین روایت کا جسمین کا ودال سی وارد ہی اور اوسکو نسائی نے روایت
کیا ہے پس اس جگہ سی منکر ہونا اوس روایت نسائی کا بہی معلوم ہوگیا اب رہی روایت چوتہی سو وہ شاذ ہی اس لیئے
کہ اوسمین یہہ کہا ہے کہ ابن عمر نے اوس رات مین مغرب اور عشا کو بہی مثل ظہر اور عصر کے بین الوقتین پڑہا حالانکہ یہہ مخالف ہے
روایات صحیحین وغیرہما کی جو وہ ارجح ہین سب سے بالاتفاق اور مقدم ہوتے ہین سب پر جبکہ موافقت اور نسخ نہ بن سکی کہا جناب
حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ نے حجۃ اللہ البالغۃ مین اما الصحیحان فقد اتفق المحدثون علی ان جمیع
ما فیہما من المتصل المرفوع صحیح بالقطع وانہما متواتران الی مصنفیہما وانہ کل من یہون امرہما فہو مبتدع متبع غیر سبیل المؤمنین وان
شئت الحق الصراح فقسہما بکتاب ابن ابی شیبۃ وکتاب الطحاوی ومسند الخوارزمی وغیرہا تجد بینہا وبینہما بعد المشرقین انتہی
اور واضح ہو کہ جناب شاہ صاحب نے کتب حدیث کی طبقات ٹہرائی ہین پس طبقہ اولی مین صحیحین اور موطا مالک کو رکہا ہے
اور جامع ترمذی اور سنن ابی داؤد اور مجتبی نسائی اور مسند امام احمد کو طبقہ ثانیہ مین رکہا ہی اور مصنف عبد الرزاق اور مسند
ابی یعلی اور مصنف ابن ابی شیبہ اور مسند عبد بن حمید اور طیالسی اور کتب بیہقی اور کتب طحاوی اور طبرانی کو طبقہ ثالثہ مین
جسمین سب اقسام کی حدیثین یعنی صحیح اور حسن اور غریب اور معروف اور شاذ اور منکر اور مقلوب موجود ہین ٹہرایا ہے
اور کتاب الضعفاء لابن حبان اور کامل ابن عدی اور کتب خطیب اور جوزقانی اور ابن عساکر اور ابن نجار
اور دیلمی اور مسند خوارزمی کو طبقہ رابعہ مین جسمین بہت خلط ملط ہے اور صحاح اور ضعاف اور منکرات اور موضوعات
کی کہچڑی سے پکر ہے ہے شمار کیا ہے پس ہمنے خلاصہ اونکی کلام کا جو حجۃ اللہ البالغۃ مین فرمائی ہین بیان
کر دیا ہے اور طالب تفصیل اور دلیل کو چاہیے کہ کتاب مستطاب حجۃ اللہ البالغۃ کی مطالعہ سی مشرف ہووے
تو کہ صحیحین کے قدر معلوم ہووے اور واضح ہو جاوے کہ یہہ طبقہ اولی مین ہین اور مقدم ہین سب باقی کتب پر اور
احادیث طحاوی وغیرہ کے جنکو جناب مؤلف بمقابل صحیحین کے متمسک ٹہراتی ہین قلعی کہل جاویگی اور کہا ہم
نجبہ مین وتتفاوت رتبۃ من ہذہ الجہۃ وہی اجمعیۃ شرط البخاری علی غیرہ فقدم صحیح البخاری علی غیرہ من الکتب المصنفۃ ثم

سلہ ولید بن قاسم بن ولید ہمدانی کوفی صدوق ہی بہولکر خطا کرتا ہے ۲ عطاف طا کی تشدید سی بن خالد بن عبد اللہ بن العاص مخزومی ابو صفوان
مدنی صدوق ہی وہم بہی کرتا ہے ۳ صحیحین پر محدثین کا اتفاق ہے کہ جو حدیثین اونمین متصل مرفوع ہین یقینی صحیح ہین اور اپنی مصنفوں تک
یہہ دونو کتابین متواتر پہونچی ہین اور جو انمین کلام کری وہ بدعتی گمراہ ہی اور اگر تجہی حق خالص درکار ہے تو کتاب ابن ابی شیبہ اور طحاوی کے
کتاب اور مسند خوارزمی وغیرہ ٹٹول تاکہ تجہی مشرق مغرب کا فرق معلوم ہو جاوے صحیحین اور ان مین ۴ اور اسی جگہ سی یعنی اسی جہت سے اور وہ زیادہ غالب ہونا شرط

صحیح مسلم المسار کتہ للبخاری فی اتفاق العلماء علی تلقی کما برا بالقبول ایضا و تقدم فی الاوجیۃ من حیث الاصحیۃ ما وافقہ شرطہما

اور یہہ قاعدہ ہے کہ جو ضعیف حدیث مقابل صحیح کے ہو وہ منکر ہوتی ہے اور جو حدیث مقابل ارجح کی ہو وہ شاذ کہلاتی ہے کما مر عن شرح النخبۃ پس مؤلف کی تمام حدیثین مردود ہوگئین اونمین سی جو تہی شاذ رہی باقی تمام منکر تنبیہہ ایک حدیث حضرت طحاوی کی ہے اور ہی جسمین لفظ عند کا واقع ہے اور مطلب اوسکا یہہ ہے کہ ابن عمر نے شب مذکورہ مین نزدیک غایب ہونی شفق کے مغرب پڑہے تہے یعنے نہ بعد اوسکی سو اگرچہ اوسکو جناب مولف نی نہین نقل کیا لاکن یہنہی اوسکی خدشگذاری چاہیئے تو واضح ہو کہ وہ حدیث بہی واہی اور منکر ہے اسلیئے کہ دو راوی اسکے مجروح ہین ایک یحیی بن عبد الحمید حمانی کہ یہہ شخص چور تہا احادیث کا اور جہوٹا تہا کہا تقریب التہذیب مین یحیی بن عبد الحمید بن عبد الرحمن بن میمون بفتح المہملۃ و سکون المعجمۃ الحمانی بکسر المہملۃ و تشدید المیم الکوفی حافظ الا انہم اتہموا بسرقۃ الحدیث انتہے اور کہا نور الدین حلبی نے مختصر تنزیہہ الشریعۃ مین یحیی بن عبد الحمید کان یکذب و یسرق انتہی اور ایک اسامۃ بن زید بن اسلم کہ یہہ شخص ضعیف تہا بسبب حافظہ ہونے کے کہا تقریب مین اسامۃ بن زید بن اسلم العدوی مولاہم المدنی ضعیف من قبل حفظہ پس باطل ہوئی سب اتین متمسکات کی جمع صوری والونکی جنسے یہہ ثابت کرتے تہے کہ ابن عمر نے شب مذکورہ مین قبل غایب ہونے شفق کے مغرب پڑہے ہتی اور عشا بعد اوسکی اور جمع صوری کیا ہتی اور باقی رہا ثبوت ہمارا اسبات کو کہ ابن عمر نے مغرب بعد غایب ہونے شفق کے پڑہے ہتی اور جمع حقیقی کیے ہتی فللہ الحمد

باعث خامس مولف کا عذر اول پر یہہ ہے کہ روایت ہی عمر بن الخطاب سی انہ کتب فی الافاق ینہاہم ان یجمعوا بین الصلوتین و یخبرہم ان الجمع بین الصلوتین فی وقت واحد کبیرۃ من الکبائر رواہ الامام محمد فی موطاہ پس اس اثر سی معلوم ہوا کہ جمع بین الصلوتین ایکے وقت مین بڑا گناہ ہے اور اس نامہ پر کسی صحابی کا انکار نہین پایا گیا تو معلوم ہوا کہ صحابہ کے نزدیک جمع کرنا آنحضرت کا دو نمازونکو بطور جمع صوری کے ہوگا جیسا کہ دلالت کرتی ہے اسپر روایت طبرانی کی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یجمع بین المغرب و العشاء یؤخر ہذہ فی اخر وقتہا و یعجل ہذہ فی اول وقتہا پس جواب اسکا یہہ ہے کہ جمع صوری کے جیسے تحقیق ہوئی تم معلوم کر چکی ہو سو اوسی کہا جاتا ہی کہ منع کرنا

بہہ صحیح مسلم بسبب ایک ہونے اوسکی کے بخاری کے علما کے قبول مین پہر وہ مقدم ہے جو اونکی شرطونکی موافق ہو ١ە یحیی بن عبد الحمید بن عبد الرحمن پاہی موحدہ کی زبر اور شین کی سکون سے الحمانی حاکی زیر اور تشدید میم کوفی حافظ مگر علما نے حدیث کی چوری کا اوسی دہبا لگا ہے ٢ە یحیی بن عبد الحمید جہوٹ بولتا تہا اور حدیث چوراتا تہا ٣ە اسامہ بن زید بن اسلم العدوی ضعیف ہے حفظ کی جانب سی ٤ە اونہون نی زمانہ مین لکہہ بہیجا جہان لوگ نمازونکو جمع کرتے ہتی کہ ایک وقت مین دو نمازونکو جمع کرنا کبیرہ گناہ ہے امام محمد نے اپنے موطا مین ٥ە آنحضرت صلعم مغرب اور عشا کو جمع کرتے تہے ایک کو آخر وقت تک تاخیر کرکے دوسری کو جلدی اول وقت مین پڑہ لیتے تہے

عمر رضؓ کا جمع بین الصلوتین سی حالت اقامت مین بلا عذر رہتا جیسا کہ شاہد ہی اِس تاویل پر اتفاق جمہور صحابہ و من بعدہم کا اوپر عدم جواز جمع بلا عذر کے ایک ہے حدیث طبرانی کی جس سی صوری نکلتی ہے سو جواب اوسکی دو ہین اول یہہ کہ اِس کتاب کی حدیث بدون تصحیح کسے محدث کی یا بیش کرنے سند کی کیونکر تسلیم کیجاوی یہہ کتاب اوس طبقہ کے ہے جسمین سب اقسام کی حدیثین صحیح اور سقیم مختلط ہین چنانچہ حجۃ اللہ البالغہ سے نقل کیا گیا دوسرا یہہ کہ فرض کیا کہ یہہ حدیث صحیح ہے لاکن اسمین سفر کا کیا ذکر ہے تو کہ کہو کہ سفر کے جمع کی کیفیت بیان کی ہے تو کہا جائیگا کہ اسمین کیفیت اوس جمع کی بیان کے ہے جو حالت قیام مین بلا عذر آنحضرت نی جمع کی ہتی جیسا کہ روایتین ابن عباس کے جو نسائی نے روایت کی ہے اور جناب مولف کی باعث ثانی کے ضمن مین نقل ہو چکی ہی تصریح ہے کہ آنحضرت نے حالت قیام مین مقام مدینہ مین ایسے جمع صوری کے ہتی پس سیر جمع سفری کو کسطرح قیاس کیا جاوے فتدبر تنبیہ دو حدیثین اور ہین کہ وہ جمع صوری پر دلالت کرتی ہین اور اونکو جناب مولف نی نقل نہین کیا پس اونکو نقل کرکے اونکا جواب بہی دینا چاہیئے **ایک حدیث** یہہ جو روایت کی ہے ابو داؤدنی عثمن بن شیبہ اور ابن المثنی سی کہ وہ روایت کرتی ہین ابو اسامہ سے اور وہ عبد اللہ بن محمد بن عمر بن علی سی اور وہ روایت کرتے ہین اپنے باپ محمدؐ بن عمر بن علی سی اور وہ محمدؐ روایت کرتے ہین اپنے دادا علی بن ابی طالب سے ان علیاؓ کان اذا سافر سار بعد ما تغرب الشمس حتی تکاد ان تظلم ثم ینزل فیصلی المغرب ثم یدعو بعشائہ فیتعشی ثم یصلی العشاء ثم یرتحل ویقول ھکذا کان رسول اللہ ؐ یصنع پس جواب اِسکا یہہ ہے کہ محمدؐ بن عمر بن علی کو اپنے دادا علی رضؓ سی ملاقات نہین تو یہہ روایت محمدؐ کی اوسکی مرسل ہوئی جیسا کہ کہا تقریب التہذیب مین محمدؐ بن عمر بن علی بن ابی طالب صدوق من السادسۃ وروایتہ عن جدہ مرسلۃ مات بعد الثلثین اور کہا مقدمہ کتاب مین السادسۃ طبقۃ عاصروا الخامسۃ لکن لم یثبت لہم لقاء احد من الصحابۃ کابن جریج انتہی اور روایت مرسل حجۃ نہین ہوتی نزدیک جماعت فقہا اور جمہور محدثین کی جیسا کہ کہا نووی نی مقدمہ شرح صحیح مسلم مین ثم مذھب الشافعی والمحدثین او جمہورھم وجماعۃ من الفقہاء انہ لا یحتج بالمرسل انتہی مختصراً اور **دوسری روایت** یہہ ہے کہ روایت کی ہی طحاوی نے عائشہ سی قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یؤخر الظہر ویقدم العصر ویؤخر المغرب ویقدم العشاء پس جواب اِسکا یہہ ہے کہ ایک راوی اِسکا مغیرہ بن زیاد موصلی ہی اور یہہ شخص

ف۱ حضرت علی جب سفر کرتے ہتی چلے جاتی جب سورج ڈوب جاتا اور اندہیرا قریب ہوتا اوترکر مغرب پڑہتی اور پہر کہانا کہاکر عشا پڑہتی پہر سوار ہو جاتے اور کہتے ہتی کہ ایسے ہے آنحضرت کیا کرتے ہتی **ف۲** محمدؐ بن عمر بن علی بن ابی طالب صدوق چہٹے طبقہ مین ہے اور روایت اوسکی اپنے دادا سی مرسل ہے ایکسو تیس کی بعد اسکا انتقال ہوا **ف۳** چہٹا وہ طبقہ ہے کہ پانچوین کی ہم زمانہ ہوئی ہین لیکن اونہین ملاقات کسی صحابی کے نہین ہے جیسے کہ ابن جریج **ف۴** پہر مذہب شافعی اور محدثین کی گروہ اور ایک جماعت فقہا کا یہہ ہے کہ حدیث مرسل حجت نہین **ف۵** حضرت عائشہ رضؓ نی کہا کہ آنحضرت صلعم تاخیر کرتی ظہر مین اور مقدم کرتے عصر کو اور تاخیر

مجرد حرہی کہ وہمی تہا قال اللحافظ فی التقریب پس بحمد اللہ عذر اول بہی مولف کی کہ آن حضرت جمع صوری کیا کرتی تہی
بوجہ حسن جولب ہوگیا اور مثبتی روایتین حنفیہ کی دلایل جمع صوری کی تہین سب کا ضعف ظاہر ہوگیا اور ثابت
ہوا کہ کوئی حدیث صحیح ایسی نہین جس سی ثابت ہو کہ آنحضرت جمع صوری سفر مین کیا کرتے تہی اب سنو کہ
یہہ جمع صوری سفر مین جیسی کہ از راہ نقل کی باطل ہے اور بے اصل ایسی ہے از راہ عقل کے بہی باطل ہے اسلیے
کہ جمع بین الصلوتین رخصت ہی بحق مسافرین کے یعنے اپنے اپنے وقتو مین نماز پڑہنی سفر مین بہی شاق ہو
اسوالطے شارع نے ترحم سی اجازت جمع کی دے دی پس اگر تم کہو کہ مراد جمع سی سفر مین جمع صوری ہی تو یہہ جمع
رخصت نہ ہی بلکہ اور مصیبت ہوگئی اسوسطے کہ آخر جز اول نماز کا اور اول جز دوسرے نماز کا پہچاننا اکثر خواص کو نہین
ممکن ہے چہ جایکہ عوام مصلین جامعین بین الصلوتین تو جمع صوری اکثر لوگون کو مشکل اور شاق ہوئی بہ نسبت ادا
نمازون کے اپنے اوقات مین کیونکہ تمام وقت تو ایک ظرف طویل ہوتا ہے پس جسوقت چاہا اور فرصت ملی
اول وقت یا اوسط یا آخر نماز پڑہ لے اور مصیبت سی تحری اور آخر اور اوایل اوقات کی بچی ہے ایسا ہی کہا
امام ابن عبد البر اور خطابی نے جیسا کہ کہا محدث سلام اللہ حنفی نے محلی مین وحمله الحنفية
علی الجمع الصوری بان صلی الظہر فی اخر وقتہا والعصر فی اول وقتہا ورده ابن عبد البر والخطابی وغیرہما بان الجمع رخصة
فلو کان صوريا لکان اعظم ضيقا من الاتيان بكل صلوة فی وقتہا لان اوائل الاوقات واواخرها مما لا
يدركه اكثر الخاصة فضلا عن العامة وصريح الاخبار ان الجمع فی وقت احدی الصلوتين انتهی والتعقيب
بان معرفة اول الوقت واخره يحصل بحسب الظن والتخمين خصوصا فی صورة كثرة القافلة وحضور
الناس الذين لهم مهارة فی معرفة الوقت ليس بشیء لان تخمين اوائل الاوقات والظن من خواص الخاصة والرخصة لعامة
المصلين المسافرين منهم بل اكثرهم لا يدری لاول والاخير وكذا كثرة القافلة لا توجد مع كل من يسافر بل كثير من الناس المسافرين من لا
معه فالحق ان الجمع الصوری ليس من رخصة والجمع الذی هو رخصة ليس بصوری انتهی اور ایک عذر مولف کا یہہ ہے کہ حدیثین جواز کی

سلہ اور محمول کیا حنفیون نے اوسکو جمع صوری پر اسطرحپر کہ ظہر کو آخر وقت مین پڑہا اور عصر کو اول وقت مین اور رد کیا ہی کو
ابن عبد البر اور خطابی نے وغیرہ نے اسطرح کہ جمع کرنا نماز کا رخصت ہے پہر اگر صوری ہو تو وقت نماز پڑہنے سے بہی مشکل ہوگی
کیونکہ اول اور آخر وقت تو جاننے والے بہی مشکل سے جانتے ہین عوام تو جان چکے اور ظاہر حدیثین یہہ ہین کہ جمع ایک نماز کے
وقت مین دو نمازین ہین ہو چکی عبارت اوسکی اور یون کہنا کہ اول اور آخر وقت اٹکل سی معلوم ہوسکتا ہے خصوصا جہان
آدمیون کے ایک جماعت ہو تو وہان مشاق شناخت بہی ہوتے ہین یہہ ٹہیک نہین کیونکہ اول وقت اور آخر مین
اٹکل کرنا بڑے خاص مشاق شناخت کے لئے ہی اور رخصت عام نمازیون مسافرون کے لئے ہے بلکہ بعضے ادمیون سی بلکہ اکثر ایسے
ہین کہ اونکو کچہہ شناخت مین سمجہہ اور اٹکل نہین اور ہر ایک مسافرون کے ساتہہ قافلہ بہی نہین پائی جاتی بلکہ بہت بیچارے مسافر تو ایسے مین

ظنی ہین کہ اخبار آحاد ہین اور توقیت نمازون کی قطعی ہی قال اللہ تعالیٰ ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتابا
موقوتا وحافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطیٰ پس کیونکر احادیث ظنیہ سی مقتضای قرآن کو جو قطعی ہی چہوڑکر جمع
بین الصلوتین کو جایز کہین پس جواب اسکا یہہ ہے کہ یہہ توقیت ہر مصلی پر اور ہر نماز کے عموم نص سے ثابت ہی بتقدیر
اسکی یہہ ہی کہ اللہ تعالیٰ نے اون آیات سی عموماً ہر نماز کو ظہر ہو خواہ عصر خواہ مغرب خواہ عشا ہو خواہ فجر عموماً
ہر نمازی پر خواہ مقیم ہو خواہ مسافر خواہ مریض خواہ سالم خواہ دریا مین ہو کشتی پر خواہ خشکی مین وجب کردی ہے
اور شاہد ہے اس عموم پر لفظ الصلوٰۃ کا اور المؤمنین جو صیغ جمع سے ہے اور معرف باللام اور الفاظ عموم سے
ہین قال فی التوضیح وغیرہ ومنہا[1] ای من الفاظ العام الجمع المعرف باللام الخ تو ہم کہتے ہین کہ اس عموم سی مخصوص
ہین مصلی ظہر اور عصر اور مغرب اور عشا کی جو مسافر ہون اون احادیث صحاح سی جو جمع بین الصلوتین پر
قطعاً اور یقیناً دلالت کرتے ہین اگرچہ اخبار احاد ہین کیونکہ تخصیص عام کتاب اللہ کی اخبار احاد سی ہماری
نزدیک درست ہی اور یہی ہی مذہب جمہور علماء اسلام کا اور ائمہ اربعہ سی بہی منقول ہے اگرچہ بعض مشایخ
حنفیہ جیسے مشایخ عراق کا اسمین خلاف ہے اور متاخرین حنفیہ بہی اسپر جم گئے ہین کہا تلویح مین وحکمہ[2] عند عامۃ
العلماء اثبات الحکم فی جمیع ما یتناولہ من الافراد قطعاً ویقیناً عند مشائخ العراق وعامۃ المتاخرین وظناً عند جمہور
الفقہاء والمتکلمین وہو مذہب الشافعی والمختار عند مشائخ سمرقند حتی یفید وجوب العمل دون الاعتقاد ویصح تخصیص العام
من الکتاب بخبر الواحد والقیاس انتہی اور کہا مختصر الاصول مین تخصیص[3] عام الکتاب بخبر الواحد جائز فی المختصر وبہ
قالت الائمۃ الاربعۃ انتہی پس جناب مؤلف پر یہی حجت بس ہے کہ عدم جواز اس تخصیص کا خلاف ہی ائمہ اربعہ کے
اس لئے کہ جناب کا یہہ مذہب ہی کہ جو کچھ مخالف ہو ائمہ اربعہ کے وہ مخالف ہے اجماع کی اور باطل ہے تو مولف سے
اس تخصیص کے جایز ہونے کی دلیل طلب نہین کر سکتے لاکن پہر بہی ہم جواز اس تخصیص کا ثابت کرتی ہین اور عدم جواز کا
جواب دیتی ہین مگر عربی عبارات مین کیونکہ عوام تو سمجہتے ہے نہین پہر کیا فائدہ ہندی مین تا اسکے عربی عبارت تنقیح ختم ہو
فاعلم ان لنا دلیلین علی الجواز الدلیل الاول[4] قال الفاضل المحقق حبیب اللہ القندھاری فی المغتنم وہو ان عام الکتاب قطعی
المتن ظنی الدلالۃ وخاص الخبر بالعکس فتساویا فوجب الجمع فی المسلم تبعا للتحریر یرد علیہ مع ابتنائہ علی ظنیۃ العام ان قطعیۃ الخبر ضعیف

---

[1] الفاظ عام مین سے وہ جمع ہے جسپر الف لام ہو [2] اور جمہور علماء کے نزدیک یہہ ہے کہ سب فرد و نکو جو عام شامل ہی بالیقین ثبوت حکم کو مشایخ عراق
اور عام متاخرین کے نزدیک متضمن ہوتا ہی اور ظنی جمہور فقہا اور متکلمین کے نزدیک اور وہی مذہب شافعی کا ہی اور مختار مشایخ سمرقند کا بہی یہی ہے
تو اب عام وجوب عمل کا مفید ہی اعتقاد کا نہین اور صحیح ہے تخصیص قرآن کی خبر واحد اور قیاس کے ساتہہ ہوچکی عبارت اوسکی [3] تخصیص عام کی آیات
قرآنی مین خبر واحد کی ساتہہ جائز ہے مختصر مین ہی کہ یہی کہا ہے چاروں اماموں نے [4] جان کہ ہمارے لیئے جواز کی دو دلیلین ہین پہلی تو
وہ جو فاضل حبیب اللہ قندہاری نے مغتنم مین کہا ہے کہ عام قرآن مین کا ثبوت مین یقینی اور دلالت مین ظنی ہوتا ہی اور خاص حدیث مین اسکی

الضعيف ثبوته ثم ان الدلالة فرع الثبوت بخلاف قطعية الكتاب فلا مساواة اقول قوة قطعية دلالة الخبر يعني ان ثبت
مدلوله لا ينافي ضعف ثبوته فيجوز فتثبت المساواة انتهى اقول بناء هذا الدليل على ظنية دلالة العام من الكتاب
وهو المذهب المنصور المتفق عليه الجمهور ووجهه ان كل عام يحتمل التخصيص واعترض عليه بانه ان اريد بالاحتمال مطلق الاحتمال
يكون ناشيا عن الدليل اولا فهو لا يضر قطعية العام كما ان احتمال الخاص المجاز بلا دليل وقرينة لا ينافي قطعية الخاص وان اريد
الاحتمال الناشئ عن الدليل فممنوع وجوده واجيب عنه بان المراد الاحتمال الناشئ عن الدليل والدليل شيوع التخصيص وكفى به
دليلا قال في التلويح كل عام يحتمل التخصيص والتخصيص شايع فيه كثيرا بمعنى ان العام الخالي عنه الا قليلا بمعونة
القرائن كقوله تعالى ان الله بكل شيء عليم ولله ما في السموات والارض حتى صار بمنزلة المثل انه ما من عام الا خص منه
البعض وكفى بهذا دليلا على الاحتمال بخلاف احتمال الخاص المجاز فانه ليس بشائع في الخاص شيوع التخصيص في
العام حتى ينشأ عنه احتمال المجاز في كل خاص انتهى واعترض على الجواب بانا لا نسلم ان التخصيص الذي يورث الشبهة
والاحتمال شائع بل هو في غاية القلة لانه انما يكون بكلام مستقل موصول بالعام فاجاب عنه في التلويح وقال فيه
نظر لان مراد الخصم بالتخصيص قصر العام على بعض المسميات سواء كان بغير مستقل او بمستقل موصول او
متراخ ولا شك في شيوعه وكثرته بهذا المعنى فاذا وقع النزاع في اطلاق اسم التخصيص على ما يكون بغير المستقل او

برعکس ہوتا ہے تو دونو برابر ہو گئی تو اب جیسے وجہ اسکے مسلم مین تحریر کی متابعت کی طور پر کہ عام آیت کی ظنی ہونیکی بنا پر یہہ اعتراض ہوتا ہی
کہ یقینی ہونا حدیث کا ضعیف ہے بسبب ضعیف ثبوت اوسکی کی کسلی کہ دلالت ثبوت کی شاخ ہے برخلاف یقینی ہونی قران کی تو اب
برابر نہ ہوئے مین کہتا ہون کہ مضبوطی یقینی ہونی دلالت حدیث کی یہہ ہے کہ اگر یہہ حدیث ثابت ہی تو مطلب اسکا ثابت ہے
اور اسکو ضعف ثبوت منافی نہین تو یہہ بات جایز رہے اور برابری ثابت ہوگئی ہو چکی عبارت اوسکی مین کہتا ہون بنا اس دلیل کی
ظنی ہونی دلالت عام قرانی پر ہے اور یہہ مذہب قوی اور جمہور کا اتفاقی ہے اور وجہ اوسکی یہہ ہے کہ ہر عام مین تخصیص کا
احتمال ہوتا ہے اور اسپر یہہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اگر اس احتمال سی عام احتمال مراد ہی کہ پیدا ہونی والا کسی دلیل سی ہو خواہ نہو تو
یقینی ہونی عام کو مضر نہین جیسا کہ وہ احتمال مجاز کا قطعیۃ خاص کو مضر نہین کہ بلا دلیل اور بلا قرینہ کی ہو اور اگر احتمال دلیل سی لایا ہے
تو ہم اوسکا ہونا نہین مانتی اور اسکا جواب یون دیا گیا ہے کہ مراد احتمال سی وہی دلیل والا ہے اور دلیل تخصیص کا پہیلنا ہے اور یہہ دلیل کافی ہے
تلویح مین کہا ہے ہر عام تخصیص کا احتمال رکہتا ہے اور تخصیص وہین پہیلی ہی ہے اس معنی کر کے کہ کوئی عام اوس سی خالی نہین ہوتا مگر
بعض جگہ بمدد قرینون کی جیسے قول اللہ کا اللہ ہر چیز کو جانتا ہی اور واسطی اللہ کی ہے جو کچہ ہے آسمانون اور زمین مین ہی یہانتک کہ ایک مثل مشہور ہو گئے
ہے کہ کوئی عام نہین جسمین تخصیص نہ کی ہو اور یہہ قدر دلیل کافی ہے احتمال کی لئی اور یہہ برخلاف اوس احتمال کے ہے جو خاص مین مجاز کا
ہوتا ہے کیونکہ وہ ایسا نہین پہیلا کہ ہر خاص مین مجاز کا احتمال چلا جاوے ہو چکی عبارت اوسکی اور اس جواب پر یون اعتراض کیا گیا ہی کہ ہم نہین
مانتی کہ اس طرح کی تخصیص جو شبہہ اور احتمال پیدا کرتی ہی پہیلی ہی ہی بلکہ وہ بہت کم ہے کیونکہ وہ تو مستقل موصول کلام سے ہوتی ہی اور اسکا

بالمستقل المتراخي فلما ان يقول قصر العام على بعض المسميات شائع بمعنى ان اكثر العمومات مقصور على البعض فيورث الشبهة في تناول الحكم لجميع الافراد في العام سواء ظهر له مخصص ولا ويصير دليلا على احتمال الاقتصار على البعض فلا يكون قطعيا فان قلت قصر العام بالكلام الموصول قليل وبالمتراخي نسخ وليس بتخصيص لان تاخير المخصص تجهيل قلنا تاخير المخصص كتاخير الناسخ ولم يقولوا باستلزام تاخير الناسخ التجهيل فكذا هذا فان قلت ان الدوام قطعا ليس بالصيغة في المنسوخ بخلاف الكل في العام قلنا هذا الفرق لا يعتد به اذ لا حاجة في فهم الدوام الى الصيغة بل يكفي ظاهر الامر سيما وقت القرائن فان قوله تعالى اقيموا الصلوة يفيد بظاهره دوام وجوب اقامة الصلوة على تفصيل بينه الشارع مع عدم صيغة تدل وضعا على الدوام فيه وان لم تقولوا بدلالته على الدوام لزم عدم وجوب اقامتها بعد حين وهو خلاف ما اتفقوا عليه من وجوب اقامتها دائما فظهر ان الفرق بين الكلام الموصول والمتراخي بان الاول مخصص والثاني ناسخ تحكم لا دليل عليه وثبت ان العام من الكتاب وغيره ظني دلالة لكن المخالف المدعي بقطعية العام يقول اولا ان لفظ العام موضوع للعموم قطعا وهو لازم له عند اطلاقه ومدلول له كالخاص الا بدليل وثانيا انه لو جاز ارادة البعض بلا قرينة ودليل لارتفع الامان عن اللغة والشرع ولما صح منا مثل الحكم بعتق جميع عبيد من قال كل عبد لي فهو حر اجيب عما قال اولا بانا سلمنا وضع اللفظ للعموم وسلمنا دلالته على العموم حين

جواب تلویح میں ہی دیا چنانچہ کہا ہے کہ یہیں بحث ہے کیونکہ مراد متابل کی تخصیص سے گہرجانا عام کا بعضے معنوں پر ہے خواہ وہ مستقل سے ہو یا نہو اور موصول ہو یا نہو اور اسکی پیدا ہونے میں کوئی شک نہیں تحقیق جب بحث پڑے تخصیص کے بولنے میں کہ غیر مستقل سے ہی یا مستقل غیر موصول سے تو یہہ کہا جا سکتا ہی کہ گہرنا عام کا بعضی معنوں پر پہیل رہا ہے اس معنی کر کہ اکثر عام بعضے معنوں پر گہر گئے ہیں تو اب عام کے سارے معنی کے شامل ہونے میں شبہ پڑگیا خواہ مخصص ظاہر ہوا یا نہوا اور احتمال کیلئے دلیل ہو گیا تو عام قطعی نرہا اگر تو کہے کہ تخصیص کلام موصول سے تو کم ہے اور غیر موصول سے تخصیص نہیں ہوتی نسخ ہوتا ہے کیونکہ مخصص کو موخر کرنا جہالت میں ڈالنا ہے تو ہم کہینگے کہ موخر کرنا مخصص کا مثل موخر کرنے ناسخ کے ہے اور ناسخ میں لوگوں نے یہہ نہیں کہا کہ جہالت میں ڈالنا لازم آتا ہے تو یہاں بہی یونہیں ہے اگر تو کہے کہ یقینی ہمیشگی منسوخ میں بتقاضے لفظ کے نہیں بخلاف ساری معنی عام میں تو ہم کہینگے کہ یہہ فرق اعتبار کے لائق نہیں کیونکہ ہمیشگی کے سمجھنے میں لفظ کی طرف حاجت نہیں بلکہ ظاہر امر کافی ہے خصوصا قرینوں کے سمجھنے متعلق ہوئی مثلا قول اللہ تعالی کا کہ تم نماز پڑہو ظاہر میں فائدہ دیتا ہے کہ تفصیل شرعی پر نماز ہمیشہ کے لئے ہے باوجود نہونی ایسے لفظ کے کہ اوسمیں ہمیشگی کی دلالت ہوا اور اگر یوں کہدیں کہ ہمیشہ کے دلالت نہیں تو ایک وقت کی بعد نماز کا نہ واجب ہونا لازم آوے گی اور یہہ اسکی خلاف ہے جسپر سب کا اتفاق ہے کہ نماز ہمیشہ واجب ہے تو ظاہر ہوگیا کہ یہہ فرق کلام موصول اور غیر موصول میں کہ ایک مخصص ہے اور ایک ناسخ سینہ زوری ہی کوئی اسپر دلیل نہیں اور ثابت ہو گیا کہ یہہ عام قرآنی وغیرہ دلالت میں ظنی ہے لیکن جسکو عام کے یقینی ہونیکا دعوی ہے وہ پہلی تو یوں کہتا ہے کہ لفظ عام یقینی عموم کے لئے بنا ہے اور وہ اوسکو لازم ہے بولنے کے وقت اور وہ اوسکی معنی ہیں خاص کے طرح مگر جب کوئی دلیل اسکی خلاف پڑ جاتی تو خیر اور پہر یوں کہتا ہے کہ بلا قرینہ اور دلیل اگر بعضے معنی کا ارادہ عام سے جائز ہو جاوے تو لغت اور شرع کا

الطلاقة كما هو مقتضى اللزوم بينهما لكنا لا نسلم قطعية الدلالة على المدلول لقيام ما ثم وهو شيوع التخصيص واحتمال
المخصص كما حققناه وهذا لا ينافي اللزوم بين الدال والمدلول ولم يلزم الانفكاك بينهما لما سلمنا الدلالة على العموم كذا
في شرح المسلم لمولانا بحر العلوم عبد العلي اللكهنوي مع زيادة ايضاح واجيب عنها قال ثانيا بان الظن يجب العمل
به فلا يرتفع كذا في المسلم نفسه لا نحكم على ما نفهم من العام ظاهرا بلا توقف ونحكم مثلا بعتق جميع عبيد من قال كل
عبد لي فهو حر فكيف يرتفع الامان بل يتحقق الارتفاع اذا خصصناه بلا دليل وقرينة فالقول قول القائلين
بظنية العام من الكتاب وغيره فافهم ولا تقلد مخالف الحق والدليل الثاني ما قال الفاضل المحقق القدهاري
في المغتنم ان الصحابة خصوا واحل لكم ما وراء ذلكم بلا تنكح المراة على عمتها ولا على خالتها ويوصيكم الله في اولادكم
لا يرث القاتل ولا يتوارث اهل الملتين ونحن معشر الانبياء لا نرث ولا نورث فان قيل خصص بالاجماع لا بالسنة
قلنا بل اجماع على التخصيص اذ وقع فلم ينكروا وان قيل انما يتم لو لم يخص بقاطع قلنا لو كان لتواتر كذا في المسلم انتهى وقال في المسلم تلك
الاحاد مشاهير لاجماعهم على العمل بها فنسخنا بها على الكتاب وهو نسخ عندنا اقول الظاهر انه استنبط شهرتها من اجماعهم على العمل بها فلا
نسلم صحة استنباطه اذ الشهرة بعد الاجماع على العمل والاجماع بعد التخصيص ولم تكن تلك الاحاديث حين التخصيص الا
اخبار الاحاد فمن يدعي شهرتها قبل التخصيص بها والعمل عليها فعليه البيان فثبت بهذا التحقيق ان تخصيص العام من الكتاب بخبر الاحاد قبل

پهر وسا اوٹهه جاویگا اور بیشک اس مثال مین اس کہنے سے سارے غلام آزاد ہین یہہ حکم صحیح ہو کہ سارے غلام آزاد ہین تو جواب پہلی بات کا تو یون دیا گیا ہی کہ
جتنے لفظ کا عموم کے لئے ثبات مان لیا اور یہہ مانا کہ بولتے وقت عموم پر دلالت بہی کرتا ہے چنانچہ وضع اور دلالت مین ملازمہ ہے لیکن معنی پر یقینی
دلالت کرنا بسبب مانع کی نہین مانتے اور وہ تخصیص کا پہیلاؤ ہے چنانچہ تحقیق اوسکی اوپر ہو چکی اور یہہ بات لفظ اور معنی مین ملازمہ جتہنا
اوسکو منافی نہین اور ایسی ہی ان دونون مین علحدگی لازم نہین آتی جبکہ جتنے دلالت عموم پر مان لیوین ایسا ہی شرح مسلم مولانا بحر العلوم
لکہنوی مین مع زیادہ توضیح کہا اور دوسری بات کا جواب یون دیا گیا ہے کہ گمان پر عمل واجب ہے تو بہروسا نہ اوٹہا یون ہی مسلم مین ہے تو ہم جو عام سے ظاہر
عام سمجہتے ہین اوسپر حکم کرتے ہین بلا توقف تو اب ہم مثلا سارے غلامون کی آزادی ہوئیکا اوس شخص کے حق مین حکم کردینگے کہ جن کہا
سارے غلام آزاد ہین تو اب کیونکر بہروسا اوٹہا بہروسا تو جب اوٹہے کہ بلا دلیل اور قرینہ کے ہم تخصیص کرلین تو اب قول انہی لوگون کا
جو عام کے ظنی ہونیکی قائل ہین تو خوب سمجہہ لے اور غیر حق پر مت اوٹہ اور دوسری دلیل وہی جو محقق قندہاری نے مغتنم مین کہی ہی کہ
صحابہ نے یہہ آیتہ واحل لکم الخ کو اس حدیث سے مخصوص کیا ہے کہ لا تنکح المراة الخ اور یہہ آیتہ یوصیکم الله الخ اس حدیث سے لا یرث القاتل الخ پہر اگر یون
کہا جاوے کہ یہہ تخصیص اجماع سے ہی ہا حدیث سے نہین تو ہم کہینگے کہ اجماع تخصیص پر ہے کیونکہ تخصیص بلا نکیر کی واقع ہوئی اور اگر کہا جاوے کہ یہہ جب پورا ہو
کہ یقینی سے تخصیص نہ ہوتی تو ہم کہینگے کہ یہہ اعتراض جب ہوتا کہ متواتر ہوتا اوسکا ثابت کرنی اور مسلم مین کہا ہے کہ یہہ حدیثین مشہور ہین
بسبب اجماع اونکی عمل کے تو ان سے زیادتی قران پر جائز ہے ہمارے نزدیک مین کہتا ہون کہ مشہور ہونا اون کا اونکی عمل کے اجماع سے نکالا ہی تو ہم اس نکال
کے صحت کو نہین مانتے اسواسطے کہ شہرت بعد اجماع کے ہے اور اجماع بعد تخصیص کے اور یہہ حدیثین تخصیص کے وقت خبر واحد تہین تو جو شخص تخصیص سے

بقطعی جائز والمانعون ایضا یستدلون بدلائل منہا ان العام من الکتاب قطعی وخبر الواحد ظنی فکیف یسقط حکمہ والی
ینسخ ولو فی البعض فہو منقوض بما اثبتناہ من ظنیۃ العام فلذا قال القندھاری انہ غیر تام علی القول بظنیۃ العام ومنہا
ان عمر رضہ رد حدیث فاطمۃ بنت قیس انہ علیہ السلام لم یجعل لہا سکنی ولا نفقۃ لما کان مخصصا لقولہ تعالی اسکنوہن فقال
کیف نترک کتاب ربنا وسنۃ نبینا بقول امرأۃ لا ندری اصدقت ام کذبت واجیب عنہ فی المسلم بان ردہا للتردد فی صدقہا
ولذا وصفہا بما وصف لشعار العلیۃ التردد للرد انتہی قال الفاضل القندھاری التردد اما لاحتمال خبر الواحد الکذب ففیہ
المدعی واما الجہالۃ امرہا فی العدالۃ فینافی تعدیل جمیع الصحابۃ رضہ الا ان یقال لعلہ لقصور الضبط انتہی اقول یؤیدہ
تردد عمر فی تلک المرأۃ خاصۃ بدلیل نسبتہ اصدقت ام کذبت الیہا خاصۃ والا لقال کیف نترک کتاب ربنا وسنۃ نبینا لقول
من یروی ویخبر متفردا ومنہا انہ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا روی عنی حدیث فاعرضوہ علی کتاب اللہ فان وافقہ فاقبلوہ
وان خالفہ فردوہ قال فی المسلم محمول علی النسخ فانہ مخالفۃ تامۃ فلا یصح بالضعیف واما المخصص فلہ موافقۃ لانہ بیان انتہی قال
فی المغتنم الظاہر من المخالفۃ ما یشتمل اخراج بعض ما کان داخلا سواء سمی تخصیصا او بیانا او غیرہ وفی المنہاج منقوض
بالمتواتر فی المسلم ورد بان غایۃ ما لزم منہ تخصیص الحدیث والعام المخصوص حجۃ فی الباقی اقول مراد الناقض
انہ خبر واحد فی مقابلۃ الاجماع علی العمل بالمتواتر فلا یصلح حجۃ ومجرد احتمال التخصیص لا یجدی

اور جو لوگ کہ پہلے مشہور ہوا اونکا بیان کرتا ہے وہ دلیل لاوے ثبوت ہوا اس تحقیق سے کہ تخصیص عام قرآنکی خبر واحد سے پہلی تخصیص یقینی سے جائز ہے اور بعض لوگ کئی
دلیلوں سے حجت پکڑتے ہیں ایک دلیل تو یہہ ہے کہ عام قرآنی یقینی ہے اور خبر واحد ظنی ہے تو ہہ کا حکم اوس سے کیونکر ساقط ہو سکتا ہے اور وہ اوسکا ناسخ کیونکر
ہو سکتا ہے اگرچہ بعضے معنوں میں ہے ہوا اور یہہ دلیل عام کے ظنی ہونے سے ٹوٹ گئی چنانچہ قندھاری نے کہا ہی کہ یہہ دلیل عام کے ظنی ہونیکے بنا پر پوری
نہیں ہے اور ایک دلیل یہہ ہے کہ حضرت عمر رضی نے حدیث فاطمہ بنت قیس کے کہ آنحضرت صلعم نے اونکی لئے بعد طلاق کے مکان سکونت اور نفقہ نہیں ٹہرایا جو آیت کی اسکنوہن
الخ مخصص تہے نہیں مانی اور کہا کہ ہم اللہ کا قرآن اور آنحضرت کا طریقہ ایک عورت کے قول پر کیونکر چہوڑ دیں ہم کیا جانیں وہ سچی ہے یا جہوٹی ہے اور جواب دیا گیا ہے
اسکا مسلم میں کہ اونکا اوس حدیث کو نہ ماننا اسلئے تہا کہ اونہیں تردد تہا کہ وہ سچی ہے یا نہیں اسلئے کہا کہ نہ معلوم سچی ہے یا جہوٹی تاکہ تنبیہ ہو کہ سبب نہ ماننے کا یہہ ہے
ہو چکی عبارت اعتراض کی کہا فاضل قندھاری نے کہ اونکا تردد یا تو اسلئے تہا کہ خبر واحد میں جہوٹ کا احتمال ہی تو اسمیں تو مدعا ہے یا اوسکی عدالت کا حال معلوم نہ تہا
تو یہہ اوسکی مخالف ہے کہ صحابہ سب صاحب عدالت ہیں ہاں یوں ہو سکتا ہی کہ بسبب اوسکی قصور حافظہ کے ہو میں کہتا ہوں اسکی تائید کرتا ہے حضرت عمر کا خاص
اوس عورت کی بابت میں تردد کرنا یہہ کہنا کہ کیا جانے وہ سچی ہی یا نہیں اور نہیں تو یہہ کہتے ہم قرآن اور آنحضرت کا طریقہ ایک کے کہنے سے کیونکر چہوڑ دیں اور ایک
دلیل یہہ ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جب کوئی حدیث مجہسے پہونچے تو اوسی قرآن پر پیش کرو اگر موافق ہو قبول کرو نہیں تو چہوڑ دو مسلم میں کہا کہ یہہ حدیث
منسوخ کی حق میں ہی کہ اوسمیں پوری مخالفت ہوتی ہی تو وہ ضعیف سے نہیں ہو سکتی کا اور مخصص میں تو موافقت ہوتی ہی کیونکہ وہ تو بیان ہی ہو چکی
عبارت اوسکی کہا مغتنم میں مخالفت سے ظاہر میں یہہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ شامل ہی اوسکو کہ سارے معنوں میں سے بعضوں کو نکال دیں خواہ اسکا نام تخصیص ہو یا بیان
وغیرہ اور منہاج میں ہی کہا یہہ دلیل حدیث متواتر سے ٹوٹ گئی اور مسلم میں ہے کہ یہہ نقض مردود ہے کہ غایۃ اوس کی یہہ لازم آتا ہے کہ وہ حدیث مخصوص ہو گئی یعنی عام

نفعا بل لابد من وجه مخصص لا يقال هو الاجماع لان الاجماع على العمل لا ان العمل للاجماع قد يقال ظاهر الحديث يابى
تحقيق الحال فى محل الرتبة فلا يتناول المتواتر او يقال خص بدليل العقل والحق ان الحديث ضعيف بل قيل موضوع
من اشد الموضوعات بل قيل وضعته الزنادقة وقيل مخالف لقوله تعالى ما آتاكم الرسول فيبطل لنفسه انتهى اقول هذا
هو الحق الذى ينبغى ان يؤمن به فان هذا الحديث مكذوب موضوع باطل لا اصل له وضعه الزنادقة الملعونون وتمسك
به الجهلة المتعصبون فلذا رده المتقدمون والمتاخرون قال بحر العلوم مولانا عبد العلى اللكهنوى الحنفى فى شرحه على
المسلم فالحق ما فى سفر السعادة انه من اشد الموضوعات قال الشيخ ابن حجر العسقلانى قد جاء بطرق لا تخلو
عن المقال وقال بعضهم قد وضعه الزنادقة وايضا هو مخالف لقوله تعالى ما آتاكم الرسول فخذوه
فصحة هذا الحديث يستلزم وضعه ورده فهو ضعيف مردود انتهى وقال ابن طاهر الحنفى
صاحب مجمع البحار فى تذكرته ما اورده الاصوليون من قوله اذا روى عنى حديث فاعرضوه على
كتاب الله فان وافقه فاقبلوه وان خالفه فردوه قال الخطابى وضعته الزنادقة ويدفعه حديث انى
اوتيت الكتاب وما يعدله ويروى ومثله وكذا قال الصغانى وهو كما قال انتهى وقال القاضى محمد بن
الشوكانى فى الفوائد المجموعة حديث اذا روى عنى حديث فاعرضوه على كتاب الله فاذا وافقه فاقبلوه
وان خالفه فردوه قال الخطابى وضعته الزنادقة ويدفعه اوتيت القرآن ومثله معه وكذا قال الصغانى

متواتر کو اوس میں داخل نہیں کیا جاویگا یا کہا جاویگا کہ مخصوص البعض ہے اور مخصوص البعض میں حجت ہوا کرتی ہیں میں کہتا ہوں کہ مراد دلیل عقلی تو اوسکی یہہ ہے کہ خبر واحد مقابلہ میں اوسا
اجماع کی ہی جو متواتر کا عمل پر حجت نہیں ہو سکتی اور بوجہ احتمال تخصیص کا نفع نہیں دیتا بلکہ تخصیص کا ہونا ضرور ہے یہہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ اجماع ہے
کیونکہ اجماع تو عمل پر ہے عمل اجماع کی وجہ سے نہیں کبھی یہہ کہا جاتا ہے کہ ظاہر حدیث کا رد کرتا ہے کہ اوسکی رتبہ کی تحقیق ہو تو متواتر کو شامل نہیں ہوگی یا یوں
کہا جاوے کہ عقلی دلیل سے مخصوص ہے اور حق یہہ ہے کہ وہ حدیث ضعیف ہے بلکہ موضوع بعضی لوگوں نے کہا بلکہ کہا ہے کہ موضوعات میں سے ہے بلکہ علما نے کہا
کہ زندیقوں نے اوسی بنایا ہے اور بعضی علما نے کہا کہ وہ اس آیۃ کی مخالف کہ جو تمہیں رسول دیوے تو یہی آپ باطل کرنیوالی ہو جسکی عبارت اوسکی میں کہتا ہوں یہی
حق ہے جسکا یقین سزاوار ہے کیونکہ یہہ حدیث جھوٹی ہی کچہ اسکی اصل نہیں زندیق ملعونوں نے بنالی ہی اور جاہل متعصبوں نے اسے حجت پکڑی ہی سواسطے اوسکو
متقدمین اور متاخرین نے رد کیا کہا بحر العلوم نے شرح مسلم میں کہ صاحب سفر سعادت نے کہا کہ یہہ حدیث بڑے موضوعات میں سے ہی کہا شیخ ابن حجر عسقلانی
نے کہ یہہ کئی طریقوں سے آئی ہے اور کوئی کلام سے خالی نہیں اور بعضوں نے کہا کہ زندیقوں نے بنالی ہی اور یہہ اس آیت کی مخالف ہی کہ جو تمہیں رسول دیوے
تو اوسکو لو تو صحت اسکی اوسکی منع کو لازم پکڑتی ہی تو وہ ضعیف مردود ہے ختم ہوئی عبارت اوسکی اور کہا شیخ ابن طاہر حنفی نے جو کہ مجمع البحار کے اپنے تذکرہ میں
کہ وہ جو اصول فقہ والی حدیث کہکر یہہ قول لاتے ہیں کہ جب مجھ سے کوئی حدیث تمکو پہونچے تو اوسکو قرآن سے ملاؤ اگر موافق ہووے تو قبول کرو ورنہ چہوڑ دو
خطابی کہا ہی کہ زندیقوں نے بنالی ہی اور اوسکو یہہ حدیث دفع کرتی ہی کہ دیا گیا میں قرآن اور اوسکی برابر اور دیا گیا ہوں اور بعضی روایتوں میں قرآن کی
بھی آیا ہی اور ایسا ہی کہا صغانی نے ختم ہوا اور یہہ بات یونہی ہی جیسے اوسکی عبارت اوسکی اور کہا قاضی محمد بن شوکانی نے فوائد مجموعہ میں کہ یہہ حدیث کہ جب

قلت وقد سبقهما الى نسبته وضعه الى الزنادقة ابن معين كما حكاه الذهبى على ان فى هذا الحديث الموضوع نفسه ما يدل على رده لانا اذا عرضناه على كتاب الله خالفه ففى كتاب الله عز وجل ما اتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا ونحو هذا من الآيات انتهى فبطل جميع ما تمسك به المانعون للتخصيص بجميعها وبقى ما اثبتناه من جواز تخصيص عام الكتاب بخبر الواحد قبل تخصيصه بقطعى

پس ماحصل یہہ ہوا کہ توقیت ہر نماز کی ہر نمازی پر بعموم لفظ سے جو ظنی الدلالۃ ہوتا ہے واجب ہے لاکن اخبار احاد جمع بین الصلوتین ازالہ عموم کی تخصیص کرتی ہے اب اوس توقیت کی یہہ معنی ہوئی کہ اپنے اوقات مین ہر نماز پڑہنے عموماً ہر ایک مصلی پر عموماً فرض ہے سوای نماز ظہر و عصر اور مغرب و عشا کی وہ مسافر کو یا غیر اوسکی کو جسکے حق مین احادیث سی جمع ثابت ہی پہلی اپنے وقت کے یعنے دوسری نماز کے وقت مین پڑہنی بہی درست ہے یہہ جواب بطور تحقیق اور ترقی کی ہے اور اگر اس سی تنزل کرین اور مان لین کہ ہر عام ظنی نہین ہوتا بلکہ وہ عام جسکی ایکدفعہ تخصیص ہو چکی وہ ظنی ہوتا ہی اور اوسکی تخصیص خبر واحد سی درست ہے نہ ہر عام کی تو بہی ہمارا مدعا ثابت ہے اس لئی کہ اس عام مین جسمین گفتگو ہے پہلی ایکدفعہ احادیث جمع عرفات اور مزدلفہ سے تخصیص ہو چکی ہے یعنے مصلے ظہر اور عصر عرفات کی اور مغرب اور عشا مزدلفہ کے اس عام کی حکم سی مخصوص ہین کہ اونکو جمع بین الصلوتین بالاتفاق اہل سنت کی درست ہے اور یہہ قاعدہ اجماعی ہی کہ جبکہ ایکدفعہ کوئی عام مخصص ہو جاوے تو وہ بالاتفاق ظنی الدلالۃ ہو جاتا ہے اور تخصیص اوسکی خبر واحد سی بلکہ قیاس سی بہی درست ہی کہا تلویح مین لما لم یبق العام بعد التخصیص قطعیا جاز فى العام بعد التخصيص من الكتاب او الخبر المتواتر معلوما كان المخصص او مجهولا ان يخصص بخبر الواحد او القياس اجماعا اور اگر اعتراض کرو کہ بنا بر حنفی اصطلاح کے احادیث جمع عرفات اور مزدلفہ کلین مخصص نہین ہین کیونکہ مخصص دیکار اونکی موصول ہوا چاہیے بلکہ وہ حدیثین ناسخ ہین اور عام منسوخ البعض کے قطعیت اوسکی سب افراد مین باقی رہتی ہی پس کسطرح اخبار احاد مخصص اوس عام قطعی کے ہو سکتی ہین تو جواب اسکا یہہ ہے کہ حق یہی ہے کہ جبکہ ایکدفعہ کسی عام کا بعض افراد پر قصر ہوتا ہے تو وہ عام ظنی الدلالۃ ہو جاتا ہی خواہ وہ قصر کلام موصول سی ہو خواہ متراخی سے اور حنفی جو فرق کرتے ہین نسخ اور تخصیص مین ساتھہ متراخی اور موصول ہونیکی اسپر کوئی دلیل قایم نہین رکہتی اگرچہ کوئی پہوٹی دلیل اونکی ہے تو یہی ہے کہ تاخیر مخصص مین تجہیل لازم آتی ہے سو جواب اسکا پہلی عبارت مین گذرا پس اگر حنفی بلا دلیل قصر توقیت کو بحق ماسوی مصلین عرفات اور مزدلفہ کی مستلزم ظنیت عموم توقیت کا نا مانینگی اور اپنے اصطلاح بیدلیل پر جمی ہین گے تو کیا اندیشہ اور عام کے ظنی ہونیمین کیا شک تم نہین دیکہتی کہ جبکہ شیوع قصر کا عام مین بحیثیت یا ظنی الدلالۃ ہو جاتی

مجہسے کوئی حدیث پہونچی تو اوسکو قران سی ملاؤ اگر موافق ہووی تو قبول کرو ورنہ چہوڑ دو خطابی نی کہا ہے کہ زندیقون نی بنالی ہی اور اوسکو یہہ حدیث رفع کرتی ہے کہ مین قرآن اور اوسکی مثل دیا گیا ہون اور لیا ہے صغانی نے کہا ہے مین کہتا ہون کہ اون دونون سی پہلی ابن معین نی سبقت کی اسکو زندیقون کیطرف نسبت کیا ہے چنانچہ ذہبی نے ابن معین سے اسکی حکایت کی علاوہ اسکی خود اوسمین وہ مضمون ہے جو اوسکو رد کرتا ہے کیونکہ ہمنے جب اسکو قرآن پر پیش کیا تو قرآن مین ہے کہ جو تمکو رسول دیوی اوسکو لو اور جس سے منع کریں اوس سے باز رہو اور ایسے بہت آیتین ہین سو جھکی عبارت اوسکی سو باطل ہو گیا وہ سب جس سے منع تخصیص والون کا مدعا تہا اور جواز تخصیص خبر واحد سی بلا تخصیص یقینی کے جیسی ہمنی ثابت کیا تہا باقی رہا ۱۲ جب بعد تحقیق کے

لفظ عام کا ہو گیا جیسا کہ ہمنے عربی عبارت سے ثابت کر دیا ہے تو وقوع تقریر کا ایک لفظ خاص مین کیونکر اوس لفظ خاص کو ہم قطعی
الدلالۃ نہ کہینگا فاعتبروا یا اولی الابصار دلیل پس ثابت ہوا کہ جمع بین الصلوتین بعذر سفر وغیرہ منافی اور مخالف کتاب اللہ کے
نہین فللہ الحمد والمنۃ جناب مؤلف نے بعد اس عذر ثانی کی جسکا جواب ختم ہوا جرح اور قدح کیا ہے اون روایات پر جنکو
اوسنے ہمارا استمساک ٹہرایا تہا سو تم نے دیکہا کہ اونمین سے ہم کسی حدیث کو بہی دلیل نہین پکڑتے پس جرح اونکا کسکو
ضرر کرتا ہے اور جناب مؤلف نے بعد اوس جرح اور قدح کی دو عذر اور درباب عدم جواز عمل کے احادیث جمع بین الصلوتین
پر لکہے ہین ایک عذر یہہ کہ روایت ہے ابوذر سے کہ کہا فرمایا مجکو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کیف انت اذا کانت علیک امراء یؤخرون الصلوۃ
عن وقتہا او یمیتون الصلوۃ عن وقتہا قال قلت فما تامرنی قال صل الصلوۃ لوقتہا رواہ مسلم تو اس حدیث سے یقینا معلوم ہوتا ہے کہ نماز
اپنے وقتمین پڑہنی چاہیے پس جبتک احادیث جمع بین الصلوتین کی بمنزلہ اسکی نہون تو نہ چہوڑا جاویگا عمل اسپر پس جواب اسکا
کیا دیوین اور کس ناواقف سے خطاب کرین اتنا نہین جانتا کہ جبکہ تجویز جمع کی اپنی اوقات مین نماز پڑہنے کی فرضیت کتاب اللہ
سے اگر یہہ اوس سے مسافر کو مخصوص ٹہرا چکے ہین پہر اس حدیث ابوذر مین یہہ بات کہہ نہ سکینگے اور ایک عذر جناب مؤلف کا
یہہ ہے کہ ادنی درجہ ہوگا کہ احادیث جواز جمع حقیقی کی اور احادیث عدم جواز کی متعارض ہوگئین اور یہہ قاعدہ مقرر ہو چکا ہے کہ جبکہ
تعارض ہو درمیان دو حدیثون کی تو وہ دونون ساقط ہو جاتی ہین پس دونون قسمون کی حدیثین ساقط ہو گئین اور ہمارا تمسک آیات اللہ
احادیث توقیت سے باقی رہیگا پس یہہ عذر بہی قابل جواب کی نہین اس لئے کہ اول تو کوئی حدیث صحیح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی
نہین جس سے عدم جمع کا حالت سفر مین مستفاد ہو جیسا کہ سابق مین واضح ہو چکا اور اگر بالفرض کوئی حدیث مخالف احادیث جمع کے
پائی بہی جاتی اور دونون مین تعارض واقع ہوتا تو یہہ کس نے قاعدہ باندہا ہے کہ دونون ساقط ہو جاتی ہین یہہ قاعدہ آجتک کسی
اہل اصول فقہ یا حدیث سے مروی نہین شاید مؤلف نے کسی دیوار پر لکہا دیکہا ہوگا اذا تعارضا تساقطا اہل اصول حدیث کا یہہ قاعدہ
شرح نخبہ وغیرہ مین لکہا ہے کہ اولا ان دونون حدیثون کو آپسمین موافقت کرنا چاہیے اور اگر بلا تکلف موافقت نہو سکی تو متاخر
کو ناسخ کہنا چاہیے اور اگر تقدیم اور تاخیر معلوم نہو تو دونون مین جو مرجح اور اقوی ہو جیسے حدیث بخاری اور مسلم کی بہ نسبت غیر انکی کے
اوسکو اختیار کرنا چاہیے اور کتب اصول حنفیہ مین بہی ایسے مراتب ٹہرائے ہین اگرچہ اوسمین جمع کو موخر کیا ہے غرض کہ اذا تعارضا
تساقطا کا اہل اصول کوئی قائل نہین اخیر عذر مؤلف کا یہہ ہے کہ عدم جمع مین احتیاط ہے اس لئے کہ اگر کوئی جمع نہ کریگا تو نماز
اوسکی بالاتفاق اپنے وقتمین ہوگی اور اگر جمع کریگا تو شاید کہ اسکی نزدیک درست ہو لیکن نماز اوسکی دوسرے وقت کی ناجائز ہوگی مگر
جواب اسکا یہہ ہے کہ احتیاط مذکور اوس صورتمین متبادر ہوتی ہے جسمین طرفین کا مذہب مع الدلیل ہو اور صورت اختلاف کی ہو حالانکہ
مسئلہ جمع مین تعین کا دعوے بے دلیل ہے اور ناجائز کہنا اوسکا خلاف ہی اختلاف نہین پس اگر صحت مین عمل مع الدلائل کے قول بے دلیل

عام یعنی منہا خواہ مخصوص معلوم ہو یا نہو تو اب عام قرآن اور حدیث متواتر کی خبر واحد سے تخصیص جائز ہی شک نہین کیا قائل ہے
الدار لوگ نماز کو وقت سے ٹالینگی یا مار ڈالینگی کیا آپ مجہے بتاتے ہین کہا تو اپنے وقت پر پڑہ ہو

ڈال دیا کری تو سیکڑون احادیث باطل ہوجاوین اور حق اور باطل مین کچھہ تمیز نرہی بس دہوئی سب عذرات جناب مولف کے اب
اون عذرات سی جو مولف نی بیان نہین کی بلکہ بعضے اور حنفیون نی بیان کی ہین جواب دیا جاتا ہی تو سنو کہ بعضی یہہ عذر کرتے
ہین کہ کہا ابن مسعود نے ما رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی صلوۃ الا لمیقاتہا الا صلوتین صلوۃ المغرب والعشاء بجمع
وصلی الفجر یومئذ قبل میقاتہا رواہ البخاری ومسلم پس جواب اسکی تین ہین اول یہہ کہ اگر اس نفی ابن مسعود کو تم سب احادیث اثبات
جو باقی چودہ صحابہ سی مروی ہین غالب ٹہراؤ کہو کہ جس جمع کو ابن مسعود نے نہین دیکہا وہ درست نہین تو تم پر ایک یہہ بہاڑ
مصیبت کا گریگا کہ جمع بین الظہر والعصر کو عرفات مین کیون درست کہتی ہو باوجودیکہ اس قول ابن مسعود کے سی تو نفی جمع فی العرفات
کی بہی مفہوم ہوتی ہی پس جو تم جواب رکہتی ہو اوسیکو ہمارے طرف سے سمجہو یعنے اگر کہو نہ ذکر کرنا ابن مسعود کا جمع فی العرفات کو بنابر شہرت
عرفات کی تہا تو ہم کہینگے کہ جمع فی السفر بہی قرن صحابہ مین مشہور تہی کیونکہ چودہ صحابے سوا ابن مسعود کی اوسکی ناقل ہین تو ہو سکتا ہی ابن
مسعود نے اوسکا استثنا نکیا اور اب محل نفی کا جمع بلا عذر ہوگی اور اگر کہو کہ جمع فی العرفات بالمقایسہ معلوم ہوتی ہی تو ہمکو کون امر مانع
مقایسہ سے وعلی ہذا القیاس جو جواب تمہارا ہے وہی جواب ہمارا **دوسرا جواب** یہہ کہ جو امام نووی نے شرح صحیح مسلم
مین کہا ہے والجواب عن ہذا الحدیث انہ مفہوم وہم لا یقولون بہ ونحن نقول بالمفہوم لکن اذا عارضہ منطوق قدمناہ علی
المفہوم وقد تظاہرت الاحادیث الصحیحۃ بجواز الجمع انتہی **تیسرا جواب** یہہ جو شیخ سلام اللہ حنفی نے **محلی** مین کہا ہے قد صح فی البخاری عن
ابن مسعود نفی رؤیۃ الجمع عنہ صلی اللہ علیہ وسلم الا بجمع دلفۃ ثم رأیت فی مسند ابی یعلی من طریق ابن ابی لیلی عن
ابی قیس الازدی عن ابن مسعود کان صلی اللہ علیہ وسلم یجمع بین الصلوتین فی السفر فلو حمل الاثبات فی
حدیث ابی یعلی علی حال الجد فی السیر والنفی فی حدیث البخاری علی حال النزول فی المنزل لکان لہ وجہ قیؤل الی مذہب مالک
انتہی اور بعضی حنفی یہہ عذر کرتے ہین کہ فرمایا آنحضرت نے انما التفریط علی من لم یصل الصلوۃ حتی تجیئ وقت الصلوۃ الاخری
رواہ مسلم عن ابی قتادۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم **تو جواب** اسکا یہہ ہے کہ یہہ حدیث اوسی شخص کے حق مین ہے کہ بلا عذر
نماز مین تاخیر کرے نہ اوسکی حق مین جو مسافر ہو اگر کہو کہ یہہ حدیث سفر مین فرمائی ہتی پس مسافر کو بہی حکم اوسکا شامل ہوگا
تو کہا جاویگا کہ اولا تو ظرف قول کا باعث اور قرینہ اوسکے تعمیم یا تخصیص پر نہین ہوتا اور اگر ظرف کو دخل ہو تو کہا جاویگا
کہ یہہ قول آنحضرت کی وقت نماز فجر کے اور فوت ہوجانے نماز فجر نیند مین فرمایا تہا جیسا کہ ابتدا اس حدیث سے
ظاہر ہو رہا ہے پس حکم سفر کے فجر ہے کا بیان کیا جسکا جمع کرنا کسی نماز سے ممکن نہ تہا ظہر اور عصر اور مغرب اور عشا
سفر کے کا علاوہ یہہ کہ مسافر جمع کرنے والے کو یہہ ضرور ہے کہ ارادہ جمع کرنیکا پہلی نماز کی وقت کی اندر اندر

سلہ یعنی نہین دیکہا آنحضرت صلعم کو نماز پڑہتے ہوئی مگر وقت پر یہہ دیکہا ان دو نمازین مغرب اور عشا مزدلفہ مین اور فجر اوسدن
وقت سی پہلی پڑہی سلہ اور جواب اس حدیث کا یہہ ہے کہ وہ مفہوم ہے اور وہ لوگ مفہوم کے قائل نہین اور ہم جب قائل ہین
کہ منطوق مخالف نہو اور جہان مخالف ہو تو منطوق کو مقدم رکہتی ہین اور حدیثین صحیح جمع صلوۃ کی بہت ہین ہو چکی عبارت اوسکی

کر رکھی جس شخص نے ارادہ جمع کرنیکا کیا یہانتک کہ وقت نماز اول کا گذر گیا تو بیشک اوسکی جمع درست ہوگی پس
اگر بقرینہ طرق کی اوس حدیث مین مسافر کو بھی شامل کرو تو ایسا مسافر مورد اور محل اوس حدیث کا ہوگا او رہمین
ہمارا کیا حرج جبکہ ہم نیت جمع کو قبل گذرنی وقت پہلی نماز کی شرط صحت جمع کی جانتے ہین فافہم اور بعض حنفی یہہ
عذر پیش کرتے ہین کہ آنحضرت نے حمنہ بنت جحش کو اوسکی ایام استحاضہ مین ایسی کیفیت سی نماز پڑہنے فرمائی تہی
کہ وہ جمع صوری ہے ہتی اس سی معلوم ہوا کہ مسافر کو بھی جمع صوری ہی چاہئے پس اسکا جواب بھی ظاہر ہے
کہ وہ مقیم ہے پس مقیم پر مسافر کی نماز کو قیاس کرنا باوجودیکہ اوسکی حق مین ایسے نصوص قاطعہ دالے
وارد ہین جنسے صاف جمع حقیقی معلوم ہوتی ہے قیاس مع الفارق ہے اور مقابل نصوص کے اور وہ
بالاتفاق مردود ہوتا ہے فقط پس ثابت ہوا کہ عدم جواز جمع بین الصلوتین کسی حدیث صحیح مرفوع متصل
ثابت نہین اور مانعین جمع بین الصلوتین کے کوئی دلیل نہین رکہتے اور جواز اسکا احادیث صحاح سی جو مذکورہ صحابی سے
مروی ہین اور دیگر کتب احادیث مین جنمین صحیحین بہی ہین روایتین اونکی ثابت ہین اور بہت صحابہ اور تابعین
اور ائمہ ثلثہ یعنے امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد بہی اسکے جواز کے قائل ہین فلله الحمد اولا
واخرا وظاهرا وباطنا على ما ابدنا لاثبات الجمع فى السفر بين الصلوتين الصحيح الثابت
المروى عن النبى صاحب قاب قوسين صلى الله عليه وآله وصحبه صفوة الثقلين ؏

ف اور بلاشک صحیح ہوا بخاری مین ابن مسعود سی کہ سوائے مزدلفہ کے جمع صلوتین کرتے آنحضرت صلعم کو نہین دیکھا
پہر مینے مسند ابو یعلی مین طریق ابن ابی لیلے سی وہ ابی قیس ازدی سی اور وہ ابن مسعود سے راوی ہین جیسے دیکہا
کہ ابن مسعود روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفر مین جمع صلوتین کیا کرتی تہی سو اگر حدیث ابو یعلی مین اثبات
جمع جلدی چلنی کیوقت پر عمل کیا جاوے اور نفی جمع حدیث بخاری کی مین لو بہ مثال او ترنے کی منزل پر حمل کیا
جاوے تو البتہ ایک طریقہ ہوگا پس آل امام مالک کے مذہب کے طرف ہو جاویگا جنکو بیشک عبادت اوسکی
کہنا یہہ ہے کہ ایک نماز پڑہے اور دوسرے نماز کا وقت آگیا روایت کی مسلم نے ابن
قتادہ سے اونہون نے آنحضرت صلعم سے ع اللہ کا شکر ہے اول اور آخر ظاہر اور باطن پر
کہ اوسنے مدد کی ہمارے اوپر ثابت کرنے سفر مین جمع صلوتین کے کہ وہ صحیح اور ثابت ہے آنحضرت صاحب
قوسین سے درود نازل کرے اللہ اونپر اور اونکی آل اور اصحاب پر جو دو نو جہان کی برگزیدہ ہین



خاتمۂ کتاب

مخفی نرہے کہ بعد تحریر جواب باب ثانی تنویر کی در اثبات اس امر کی کہ تقلید مذہب معین کی بزعم وجوب تعین کی درست نہین حاجت جواب باب ثالث تنویر کی جسمین جناب مؤلف نے احادیث کو اپنے محل سے بگاڑا تہا اور اونمین تحریف کر کے طرف اپنے مذہب کے کہینچا تہا باقی نرہی تہی کیونکہ جب التزام کی کچھہ حقیقت نرہے تو عالم بالحدیث بدون تحریف و تغییر حدیث کی طرف کسی مذہب کی عمل کرتے اور عوام کسی عالم ربانی سے لا علی التعین اس عنوان سے کہ فلانا مسئلہ تقدیر کس طرح آیا ہے دریافت کرتے لیکن پہر بہی ہمنی چند مسائل کو باب ثالث سی قلم بند کر دیا ہے تا کہ لوگو نپر قوت دلایل اہل الحق کی ظاہر ہوجاوے اور جناب مؤلف کی خیانت اور تصرف سی احادیث مین اطلاع ہوجاوے بس علماء با انصاف اور فضلاء با اعتساف سے امید یہہ ہے کہ ان چند مسایل کو نمونہ تحقیق اہل حق سمجھکر باقی مسایل کو بہی اسپر قیاس کرین اور ان مسایل مین جناب مؤلف کی چالاکی سے بچتے رہین اور اگر ہمکو آیندہ فرصت ہوئی تو باقی مسایل کی بہی تحقیق لکہینگے وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علی خیر خلقہ محمد وآلہ وصحابہ اجمعین آمین یا رب العالمین

نظم

توفیق ایزدی سی جوابات یکقلم ✤ سب حسب الرقم مین ہوئی ہینگی خوش رقم ✤ اہل ہنر کو ہکی خطا پر جو ہو شعور ✤ اصلاح دلپذیر کرین اسمین باکرم ✤ ہذا آخر ما الہم اللہ خالق الثقلین عبدہ العاجز محمد نذیر حسین عافاہ



اللہ فی الدارین بجاہ سید الثقلین



محمد اسد علی | علیم الدین حسین | سید حسن شاہ | غلام علی | حفیظ اللہ | محمد حسین | حافظ ولی اللہ | شہاب الدین

محمد عبد الرحمن | محمد | محمد عبد الحکیم | برہان الدین | احمد اللہ | غلام رسول

ضلع گوجرانوالہ

صورة ما كتبه العالم النبيل الفاضل الجليل الكامل اللوذعي البارع الالمعي المولوي عليم الدين حسين الانصاري العظيم آبادي البخرهسوي مقرظا على هذا الكتاب

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لمن ظهر برهانه بحيث لا يمكن كتمانه والصلوة على سيد الانام محمد النذير البشير وعلى آله واصحابه

الهادين الى منهج الاسلام اما بعد هذا شئ عجيب ماابدك الا اللبيب ما اطيب كلامه وما احسن نظامه الله اكبر كتاب بديع كتاب تضمن اجزائه يواقيت وجواهر باهرة وتشتمل مضامينه على لآل ودرر فاخرة بل هو اسرار الحكمة اليمانية ونور انوار الشريعة البرهانية آدا آيات ديباجته جالدقد ذهب عنك كل العادي طالعت صفحة شيئا كالم يأتي اليك كل الضا ما وصف به فهو القل وما بقي فهو الجل للفاضل الغطريف ذي المقام الشريف هو البليغ الذى ان تكلم اجزل واوجز وان نظم افحم كل لسن بانشائه واعجز كفى كلامه على غزارة فضله مرشدا ودليلا ولا يجد معانده مع الغلو في العتو الى القدح فيه سبيلا بل يطاوع الحيلة بالجزم مدحه على لسانه بالاضطرار ولا يتصور انكار ضوء الشمس يوم الصحى وقت نصف النهار فالاعداء والخلان على فضله شاهدان حادلان كيف لا وهو بالشرف الوضاح والعلم والتقى وبالحسب العالي والاخلاق الفرائد واضح بالشرع الشريف مؤيد ومرتبة الاسلام سامية الشرف الم تنظر الانوار منها تصاعدت والح كضوء الشمس في البر والبحر قد انتشر صيت كالدر واشتهر بنادجا الداعي به العالم القمقام صفوة النبلاء الاعلام المولوى السيد **محمد نذير حسين** حفظه الله عن المعرة والشين لازالت بدور فوائده طالعة من مطالع الحديث والقرآن وشموس معارفه مشرقة من آفاق التبيان احلى ان يجتنى من ثمارها في بساتين الكلام واشهى ما يستلذ به من فوائد تبيانه اولوا الافهام صانه الله الكبير المتعال عن شر عين الكمال وابقاه ملك الزمان سالما عن مطاعن اهل البدعة والطغيان بحرمة سيد الثقلين جد الحسن والحسين

آمين آمين آمين

صورة ما كتبه العالم النبيل المولوى ابو عبد الله غلام على قصوري

بسم الله الرحمن الرحيم

وبه نستعين

الحمد لله رب العالمين رب زدني علما **اما بعد** فيقول العبد الضعيف **ابو عبد الله غلام على** قصوري قد فزت بمطالعة معيار الحق لمولانا المحقق المدقق **محمد نذير حسين** الدهلوي فظفرت على مطالبه ومقاصده ونظرت فيه بامعان النظر طالبا لمحامده ومفاسده ووزنته بتنوير الحق الذي في جوابه وكررت المطالعة والمعاينة وثنيت المقابلة والموازنة متفحصا خطأ وجوابه صفحتها بالمقايسة متبعيا مامهابا فوجدت معيار الحق معيار الحق بل الحق ان ذلك كتاب ينطق بالحق رايته موافقا لما هو الحق حريا بالمحامد الفسية مشتملا على الصواب متجافيا عن المفاسد وما فيهما من المسائل المختلفة اعظمها مسئلة التقليد الشخصي وانه مقتصر على احد من الائمة الاربعة وان التزم احد تقليد احد منهم يلزم في مدة عمره فصاحب المعيار اثبت عدم وجوبه ببراهين الساطعة وحجج القاطعة وما اورد مسئلة الاوا استدلالها الى الكتاب والسنة السنية ماانى بعرو الاوستا

عليها بروايات الثقات والنقول المعتبرات من كتب سادات الحنفية ولعمري ان الكتاب والسنة واقوال الجمهور وجماهير المسلمين يؤيد قوله ولا يحوم الباطل بوجه من الوجوه حوله وليس قولي هذا بالتقليد في اقتفاء بالآثار بل قلته بعد التحقيق وصرف الانظار واني قد صرفت برهة من الزمان وبضعة من الايام من قبل ذلك في تحقيق تلك المسئلة فصفحت لذلك كثيرا من الكتب والرسائل القديمة والجديدة وتتبعت اقوال المتقدمين والمتاخرين حتى صرت منها على اليقين فلله دره وعلى الله اجره حيث وقد شمر الهداية في زمان شيوع الظلمة ونطق بالحق وقت خمول السنة ومحق فروع البدعة وما اورد في تنوير الحق من اثبات وجوب التقليد التزامه بشخص معين من الحجج والبراهين كل ذلك محدثة من عند نفسه ما سبقه فيها احد من العالمين وما جمع فيه من الدلائل لاثبات المرام وتكلف في ذلك المقام فهو ظاهر البطلان ما انزل الله بها من سلطان وما الحكم الا لله اليه الانابة والثقة وعليه التكلان وصلى الله تعالى على خير خلقه محمد اله واصحابه وعلماء امته ما لاحت النجوم وتلت القرآن اللهم اهدنا لما اختلف فيه باذنك انك تهدي من تشاء الى صراط مستقيم برحمتك يا ارحم الراحمين ط

صورت تحریر عالم محقق و فاضل مدقق مولوی احمد اللہ حفظہ اللہ شاگرد رشید مولانا ابو عبد اللہ موصوف سلمہ اللہ

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله والصلوة على رسوله اما بعد فيقول احقر الخليقة بل لا شئ في الحقيقة احمد الله جعل الله اخراه خيرا من اولاه اني طالعت معيار الحق للاوحد الكامل محيط رجال الافاضل محي السنة ماحي البدعة وحيد ماته فريد اوانه مولانا و بالفضل اولنا المشتهر في الخافقين السيد محمد نذير حسين جزاه الله عنا خير الجزاء في الدارين وطالعت ذلك الكتاب من اوله الى آخره واطلعت على باطنه وظاهره فوجدته محلى بيواقيت التحقيق وجواهر ودرر فرائد التدقيق وزواهره جامع للمواهب اللطيفة والمطالب الشريفة مرقات للصعود على منازل الحق الى الدرجات العلى وملجاة للنجاة في طريق الصدق من الظلمات الدجى فانه خلاصة توضيح المحققين وتنقيح المدققين كل مطالبه مبان وجل مقاصده مبرهن غاية تقريب نهاية تهذيب بادره يا طالب الحق انه مغتنم وعند فحول العلماء مسلم واجعله عقد الجيد والفوز بعيد فانه اورد فيه النصوص القطعية من الآيات والاحاديث والنقول المعتبرة من فقهاء مذاهب الاربعة مؤيدة لمدعاه موكدة لما ادعاه بحيث لم يبق لمخالفه دليل ولا لفارّ من الحق سبيل ولا تغترن بان صاحب التنوير فانه لا دليل له من صحاح الحديث ولا الكتاب المنير والحق ما افاده مولانا في المعيار كما لا يخفى على الاخيار فجعل الله حجة بالغة وكلمة عالية وصلى الله تعالى على خير خلقه محمد واله واصحابه وعلماء امته اجمعين ط امين

صورة ما قرظه الفاضل الكامل العارف الواصل جامع المعقول والمنقول كشاف معضلات الفروع والاصول اسوة الاتقياء زبدة الفقهاء الموفق من عند الله الصمد مولانا المولوی محمد پنجابی خلف الصدق المولوی بارک الله سلمه وغفر له

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذی هدانا لهذا وما کنا لنهتدی لولا ان هدانا الله والصلوة والسلام علی رسوله محمد الذی من امن به فقد اهتدی ومن اعرض عن الاقتداء به ضل وغوی وعلی آله واصحابه الذین هم نجوم الهدی اما بعد فهذا الکتاب الحاوی بالمسمی معیار الحق بل عین الحق حقیق بالقبول لامجال للعدول عنه لاهل الحق والانصاف وان انکره اهل التعصب والاعتساف الفه استاذنا ومولانا المحقق المدقق الکامل فی فن الفقه من الاصول والفروع والتفسیر والحدیث السید محمد نذیر حسین ادام الله فیوضه ولقد کنا مترددین فی هذه المسئلة المعضلة فکشف عنها حجابها فاستنارت کالقمر لیلة البدر جزاه الله عنا وعن سائر المسلمین خیر الجزاء فی الدارین قال الله تعالی والذین جاهدوا فینا لنهدینهم سبلنا وان الله لمع المحسنین وانا العبد الضعیف المفتقر الی الله محمد ابن مخدومی بارک الله غفر الله له ولوالدیه ولسائر المؤمنین آمین

صورة ما قرظه ونظمه سند السادات مصدر الخیرات والحسنات مجمع البرکات والکرامات وحید عصره فرید دهره الفاضل الالمعی العالم اللوذعی رافع اعلام الشریعة قامع آثار الشرک والبدعة الصوفی الصافی الاسعد جناب میر حسن شاه قادری تابعی دام ظله

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله الذی هدانا الصراط المستقیم بالنور المبین والصلوة والسلام علی رسوله محمد سید المرسلین وعلی آله وصحبه الذین فازوا منه بالحظ الجسیم من نور الیقین اما بعد فلما کان علم الفقه اعظم العلوم قدرا واعلاها منزلا وارفعها شانا واسناها برهانا وکان مسئلة وجوب تقلید امام واحد وعدم وجوبه من ادق مسائله واغمضها قد تحیرت فیها افهام الاذکیاء وتقعر عن تحقیقها اذهان الفضلاء فصنف فیها الفاضل النحریر العلامة الفاضل الجلیل الفهامة مقتدی الفضلاء المدرسین فخر العلماء الراسخین الفقیه الذی تزینت بل سمت المساجد والمدارس واحتاج الی تفریعه منطوقه ومفهومه کل الذاکر والمدارس حیی دروس المدارس وزان دروسها وجمل صدور المجالس واطلع شموسها حمدة المفتین المحققین قدوة المحدثین المدققین المبرء عن الشین مولانا السید محمد نذیر حسین لازالت شموس فضائل العمة وانوار جلائله ساطعة کتابا سماه معیار الحق بالهام الله الملهم للصواب وتحری ان ذلک الکتاب لاریب فیه

انہ فی ہذہ المسئلۃ فصل الخطاب یسلک من یتامل فیہ سبیل الرشاد ویخلع ربقۃ وجوب تقلید الامام الواحد من
اعناق الغبیا فانہ برہن فیہ علی ما ہو الحق الحقیق من ان التقلید لامام من ائمۃ الہدی واجب وتقلید الامام الواحد
بالتعیین غیر لازب کیف وہو ہوس من ہوی سائہم لم یا توا علیہ بسلطان مبین وما ایدوہ الا باقوال المقلدین لا
المجتہدین فضلا عن النص الصریح او حدیث الماثور من سید المرسلین جزاہ اللہ عنا خیر الجزاء وجعل سعیہ مشکورا
وکلامہ بین اہل الحق مقبولا ومشہورا والحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد والہ واصحابہ
اجمعین المقرظ اضعف عباد اللہ مہر حسین قادری فاضلی

صورۃ ما کتبہ وسطرہ واقف علوم عجیبہ ماہر فنون غریبہ فاضل اجل وعالم اکمل مولوی حافظ عم الدین ہوشیار پوری دام ظلہ العالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الکتاب المعیار الذی صنفہ مولانا المحقق المدقق قدوۃ العلماء المتبحرین اسوۃ الفضلاء والمحدثین السید ابو
محمد نذیر حسین ادام اللہ فیوضہ فی الملوین کتاب یشتمل علی الحق والحق لا ینفک عنہ والباطل لا
یحوم حولہ والحق ان ہکذا کان طریق السلف والخلف وما کان احد یری تقلید احد واجبا علی احد ولقد رایت
فی الطحطاوی موافقا لما ہو فی ہذا الکتاب حیث قال قولہ وفی نکاح الخلاصۃ لو قیل لحنفی ما مذہب الامام
الشافعی فی کذا وجب ان یقول قال ابو حنیفۃ رحمہ اللہ کذا وذلک لانہ یجب علی الشخص التکلم بالصواب لا بالخطاء
وقول الغیر فی اعتقاد الحنفی خطاء یحتمل الصواب وتقدم فی الخطبۃ ان محل ہذا فی المجتہد اما المقلد فلا یجب علیہ
ہذا الاعتقاد بل نصوا علی جواز تقلید المفضول مع وجود الفاضل مع ان المفضول خطاءہ اکثر وقد اشار الی
ذلک صاحب البحر فی بعض رسائلہ ولذا قال الشریف الحموی ثم لا یخفی ما فی کلام الخلاصۃ الذی قوی بہ صاحب
النہر بحثہ من النظر انتہی بلفظہ وایضا فیہ اعلم ان الافتاء بقول مالک ہو عین التقلید ولا نزاع فی جوازہ
بشرط عدم التلفیق علی ما ذکرہ الشیخ الحسن وافردہ برسالۃ وینافی ما ذکرہ العلامۃ ابن الملا فروخ حیث صرح بجواز
العمل بالتلفیق واطال فی ذلک علی وجہ التحقیق وافردہ برسالۃ ایضا وعزا القول بجواز التلفیق لابن الہمام فی
التحریر ولصاحب البحر فی بعض رسائلہ وانہ قال ای صاحب البحر منع العمل بالتلفیق خلاف المذہب الحنفی اھ وما توفیقی الا باللہ
علیہ توکلت والیہ انیب وانا العبد المذنب المعروف بحافظ عم الدین ہوشیار پوری غفر اللہ لہ ولوالدیہ

صورۃ ما کتبہ وقرظہ العالم الکامل الفاضل العادل ارشدہ الصالحین واسعد الاتقیاء المولوی برہان الدین صاحب ادام اللہ تعالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العلمين والصلوٰة على سيد المرسلين وعلى اله واصحابه اجمعين **اما بعد** فاحقق العلامة المدقق الفهامة المحقق سند المحدثين حجة المفسرين رائج التوحيد والسنة ماحي الشرك والبدعة طالب حسنيين **السيد المولوي محمد نذير حسين** رزقه الله حرمة سنة سيد الثقلين في معيار الحق فهو عند الحق المامور به المطاع ولعمري هو التحقيق الحق بالاتباع نخر

صورة ما زبره المصقع الخطيب والمدره الاديب الحسيب النسيب والطبيب ابن الطبيب ذو الطبيعة النقادة والفطنة الوقادة المولوي محمد سليمان وقاه الله شر الاشباه والاقران مقرظا على هذا الكتاب

حمدا لك يا من بك الصبح يتنفس والليل يعسعس والباطل يمحي والحق يحصحص والليث المقيد يتجمش والجرو المقلد يتبصبص وصلوة على رسولك الذي دمغ به الايمان واندح ورضخوا فيه ولو امراة جلحة وشيخ دردح **وبعد** فهذه الرسالة احسن الرسائل ليهتدوا بها اهل الزيغ والخفاتل دواء لاسقام الجهل شفاء لذوي النهل ضاع بها رجس التقليد الجامد وذهب فيقه وانكسر قنينه بعد ما طغى واختطف بصره بعد ما طمح والحرمان اهل غافل صفند لا بل جاهل صحند قط لمن امن بالكتاب وصدق فبخ بخ وبوسى لمن تعافاه ومزقه كخ كخ كيف لا وعبارته تعجب السحبان وتحقيقا تر تنشط اذان الاذهان نديم في الغربة مزيل الكربة نسيم المطيبة من الرياحين والازهار يسر القلوب وحياض زلاله شفاء لكل مكروب كانه روض ممطوره يتغرد البلابل على اغصانه وبترنم العنادل على عيدانه ولنعم ما تغرد **سه** واهرب عن التقليد فهو ضلالة ان المقلد في سبيل الهالك وحبذا ما ترنم **سه** باگل سرخ که اصلش عرق روی نبي است رتبه لاله نعمان ندبر ابر کند فيا معشر العلماء ان اردتم الفوز الى السعادة والوصول الى الغاية فلينظروا الى هذا الكتاب بعين الانصاف لا عن التعصب والاعتساف فانه سحر لكن حلال وسحر ليس له من الشمس زوال خال عن الحشو والتطويل وحاشا الله ان يكون لها عديل وحقيق بان ينمق على وجنات الحور من سواد طرها المحبوب وحري بان يكتب من الزمرد الاخضر على صفائح القلوب اللهم ابد مؤلفه ومن توضع بحليتها الطبع وتيسر رويتها رباه وقد رلي حضور مجلسها احسن ندياه وانا العبد الضعيف محمد الشهير **بسليمان** الفلواري العظيم ابادي مولدا ومنشأ والصفروي محتدا ومسكنا

فقط

صورة ما كتبه الفاضل النبيل الاديب الجليل مهبط فيوض السبحاني مولوي نور محمد ملتاني

بسم الله الرحمن الرحيم

الداهية الدهياء؛ وما ادريك ما هية؛ كل الصفو ورنق لتقليد فئة؛ عام مقلد غير الحق كالمتقاد؛ ويرى الجاهل الغريق في الضلالة ولا يتقن ذالك
ثم منه اخرى كالذي يستدل من الطين وكلا هما عمى وكبير؛ مثل المقلد بين يدي المحقق؛ كالضرير بين يدي البصير الحاذق؛ فالمقلد الجاهل
يختلق العمل مغشوش؛ فصار لوح منقوش؛ يقنع بظواهر الكلمات؛ ولا يعرف النور من الظلمات؛ يركض خيل الخيال في ظلال الضلالة
ينغمس في ايام البدع والاهواء؛ في ماكل الحلوى؛ ويسعى في اضلال الخلق والاغواء؛ سوف يبوء بالندامة والخجل؛
وللشيطان اللعين نعم البلاء؛ يحسب الجاهل صالحا وهو من المراق؛ ويظنه امينا وهو من السراق؛ فيعظم على تلك
اللحية والقمة؛ ويوقر منه ما تيك الحلية والعمة؛ يكتب الزور وبه تجري اقلامه؛ ويكتم الحق وبه تامره احلامه؛ واذا
رايته تعجبك اجسامه؛ والحق يتضح بالادلة؛ والشهور تشتهر بالاهلة؛ وشفاء الصدور بالبينة؛ والدين لولا
شطب البيان والعلماء الاعيان اعزل؛ والقلم لولا سنان البرهان مغزل؛ ومثل العلوم والبرهان؛ كمثل المصابيح
والادهان؛ والحجة للاحكام؛ كالعماد للخيام؛ والعهاد للهيام؛ والروح للحوباء؛ والشمس للحرباء؛ وافضل
القرب قربة هي فريضة؛ وبعدها سنة؛ مستفيضة؛ والسنن اداب الرسل؛ واعلام السبل؛ ولولا الفرض
والمسنون؛ لم يشرف الحماء المسنون؛ الفرض كالعذق والسنة كالعلاوة؛ فذاك نعم الحمل؛ وتلك نعمت الحلاوة؛
طوبى لمن انتشر واتبع السنن والاثار؛ لسيد الابرار؛ في كل الاقطار والامصار؛ حال كون الناس مللا متفرقة؛
ونحلا متشتتة؛ راكبون على متن عمياء؛ يخبطون خبط عشواء؛ والبشرى لمن سلك سباسب الحق والصدق؛ وصنف
في اعلاء كلمة الله كتاب **معيار الحق**؛ الذي يتحلى برواية ودراية؛ وبلاغة رائعة سـ سواد الحروف فيه
كالليل مظلم؛ وهي سطور منه كالصبح يطلع؛ دقائقه فيه كشمس مضيئة؛ عليها سحاب منه تبدو وتطلع؛ معانيه
في الالفاظ يطلع ضوؤها؛ كنور السراج بالزجاجة يلمع؛ ولمصنفه قدم لاعلام العلوم فارعة؛ واداب بارعة؛ من
استسعى عنه فقد استسعى ينبوعا؛ ومن استسقى عنه فقد استسقى اسكوبا؛ ولنعم ما قيل ان خلاصة الجوهر
تظهر بالسبك؛ وبالحق يصدع رداء الشك سـ روض فنون العلم فرد الدهر؛ بدر العلى شمس سماء الفخر الماجد
الحوباء من سما على اقرانه مجدا بهذا القطر؛ والله يحميه ويبقيه على خير ولا زال جميل الذكر ولقد لمحت الكتاب
المذبور فوجدته حقيقا على بديع استملحته؛ فيا ايها الاخوان والخلان الحق احق ان يتبع؛ والصدق حقيق
بان يستمع؛ والاجتناب عن ترهات النقلة الغباة؛ واختلاف الضلالة والشقاوة واجب والعرض عن سوء العواقب لاي صائب واوصي الناس
بالرجوع الى مضامين هذا الكتاب بالبصيرة؛ وجمعت هذه الحروف بايماء الفاضل النحرير المولوي **تلطف حسين**
صينت عن كل شين؛ مستظهرا كاستظهار الرضيع بالظئر الظهيرة؛ وقلت في تاريخ طبعه **الا لبيب** ١٢٩٥ هـ

قصیدہ بلاغت رسیدہ من تالیفات فصیح الادبا ابلغ البلغاء محی السنۃ قامع البدعۃ مولانا مولوی محمد غلام اکبر خان صاحب سلمہ الرحمن الواہب در فضائل جناب مؤلف مظلہ

ہوا ہی غیب سے مضمون یہہ آج ذہن نشین
بناؤن ہار ثنا کا وہ جسکی ہو تحسین
کہلا کی باغ طبیعت مین فکر کے گل کو
کہ کیجیی مدحت مفتی دین و شرع متین
ہی محجب خلف خاص و عام جو بوقار
ہی جو محافل شرع متین کا صدر نشین
سپہر رشد کا شمس الضحے ہی آج جو شخص
ہے فقہ مین جو کم از صاحب ہدایہ نہین
ہے جو معانی مین در صاحب مطول پر
ہین کہتے نحو مین جامے کا شل جسکی تزئین
بہم ہی وہ فن معقول مین شرف اسکو
کہ جس کا آج نہین ہند مین نظیر و قرین
کہ طبع کو مین کرون باغ فکر مین گل چین
بناؤن یا کوئی گلدستہ کر کی گل چینی
دماغ روح کو اپنے کرون مین عطر آگین
ہو کون سیدنا مولوی نذیر حسین
ہے ایک حمید سلف جو بعزت و تمکین
ہین بہر در علما علم و فضل سے جسکے
حدیث دانی مین ہدایت جو ہیگ آئین
اصول مین جو ہی اب ثانی محب اللہ
معنوی مین جو رازی ہے زیادہ ذہین
بلاغت و لغت مین زمخشری ہی تمام
کہ میر زاہد و قاضی کو ہی لقب نہین
پر مہون وہ مطلع گذر کر خطاب غالب سے
گلدون کو طبع کی رشتہ مین فکر سی لا کر
کہ طاق قصر ثنا کی کیسی ہو تزئین
کہلا ہی یعنی بحق یہہ شگوفہ طبع مین آج
کہ جسکی فیض سی ہین مستفیض اہل زمین
ہے شمع بزم طریقت جو ذات با برکات
ہین راہ بین صلحا جس سے با صلاح یقین
ملحا ہی وقت کا ہی یہی جو میان حدیث
کلام مین نسفی کی ہی شل جو امین
ہے صرف مین جو نحو کی سی زیادہ تر صرف
بتاتی ہین جسی اہل نظر زیادہ کہین
عجیب ذات ہی کیا مجمع علوم و فنون
کہ رشک سے ہون جسکے حاسد تمام حسین

مطلع ثانی

ہی ہمین ختم تیرا کل مدارج تحسین
ہی تو شرف دہ ہر خاندان اہل زمین
خدا رکھی تیرا جا ہی جہان مین چشمہ فیض
بسان ابر کرم اپنے فضل سے آمین
بس اب دعایہ قصیدہ کو ختم کر مسلم
رہے جہان مین تا سنت رسول امین
رہین نہ فلک اہل حدیث تا الظفر
کہ بس کردن یہی کہہ سبط پاک سرور دین
ہی اپنے تو خلف الصدق اون اب جد کا
و دوام بر سر تشنہ لبان اہل یقین
محب رہین تیری متبع ہین خرم و شادان
کہ خوشقاری سنتا ہون طول خوب نہین
ہو علم و فضل کو جبتک جہان عرش نشین نما
ہو بس زمانہ مین تا لیست بدعی بیدین
ہی تمہارے سیادت کی دودمان کا جہ
کہ جسکی صدق کا تحفہ آیا تمکو صدق الیقین
مدام تجکو خدا ہمیشہ ظل گستر رکھے
رہین مدد تیری پامال تا یوم الدین
رہے زمانہ مین جبتک شیوع مذہب حق
ہون بہرہ ور طلبا علوم سی بیقین
رہے زمانہ تیرا معتقد بفضل و کمال
سنہ بستی مدحت زمین صدق و یقین

وله قطعه تاریخ

ہوا ہی بار دگر طبع نسخۂ معیار
کہ امر دین کی ہی تنقیح امین اور تہذیب
یہ ہے وہ نسخہ جسی لیتی ہین بداؤ لوگ
کہ رہا دکرتا ہی جسپر ہر ایک عرو لبیب
کتاب لیس ہے یہ ہر ایک کو عمل کی لئے
کہ اسکی وجہ ہین آئی جسی ہر ایک ادیب

کہ اس سی پاکی ہدایت ہون لوگ حق کے قریب
ہر ایک صاحب تحقیق کا ہی اسپہ مدار
جو امر حق کے ہین محبوب اور دین کے حبیب
ہے کیا کتاب یہ واللہ قاطع بدعات
یہ حکم عام ہے سائل ہو کوئی خواہ مجیب
ہین سال طبع مین اسکی فقط یہی دو لفظ

بہلا ہو کیسی نہ مرغوب اہل حق یہ کتاب
نہ مانی گو کوئی تقلید یہ عنید و مریب
عجیب بائیہ تحقیق حق ہے یہ نسخہ
کہ جس سی آفت تقلید کی ہوئی تخریب
ہی اب مجہہ حسین کہ اسپر لکہون مین وہ تاریخ
عجیب لفظ ہی ایک دوسرا ہی لفظ عجیب
۱۲ ۱۲ ۸۵

ایضاً

پہر ہوا طبع نسخہ یہ مسلم
رہے منتظر بہی کوئی ہان تاریخ
سر الفت سی بول اٹھا ہاتف
اس پہ لکھہ رو غالبان تاریخ

وله

دیکھہ کر یہ نسخہ بی مثل ہین ہی سبکی یان
لکھیے سال طبع جب طالب ہے اسباب کا
جب پکا بول اوٹھی سب گلزار تحقیقات کا
کاٹ کر سر احمق تقلید کا بار دگر
۱۲ ۹۷

قطعہ تاریخ نتیجہ طبع نقاد مربع نشین جا پاش علم و کمال زیب وسادہ فضل و فضائل فخر زمان تحریر دوران جناب مولوی میر شاہجہان صاحب دہلوی سلمہ دام لطف مد ظلہ

کامل ہین گر نجات کی خواہش ہے
تاریخ کو اسکے روز و شب ورد کرد
اللہ کے نام ہین تعجب کیا ہے
یاهادی یامبین یامقتدر
۱۲ ۹۷

وله

مین پوچھی جو عالم الغیب سی یہ بات
کہ جنہین دین مین ہو پاس سخن
تو جزا اونکی کیسا لکھی ہے کہا
کہ جزاهی سیعلموز غال
۱۲ ۹

ایضاً

طبع شد بار دگر معیار حق
بارک اللہ این کتاب لاجواب
از پئے تحقیق حق آمد محک
میکند مسرور جملہ اہل تاب
نیست از خفاش چشمی چارہ
ورنہ حق روشن تر است از آفتاب

یا اولی الابصار پاس امر حق
این جہان خود چیست نقش روی آب
عزت دین باید و ذوق عمل
مال بالش را ہمیدانی کلاب
اتباع سنت احمد کنید
ازنام آری چرا خوف عتاب
سال طبعش اہل حق میخواستند

از تعصب اجتناب و اجتناب
نقش روی آب کے ماند درست
فخر دنیا را کہ آرد در حساب
از پی این فضلۂ روباہ و سگ
تا شوید از مقصد خود کامیاب
پیش قول احمد و اصحاب او

خوش بود گو در جہان پاس سخن
نقش دین بر لوح دل باید کتاب
ہیچ دانی چیست دنیا جیفۂ
بہر حق ہرگز مخور این ہیچ و تاب
چون محمد مصطفےٰ خوشنود شد
از کو اقوال دیگر مو د آنجناب
گفت کامل ای زہی خیر الکتاب

قطعۂ تاریخ طبع معیار راز
نتیجۂ فکر مولوی محمد سلیمان صاحب متخلص بحاذق در صنعت توشیح کہ قطع
نظر اصل مادہ از اول آخر مصرع اول ۱۲۹۶ھ و از اول و آخر مصرع ثانی شدہ برآید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اچہ شد بار دگر معیار مطبوع ۴۰	۲ باسلوب جدید و طرز زیبا ۱	۷ ز نور مخبش بر دل بجلے ۱۰
ز نور حرف او ہر دیدہ بینا ۱	۲ بنور او منور چشم حق بین ۵۰	۷ ز طبعش خوش دل ہر اہل تقویٰ ۱
باستیصال تقلید معین ۵۰	۴ درین عالم بود بی مثل یکتا ۱	۲ بجنت قدسیان گفتند ربی ۱۰
۴ تو این معیار حق مقبول فرما ۱	۴ ملایک بر فلک گویند زینطرز ۷	۴۰۰ خدا وندا کریما پادشاہا ۱
۷ نماند در جہان زنہار تقلید ۴	۷ ز نا مقبول فرما این دعا را ۱	۵ ہنیالک ما احببت یا من ۵۰
لک الاحسان الافضال تنشی ۱	۸۰ فان کلامک حق مطاع ۷	۸۰ فاخزی اللہ تعسا من تولی ۱
بی فخر دین مقبول یزدان ۵۰	۴۰۰ تحقیق مخلصے محبوب دلہا ۱	۴۰۰ شود نامش جہان بی شبہ محبوب ۲
لطف احسن آری چو یکجا ۱	بطبعش خوش نمود احیای سنت ۴۰۰	۳ چو اعجاز مسیح احیای موتیٰ ۱
شکرش میسر ایم ہر شب و روز ۷	۲ کلام حافظ مقبول دلہا ۱	۸ حماک اللہ عن شر النوائب ۲
جزاک اللہ فی الدارین خیرا ۱	۲ برائے سال طبعش ہاتف غیب ۲	۲ بحاذق نسخہ بی مثل گفتا ۱ ۱۲۹۶

ولہ

بار چو طبع شد من طبع ۵ ۵	دل گفت بگو ترا چو ذوق ست	حاذق گفتم کہ سال طبعش شد
	مجموعہ خاص اہل شوق است ۱۲۹۶	

ولہ

مکرر طبع چون معیار حق شد | بحا ذوق گفت روزے ملہم غیب
کرسال طبع او تتمیم سنت | حبیب از دو پاک ہست لاریب
۱۲۹۷ھ

قطعہ تاریخ مع تقریظ دلپذیر فلاطون دوران ارسطو زمان المتخلق باخلاق سید الثقلین جناب مولوی حکیم فضل حسین صاحب مہدالوی عظیم آبادی دام برکاتہ

ہم بہی موہنہ مین زبان رکہتی ہین | کاش پوچہو کہ ماجرا کیا ہے

سبحان اللہ یہہ کیا کتاب لاجواب ہے جسکے ہر بحث انتخاب ہے مومنین کی لئی اگر دستاویز ایمان کہین تو بجا ہے اور مبتدعین کے لئے اگر آیت عذاب کہین تو روا ہے آج کسکی قلم مین ایسا زور ہے کہ اسکے تردید کر سکے اور کسکے دماغ مین یہہ قدرت ہے جو پوری طرح سے اسکی مطالب کو سمجہہ سکے آج کون ایسا بشر ہے جو اسکی خلاف مین قلم اوٹہا دے اور موہنہ کی نہ کہائے چونکہ یہہ کتاب سراپا احادیث نبوی اور کلام لم یزلی سے مولف ہے کہا جا سکتا ہے کہ اسکا جواب قران کی تحریف اور احادیث کی تردید برابر ہے یہہ بہی دیکہنے کے بات ہے کہ آخر یہہ کتاب کسکی ہے اور مولف اسکا کون ہے یہہ کتاب اوس شخص کے رشحات قلم ہدایت رقم کا نتیجہ ہے جو آج شہرہ آفاق فخر اسمعیل و اسحاق ہے جسنے شاہ عبد العزیز کا نام زندہ اور شاہ ولی اللہ کی روح مسرور ہے جسکے ذات پاک سے دہلی کیا کہ تمام پر نور ہے جو سچے مسلمانون کا مایہ فخر و نازش ہے جو ہر آن و ہر لحظہ قابل ستایش ہے بشری مگر فرشتہ صفت ہے تیرہوین صدی مین مروج آئین صحابیت ہے ٥ مطلع جہان کا شرک سے بس صاف کر دیا * دین خدا کو قاف سے تا قاف کر دیا * وہ کون کہ مولانا و استاذنا و مرشدنا جناب مستطاب سیدی سید محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی جنکی تحقیق تحقیقات سے ایک عالم نے فائدہ اوٹہایا اور جنہون نے صحاح ستہ کو بین الناس گلستان اور بوستان سے بہی زیادہ پہیلایا اللہ تعالی اونکو اور اون حضرات کو جو اسکے طبع مین ساعی رہے دنیا و آخرت مین جزای خیر عنایت فرمائے آمین یا رب العالمین

قطعہ تاریخ

طبع چو شد معیار بکردین ہمیہ گشت قویتر | گرد کتاب حائل در براگنہ بدبیش بود تولا
گشت جدا ازین سر اعدا گفت بیاز الف رسن | جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا
۱۲۹۷ھ

تاریخ طبع از فاضل اجل عالم بی بدل جناب مولوی کاظم علی صاحب ابن زبدۃ الاصفیا قدوۃ الاتقیا ذو المجد الظاہر و الفضل الباہر مولانا السید محمد عالم علی در صنعت توشیح کہ اگر از ہر مصرعہ حرفی گیر نذیر سنہ ۱۲۹۷ برمی آید

۴۰ درین قبلیکه در عالم فراغ است
۴۰ بنام ایزدی فصل الخطابے
۴۰ ملصاق کلاب شرع مقبول
۹ حق و باطل کزو گردد نمودار
۳۰ چو ارباب هوا این عهد دیدند
۶۰ سهارا جز نهان لیدن چه یارا
۱ امام وقت و استاد یگانه
۲۰ کلیم طور فقه و نکته دانی
۲ با علام زمانه استادے
۷۰ علم از بهر کاتش برافراشت
۲ بجنب فقه وی فقه دگر چیست
۲۰ کرا شد در وبرو دے صف آرا
۲ به بحر فکر سال طبع دے ل

۵۰ نشاطی منتشر بر کوه و راغ است
۲ با ارض شکوک آید شفاۓ
۲۰ عجب نام خدا شمشیر مسلول
۲ با تیغ رهبری خورشید ساطع
۵۰ نقاب خاستی بر رو کشیدند
۳ چرا نبود چنین مقبول تحریر
۶ وحید عصر و یکتای زمانه
۲ با آثار و احادیث و تصوف
۲۰ گرامی گوهرے والا نژادے
۳۰ لبش چون گشت در افشان بتوجیه
۶۰۰ خجالت بر روے قاسمی اگر زیست
۴۰ درین هنگام گر مبهود تشکیکے
۹ طپیدن داشت همچون مرغ بسمل
۱۲۹۴
۳ چراغ اهل دین دیگر و میرد در

۲۰ گذشته از نگاهم چون کتابی
۲ برای تشنگان دین سقایی
۷ زر حق را خوشنا بود صیت معیار
۲ با حیای سنن برهان قاطع
۲ بلی هر جا بود مهر آشکارا
۵۰ مؤلف هست در هر علم تحریر
۷۰ عزیز مصر تفسیر و معانی
۷۰ عدیم المثل ارباب تعرف
۱۰ ارسطو لی تعلیم آنکس که میداشت
۳ جهان شد پاک از ظلمات تقلید
۲ به تحقیقش طحاوی راچه یارا
۲ به تیغ حجتش میگشت تمکین
۲۰ که ناگه گفت هاتف بی سر زدن

ایضاً

چو معیار حق و دین پیمبر
ز هر حرفش شده استیصال بدعت
بچشم اهل دین کحل الجواهر
شده معدوم تقلید معین
بخاری مرحبا گویان و شاباش
ز طبعش ابن ماجه در نشاطے
رزین و بصری و نخعی و سفیان
زبان هر یکے در مدح و تحسین
محی تاب و توانا نے بخامه
سجل فتح بر نامش نوشتند

محلے گشته از طبع کرر
ز عنوانش گریزان شرک و تقلید
فداے نامش ارباب خواطر
ز رو شبان و فرحان روح مسلم
ثنای در ثنای وی عرقیا منش
هزاران آفرین از ابن ادریس
به توصیفش همه گشتند حسان
امام عصر نعمان و محمد
که سازد نام هر یک درج نامه
چو گشتم زین چنین اسرار آگاه

ز هر سطرش عیان احیای سنت
مضامینش همه داعی بتوحید
ز آیات و احادیث مبین
سجستانی بوصفش شاد و مسلم
ابو عیسی ز رو در نهایت نشاطے
گریزان از جهان تلبیس ابلیس
امام دارمی و ابن سیرین
امام مالک و یعقوب احمد
دران عالم همه مداح گشتند
شدم جویان تاریخش که ناگاه

مسرورش عیب از فیض موید	تلقینا گو ہر پاکیزہ محمد ۱۳۰۹	

نتیجہ کلک جواہر سلک فاضل جلیل عالم عدیم المثیل اکمل الاطبا افضل الادبا جناب
مولوی عبدالعزیز صاحب نکہہسوی عظیم آبادی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سنو ای مومنان نیک آئین
فریب رہزن دین سے خبردار
بظاہر گو ہزارون ہین ریاکار
مسلمانون مین کرتے آپکو یاد
بہت ہین اور ملکون مین بہی رہزن
مسلمانون کی حق مین کربلا سے
سدا ہین درپئے آزار مومن
الم تا کامل دین اس سے پائین
کہین تقلید واجب ہے سمجہہ لو
نہین خلف امام الحمد پڑہنا
کہین سینہ پہ ہاتہہ اپنا نرکہنا
ہوئی ثابت نکر اوسطرف رغبت
کہ ہین یہہ سب احادیث نبی مین
سوا اسکی اگر اور دن مین کچہہ ہو
فقیہون کو ہے میرے اس سے انکار
مقلد گاہ وگہ غیر مقلد
سنا تا ہو ہو ہون ہیکم وکاست
جیسے پڑہوائے حضرت فی بدستور
اور یہی روز اول سے کیا ہے
کہ اے حضرت کیا یہہ آپ نے کیا
یہی پڑہوانی سی ہے کام تمکو

لگی کہاتون مین رہتے رہزن دین
مسلمان ہین بہت کم چیدہ چیدہ
مسلمان آپ کو کرتے نمودار
نہ لیکن کام کچہہ ایسا ان سی اونکو
نہ لیکن ہندوالون سی ہین پرفن
وہ ہین ایسے یہان کی فتنہ پرداز
عداوت سی بنے خونخوار مومن
سدا جاہل کو پہندی مین پہساکر
نہ تم آمین آباسے کو بدلو
نہ جلسہ بعد دو سجدون کی کرنا
بزیر ناف رکہہ سنت پر کہنا
نہین آمین کو چلا کے کہنا
نہین لیکن کتاب مذہبی مین
پڑہو لیکن عمل اوسپر نکرنا
ہمین کیونکر بہلا اس سی نہو عار
ہین اک ملا مقلد کے حکایت
سیان چشم دیدہ کیون نہو راست
موحد نے اگر پوچہا کہ یہہ کیا
شناعت کی بہلا اب کون بہاگے
کہا ہین رسم آبائی سی اصلا
وہ روز اولین یا سوئمین ہو

سہے دوسر پر خلق ہو جاؤ ہشیار
سنو وہ بہی مجنت وزحمت کشیدہ
سمجہکر رسم آبا اور اجداد
ہزارون شرک وہ کرتی ہین خوش ہو
عجب یہہ ملک ملک فتنہ زہے
بنائی جنکو شیطان اپنا ہمراز
ہزارون طرح کی فتنہ اوٹہائین
اوسی آئین بیدینے بتاکر
نمازون مین نہ ہاتہہ اپنا اوٹہانا
تشہد مین دعاؤن کو نہ پڑہنا
تراویح آپ سی گو آٹہہ رکعت
نماز الیسون کے پیچہے ہی پڑہنا
کتاب مذہبی مین جو ہو کر لو
تم اپنے سنت آبا پہ مرنا
کبہی بدعت کن وگا ہے موحد
جو تہی مشہور لوگون مین نہایت
مراجس روز بیٹا ہو سکے رنجور
کہا حضرت نے سن بدعت ہی تہا
جو پوچہا بدعتی سے نے آپ سی آ
پہر اب تک نہین گہبرا گئی کیا
نہ چہوڑی ہمنی یہہ آئین تمہارے

کہ دینداری کی سہون ہین بیماری
نہ وہابی سنا ہون حنفی رستان
سبھی خلاق پیغمبر بتا کر
نہین جس کام مین دنیا ہو حاصل
نہین امید موہومہ پہ مرتے
نہین بے سمجھے بل اکثر سمجھکر
نہین انکو ہے خوف روز محشر
ہوئی گمراہ خود اور انکو گمراہ
نہ بتلاتا تہا جو اونکو بتایا
امام شافعی مالک نے کب ہے
ابو یوسف نی یا فتوا دیا ہے
فقیہون نے جو ہی قرآن سی غافل
کر دصبح و مسا ہر دم ادا، تم
ہوئی رخصت شب تار ضلالت
ہر اک جا ہی شیوع رہنما سے
چہپی ایسے کتاب رہنما سے
مولف جسکے ہین شیخ مکمل
اصولی و محدث اور مفسر
ثنا ہاتف نی دسی یہہ غیب سی تب

بہلا کیونکر اسی مین چہوڑتا واہ
جو چہوڑون رسم و آئین بزرگان
رہون آوارہ اور نظرون مین ہون خوار
نہ عزت جس سی ہو پیش مقابل
بجا لیے انکے اہون سی خدا یا
مسلمانون کو بہکاتے برابر
مقدم دین پہ دنیا کو رکہا ہائے
کیا کرتے ہین بس اللہ اللہ
امام بوحنیفہ نے کہا کب
کہا تقلید واجب مستحب ہے
نہین قرآن مین کچہہ اسکا نشان ہے
کیا ہی دین مین بدیہے کو داخل
کہ بے نام و نشان ہوتی ہی تقلید
چمکنی اب لگی صبح سعادت
چہپی معیار حق یعنے دوبارہ
ہزارون نے ہی جس سی راہ پائے
بعلم و فضل استاد یگانہ
فقیہون مین ہی اقدم گو ہین آخر
بہجی کیون الیسی فکر جان گسل ہے

اسی سی ہی یہان یہہ عزت و جاہ
احادیث نبی سب کو سنا کر
سبھی اہل دول سی پاؤن آزار
نہین فرزانہ ایسے کام کرتے
مسلمانون پہ وقت نازک آیا
مقلد ہین ریاکاری مین یکسر
نہ آیا انکو کچہہ خوف خدا ہائے
مسلمانون کو بہ رستہ چلایا
کہ ہے تقلید واجب دو بتا اب
دیا احمد محمد نے کہا ہے
حدیثون مین نہین اسکا بیان ہے
مسلمانون پس اب شکر خدا ہم
ہوئی جو گرم بازاری توحید
ہوئی بند ضلالت سی رہا ئے
ہوئی تقلیدیون کی دل دو پارہ
نکیون ہوہی سراپا یہہ مدلل
بزہد و ورع یکتا ی زمانہ
پڑا مین فکر سال طبع مین جب
کہ سال طبع من مرغوب دل ہے

سن فصلی ہوا ہاتف سی خواہان ؛ کہا تاریخ ہے بیتو بنا یاپان

مولفہ

چکیدہ قلم جواہر رقم طوطی زبان شیرین بیان جناب مولوی ابو الخیرات محمد حبیب اللہ حبیب
چاندپاری اعظم گڈہی مدظلہ

حبیب اللہ زعالم رفت بدعت
چو مرغ افتاد اندر دام افکار
چو شد بار دگر مطبوع معیار
سر بدعات بشکست و بگفتا
پی تاریخ طبع او دل من
تعالی اللہ بتد مطبوع معیار

ایضاً

طبع معیار شد بفضل خدا | شده مرغوب دل با اہل یقین | پی تاریخ طبع سعی کردم
فکر بی ناگہہ از من مسکین | ملہم غیب از دل الہام | گفت ہذا الکتاب حامی دین

۱۲ تعلیہ ۹۸

ولہ

طبع معیار چو شد بار دگر | صیت مطبوعیش آمد در گوش | بہر تاریخ نمودم فکرے
مظہر جلوہ حق گفت سروش

۱۲ ۹۷ ھ

ولہ

مطبوع چو شد کتاب معیار | در اہل نظر عجیب آمد | ہاتف بگفت سال طبعش
معیار چہ خوش حبیب آمد

۱۲ ۹۷ ایضاً

معیار کا ظہور ہوا جب جہاں میں | دلسی کہا کہ کوئی تاریخ تو تو بھی | دشمن کی سر کو لیکن کہا دل میں یہ سن کر
معمور ہے حدیث سے معیار حبیب

قطعہ تاریخ طبع معیار وحید الدہر فرید العصر مولانا ابو التراب محمد حیدر علی صاحب چاند باری اعظم گڈھی دام فیضہ

ہو الغنی

بار ثانی جو چھپ گئے معیار | کہا حیدر نے دل سے لے حق کو | لکھیں احباب نے بہت تاریخ
کوئی تاریخ تم بھی اب لکھدو | ہوئی تفتیش بولا تب ہاتف | ما سوا حق کے لغو ہے کہدو

قطعہ تاریخ نتیجہ طبع نکتہ پرور سخن گستر مورد رحمت یزدانی مولوی محمد احسن صاحب سیوانی

معیار زمن

دوبارہ چھپا ہے معیار الحق احسن
بیش جوابات نفع سے بھرا کہ
[illegible] دلیلیں بعید شکنی پیش کر
سوائے حق نہیں [illegible]
طبع اہل معراج [illegible] ۱۲ ۹۵

غلط نامہ معیار الحق

غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر
مساعدے	مساعدے	۵	۱۶	جلا	جلال	۸۵	۱۷	یقع	لیشہد	۱۷۸	۱
جزر	خبر	۹	۲۵	جاری	جاوے	۱۰۶	۱۶	مہلیتم	صلیتم	۱۸۷	۹
لیجاتے ہے	کیجاتے ہے	۱۰	۷	المفاسیہ	المقاسد	۱۰۷	۹	لاتحجب	لاتحتجب	۱۹۰	۱۳
من	ان	۱۳	۲۰	کلا	کلامہ	۱۱۰	۲	بند	بلند	۱۹۳	۱۵
البیمے	البیمے	العیا	۲۳	مسمرغ	مسوغ	۱۱۴	۱۷	لیستشمس مہقراداس	لیتمس المستقرار	۱۹۴	۲۴
لعوم	العلوم	۱۷	۱۴	۔ابت	نات	۱۱۵	۸	شمس	تغیب الشمس	۱۹۵	۱۵
الحولاء	الخولاء	〃	۲۱	اولی	آدمی	〃	۲۵	عادۃ	عبارۃ	۲۰۳	۷
نوبت	توبت	〃	〃	اد	ادر	۱۲۸	۱۹	البخار	البحار	۲۱۱	۱۵
سوایہ	سوائیہ	۲۴	〃	ابہی	الہی	۱۳۱	۱۶	لفق	لفتق	۲۱۲	۱۱
اقد	اور	۲۷	۲۵	معطا	موطا	۱۳۲	۲۲	لقداد	لقدد	۲۲۲	۲۴
مثلہ	مسئلہ	۳۴	۱	روبالی	روبائے	۱۳۹	۱۰	مجوج	مجروح	〃	۱۸
فرحم	فرجم	۳۹	۱۱	جاد	سجاد	۱۴۰	۲۰	صنع	لیبشع	۲۳۱	۹
الاحتمال	لاحتمال	۴۹	۱۵	نقدا	نقد	۱۴۳	۱۵	معطا	موطا	۲۳۴	۱۶
موجد	موجود	〃	۲۳	بن محمد	محمد	۱۴۵	۵	لتغیت	لتعیت	۲۳۸	۱
جہا	لما	۵۱	۱۲	سعن لم	معنے	۱۴۹	۲۱	الغنین	الغین	۲۴۶	۹
یری	دیرے	〃	〃	ہہ	عد	۱۵۲	۱				
کی	کہ	۶۵	۱۹	کروے	کروی	۱۵۶	۲				
در	دو	۶۸	۲۴	العموم	للعموم	۱۵۸	۱۳				
سوہوچکی	ہوچکی	۷۱	۱۸	قو	لقو	〃	۱۸				
دومی	دوسرے	۷۲	۱۶	دہنین	خذہتین	۱۶۱	۲۵				
موزن	مؤذن	۷۷	۱۷	الی العیض	الی البعضہ	۱۶۲	۸				
تلیق	تعلیق	۷۸	۲۵	خمتی	حنفی	〃	۱۹				
رسید / ادیہ	رشید / ادیۃ	۷۹	۸ / ۱۷	کزین	کوین	۱۶۴	۱۹				

نوید بہجت بخاص و عام باد

۹

متبعان شریعت احمدی و رہروان ملت محمدی و پیروان احکام شرع متین و مقتفیان آثار سید المرسلین پر واضح و لائح ہو کہ پیشتر عاجز کی سعی قلم سے کتاب معیار الحق رقم ہوئی بعد ازان رسالہ ثبوت الحق الحقیق رد تقلید مین بکمال تحقیق و تدقیق کہ قفل باب تقلید اور راز حق کی کلید ہے تحریر ہوا پھر دافعۃ البلوی مبتلایان مرض تقلید کے دوا لسطیر ہوا اسمین بھی جو کچھ حق تحقیق نہا ادا ہوا راز حق برملا ہوا اب فلاح الولی باتباع النبی افضل لم یزل چھپ کے معیار کے ساتھ شایع ہوتا ہے جس سے روز روز باطل ضایع ہوتا ہے اسکے بار طبع معیار مین عزیزی مولوی تلطف حسین نے کہ شوق اظہار حق کا انکی دلمین وفور ہے اور سعی انکی مشکور ہے بڑی جانفشانی اور نہایت عرق ریزی سے عام فہم بیان اور سلیس زبان مین ترجمہ اسکا کیا اور چونکہ بحث مسئلہ تقلید پر تھی لہذا مسئلہ تابعیت امام صاحب چھوڑ دیا اور باب تقلید سے ترجمہ شروع کیا فقیر نے موصے الیہ کو حال اور استقبال مین چھپوانیکا اختیار دیدیا اور کسی کو بہی طبع کی اجازت کا انکو ہے اختیار رہے مجھے اس سے بحث نہ سروکار ہے

الراقم



طالبان اقوال شریعت غرا مشتاقان احوال حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کو مژدہ ہو کہ اس کتاب حق اساس کا جواب محمد شاہ نے مدار الحق لکھا تھا اوسکی رد پر کسی نے کچھ التفات نکیا پھر مصنف مدار نے جو تنویر الحق کہ جسکا جواب معیار ہے چھپوایا تو اکثر عبارت کو ساقط کیا نظم نسق بدل دیا جو صاحب اسکا ملاحظہ اوسکی مقابلہ مین فرمائین تو خیانت کو مطالعہ مین لائین پھر مولوی ارشاد حسین صاحب رامپوری نے کتاب انتصار الحق لکھی اوسکی رد مین مولانا کے شاگردون مین سے کسی نے مختصر دو رسالہ تلخیص الانظار فی ما ہی علیہ الانتصار و براہین اثنا عشر لکھ کر نشر کئے چونکہ مصنف انتصار کی درخواست تہی کہ جواب مطول کل کتاب کا لکھا جاوے اسلئے اختیار الحق قاضی محمد احتشام الدین صاحب نے اوسکی رد مین لکھی اور جناب والا مناقب حاجی حرمین شریفین مولوی امداد العلی صاحب ڈپٹی کلکٹر مراد آباد سے چھپوا کر شایع کی اور چونکہ معیار مطبوع اول کا کوئی نسخہ باقی نہ رہا اور چار سو سے طلبگار اسکا ہوے لہذا بار ثالث حسب فرمایش مولوی محمد اسحق صاحب عظیم آبادی باہتمام و ترجمہ و تصحیح ملا الکلام مولوی تلطف حسین صاحب عظیم آبادی و بتصحیح مولوی محمد اسمعیل صاحب عظیم آبادی طبع ہوئے

اور نیز واضح ہو کہ یہ کتاب بموجب دفعہ ۱۸ ایکٹ ۲۵ سنہ ۱۸۶۷ء داخل بہی رجسٹری گورنمنٹ ہو چکی ہے بدون اجازت مترجم کوئی صاحب قصد طبع نہ فرمائین

العبد

قطعه

از تصنیف فاضل اجل جناب حضرت مولانا شاه ولی الله صاحب قدس سره

6020

قال الله تعالى لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة

فلاح الولي باتباع النبي ﷺ

بسم الله الرحمن الرحيم

چه میفرمایند علمای دین و محققین آن درین مسئله که عبادت شاقه و نفس کشی در کثرت ثواب و قرب الهی افضل و اولی و اوفق است
یا اتباع و اقتدای محبوب رب العالمین سید المرسلین صلی الله علیه وسلم افضل و الزم و موجب زیادت قرب الهی است
امید دارم که بدلایل کتاب و سنت بلا رد و رعایت احدی ارشاد فرمایند که تا بهتر حوصله بران کاربند شود و از افراط و تفریط باز [illegible]

الجواب الله هو الموفق بالصواب

کثرت ثواب و قرب الهی در اتباع و رضاجوئی آنحضرت صلی الله علیه وسلم حاصل خواهد بود نه در عبادت شاقه و نفس کشی که
خلاف طریقه مرضیه آن خیر البریه صلعم باشد و مواظبت و مداومت بران دشوارتر شود پس بر تو باید چنانچه بدلیل لقد کان
لکم فی رسول الله اسوة حسنة عمل باید کرد و تاویل فاسده و تخیلات نفسانیه دران نشاید ع خلاف پیمبر کسی ره گزید
که هرگز بمنزل نخواهد رسید ٭ زیرا که آنحضرت صلعم بحکم رب العالمین و حکم الحاکمین بر ملت حنیفیه سمحه سهله مبعوث و
مامور شده باشد چنانکه فرمان عالی شان فاتبع ملة ابراهیم حنیفا الآیة وما جعل علیکم فی الدین من حرج الآیة
یرید الله بکم الیسر ولا یرید بکم العسر وغیرها من الآیات بران شواهد عادله هستند ع چون جمع خواهد زمین سلطان دین
خاک بر فرق قناعت بعد ازین ٭ و در صحیح بخاری بابی است در بیان قول آنحضرت صلعم که فرمود احب الدین الی الله
محبوب ترین دینها بسوی خدا ایتعالی الحنیفیة طریقه ایست که منسوب بسوی حنیف است یعنی ملت ابراهیم خلیل الرحمن
علیه الصلوٰة والسلام و حنیف در لغت بمعنی میل کننده است از باطل بسوی حق السمحه طریقه ایست که آسان باشد انتهی
وفی صحیح البخاری قوله احب الدین ای خصال الدین لان خصال الدین کلها محبوبة لکن ما کان منها سمحا ای سهلا فهو احب
الی الله ویدل علیه ما رواه الامام احمد باسناد صحیح من حدیث اعرابی لم یسمه انه سمع رسول الله صلعم یقول خیر دینکم الیسرة
الحدیث والحنیفیة ملة ابراهیم علیه الصلوٰة والسلام والحنیف فی اللغة من کان علی ملة ابراهیم وسمی ابراهیم حنیفا لمیله
من الباطل الی الحق لان اصل الحنف المیل والسمحة السهلة ای انها مبنیة علی السهولة لقوله تعالی وما جعل علیکم فی الدین من حرج
ملة ابیکم ابراهیم الی آخره وفی فتح الباری شرح صحیح البخاری السمحة السهلة ای الابراهیمیة الحنیفیة المخالفة لادیان بنی اسرائیل وما یتکلف
احبارهم من الشدائد واحب بمعنی المحبوب لا بمعنی محب وهذا التعلیق اسنده ابن ابی شیبة فیما قاله الزرکشی والبخاری فی الادب المفرد
واحمد بن حنبل فیما قاله الحافظ ابن حجر وغیرهم وانما استعمله المؤلف فی الترجمة لانه لیس علی شرطه ومقصوده ان الدین
یقع علی الاعمال لان الذی یتصف بالعسر والیسر انما هو الاعمال دون التصدیق انتهی ما فی القسطلانی شرح صحیح البخاری

فی الجملہ دین سہل نزد کہ مشابہ حرج و تنگی در آن نباشد آن ملت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ ست زیرا کہ حق تعالی در
شان آن فرمود وما جعل علیکم فی الدین من حرج واین دین محمدی بہ نسبت تمام ملل و ادیان اسہل وارفق
ست چنانچہ قول خداوند کریم از عرض حال وقال بندگان کہ فرمود ربنا ولا تحمل علینا اصرا کما حملتہ علی الذین من قبلنا
ازان خبر شدہ دہد یعنے اے رب العالمین وارحم الرحمین اعمال شاقہ کہ در امتہای سابقہ داشتہ بود ازین امت
مرحومہ برطرف وموقوف فرمود و احکام سہلۃ الوجود مشروع نمود الاصر فی اللغۃ الثقل والشدۃ انتہی ما فی
التفسیر الکبیر وغیرہ عن ابی ہریرۃ عن النبی صلعم قال فرمود آنحضرت صلعم ان الدین یسر ہر آئینہ دین دائمی من
آسان ست ازین قول رسول مقبول صلعم رد و انکار نامہ میشود بر منکران آسان بودن دین محمدی را والتاکید بان رد علی
منکر یسر ہذا الدین فاما ان یکون المخاطب منکرا او تقدیر تنزیلہ منزلۃ او علی تقدیر المنکرین من المخاطبین او لکون القصۃ مما یہتم بہا کذا
فی القسطلانی شرح صحیح البخاری ولن یشاد الدین الا غلبہ ہرگز مغالبہ ومقابلہ کردہ نشود دین را مگر آنکہ غالب میشود دین لمغالب
ودر بعضے روایات آمدہ لن یشاد الدین احد الا غلبہ یعنے تعمق وتکلف نمی کند ہیچ کس در دین بارتکاب اعمال شاقہ
وترک افعال سہلہ مگر آن کس عاجز میشود ومغلوب گردد و دین با وجود آنکہ یسر و آسان ست برو غالب آید یعنی در آخر کار
مضطر بسوی عمل برخصت وسہولت خواہد بود وترک افضل وقصور در ادای فرائض وواجبات ازو بوقوع آید وطلب
الکل فوت الکل گردد ومقصود الشارع منع الافراط المودی الی الملال او المبالغۃ فی التطوع المفضی الی ترک الافضل واخراج
الفرض عن وقتہ کمن بات یصلی اللیل کلہ ویغالب النوم الی ان غلبتہ عیناہ فی آخر اللیل فنام عن صلوۃ الصبح فی الجماعۃ او الی
ان خرج الوقت المختار انتہی ما فی فتح الباری ع کہ عشق آسان نمود اول ولی افتاد مشکلہا فسددوا پس لازم گیرید صواب
در قول وفعل وتجاوز مکنید از حد اعتدال بسوی افراط وتفریط وقاربوا ونزدیک باشید در طریق ریاضت
وعبادت بسہولت کہ بر آن مواظبت می توانید کرد و در مقاربت میانہ روی قرب الٰہی بجوئید وابشروا ومژدہ دہید
بثواب جزیل بر عمل دائم اگرچہ قلیل باشد یا خوش باشید بدان واستعینوا بالغدوۃ وطلب یاری کنید
بر دوام عبادت وقیام ریاضت بہ پگاہ یعنے اول وقت والروحۃ بآخر وقت بعد زوال وشیء من الدلجۃ
وبچیزے از سیر آخر شب پس گویا رسول اللہ صلعم باین کلام حرکت القیام درین مقام تشبیہ داد
عامل را بہ مسافر بر سبیل استعارہ ومخاطب کرد مسافریکہ بسوے یک مقصد سفر نمودہ باشد پس دیگرا
براوقات نشاط متنبہ ساخت زیرا کہ مسافر وقتیکہ تمام شب وروز سیر کند البتہ عاجز مے شود و
بہ مقصد خود نمی رسد وہرگاہ کہ درین اوقات نشاط سیر کند بلا ریب اورا مداومت بر مسافرت آسان
شود وبہ مقصد خود واصل گردد واین استعارہ باحسن وجہ واقع گردید زیرا کہ دنیا دار نقل است بسوے
دار آخرت وفی روایۃ ابن ابی ذئب القصد القصد بالنصب فیہما علی الاغراء القصد الاخذ بالامر الوسط انتہی ما فی فتح الباری مختصرا

ومصنف این حدیث را ازان جهت آورده که این حدیث مناسب از برای احادیث سابقه است چه آن احادیث
متضمن ترغیب اند در قیام وصیام و در جهاد وغیره پس اراده کرد که بیان نماید که اولی وافضل برای عامل شریعت آنست
که در بین اعمال حد اعتدال و توسط بجز افراط و تفریط اختیار کند تا دوام بر آن اعمال میسر گردد و از جهت ملال
وکسل ترک آن اعمال بالکل حاصل نیاید هذه خلاصة ما فی فتح الباری وغیره ع چرا کاری کند عاقل که
باز آید پشیمانی رواه البخاری روایت کرد این حدیث را امام بخاری در صحیح خود و نیز در باب دیگر میگوید
باب احب الدین الی الله ادومه باب است در بیان آنکه محبوب ترین دین و آئین بسوی خدا همیشه ترین آن
دین است و مراد مولف ازین باب استدلال است بر آنکه اطلاق ایمان بر اعمال میشود زیرا که مراد از دین
عمل است و دین حنیفی متحد با سلام است و اسلام مرادف ایمان است پس مقصود باین قدر صحیح باشد و قبل ازین
ذکر حسن اسلام با عمال صالحه است پس درین باب تنبیه کرد که مجاهده نفس تا بحد مغالبه مطلوب نیست شرعًا
و بعضی ازین معنی در باب الدین یسر گذشت واین خلاصه فتح الباری است وادوم افعل تفضیل من الدوام
والمراد منها الدوام العرفی وهو قابل الکثرة والقلة انتهی ما فی القسطلانی شرح البخاری یعنی دوام قابل از برای تفضیل نیست
زیرا که آن عبارت از شمول ازمنه واوقات است پس بعضی لفظ ادوم چیست جواب داد شارح که مراد از دوام دوام
عرفی است نه حقیقی وآن قابل است از برای کثرت وقلت عن عائشة رض ان رسول الله صلعم دخل علیها گفت
حضرت عائشه رض بدرستی رسول الله صلعم در آمد بروی وعندها امرءة ونزد وی زنی بود ونام
آن زن حولا بنت تویت بدو تای مثناة فوقانیه بصیغه مصغر بسر حبیب پسر اسد پسر عبد العزی از گروه
وقوم ام المومنین حضرت خدیجة الکبری بود فقال پس گفت آنحضرت صلعم من هذه کیست این قالت گفت
حضرت عائشه رض فلانة که این زن فلان زن است کنایه کرد از حولا اسدیه وعبد الرزاق در
روایت معمر از هشام زیاده کرده است حسنة الهیئة را تذکر ذکر میکرد حضرت عائشه رض واین
بر تقدیر صیغه مونث معروف است ودر بعضی روایات بذکر بصیغه مذکر مجهول آمده دبرین تقدیر لفظ
من صلوتها مفعول مالم یسم فاعله وی خواهد بود و در بعضی روایات آمده لا تنام باللیل ودر بعضی
روایات آمده وزعموا انها لا تنام باللیل واخرجه الحسن بن سفیان فی مسنده من طریقه ولفظه کانت عندی امرءة فلما قامت قال لها رسول الله
صلعم من هذه یا عائشة قالت یا رسول الله هذه فلانة وهی اعبد اهل المدینة فذکر الحدیث هذا ملخص ما فی فتح الباری وارشاد الساری قال
فرمود رسول خدا صلی الله علیه وسلم مه باز ایست وباز مان ای عائشه وخود را نگهدار ازین سخن ومه کلمه است
که گفته میشود برای زجر وانکار وبعد ازان احتمال دارد که این زجر وانکار از برای حضرت عائشه رض باشد
ومقصود ازین کلام نهی ومنع آن باشد از آنچه ذکر کرد از مدح آن زن بکثرت ریاضت وعبادت تمام شب

واحتمال دارد که مراد نهی از آن فعل باشد چنانچه جماعتی از ائمه دین همین احتمال بر سبیل یقین اخذ نموده‌اند وگفته‌اند که نماز تمام شب خواندن مکروه است چنانچه دیگر جا بخاری ذکر این خواهد کرد وهذا الزجر یحتمل ان یکون لعائشة والمراد نهیها عن مدحها المرأة بما ذکرت ویحتمل ان یکون المراد النهی عن ذلک الفعل وقد اخذ بذلک جماعة من الائمة فقالوا یکره صلوٰة جمیع اللیل کما سیأتی فی مکانه انتهی ما فی فتح الباری علیکم بما تطیقون لازم گیرید شما آن چیزیکه طاقت دارید بر مواظبت بر آنها وعلیکم اسم فعل است بمعنی الزموا وخطاب درین کلام همراه نساء بود لیکن حکم را التعمیم نمود واز جهت شرافت تغلیب داد ذکور را بر اناث واین کلام باعتبار منطوق تقاضا میکند از برای امر با اقتصاد وتوسیط که مغایر از افراط وتفریط است تا بر آن مواظبت یافته شود وقاضی عیاض گفته که این نهی احتمال دارد که خاص به نماز تمام شب باشد واحتمال دارد که عام از برای جمیع اعمال شرعیه باشد قال القاضی عیاض یحتمل ان یکون هذا خاصا بصلوٰة اللیل ویحتمل ان یکون عاما فی الاعمال الشرعیة قلت سبب وروده خاص بالصلوٰة لکن اللفظ عام وهو المعتبر وقد عبر بقوله علیکم مع ان المخاطب النساء طلبا لتعمیم الحکم فغلب الذکور علی الاناث انتهی ما فی فتح الباری فوالله پس سوگند است مرا بخدای تعالی را ودرین کلام دلالت است که سوگند خوردن بغیر طلب روا است بلکه مستحب است برای تفخیم وتعظیم امری از امور دین باشد یا تیز کردن بر آن امر باشد یا برای تنفیر از محذور باشد چنانکه این مسئله بمقام خود مصرح است وبر اهل بلاغت مخفی نیست لا یمل الله حتی تملوا که ملال نمی کند خدای تعالی تا آنکه ملال کنید شما ومراد از ملال خدای تعالی ترک ثواب دادن بر عمل است ومراد از ملال مخاطبین ترک عمل است واین مجاز از قبیل اسم سبب بر مسبب است زیرا که ملال از ترک سببیت که آن ترک میشود وتوجیه درین بسیار است در شروح صحیح بخاری ومسلم باید دید وکان احب الدین الیه واست محبوب ترین دین بسوی خدا ما داوم علیه صاحبه رواه الشیخان آنچیزیکه مداومت مواظبت نماید بر آن چیز صاحب آن دین ومراد از دین درینجا عمل است چنانکه سابق گذشت ومراد از مداومت مواظبت عرفی است از جهت آنکه مداومت حقیقی که عبارت از شمول جمیع ازمنه واوقات است از بشر محال ممتنع است وزاد المصنف والمسلم من طریق ابی سلمة عن عائشة رض ان احب الاعمال الی الله ما دوم علیه وان قل کذا فی فتح الباری وامام نووی گفته که اندک از طاعت وقربت بسبب دوام ومواظبت بر کثیر منقطع اضعاف مضاعفه زاید میشود ودرین اشاره است بسوی قول حق سبحانه که فرمود ورهبانیة ابتدعوها ما کتبناها علیهم الا ابتغاء رضوان الله فما رعوها حق رعایتها الآیة ما رسیدست که عبدالله بن عمرو بن العاص چون از عمل ضعیف میشد پشیمان میشد بر تکرار ومرجعتی که بهمراه رسول الله صلعم در باب تخفیف کرده بود میگفت لیتنی قبلت رخصة رسول الله صلعم وهرگز قطع نمی شد از عملیکه التزام کرده بود آن عمل چنانچه این قصه در صحیح بخاری ومسلم وغیرهما بوجه بسط مذکور است وبر ظاهر است که مداومت ومواظبت بر امر شاق گران

دشوار است لهذا آنحضرت صلعم از راه شفقت و رافت امت خود را خصوصاً صحابه کرام را بر عمل سهل که بر آن مواظبت
ممکن باشد بتاکید ارشاد و هدایت نمود کما لا یخفی علی المتامل الماهر بالشریعة الغراء وقال النووی بدوام القلیل تستمر
الطاعة بالذکر والمراقبة والاخلاص والاقبال علی الله بخلاف الکثیر الشاق حتی ینمو القلیل الدائم بحیث یزید علی الکثیر
المنقطع اضعافا کثیرة انتهی ما فی فتح الباری و فواید درین حدیث بسیار اند چنانکه بر دانشمند شرع پوشیده نیست

وعن عائشة رض قالت گفت عائشه کان رسول الله صلعم بود آنحضرت صلعم اذا امرهم امرهم من الاعمال بما
یطیقه وقتیکه امر مے فرمود صحابه کرام را امر میفرمود از جمله اعمال و افعال بآنچیزیکه طاقت مے داشتند آن
چیز را حاصل آنکه رسول صلعم بچیزیکه در وسع و طاقت مداومت و مواظبت باشد لیکن مداومت و مواظبت
بروے بحسب عادت محال و دشوار باشد تکلیف مے فرمود بلکه تکلیف بآنچیزے میفرمود که مواظبت و مداومت
بروی آسان و سهل تر باشد زیراکه فرمود احب الاعمال الی الله ادومه قالوا گفتند صحابه کرام بجناب آن
خیر الانام انا لسنا کهیئتك بدرستیکه مایان نیستیم مثل صورت مبارک تو یا رسول الله یعنی حال مایان مثل
حال شما نیست زیراکه ان الله قد غفر لك هر آیینه خدا تعالی بخشیده است ترا فغضب پس قهر و خشم کرد
رسول الله صلعم از قول صحابه کرام حتی یعرف فی وجهه الغضب تا آنکه شناخته مے شد در روے مبارک آثار قهر و خشم
ثم یقول ان اتقاکم پس مے فرمود من پرهیزگارتر شما آنم و درین قول اشاره است بسوے کمال قوت
عملیه و اعلمکم بالله انا و دانا ترین شما بخداے تعالے منم و درین قول اشارت است بسوی کمال قوت
علمیه خلاصه آنکه من زیاده تر در تقوے و پرهیزگاری و حلم و دانش از شما آنم هرچه امر کنم بر آن اقدام
کنید و از راه بے عقلی خود در آن چون و چرا مکنید و از وهم و خیال بر عبادت شاقه اراده ننمایید و فرمودهٔ
مرا موجب قرب الهی دانید اینجاست که امام بخاری در کراهت عبادت شاقه بابی جداگانه نوشته باب ما یکره
من التشدید فی العبادة عن انس بن مالك قال دخل النبی صلعم فاذا حبل ممدود بین الساریتین فقال ما هذا الحبل
قالوا هذا حبل لزینب فاذا فترت تعلقت فقال النبی صلعم لا حلوه لیصل احدکم فاذا فتر فلیقعد عن عائشة
رض قالت عندی امرءة من بنی اسد فدخل علی رسول الله صلعم فقال من هذه قلت فلانة ما تنام باللیل فذکر من
صلواتها فقال مه علیکم بما تطیقون من الاعمال فان الله لا یمل حتی تملوا رواه البخاری فی الجزء الخامس
خلاصه ترجمه روایت انس بن مالك اینست که حضرت زینب که یکی از ازواج مطهرات رسول الله صلعم بودند رسن
دراز کرده میان دو ستون بسته بودند و هر وقت کسل و سستی در قیام نماز بر آن رسن مے آویختند که سستی
و غلبه خواب رفع شود و دور گردد پس آنحضرت صلعم آن را دیده فرمودند که این رسن تنیده در میان دو ستون
بسته چیست گفتند دیگر مردمان که این رسن بسته حضرت زینب است که هرگاه در قیام نماز فتور و سستی

واقع میشود ایشان آن رسن را گرفته مے آویزند که این سستی و غلبه خواب دفع شود پس آنحضرت صلعم فرمود
که بگشایید این رسن را و دور کنید و این نشاید باید که تا وقت نشاط نماز خواند و بوقت فتور و غلبه خواب
بنشیند یا بخسپد لعله استراحت از خواب یا از نشست برخواست باز نماز خواند و لفظ لاتحمل ست که معنی نفی
باشد ای یکن هذا الحبل و لاید و محتمل که لای نهی باشد ای لاتفعلوه چنانچه از عینی و دیگر شرح بخاری
مستفاد مے شود پس ازین حدیث واضح شد که عبادت شاقه مکروه و خلاف طبع و منع آنحضرت صلعم آنست
زیراکه مداومت بران دشوار باشد و از جمله فواید این حدیث یکی اینست که نفس اماره را مانع شود وانچه از
حدود سے که شارع مقرر فرموده از عزیمت و رخصت و اعتقاد کند که عمل کردن باسهل وارفق که موافق
شرع شریف باشد اولی وارفق و افضل ست از اختیار اشد واشق که مخالف آن باشد چنانچه خدا تعالی میفرماید
کما اتیکم الرسول فخذوه و ما نهکم عنه فانتهوا الآیه بهر حال اتباع قول و فعل رسول مقبول صلی الله علیه وسلم لازم ست نه بر خواهش
نفسانی عمل باید کرد امام بخاری و مسلم در باب اعتصام بالکتاب والسنة حدیثی آورده از انس بن مالک صحابی
عن انس قال جاء ثلثة رهط الى ازواج النبي صلعم يسألون عن عبادة النبي صلعم گفت انس که آمدند سه تن
از صحابه بسوے زنان پیغمبر خدا صلی الله علیه وسلم درحالیکه مے پرسیدند از ایشان از عبادت پیغمبر خدا فلما
اخبروا بها پس چون خبر داده شدند بعبادت آنحضرت صلعم و بیان کردند ازواج مطهرات که عبادت ایشان مقدار
بود کانهم تقالوها گویا که این سه تن صحابی کم پنداشتند آن عبادت آنحضرت را فقالوا این نحن من النبي
صلى الله عليه وسلم قد غفر الله له ما تقدم من ذنبه و ما تاخر پس گفتند کجا ایم ما از
پیغمبر خدا صلعم یعنی ما را بجناب فیض مآب وی چه نسبت اگر عبادت کم کند روا مے رسد و حالانکه بدرستیکه
آمرزیده است خدا تعالی مر او را آنچه پیش گذشته است از گناهان و آنچه پس آمده او را فقال احدهم اما
انا فاصلي الليل ابدا پس گفت یکی از آن سه تن صحابی اما من پس عهد کردم که نماز بگذارم در شب همیشه
یعنی تمام عمر بتمام شب وقال الآخر انا اصوم النهار ابدا و گفت دیگرے من روزه میدارم همیشه ولا افطر
و نمی کشایم روزه را وقال الآخر انا اعتزل النساء فلا اتزوج ابدا و گفت دیگرے من گوشه بگیرم از زنان پس نکاح نکنم
همیشه فجاء النبي صلعم اليهم فقال انتم الذين قلتم كذا وكذا پس آمد آنحضرت صلعم بسوی ایشان پس گفت شما
کسے گفتید چنان چنین اما والله اني لاخشاكم لله آگاه باشید بخدا سوگند که بدرستیکه من هر آئینه ترسگارترین
شما ام مر خدا را واتقاكم له و پرهیزگارترین شما ام مر خدا را ولكني اصوم وافطر ولكين من روزه
مے دارم و میکشایم نیز روزه را یعنی گاهے میدارم و گاهی نمیدارم و لفظ لکن استدراک ست از محذوف
که سیاق کلام بران دلالت میکند تقریر کلام اینست انا وانتم بالنسبة الى العبودية سواء ولكني الخ كذا في

ارشاد الساری شرح صحیح البخاری واصلی وارقد ونماز می خوانم وخواب نیز میکنم واتزوج النساء ونکاح
میکنم زنانرا وجماع میکنم باایشان فمن رغب عن سنتی فلیس منی پس کسیکه اعراض کند از سنت وطریقه
مرضیه وپسندیده من پس نیست آنکس از تابعان من روایت کرد اینحدیث را بخاری ومسلم وغیرهما وازین
جهت شیخ ابن الهمام صاحب فتح القدیر محشی هدایه وملا علی قاری گفتند که بالجمله فالافضلیة فی الاتباع لا
فیما یخیل النفس انه افضل نظرا الی ظاهر عبادة او توجه ولم یکن الله عز وجل یرضی لاشرف انبیائه الا باشرف
الاحوال انتهی فی المرقاة شرح المشکوة لملا علی القاری الحنفی مختصرا پس ایچه خلاف طبع وصنع آنحضرت
صلعم باشد مردود است چنانکه فمن رغب عن سنتی فلیس منی از آن مخبر ومظهر است ودر تفسیر معالم التنزیل وتفسیر
نیشاپوری مذکور است که روزی آنحضرت صلی الله علیه وسلم پند ووعظ فرمودند از آفات واهوال قیامت ترسانید
وبکا وخوف قیامت اهل مجلس وعظ را بسیار شد پس ده نفر از صحابه کرام یعنی حضرت ابو بکر صدیق وعلی مرتضی
وعبد الله بن مسعود وعبد الله بن عمرو وابو ذر غفاری وسالم مولی ابی حذیفه ومقداد بن اسود وسلمان فارسی ومالک
بن مغرب وغیرهم رض در خانه عثمان بن مظعون که برادر رضاعی آنحضرت صلی الله علیه وسلم بودند جمع شدند و
باخود مشوره کردند که رهبانیت اختیار کنیم که قطع ذکر کنیم وهمواره روزه داریم وتمام شب نماز خوانیم وخواب
نکنیم وستلذات از قسم گوشت وروغن نخوریم واز نکاح وجماع پرهیز نمائیم وسیاحت اختیار کنیم پس آنحضرت صلعم را
خبر شد از اقوال ایشان پس فرمود مر ایشان را که خبر نداده شده ام که بر خیال چنین اتفاق کردید وعزم نمودید
گفتند آن صحابه کرام مذکورین آری چنین عزم کرده ایم ما ازین اراده نکرده ایم مگر خیر وحسنات را پس فرمود آنحضرت صلی الله
علیه وسلم که من بآن چیزها که شما اراده کرده اید مامور نشده ام بهر حال نفوس خود را نگاه دارید وحقوق نفس خود را
نیز شناسید روزه دارید وافطار کنید ونماز خوانید وهم خواب کنید وهم ودیگر چیزهای لذیذ بخورید من رغب عن سنتی
فلیس منی هر که اعراض کند از طریقه مرضیه من پس نیست آنکس از تابعان من پس تر جمیع مردمانرا جمع نمود وفرمود که نیست شیوه
رهبانیت وقسیسین در دین من نیست پس این آیات نازل شدند یا ایها الذین امنوا لا تحرموا طیبات ما احل الله لکم
ولا تعتدوا ان الله لا یحب المعتدین الی آخر الآیة چنانچه عبارت تیما مها نوشته میشود از آن مفصل حال واضح
خواهد بود قال اهل التفسیر ذکر النبی صلعم الناس یوما ووصف القیامة فرق لها الناس وبکوا فاجتمع عشرة من اصحابه فی
بیت عثمان بن مظعون الجمحی وهو ابو بکر الصدیق وعلی بن ابی طالب وعبد الله بن مسعود وعبد الله بن عمر وابو ذر الغفاری وسالم
مولی ابی حذیفة والمقداد بن الاسود وسلمان الفارسی ومعقل بن مقرن رض وتشاوروا واتفقوا علی ان یترهبوا ویلبسوا المسوح
ویجبوا مذاکیرهم ویصوموا الدهر ویقوموا اللیل ولا ینا موا علی الفراش ولا یاکلوا اللحم والودک ولا یقربوا النساء والطیب ویسیحوا فی الارض فبلغ
ذلک رسول الله صلعم فاتی دار عثمان بن مظعون فلم یصادفه فقال لامرأته احق ما بلغنی عن زوجک واصحابه فکرهت ان تکذب رسول الله

صلعم كرهت التثبت على زوجها فقالت يا رسول الله ان كان اخبرك عثمان فقد صدقك فانصرف رسول الله صلعم فلقي اصحابه فقال النبي
الله صلعم الم انبأ انكم اتفقتم على كذا وكذا قالوا بلى يا رسول الله ما اردنا الا الخير فقال صلعم اني لم اومر بذلك وقال ان لانفسكم
حقا عليكم فصوموا وافطروا وناموا وقوموا فاني اقوم وانام واصوم وافطر واكل اللحم والدسم واتي النساء ومن رغب عن سنتي فليس
مني ثم جمع الناس وخطبهم فقال ما بال اقوام حرموا النساء والطعام والطيب والنوم وشهوات النساء اما اني لست امركم ان تكونوا
قسيسين ورهبانا فانه ليس في ديني ترك اللحم ولا اتخاذ الصوامع فانما هلك من كان قبلكم بالتشدد شددوا على انفسهم فشدد الله
عليهم فاولئك بقاياهم في الديارات والصوامع فانزل الله عز وجل هذه الاية يا ايها الذين امنوا لا تحرموا طيبات ما احل الله
لكم ولا تعتدوا ان الله لا يحب المعتدين انتهى ما في معالم التنزيل مختصرا بقدر الحاجة ومثل هذا في التفسير النيشا
دانا که بصیرت شان بکمال شریعت متکمل شده می دانستند که وقوف و اطلاع کما حقه بر حقایق و مصالح شریعت خاصه نبی است که
مورد وحی است نه ولی اگرچه ولی به تقوے و طهارت و ولایت کامل باشد زیرا که آنحضرت صلعم را مصلحت صحابه کرام که افضل
واکمل ایشان ابوبکر صدیق و علی مرتضی بودند پسند ننمود و انکار فرمود حال آنکه صحابه عظام مذکورین سراسر نیت خیرات و
حسنات و قرب الهی داشته عزم بر اعمال شاقه و ترک چیزهای لذیذ و مرغوب کرده بودند لیکن همین مصلحت ایشان مقبول خاطر عاطر
آنحضرت صلی الله علیه وسلم نشد وا تی بر حال دیگران که از صحابه کرام فروتر باشند عبادت شاقه ایشان و ترک لذائذ چگونه پسندیده
آنحضرت صلی الله علیه وسلم باشد کما لا یخفی علی المتامل الماهر بالشریعة قاضی ثناء الله پانی پتی قدس سره در ارشاد الطالبین
کتاب تصوف خود می فرمایند که خواجه عالیشان بهاء الدین نقشبند رحمه الله و اشان حکم کرده اند که هر عبادت که موافق سنت است
آن عبادت مفید است برای ازاله رذائل نفس و تصفیه عناصر و حصول قرب الهی لهذا از بدعت حسنه مثل بدعت قبیحه
اجتناب میکنند که رسول فرمود صلی الله علیه وسلم كل محدث بدعة وكل بدعة ضلالة پس نتیجه این حدیث آنست که کل محدث
ضلالة و بدیهی است که لا شیء من الضلالة بهداية فلا شیء من المحدث بهداية ونیز در حدیث آمده ان القول لا
يقبل ما لم يعمل به كلاهما لا يقبلان بدون النية والقول والعمل والنية لا يقبل ما لم يوافق السنة و چون اعمال غیر مطابقه سنت
مقبول نباشد ثواب بر آن مرتب نشود و اگر مشقت را در حصول رفع رذائل و ظلمت نفس رسول کریم صلعم از آن منع فرموده
یعنی سخن مقبول نیست بمعنی عمل کردن و هر دو مقبول نیستند بدون نیت و هر سه مقبول نیستند تا که موافق سنت نباشد ابو داؤد
انس بن مالک روایت کرده لا تشددوا على انفسكم فان قوما شددوا على انفسهم فشدد الله عليهم فتلك بقاياهم في الصوامع
اگر کسی گوید که از ریاضت شاقه ترقیات می بینیم و مکاشفات و صفائی باطن می یابیم که انکار آن نمی توانیم کرد گفته شود که کشف کونیه و
خرق عادات و تصرف در عالم کون و فساد از ریاضت بست میدهد لهذا حکمای اشراقیین و جوگیان هند بدان متصف می شوند الی
کمالات از نظر اعتبار اهل الله ساقط است بجوی نمی خرند چه زوال رذائل نفس و قتل شیطان و وساوس آن بجز سنت ممکن نیست ۵ محال
سعدی که راه صفا توان رفت جز بر پی مصطفی ۱ه انتهی ما فی ارشاد الطالبین مختصرا للشيخ القاضي ثناء الله پانی پتی

وبہ نستعین

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَۃُ لَیْسَ لِوَقْعَتِہَا کَاذِبَۃٌ خَافِضَۃٌ رَّافِعَۃٌ

واقعۃ الفتوٰی دافعۃ البلوٰی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مصنف العباد نجم الدین مرشدآبادی بحکم آیت کریمہ لا تلبسوا الحق بالباطل علماء دین محمدی سے سوال کرتا ہے کہ عمل تقلیدی کسی حجت شرعیہ میں سے ہے یا نہیں مقلدین نہایت ایذا پاکر مضطر ہوکر سوال کرتے ہیں بینوا بالحق ولا تکتموا الحق

جواب عمل تقلیدی کسی ایک حجت شرعیہ میں سے نہیں ہے یعنے عمل بقول اوس شخص کے کرنا کہ جسکا قول بلا دلیل شرعی کے حجت ہو اسکو عمل تقلیدی کہتی ہیں جیسا تعریف تقلید کی ہے التقلید العمل بقول الغیر من غیر حجۃ متعلق بالعمل والمراد بالحجۃ حجۃ من الحجج الاربع کذا فی کتب الاصول الحنفیۃ وغیرہا کما لا یخفی علی الماہر بالاصول پس تقلید کی تعریف کی حسب اصطلاح مقلدین کی واضح ہوا کہ عمل تقلیدی دلائل اربع یعنے کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلعم و اجماع صحابہ و مجتہدین اور قیاس صحیح مجتہد مسلم الاجتہاد سے خارج ہے اور یہہ عمل تکلیفی شرعی اصلا نہیں اور جو عمل بلا ادلہ اربعہ کے پایا جاوے وہ عمل تکلیفی شرعی نہیں وہ مردود و باطل ہے شرعاً پس عمل تقلیدی بھی مردود اور باطل ہوا الحمد للہ کہ بے اصل شرعی ہونا تقلید کا بموجب اصطلاح مقلدین کے ثابت ہوا اور یہہ سخت حجت ہے مقلدین پر کما لا یخفی علی المتفطن المنصف الماہر بالشریعۃ المحمدیۃ قال فخر الدین الرازی فی الکبیر ہذہ الآیۃ دالۃ علی ان ما سوی ہذہ الاصول الاربعۃ اعنی الکتاب والسنۃ والاجماع والقیاس مردود و باطل وقال امر اللہ تعالی فی کل واحد منہا بتکلیف خاص معین دل ذلک علی انہ لیس للمکلف ان یتمسک بشیء سوی ہذہ الاصول الاربعۃ واذا ثبت ہذا فنقول القول بالاستحسان الذی یقول بہ ابو حنیفۃ رضی اللہ عنہ والقول بالاستصلاح الذی یقول بہ مالک رحمہ اللہ تعالی ان کان المراد بہ احد ہذہ الامور الاربعۃ فہو تغییر عبارۃ ولا فائدۃ فیہ وان کان مغایرا لہذہ الاربعۃ کان القول بہ باطلا قطعا لدلالۃ ہذہ الآیۃ علی بطلانہ کما ذکرنا انتہی ما فی التفسیر الکبیر

من تحت آية اطيعوا الله واطيعوا الرسول واولی الامر منکم اور اسی نظر سے شوکانی نے قول مفید فی حکم التقلید میں کہا
کہ نصوص ائمہ اربعہ کے مصرح ہیں منع تقلید میں   قال الشوكاني قد ذكرت نصوص الائمة الاربعة المصرحة
بالنهي عن التقليد في الرسالة التي سميتها القول المفيد في حكم التقليد فلا نطول المقام بذكر ذلك وبهذا
تعلم ان المنع من التقليد ان لم يكن اجماعا فهو مذهب الجمهور ويؤيد هذا حكاية الاجماع على عدم جواز تقليد
الاموات وكذلك على المجتهد بانه انما هي رخصة للعامي عند عدم الدليل ولا يجوز لغيره ان يعمل به بالاجماع فهذا
الاجماع يجتث التقليد من اصله انتهى ما في هداية السائل اور برعکس و خلاف اسکے ہر مقلد مجرد و تقلید با دہان کے
فریفتہ اور مغرور ہو کر کتاب اور سنت سے لڑ رہا ہے اور اسی تقلید بلا دلیل پر اڑ رہا اور اپنے خیال خام پر شادان
اور اپنے ہوس نا فرجام پر نازاں چنانچہ آیت کریمہ کل حزب بما لدیهم فرحون ایسی ہی مقلد متعصب شعار اور مجرد ہے وہ
ذرا غور اور فکر نہیں کرتا کہ تقلید بلا دلیل امر مشترک فیہ ہے درمیان محق اور مبطل کی یعنی کہ ہر فرقہ جسکے تقلید بلا دلیل
کرتا اوسکو اچھا جانتا ہے اور دوسرا فرقہ مقابل فرقہ اولی کے برعکس اسکے سمجھتا ہے پس اگر یہہ تقلید بلا دلیل فی
نفسہ مفضی الی الحق والصواب ہو تو وجب ہو منافی اور نقیض شئے کا حق اور صواب پر کیونکہ ہر شخص اپنے مقلد کو اچھا او
دوسرے کو ناپسند رکھتا ہے اور یہہ امر بالبداہت باطل بلا ریب ہے شرعا اور عقلا ولا یعقلها الا العالمون اور اسی سبب سے
اللہ جلشانہ نے جابجا اپنے کلام پاک میں تقلید بلا دلیل کو رد کیا خاص کر سورۂ زخرف میں تقلید بلا دلیل کی شناعت بہت بیان کی ہے قال تعالی لو شاء الرحمن ما عبدناهم
ما لهم بذلك من علم ان هم الا يخرصون ام اتيناهم كتابا من قبله فهم به مستمسكون بل قالوا انا وجدنا اباءنا
على امة وانا على اثارهم مهتدون وكذلك ما ارسلنا من قبلك في قرية من نذير الا قال مترفوها انا وجدنا
اباءنا على امة وانا على اثارهم مقتدون قال اولو جئتكم باهدى مما وجدتم عليه اباءكم قالوا انا بما ارسلتم
به كافرون فانتقمنا منهم الى اخر الاية والمعنى انهم وجدوا ذلك الباطل في كتاب منزل قبل القرآن حتى
جاز لهم ان يعولوا عليه وان يتمسكوا به والمقصود منه ذكره في معرض الانكار ولما ثبت انه لم يدل عليه
لا دليل عقلي ولا دليل نقلي وجب ان يكون القول به باطلا ثم قال تعالى بل قالوا انا وجدنا اباءنا
على امة وانا على اثارهم مهتدون والمقصود انه تعالى لما بين انه لا دليل لهم على صحة ذلك القول
البتة بين انه ليس لهم حامل يحملهم عليه الا التقليد المحض ثم بين ان تمسك الجهال بطريقة التقليد
امر كان حاصلا من قديم الدهر فقال وكذلك ما ارسلنا من قبلك في قرية من نذير الا قال مترفوها
انا وجدنا اباءنا على امة وانا على اثارهم مقتدون وفي الاية مسائل المسئلة الاولى قال صاحب
الكشاف قرئ على امة بالكسر وكلتاهما من الام وهو القصد فالامة الطريقة التي تؤم اي تقصد
كالرحلة للمرحول اليه والامة الحالة التي يكون عليها الآم وهو القاصد المسئلة الثانية لو لم يكن في

كتاب الله الا هذه الآيات لكفت فى ابطال القول بالتقليد وذلك لانه تعالى بين ان هؤلاء الكفار
لم يتمسكوا فى اثبات ما ذهبوا اليه لا بطريق عقلى ولا بدليل نقلى ثم بين انهم ذهبوا اليه بمجرد
تقليد الآباء والاسلاف وانما ذكر تعالى هذه المعانى فى معرض الذم والتهجين وذلك يدل على
ان القول بالتقليد باطل ومما يدل عليه ايضا من حيث العقل ان التقليد امر مشترك فيه بين
المبطل وبين المحق وذلك لانه كما حصل لهذه الطائفة قوم من المقلدة فكذلك حصل لاضدادهم
اقوام من المقلدة فلو كان التقليد طريقا الى الحق لوجب كون الشئ ونقيضه حقا ومعلوم
ان ذلك باطل انتهى ما فى التفسير الكبير بلفظه اور نیز دوسری دلیل بطلان تقلید پر یہہ ہے کہ قول بوجوب تقلید
موجب منع تقلید سے ہوگا اور جو چیز مقتضی ہو ثبوت اوسکا طرف نفی اوسکی کے (یعنے ہر مقلد دوسرے مقلد کے تقلید کو
نفی اور ناپسند کرتا ہے) تو وہ باطل ہے تو واجب ہوا اس قول سے بطلان تقلید کا واذ قال ابراهيم
لابيه وقومه اننى براء مما تعبدون الا الذى فطرنى فانه سيهدين الى اخر الآية اعلم انه تعالى
لما بين فى الآية المتقدمة انه ليس لاولئك الكفار داع يدعوهم الى تلك الاقاويل الباطلة
الا تقليد الآباء والاسلاف ثم بين انه طريق باطل ومنهج فاسد وان الرجوع الى الدليل اولى
من الاعتماد على التقليد اردفه بهذه الآية والمقصود منها ذكر وجه اخر يدل على فساد القول
بالتقليد وتقريره من وجهين الاول انه تعالى حكى عن ابراهيم عليه السلام انه تبرأ عن دين آبائه
بناء على الدليل فنقول اما ان يكون تقليد الآباء فى الاديان محرما او جائزا فان كان محرما
فقد بطل القول بالتقليد وان كان جائزا فمعلوم ان اشرف آباء العرب هو ابراهيم وذلك
لانه ليس لهم فخر ولا شرف الا بانهم من اولاده واذا كان كذلك فتقليد هذا الاب الذى هو اشرف
دين الآباء اولى من تقليد سائر الآباء واذا ثبت ان تقليده اولى من تقليد غيره فنقول انه ترك
دين الآباء وحكم بان اتباع الدليل اولى من متابعة الآباء واذا كان كذلك وجب تقليده فى
ترك تقليد الآباء ووجب تقليده فى ترجيح الدليل على التقليد واذا ثبت هذا فنقول فقد ظهر
ان القول بوجوب التقليد يوجب المنع من التقليد وما افضى ثبوته الى نفيه كان باطلا فوجب
ان يكون القول بالتقليد باطلا فهذا طريق دقيق فى ابطال التقليد انتهى ما فى التفسير الكبير
ومن سورة ص وعجبوا ان جاءهم منذر منهم وقال الكافرون هذا ساحر كذاب اجعل الآلهة الها
واحدا ان هذا لشئ عجاب وانطلق الملأ منهم ان امشوا واصبروا على آلهتكم ان هذا لشئ
يراد ما سمعنا بهذا فى الملة الآخرة ان هذا الا اختلاق الآية اقول منشأ التعجب من وجهين

الاول هوان القوم ماكانوا من اصحاب النظر والاستدلال بل كانت اوهامهم تابعة للمحسوسات فلما وجدوا
فى الشاهد ان الفاعل الواحد لا تفى قدرته وعلمه بحفظ الخلق العظيم قاسوا الغائب على الشاهد فقالوا
لابد فى حفظ هذا العالم الكثير من آلهة كثيرة يتكفل كل واحد منهم بحفظ نوع آخر والوجه الثانى
ان اسلافهم لكثرتهم وقوة عقولهم كانوا مطبقين على الشرك فقالوا من العجب ان يكون اولئك
الاقوام على كثرتهم وقوة عقولهم كانوا جاهلين مبطلين وهذا الانسان الواحد يكون محقًا
صادقا واقول لعمرى لو سلمنا اجراء حكم الشاهد على الغائب من غير دليل وحجة لكانت الشبهة
الاولى لازمة ولما توافقنا على فسادها علمنا ان اجراء حكم الشاهد على الغائب فاسد قطعًا
واذا بطلت هذه القاعدة فقد بطل اصل كلام المشبهة فى الذات وكلام المشبهة فى الافعال
اما المشبهة فى الذات فهو انهم يقولون لما كان فى كل موجود فى الشاهد يجب ان يكون جسما ومختصا
بحيز وجب فى الغائب ان يكون كذلك واما المشبهة فى الافعال فهم المعتزلة الذين يقولون الامر
الفلانى قبيح منا فوجب ان يكون قبيحا من الله فثبت بما ذكرنا ان صح كلام هؤلاء المشبهة
فى الذات وفى الافعال لزم القطع بصحة شبهة هؤلاء المشركين وحيث توافقنا على فسادها
علمنا ان عمدة كلام المجسمة وكلام المعتزلة باطل فاسد واما الشبهة الثانية فلعمرى لو كان
التقليد حقا لكانت هذه الشبهة لازمة وحيث كانت فاسدة علمنا ان التقليد باطل انتهى ما
فى الكبير بلفظه من عينه بس قول امام رازی سے صاف واضح ہوا کہ اگر تقلید بلا دلیل صحیح اور حق ہوتو شبہہ فرقہ
مجسمہ کلام معتزلہ کا بھی حق ہوجاتا لاکن قول و شبہہ ان دونوں فرقوں کا باطل ہوا تو تقلید بلا دلیل بھی باطل ہوئی اور
ہذالیجے سورہ یونس میں فرمایا ہے قالوا اجئتنا لتلفتنا عما وجدنا عليه آباءنا فتكون لكما الكبرياء فى الارض
وما نحن لكما بمؤمنين اعلم ان حاصل هذا الكلام انهم قالوا لا نترك الدين الذى نحن عليه
لانا وجدنا آباءنا عليه فقد تمسكوا بالتقليد ودفعوا الحجة الظاهرة بمجرد الاصرار انتهى ما فى
الكبير مختصرا بقدر الحاجة اور سورہ ہود میں فرمایا ہے قالوا يا شعيب اصلوتك تامرك ان نترك ما يعبد
آباؤنا او نفعل فى اموالنا ما نشاء وقد اشاروا فيه الى التمسك بطريقة التقليد لانهم
استبعدوا منه ان يامرهم بترك عبادة ما كان يعبد آباؤهم يعنى الطريقة التى اخذناها
من آبائنا واسلافنا كيف نتركها وذلك تمسك بمحض التقليد انتهى ما فى التفسير الكبير
مختصرا بقدر الحاجة وايضا سورة صافات میں تحت آیت فهم على آثارهم يهرعون کے امام رازی
لکھتے ہیں والمقصود من الآية انه تعالى علل استحقاقهم للوقوع فى تلك الشدائد كلها بتقليد الآباء

فی الدین وترك اتباع الدلیل ولو لم یوجد فی القرآن آیة غیر هذه الآیة فی ذم التقلید لکفی انتهی ما فی التفسیر الکبیر بقدر الحاجة اب تحریر بالا سے ماہران شریعت غرا پر مخفی نہ رہے کہ جب مذمت وقباحت تقلید بلا دلیل کے کلام ربانی سے قطعاً ثابت ہوئی تو مسلمان دیندار تقوے شعار پر ازراہ وجوب محبت و اطاعت خالق اکبر اور رسول اطہر کی ماننا کلام ربانی کا اور بدل وجان تصدیق کرنا اسکا درباب ذم تقلید بلا دلیل کے فرض اعتقادی وعملی ہوا ورنہ سراسر شقاق ونفاق کے منسوب ہوگا اور دائرہ اسلام سے باہر نکلیگا کہ محب مطیع پر اطاعت و تابعداری محبوب مطاع والذین امنوا اشد حبا لله وغیرها من الآیات شاہد ہے اور اطیعوا الله واطیعوا الرسول فرض ہے اور حاکم مطلق الله تعالےٰ ہے اور ہرگاہ حاکم مطلق نے تقلید بلا دلیل کو باطل ومذموم فرمایا تو مخلوق محکوم پر فرمان برداری حاکم مطلق کی فرض ہوگی اور بے حکم حاکم کوئی امر اپنے طرف سے نکالنا اور اوسکو نیک سمجھنا اور اوسپر چلنا تو نہایت قبیح اور شنیع متصور ہوگا اور مشاقت اور مخالفت حاکم کے لازم ہوگی کیونکہ باذن الله نہیں ہی اور قرآن میں فرمایا ہے کہ وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن الله ای بامر الله لان طاعة الرسول وجبت بامر الله کذا فی المعالم وغیره من التفاسیر پس قبول بلا دلیل پر تقلید کرنا کسی عالم کی اگرچہ وہ بڑا نامی گرامی ہو باطل اور موجب نارضامندی خدا ورسول کا ہوگا چنانچہ آیۃ کریمہ سی اظہر من الشمس ہے اور کور باطن کو نہ سوجھی تو آفتاب عالمتاب کا کیا قصور ہے چنانچہ سارے اہل اصول کہتے ہیں الحاکم هو الذی صدر الحکم منه ولا حکم الا من الله تعالی کذا فی مسلم الثبوت وهکذا فی تحریر ابن الهمام اور حکم خطاب ہی الله تعالےٰ کا کہ جو متعلق ہے ساتھ فعل مکلف کی چنانچہ مسلم الثبوت وغیرہ کتب اصول میں بتفصیل مذکور ہے اور دلیل اسپر قرآن شریف ہے ان الحکم الا لله ولیس لغیر الله حکم واجب القبول ولا امر واجب الالتزام بل الحکم والامر والتکلیف له تعالی شانه انتهی ما فی التفسیر الکبیر مختصراً پس آیت کریمہ اور نیز کتب اصول ہر چہار مذہب سی صاف واضح ہوا کہ تقلید بلا دلیل حکم الہی سی خارج اور مذموم وقبیح ہی جیسا کہ ہر آیت اور تفسیر سے اسکا بیان شافی وکافی ہو چکا تو اب ہر مسلمان طالب حق کو بہت غور وفکر چاہیے کہ مقلدین سابقین دریای تقلید ناپیدا کنار میں حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ سی بغایت حال غرق ہوتی چلی آتی ہیں پھر بھی مقلدین زمانہ حال نصوص قرآنی میں نظر کر کر عبرت نہیں پکڑتے اور خواہ مخواہ مصداق آیت کریمہ لهم قلوب لا یفقهون بها کے ہوتے ہیں صد حیف کیونکہ تقلید بلا دلیل ایسے پوچ ولچر ومحض بے اصل ہے کہ خدا تعالیٰ نی معرفت توحید ورد شرک وکفر ومعرفت رسالت رسول صلعم میں مجرد تقلید انبیا سابقین کے اکتفا نہ کیا بلکہ اوپر اثبات صانع ورد شرک وثبوت نبوت رسول مقبول صلعم کے دلائل قاہرہ گوناگون جابجا اپنے کلام پاک میں قائم کیے اور مقلدین متعصبین کو کہ جو دلائل غیر ما انزل الله پر اصلا نظر وفکر نہیں کرتی ہی طرح طرح کی الزامات دئی چنانچہ ان قرآن شریف پر ہویدا وآشکارا ہے اعلم انه سبحانه وتعالی لما اقام الدلائل القاهرة علی اثبات الصانع وابطل القول بالشریك

عقبہ مایدل علی النبوۃ ولما کانت نبوۃ محمد صلعم مبنیۃ علی کون القرآن معجزا اقام الدلالۃ
علی کونہ معجزا فظہر انہ سبحانہ کما لم یکتف فی معرفۃ التوحید بالتقلید فکذا فی معرفۃ
النبوۃ لم یکتف بالتقلید انتہی ما فی التفسیر الکبیر مختصرا بقدر الحاجۃ من تحت قولہ
تعالی ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا الی آخر الآیۃ اور جو قول بعض عالم سادہ لوح زود سال کا کہ محض
تقلید کافی ہے اور نظر و غور دلائل میں کچھ ضرور نہیں کیونکہ میں مقلد ہوں اور مقلد کو دلیل سے کیا کام سو قول اسکا مردود اور باطل ہے
اسلیے کہ دین میں نظر دلائل کی طرف جہاں تک بقدر استعداد لابد ضروری ہر مکلف مومن باللہ والیوم الآخر پر چنانچہ صاحب تفسیر کبیر نے اسی کو بیان کیا ہے
میں تحت آیۃ کریمہ تلک آیات اللہ نتلوہا علیک بالحق فبای حدیث بعد اللہ وآیاتہ یؤمنون
کے لکھا ہے ثم قال تعالی فبای حدیث بعد اللہ وآیاتہ یؤمنون یعنی ان من ینتفع بہذہ
الآیات فلا شیء بعدہ یجوز ان ینتفع بہ وابطل قول من یزعم ان التقلید کاف وبین
انہ یجب علی المکلف التامل فی دلائل دین اللہ تعالی انتہی ما فی التفسیر الکبیر اور امام اعظم ابو حنیفہ
علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ انہوں نے اپنے شاگردوں سے فرمایا کہ اگر تمکو دلیل ملے یعنے اگر دلیل شرعی کتاب اور سنت سے تم پر
ظاہر ہو تو اسپر عمل کرو اور میرے قول بلا دلیل کو چھوڑ دو چنانچہ در مختار و طحطاوی وغیرہ سے واضح ہوتا ہے
قال لاصحابہ ان توجہ لکم دلیل فقولوا بہ انتہی ما فی الدر المختار مختصرا ای ظہر لکم فی المسئلۃ
وجہ الدلیل علی غیر ما اقول انتہی ما فی الطحطاوی اب جو کوئی کہے کہ یہ آیات کفار کے حق میں وارد ہیں تو
بڑا جاہل اور بیوقوف ہے کیونکہ اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ خصوص محال کا جیسا کہ کتب احادیث و کتب اصول فقہ و تصانیف ائمہ اور صحابہ
کرام سے جا بجا واضح ہوتا ہے اور اس بارہ میں صاحب تفسیر اتقان نے بہت کچھ لکھا ہے کہ لا یخفی علی الماہر بالشریعۃ الغراء اور کچھ بیان
اسکا تفسیر عزیزی میں بھی لکھا جاتا ہے چہارم آنکہ درین آیت اشارہ ہست بابطال تقلید بدو طریق اول آنکہ از مقلد باید پرسید
کہ ہرکرا تقلید میکنی نزد تو محق ہست یا نی اگر محق بودن او را میشناسی پس با وجود احتمال مبطل بودن او چرا او را تقلید
میکنی و اگر محق بودن او میشناسی پس بکدام دلیل میشناسی اگر بتقلید دیگر میشناسی سخن در ان خواہد رفت و تسلسل لازم
خواہد آمد و اگر بعقل میشناسی پس او را چرا در معرفت حق صرف نمیکنی و مدار تقلید بر خود گوارا میداری طریق دوم آنکہ کسی را
کہ تقلید میکنی اگر این مسئلہ را او ہم بتقلید دانستہ است پس تو و او برابر شدید او را چہ ترجیح ماند کہ تقلید او میکنی و اگر بدلیل
دانستہ است پس تقلید وقتے تمام میشود کہ تو ہم آن مسئلہ را بہمان دلیل بدانی و الا مخالف او باشی
نہ مقلد او و چون تو ہم آن مسئلہ را بدلیل دانستے تقلید ضائع شد انتہی ما فی التفسیر العزیزی
مسلمانوں تم سن چکے مذمت اور برائی تقلید بلا دلیل کی قرآن مجید وغیرہ سے تو اب کتاب و سنت پر
اور مستقیم ہو جاؤ کہ جنت نعیم مکان عیش و آرام ابدی کا تمکو سرکار عالیجاہ سے عنایت ہو

یا ایہا الناس قد جاءکم برہان من ربکم وانزلنا الیکم نورا مبینا الآیۃ والبرہان ہو محمد صلعم وانما سماہ برہانا لان حرفتہ اقامۃ البرہان علی تحقیق الحق وابطال الباطل والنور المبین ہو القرآن وسماہ نورا لانہ سبب لوقوع نور الایمان فی القلب انتہی ما فی الکبیر مختصرًا

تنبیہ

رجوع کرنا طرف قاضی یا فتوے مفتی کے یا حکم کرنا قاضی کا اوپر شہادت شاہدان عدول کے یا اتباع اولو الامر کا بدلیل شرعی ہے اسکو تقلید اصطلاحی مقلدین نہیں کہتے کیونکہ تقلید اصطلاحی یہہ ہے کہ گلے میں ڈال کر بلا دلیل کسی شخص کا ہو رہنا اور اسیطرح عمل اوپر روایت راوی سے حدیث متصل مرفوع کی بدلیل شرعی ہی کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرمایا ہے فلیبلغ الشاہد الغائب الحدیث اور جو مفتی یا قاضی سے غلطی واقع ہوجاوی تو رجوع طرف قرآن وحدیث کی ضرور ہے جیسا کہ فرمایا خدا تعالے نے فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول الی آخر الآیۃ علینا الا البلاغ واللہ اعلم بالصواب فاعتبروا یا اولی الالباب

للہ الحمد علی ما وفقنی لتحریر ہذہ الرسالۃ المسماۃ بواقعۃ الفتوے ودافعۃ البلوے سنہ من ہجرۃ خیر البریۃ علیہ وعلی آلہ واصحابہ الف الف صلوات وتحیۃ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم واغفر لنا وارحمنا انک علی کل شیء قدیر المؤلف العاجز

محمد نذیر حسین عافاہ اللہ فی الدارین

قصیدہ قاضی طلا محمد پشاوری در مدح عمل بالحدیث

اہل توحید چو تحقیق سخن درگیرند
راہ دین خود از قول پیمبر گیرند
ہما ذات نصوص این ہمہ تکلیف قیاس
از رہ فتنہ تحریف ہمگی برگیرند
نیست خیال ست و مخالف منصوص
پی امام ست کہ ابتر گیرند
کجا نائل راہیند و قیاس

خس و خاشاک شک از عین یقین برگیرند
ہر بیانی کہ بود سادہ ز توضیح حدیث
نادرست و عبث و واہی و منکر گیرند
مجتہد گاہ مصیب ست و گہی خاطی لیک
اہل دل در حرم دین مبتکر گیرند
گل سرخ کہ ہم آتش حرق دمی نیست
شہسواران چنین صید محقر گیرند

رونق کار خود از حضرت قرآن جویند
در کف اہل ہوا النقش مزور گیرند
دیدہ از فتنہ منزل چو منور سازند
ہرچہ دور است ز خطا حکم پیمبر گیرند
ہرچہ آنرا نبود مستند از قول رسول
شقیقہ لالہ نعمان نہ برابر گیرند
سنن مصطفوی دیگہ صدق ست و صفا

کاملان سرمد توشین ازان گیرند
کاربندان قضا پر کشود خاک درش
از احادیث ہمی مرشد درہر گیرند
متن مضمون احادیث بہ تبدیل ہست
از احادیث ہمی رحمت دیگر گیرند
ناگزیر آمدہ بر حق طلبان علم حدیث
ہرکجا قول رسول آمدہ لشکر گیرند
باغ فردوس بران قوم مباح ست کہ شان
سنن مصطفوی بہر عمل برگیرند
بعد ازان شیخ نسائی وابوداؤد آنکہ
آمدہ بہر تسلیم چو قسم گیرند

جند اگر علم کہ ارباب نظیر
چون طلا کار روا یکسرہ درزر گیرند
درمقامیکہ سخنہا دو داز علم وعمل
چون مکرر شود آن قشہ مکرر گیرند
سنن زندہ نمایند دریں عصر دبیس
شب تارست بگو شمع منور گیرند
بی شعوران کہ برآرا وقیاسات تنند
رد حق راستی از قول پیمبر گیرند
ترمذی گرچہ بود قافلہ سالار بلند
ہر دو را در صف تقوی سر وسرور گیرند
زینت دو خدایان بود از خالقہ

خاک آن کوی باکسیر گیر
اسے خوشا قوم کہ اندرہ در
ہرچہ آن غیر حدیث ست
علم دین جملہ سر رست د
اجر صد خون شہیدا ردر
ہرکجا حرف قیاس ست چ
کودکانند کہ اوراق مس
از صحیحین وموطای ا
در جزالت ز صحیحین
غیر ازآن کہ رکتب آنچہ د
کہ قدم بر اثر سابقین مح

سوی توحید گر آیند باخلاص وبیس — جنت قدس علی رغم ابی ذر گیرند

فائدة جليلة في التحريض على تعلم القران والسنة والانقطاع والاعراض عما سواهما من قصيدة النونية لشيخ الاسلام ابن

حدق بقلبك في النصوص كمثل ما ؛ قد حدقوا في الراي طول زمان ؛ واكحل جفون القلب با
احد ركحلهم بالكثرة العمبان ؛ والله لتن فيها طبي قلى الهدى ؛ لعباده في احسن
لم يحوج الله الخلائق معها ؛ بخيار فلنان ورای فلان ؛ فالوحی کاف للذ
شاف لداء جهالة الانسان ؛ وتفاوت العلماء في افهامهم ؛ للوحي فوق تفاوة
الجهل داء قاتل وشفاؤه ؛ امران في التركيب متفقان ؛ نص من القران
وطبيب ذاك العالم الرباني ؛ والعلم اقسام ثلاث ما لها ؛ من رابع والحق ذ
علم باوصاف الاله وفعله ؛ وكذلك الاسماء للرحمان ؛ والامر والنهي الذ
وجزائه يوم المعاد الثاني ؛ والكل في القران والسنن التي ؛ جاءت عن المبعوث

واهتم بطبعها الاخ العزيز الناصر للوحيين المولوی لطف حسين ا
اليد فی للدارين فی المطبع الفاروقی الواقع فی دهلی الاخ المكرم